مقدمة شرح البيضاوى

المسمّاة

اثمار التكميل

لما فى

انوار التنزيل

للعبد الضعيف محمد موسى الروحانى البازى عفا الله عنه وعافاه
استاذ الحديث والتفسير بالجامعة الاشرفية، لاهور

الجزء الاول

مكتبة مدنية
فون ٧٢٤٢٢٦٩ اردو بازار لاهور فون ٧٢٢٨٩٧٧

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین ۔ اما بعد

کتاب ہذا موسوم بہ اتمام التکمیل میری شرح انوار التنزیل کا مبسوط مقدمہ ہے۔ انوار التنزیل للقاضی البیضاوی کی شرح جو اس بندہ عاجز ضعیف کی تصنیف ہے نہایت مفصل شرح ہے اندازہ ہے کہ پچاس جلدوں میں مکمل ہوگی۔ میری شرح ہذا کا نام ہے ۔ ازھار التسہیل فی شرح انوار التنزیل ۔

مقدمہ یعنی اتمام التکمیل مباحث متفرقہ مفیدہ و تحقیقات بدیعہ تاریخیہ نحویہ ادبیہ کلامیہ حدیثیہ تفسیریہ علمیہ پر مشتمل ہے ۔ میری طبیعت جدت پسند ہے۔ اس واسطے مباحث علمیہ کے بیان میں میری عقل ناقص استخراج طرق جدیدہ و سلوک مسالک غیر مسلوکہ میں کوشاں رہتی ہے۔ اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں کہ اتمام التکمیل کی تصنیف میں جو اسلوب اس عاجز نے منتخب کیا ہے سلسلہ مقدمات کتب میں یہ لطیف طریقہ ہے جو جدید ہونے کے علاوہ بہت زیادہ نافع بھی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ یہ جدید طریقہ نہایت دشوار گذار ہے۔ کیونکہ اس کے لیے صرف ایک فن کے مسائل پر اطلاع کی بجائے متعدد علوم کے مسائل پر کما حقہا مطلع ہونا ضروری ہے ۔ ایک ہی وقت میں فنون متعددہ کے اصولوں و مبادی کو ذہن میں محفوظ رکھنا اور ان کے مطابق معلومات جمع کرکے کلام کرنا کٹھن مرحلہ ہے۔ فن واحد کی کتابوں کا مطالعہ کرکے ان سے انتخاب مسائل کرنا اتنا مشکل نہیں ہے جتنا مشکل متعدد علوم کی کتابوں سے اخذ و استفادہ ہے ۔

اتمام التکمیل میں کئی فنون کے اہم مباحث و مسائل جمع ہیں۔ جو بڑی محنت سے بہت سی کتابوں کی اوراق گردانی کے بعد حاصل ہوسکے ہیں۔ کتاب کے مطالعہ سے ہماری اس بات کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔ کسی کتاب میں مندرج شواہد شعریہ کی تفصیل میں مستقل تالیف کرنا سلف میں معروف و مقبول طریقہ ہے۔ اس قسم کی تالیف سے کتاب سے متعلق شعراء و اشعار کے بارے میں تاریخی و ادبی معلومات حاصل ہوجاتی ہیں اور یہ ایک بڑا نفع ہے۔ تاہم یہ کتاب سے متعلق ایک قسم کا جزئی فائدہ اور خاص نفع ہے۔ اور ظاہر ہے کہ تعمیم فائدہ اولیٰ ہے۔ فوائد کا دائرہ جتنا وسیع ہو یہ بہتر و احسن ہے ۔

میری کتاب ہذا کے موضوعات فوائد و مباحث کا میدان طویل و عریض ہے۔ کتاب ہذا تفسیر بیضاوی میں مذکور شعراء کی تاریخ کے علاوہ تراجم محدثین تراجم قراء، درواۃ قراء تاریخ بلاد، احوال حیوانات احوال ملوک مسائل ادبیہ فرق اسلامیہ و ان کے عقائد کی توضیح تاریخ انبیاء علیہم السلام۔ احوال حقیقت ملائکہ کرام علیہم السلام بسط احوال قبائل اصول تفسیر یہ تفصیل شروح و حواشی تفسیر بیضاوی و دیگر فوائد عظیمہ شریفہ و امور مہمہ متعلق تفسیر ہذا پر حاوی ہے گویا کہ یہ کتاب مختصر انسائیکلوپیڈیا ہے جس میں متعدد علوم و فنون کے مباحث و مسائل جمع ہیں۔ اتمام التکمیل میں احقر کے تقریباً دس اہم رسائل بتمامہا یا بتلخیصہا بھی شامل ہیں۔ یہ مفید رسائل یقیناً کتاب کی اہمیت [illegible] ... اضافے کے موجب ہونگے ۔ یہ کتاب چونکہ علماء و طلبہ مدارس عربیہ کے لیے لکھی گئی ہے اس واسطے اس میں کہیں کہیں عربی عبارات [illegible] ترجمہ درج [illegible] ... دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اہل علم و طلبہ و دانشوروں کے نزدیک یہ کتاب شرف قبول و پذیرائی کی مستحق ہو [illegible] ان کے لیے تکمیل علم و تسہیل مشکلات کا ذریعہ بنے ۔ آمین ثم آمین ۔

فصل

اس فصل میں اُن اعیان و شعراء کے تراجم واحوال درج کیے جاتے ہیں، جو
تفسیر بیضاوی کے حصہ اول (تا آخر سورہ بقرہ) میں مذکور ہیں — !

انس رضی اللہ عنہ۔ سورۂ فاتحہ کے آخر میں بحث آمین میں آپ مذکور ہیں۔

هو انس بن مالك بن النضر بن ضمضم الانصاري الخزرجي النجاري رضي الله تعالى عنه
آپ خادم نبی علیہ السلام ہیں۔ نبی علیہ السلام نے آپ کی کنیت ابوحمزہ رکھی۔ حمزہ ایک ترکاری وسبزی کا نام ہے جو انسؓ کو پسند تھی۔ اُم سُلیم آپ کی والدہ ہیں جو انصار میں دانا و افضل صحابیہ ہیں۔ انس رضی اللہ عنہ چھوٹے تھے کہ والدہ نے ان کو نبی علیہ السلام کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ (تہذیب) دس سال آپ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔

آپ مکثرین الروایات صحابہ میں سے ہیں۔ آپ سے کل ۲۲۸۶، احادیث مروی ہیں۔ ۱۶۸ متفق علیہ ہیں۔ ۸۳ پر بخاری اور ۷۱ پر مسلم منفرد ہیں۔

آپ کی اولاد کی تعداد زیادہ تھی۔ مال دار بھی زیادہ تھے۔ یہ سب نبی علیہ السلام کی دعا کی برکت تھی۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری والدہ کی درخواست پر ایک دن نبی علیہ السلام نے میرے لیے تین دعائیں کیں۔ فرمایا اللھم ارزقہ مالاً وولداً وبارك له فيه قال انسؓ فلقد دفنت من صلبی سوی ولد ولدی مائۃ وخمسۃ وعشرین وان ارضی لتثمر فی السنۃ مرتین۔ رواہ الطبرانی وغیرہ۔

ایک اور روایت میں ہے :- فقالت (ای امی) یا رسول الله انس ادع الله له فقال النبی صلی الله علیه وسلم اللھم اکثر ماله وولده وادخله الجنة قال قد رأیت اثنتین وانا ارجو الثالثة وروی الترمذی کان له بستان یحمل الفاکهة فی السنة مرتین وکان فیه ریحان ویجیء منه ریح المسك۔

نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد ایک مدت تک مدینہ منورہ میں رہے بعدۂ بصرہ میں مستقل رہائش اختیار کی اور بصرہ ہی میں وفات پائی۔ علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں کان آخر الصحابة موتاً بالبصرة۔
جنگ بدر میں خادم کے طور پر شریک تھے۔ روی ابن السکن بسنده عن ثابت البنانی قال قال لی انس ابن مالك هذه شعرة من شعر رسول الله صلی الله علیه وسلم فضعها تحت لسانی قال الراوی فوضعها

(ای عند الموت) تحت لسانہ فدُفِن وھی تحت لسانہ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ تیر اندازی میں بڑے ماہر تھے۔

قال ابن قتیبۃ فی المعارف ثلاثۃ من اھل البصرۃ لم یموتوا حتی رأی کل واحد منھم مائۃ ذکر من صُلبہ انس بن مالک وابوبکرۃ وخلیفۃ بن بدل۔

آپ کی عمر وفات کے وقت سو سال سے متجاوز تھی۔ بوقتِ ہجرت آپ دس سال کے تھے آپ کی تاریخ وفات حسب اختلاف علماء ومؤرخین ۹۰ھ یا ۹۱ھ یا ۹۳ھ ہے۔

ابن سیرین رحمہ اللہ عز وجل۔ آیت اوکصیب من السماء اور آیت فصیام ثلثۃ ایام فی الحج وسبعۃ اذا رجعتم الآیہ کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھو محمد بن سیرین الانصاری مولاھم ابو بکر البصری رحمہ اللہ تعالیٰ

ابن سیرین رحمہ اللہ تابعی، جلیل القدر فقہ وحدیث وتفسیر وتعبیر رؤیا، زہد وتقویٰ وعبادت میں امام ومقدم ہیں۔ کان ابوہ سیرین من سبی عین التمر وھو مولی انس بن مالک رضی اللہ عنہ کاتبہ علی عشرین الف درھم فأداھا وعتق کذا قال النووی فی التھذیب۔ ابن قتیبہ کتاب معارف میں لکھتے ہیں، ابن سیرین کی والدہ کا نام صفیہ تھا۔ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی باندی تھیں۔ سیرین کے ساتھ صفیہ کی شادی میں اور نکاح میں بہت سے صحابہ کے علاوہ ۱۸ بدری بھی شریک تھے۔ ان میں سے ایک حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے۔ اسی مجلس میں حضرت ابی رضی اللہ عنہ دعا کررہے تھے اور باقی صحابہ وحاضرین آمین کہتے جاتے تھے۔ صفیہ کو بعض ازواجِ نبی علیہ السلام اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن نے خوشبو لگائی اور دعائیں دیں۔ متعدد امہات الاولاد سے سیرین کے ۲۳ بچے پیدا ہوئے۔ متعدد صحابہ مثل ابی ہریرہؓ وابن الزبیرؓ وابن عمرؓ و عدی بن حاتمؓ وغیرہ سے سماع کیا۔ ہشام بن حسان کہتے ہیں ادرک الحسن البصری من اصحاب النبی علیہ السلام مائۃ و عشرین وادرک ابن سیرین ثلاثین منھم۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت سے دو سال قبل ابن سیرین پیدا ہوئے۔ آپ سے شعبی و ایوب وقتادہ وغیرہ روایت کرتے ہیں قال ابن عون کان ابن سیرین یحدث بالحدیث علی حروفہ۔ تمام محدثین کے نزدیک آپ ثقہ ہیں۔ تاریخ بغداد میں خطیب فرماتے ہیں کان ابن سیرین احد الفقہاء المذکورین بالورع فی وقتہ علم تعبیر رؤیا میں امام تھے۔ کل امت کے نزدیک آپ اس فن کے امام ہیں۔ آپ تیل وغیرہ کے بڑے تاجر اور بڑے دولتمند تھے، لیکن پھر تنگ دست ہوئے بڑے مقروض ہوئے اور قرض خواہوں کے

مطالبہ پر مدت تک جیل خانہ میں رہے۔ جیل خانہ کے داروغہ نے آپ کی بزرگی کا لحاظ کرتے ہوئے خفیہ طور پر آپ سے کہا اذا کان اللیل فاذھب الی اھلك واذا اصبحت فتعال فقال لا واللہ لا أعینك علی خیانۃ السلطان۔

مقروض ہونے کا سبب بھی عجیب ہے جو آپ کے ورع وتقویٰ کی دلیل ہے۔ خطیبؒ وغیرہ لکھتے ہیں:۔ سبب حبسہ انہ اشتری زیتاً باربعین الف درھم فوجد فی زق منہ فارۃ فقال الفارۃ کانت فی المعصرۃ فصب الزیت کلہ وکان یقول عیّرت رجلاً بشئ من الفقر من ثلاثین سنۃً احسبنی عوقبتُ بہ۔ حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۶۷ میں ہے عن ھشام قال اوصی انس ابن مالك رضی اللہ عنہ ان یغسلہ محمد بن سیرین فقیل لہ فی ذلك وکان محبوساً فقال انا محبوس قالوا قد استأذنا الامیر فاذن لك قال ان الامیر لم یحبسنی انما حبسنی الذی لہ الحق فاذن لہ صاحب الحق فخرج فغسلہٗ۔

آپ ورع وتقویٰ میں بے نظیر تھے۔ مورق رحمہ اللہ فرماتے ہیں ما رأیت رجلاً افقہ فی ورعہ ولا اورع فی فقھہ من ابن سیرین۔ سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں لم یکن کوفیٌّ ولا بصریٌّ ورع مثل ورع ابن سیرین۔ بڑے ہنس مکھ تھے۔ رات کو روتے تھے اور دن کو لوگوں کے سامنے ہنستے تھے۔ بڑے مہمان نواز تھے ہر ملنے والے کو ضرور کچھ کھلاتے تھے۔ وعن ام عباد امرأۃ ھشام قالت کنا نزولاً مع محمد بن سیرین فی دارہ فکنا نسمع بکاءہ باللیل وضحکہ بالنھار وعن بعض آل سیرین قال ما رأیت محمد بن سیرین یکلم امہ قط الا وھو یتضرع۔ ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے اذا اتقی العبد فی الیقظۃ لا یضرہ ما رأی لہ فی النوم وکان الرجل اذا سألہ عن الرؤیا قال لہ اتق اللہ فی الیقظۃ لا یضرك ما رأیت فی المنام۔ ابو عوانہ فرماتے ہیں رأیت محمد بن سیرین فی السوق فما راٰہ احد الا ذکر اللہ تعالیٰ و کان یصوم یوماً ویفطر یوماً۔ سری بن یحییٰؒ فرماتے ہیں کان ابنُ سیرین ربما ضحك حتی یستلقی ویمدّ رجلیہ وکان کثیر المزاح وکان یقول الرّمّان بین الفاکھۃ کجبریل بین الملائکۃ۔ وروی ھشام عنہ قال لم تُرھذہ الحمرۃ التی فی آفاق السماء حتی قتل الحسین بن علی رضی اللہ عنھما ولم تُفقد الخیلُ البُلقُ فی المغازی حتی قتل عثمان رضی اللہ عنہ۔ شاید اس میں فرشتوں کے نزول ونصرت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ مغازی میں مسلمانوں کی مدد کے لیے فرشتے خیل بلق پر سوار نظر آتے تھے۔ ابلق مختلف الالوان گھوڑے کو کہا جاتا ہے۔ ابلق کی جمع بُلق ہے۔

ابن سیرینؒ سے کسی نے اس خواب کی تعبیر پوچھی کہ میں خواب میں اُڑ رہا ہوں فقال انت رجل

تکثر المنیٰ حاصل مطلب یہ ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ تم سوچتے بہت ہو اور بے فائدہ خیالات وافکار میں عقل دوڑاتے ہو۔

حسن بصری رحمہ اللہ کی وفات سے سو دن بعد بصرہ میں ۱۱۰ھ میں ابن سیرین رحمہ اللہ نے وفات پائی اور شوال کا مہینہ تھا۔

فائدہ ۔ نحاۃ وعلماء عربیت ومفسرین یہ مقولہ کثرت سے ذکر کرتے رہتے ہیں جالِس الحسن او ابن سیرین اور یہ مقولہ جالس الحسن وابن سیرین۔ اور کہتے ہیں کہ پہلے میں او تساوی بغیر شک کے لیے ہے اور دوسرے میں واو بمعنی او ہے۔ قاضی بیضاویؒ نے اس تفسیر میں یہ دونوں مقولے ذکر کیے ہیں اس قول کی ابتداء کی وجوہ دو ہیں۔

وجہ اول یہ کہ حسن بصری رحمہ اللہ اور ابن سیرینؒ دونوں بصرہ کے باشندے تھے دونوں بڑے بزرگ وعالم ومرجع خلائق ہونے کے ساتھ معاصر بھی تھے۔

ہر ایک کا حلقہ جدا تھا جس میں بہت سے معتقدین حاضر ہوتے تھے اور علوم دینیہ اور نصائح ومکارم اخلاق حاصل کرتے تھے۔

لیکن بظاہر دونوں حلقوں میں قدرے فرق تھا، وہ یہ کہ ابن سیرینؒ کثیر الضحک والمزاح تھے بخلاف حسن بصریؒ کہ ان کی مجلس میں ضحک ومزاح برائے نام بھی نہ تھے۔ ان کی مجلس میں بکاء وحزنِ آخرت کا غلبہ تھا۔ سری مطر الوراق قال کان الحسن کأنما کان فی الآخرۃ فھو یخبر عما رأی وعاین۔ کذا فی تھذیب النووی ج ۱ ص ۱۶۲۔ حافظ ابو نعیمؒ ابراہیم بن عیسیٰؒ سے روایت کرتے ہیں قال ما رأیت احدًا اطول حزنا من الحسن وما رأیتہ قط الا حسبتہ حدیث عھد بمصیبۃٍ۔ نیز وہ حزم بن ابی حزم سے روایت کرتے ہیں قال سمعت الحسن یحلف باللہ الذی لا الہ الا ھو ما یسع المؤمن فی دینہ الا الحزن۔ کذا فی الحلیۃ ج ۲ ص ۱۳۳

اس فرق کی وجہ سے لوگ آپس میں اپنی مجالس میں دونوں کا یہ فرق بیان کرتے ہوئے ایک دوسرے کو کہتے تھے جالس الحسن او ابن سیرین۔

یعنی اس ظاہری فرق کے باوجود علوم وامور آخرت کے اعتبار سے دونوں حلقے برابر ہیں کیونکہ دونوں آخرت کی ترغیب دیتے ہیں۔

وجہ دوم ۔ اس ظاہری فرق کے باوجود دونوں بزرگوں میں قدرے رنجش وناراضگی بھی تھی۔ کما صرّح بہ بعض المؤرخین۔ تاہم وہ ایسی رنجش نہ تھی جو آج کل عوام میں معروف ہے بلکہ اس کے باوجود ایک دوسرے کی تعظیم واکرام کرتے تھے۔

توعام لوگ کہتے تھے جالس الحسن او ابن سیرین یعنی ہم ان کی رنجش میں دخل نہیں دے سکتے، دونوں بزرگ وعالم ہیں اور ہمارے لیے دونوں کی مجلس موجب برکت ہے خواہ حسن کی مجلس ہو خواہ ابن سیرینؒ کی۔ رحمہما اللہ عزوجل۔

۔ **ابوالشعثاءؒ** شرح ھدًی للمتقین میں مذکور ہیں۔

ھو سلیم بن اسود بن حنظلۃ ابوالشعثاء المحاربی الکوفیؒ آپ مشہور تابعی ہیں۔

ابوالشعثاء روایت کرتے ہیں عمر و ابوذر و حذیفہ و ابن مسعود و سلمان فارسی و ابن عباسؓ ابوہریرہ وعائشہ رضی اللہ عنہم سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں آپ کا بیٹا اشعث بن سلیم و ابراہیم نخعی و ابراہیم بن مہاجر و حبیب بن ابی ثابت وعبدالرحمٰن بن اسود وغیرہ رحمہم اللہ تعالٰی۔

امام احمدؒ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں بخ ثقۃ۔ وقال ابوحاتم لا یُسأل عن مثلہٗ قال النسائی ثقۃ۔ قال ابن عبداللہ اجمعوا علی انہ ثقۃ۔ وقال ابن حزم فی المحلی سلیم بن اسود مجھول فکان ابن حزم ما عرف ان اباالشعثاء ھذا اسمہ۔ کذا فی التھذیب۔

تاریخ وفات ۸۵ھ ہے۔

امرؤالقیس الصحابی رضی اللہ عنہ۔ وہ تفسیر آیت ولا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل و تدلوابھا الی الحکام الآیۃ میں مذکور ہیں۔

ھو امرؤالقیس بن عابس بن المنذر الکندیؓ آپ صحابی ہیں اور شاعر بھی ہیں۔

یہ وہ امرؤالقیس نہیں جو صاحب معلقہ و ملک ضلیل کے لقب سے مشہور ہے کیونکہ صاحب معلقہ کفر پہ مرا ہے اور ظہور اسلام سے پہلے تھا۔ اور صاحب ترجمہ امرؤالقیس کندی جلیل القدر صحابی ہیں۔ جنگ یرموک میں شریک تھے۔

ابن عبدالبر استیعاب ج ۱، ص ۱۰۵ پر لکھتے ہیں لہ صحبۃٌ وشھد فتح النجیر وھو حصنٌ بالیمن ثم حصر الکندیین الذین ارتدوا فلما خرجوا لیقتلوا وثب علی عمہ فقال لہ ویحک یا امرؤالقیس اتقتل عمک فقال لہ انت عمی واللہ عزوجل ربی فقتلہ وھو الذی خاصم الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ربیعۃ بن عیدان فی ارض فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیّنتُک قال لیس لی بیّنۃ قال یمینہ انتھٰی بزیادۃ من الاصابۃ۔

وروی الطیالسی باسنادہ عن علقمۃ بن وائل بن حُجر عن ابیہ قال کنت عند رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم فاتاہ خصمان فقال احدھما یا رسول اللہ ھذا اتی علی ارضی فی الجاھلیۃ وھو امرؤ القیس بن عابس الکندی وخصمہ ربیعۃ بن عیدان فقال الآخرھی ارضی ازرعھا الحدیث۔

ابن سکن فرماتے ہیں وکان ممن ثبت علی الاسلام وانکر علی الاشعث ارتدادہ۔

فائدہ۔ قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں امرؤ القیس رضی اللہ عنہ کے خصم کا نام عبدان الحضرمی لکھا ہے۔ صحیح ربیعۃ بن عبدان ہے۔ کما علم من البیان المتقدم۔

قاضی بیضاوی کے اس قول کا ماخذ بعض مفسرین کی یہ روایت ہے ذکرمقاتل فی تفسیرہ انہ الذی خاصم امرأالقیس بن عابس الکندی فی ارضہ وفیہ نزلت ان الذین یشترون بعھد اللہ وایمانھم ثمنا قلیلا الایۃ ووقع فی تفسیر الماوردی اسمہ عبدان بن ربیعۃ کذا فی الاصابۃ ج ۳ ص ۵۱ فی ترجمۃ عیدان ابن اسوع الحضرمی۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اس خصم کا نام ربیعۃ بن عیدان ہے نہ عیدان بن اسوع اور نہ عبدان ابن ربیعہ تفسیر بیضاوی کے بعض نسخوں میں عبدان بالباء الموحدۃ بعد العین ہے۔ یہ دوسری غلطی ہے کیونکہ عیدان بالیاء المثناۃ بعد العین ہے۔

امرؤ القیس الشاعر۔ تفسیر ایاک نعبد وایاک نستعین اور تفسیر ولوشاء اللہ لذھب بسمعھم وابصارھم الایۃ میں مذکور ہے۔

ھو امرؤ القیس بن حُجر بن الحارث بن عمرو الشاعر المشھور صاحب المعلقۃ

امرؤ القیس کا نام حُندُج تھا۔ امرؤ القیس اس کا لقب ہے۔ وفی الخزانۃ ج ا ص ۲۹۹ وامرؤ القیس لقب لہ لقب بہ لجمالہ وذلک لان الناس قیسوا الیہ فی زمانہ فکان افضلھم اھ وقیل ان معناہ رجل الشدۃ۔ مِلکِ ضِلّیل بھی اس کا لقب ہے۔ کنیت ابو وھب وابوزید وابوالحارث ہے۔ اس کا زمانہ اول قرنِ سادس میلادی ہے۔ ظہور اسلام سے کچھ پہلے گذرا ہے۔ اس کا باپ حجر بنو اسد وغطفان وغیرہ کا ۶۰ سال تک بادشاہ رہا۔ امرؤ القیس بڑا شریر تھا۔ بنو اسد کی عورتوں کو تنگ کرتا تھا۔ ان سے متعلق اشعار کہتا تھا۔ لوگوں نے اس کے باپ سے شکایت کی۔ حُجر نے ربیعہ کو اس کے قتل پر مامور کیا۔ ربیعہ نے جوذر کی آنکھیں حجر کو پیش کرکے یہ دکھایا کہ امرؤ القیس قتل کردیا گیا۔ حجر بعد میں پشیمان ہوا تو ربیعہ نے کہا میں نے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ چھپا دیا۔ باپ کی نصیحت پر بدکرداری سے باز نہیں آیا تو اسے جلا وطن کردیا۔ حندج مختلف علاقوں میں گھومتا رہا۔ آوارہ رفقاء کی ٹولی بنا کر لوٹ مار کرنے اور جنگل بیابانوں میں عیش کرتے رہے۔ اس حالت میں اسے اپنے باپ حجر کے قتل کی اطلاع ملی کہ بنو اسد نے اسے قتل کردیا۔ سبب قتل یہ تھا کہ بنو اسد نے ٹیکس ادا کرنے سے انکار کیا تو بادشاہ حجر کی فوج نے ان پر حملہ کیا بہت سے قتل کردیے گئے لاٹھیوں سے حجر قتل کرتا رہا

فسمّوا عبید العصا۔ بہت سے اشراف قید ہوئے۔ بعدہٗ انہیں معاف کردیا۔
بنو اسد نے چھپ کر حجر پر حملہ کیا اور اسے قتل کردیا۔ حجر نے وصیت میں سارا قصہ لکھوایا اور ایک معتمد کو وہ رقعہ مع اسلحہ و خیل وغیرہ دے کر کہا کہ میرے بیٹوں میں سے جو میری موت پر غم کا اظہار نہ کرے اسے یہ دیدینا۔ خندج کے سوا سب نے اظہارِ جزع و فزع کیا۔ اطلاعِ موت کے وقت وہ ندماء کے ساتھ شراب نوشی میں مشغول تھا، اس وقت تو شراب نہ چھوڑی بعد میں کہا لقد ضیّعنی حجرٌ صغیرًا وحملنی دمہٗ کبیرًا وآلی ان لا یأکل لحمًا ولا یشرب خمرًا ولا یدّھن بدھنٍ ولا یصیب امرأۃ ولا یغسل رأسہٗ حتی یقتل من بنی اسد مائۃ ویجزّ نواصی مائۃٍ۔ خندج نے قبائل متفرقہ بنو بکر و بنو تغلب وغیرہ کی فوج لے کر بہت سے بنو اسد کو قتل کیا لیکن اس کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا۔ اس کی فوج اس کو چھوڑ کر متفرق ہوگئی تو خندج قبائل میں گھومتا رہا اور فوج و مدد مانگتا رہا۔ منذر بادشاہِ حیرہ اس کے خلاف تھا منذر کے ڈر سے ہر ایک قبیلہ نے خندج کو پناہ دینے سے انکار کردیا اور وہ اپنی بیٹی ہند کو لیے دربدر ٹھوکریں کھاتا پھرتا رہا۔ پھر وہ قیصر کے پاس گیا اور اس سے مدد مانگی تاکہ اپنے باپ کا بدلہ لے۔ قیصر نے اس کی بڑی تکریم کی اور مدد کرنے کا وعدہ کیا مگر جب خندج واپس ہوا تو کسی نے قیصر کو بتایا ان خندجًا کان یراسل ابنتک و یواصلھا وھو قائل فی ذلک اشعارًا یشتھر ھابھا فی العرب فیفضحھا ویفضحک۔ قیصر نے اس کے پیچھے ایک شخص کو مسموم ریشمی جوڑا دے کر بھیجا اور کہا کہ خندج کو کہو کہ یہ اس کے لیے خاص تحفہ ہے۔ خندج نے وہ پہن لیا اور اس کے زہریلے اثرات سے راستہ میں مرگیا۔ بقول بعض مؤرخین وہ انقرہ میں مرا۔ تاریخ وفات اسلام سے قبل ۵۳۰ء یا ۵۴۰ء ہے۔

قال الاصمعی ان کثیرًا من شعر امرئ القیس کان للصعالیک الذین انضووا الی کنفہ وقال الریاشی ان کثیرًا من ھذا الشعر کان لاولئک الفتیان الذین صحبوا امرأ القیس۔

نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کے بارے میں فرمایا ھذا رجلٌ رفیعٌ فی الدنیا خاملٌ فی الآخرۃ شریف فی الدنیا وضیع فی الآخرۃ یجئ یوم القیامۃ حاملاً لواء الشعراء الی النار۔ کذا فی بعض الکتب والتفصیل فی مقدمۃ دیوانہ لحسن السندوبی۔

فائدہ۔ آمدی نے کتاب مؤتلف و مختلف میں لکھا ہے کہ عرب میں دس شعراء کا نام امرؤ القیس تھا۔ ان میں سے ایک یعنی امرؤ القیس بن عانس کندی صحابی ہیں، رضی اللہ عنہ۔ صاحب قاموس نے دو صحابی اور ذکر کیے ہیں۔ ایک امرؤ القیس بن الاصبغ الکلبیؓ دوم امرؤ القیس بن الفاخر بن الطماحؓ۔ کذا فی خزانۃ البغدادی ج ۱ ص ۳۰۴۔

صاحب خزانہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ قاموس میں بارہ امرؤ القیس کا ذکر ہے حالانکہ اس میں مادۂ قیس میں گیارہ مذکور ہیں۔ اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے سولہ مراقسہ ذکر کیے ہیں۔ حسن سندوبی نے ۲۵ مراقسہ ذکر کیے ہیں۔ مراقسہ امرؤ القیس کی جمع ہے ان کی تفصیل اخبار مراقسہ ص۲ پر ملاحظہ ہو۔

ابوجہل بیان ان الذین کفروا سواء علیہم ءانذرتہم ام لم تنذرھم میں مذکور ہے۔

ھو عمرو بن ھشام بن المغیرۃ بن عبد اللہ بن عمرو القرشی المخزومی۔

ابوجہل قریش کا سردار تھا۔ اس کے فیصلے کو سب تسلیم کرتے تھے اس کی کنیت ابوالحکم تھی۔ یعنی اچھے فیصلے کرنے والا۔ نبی علیہ السلام نے اسے ابوجہل کہا۔ اسلام کا عظیم دشمن اور مسلمانوں کو بہت اذیت دینے والا تھا۔ جنگِ بدر میں ۲ھ میں قتل کیا گیا۔ ابوجہل کے قاتل عمرو بن الجموح وابن عفراء انصاری ہیں۔ و فی کتب السنن ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین راٰہ مقتولاً قال قُتِل فرعون ھذہ الامۃ۔

ابوجہل کے بیٹے حضرت عکرمہ رضؓ جلیل الشان صحابی ہیں فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ غزوات میں ان کی بہادری کے کارنامے مشہور ہیں۔ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأیتُ لابی جہل عِذقًا فی الجنۃ فلما اسلم عکرمۃُ قال یا امّ سلمۃ ھذا ھو۔

ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ۔ تفسیر یاایہا الذین اٰمنوا کتب علیکم القصاص الاٰیۃ اور واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنا میں مذکور ہیں۔

ھو عبد اللہ بن ابی قحافۃ عثمان بن ابی عامر القرشی التیمی رضی اللہ عنہ۔

آپ کے والد ابوقحافہ رضؓ اور والدہ ام الخیر بنت صخر بھی صحابی ہیں اور آپ کے بیٹے بھی صحابی ہیں۔

قال العلماء لا یُعرف اربعۃٌ متناسلۃٌ بعضہم من بعضٍ صحبوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا اٰل ابی بکر الصدیق رضؓ وھم عبد اللہ بن اسماء بنت ابی بکر بن ابی قحافۃ۔ فھٰؤلاء الاربعۃ صحابۃ متناسلۃ و ایضًا ابو عتیق بن عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن ابی قحافۃ رضی اللہ عنہم۔

آپ کا نام بقول صحیح عبد اللہ ہی ہے اور بعض کے نزدیک نام عتیق ہے۔

لیکن جمہور محققین کے نزدیک عتیق آپ کا لقب ہے نہ کہ اسم اور اس لقب کی وجوہ مختلف ہیں۔

اول یہ ہے کہ آپ عتیق من النار ہیں۔ وقیل[۲] لحسن وجہہ وجمالہ قالہ لیث بن سعد۔

وعن عائشۃ رضؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوبکر عتیق اللہ من النار من یومئذ سُمّی عتیقًا۔ رواہ الترمذی۔ اور بعض علماء کا قول ہے:۔ سُمّی[۳] بہ لانہ لم یکن فی نسبہ شئ یعاب بہ قالہ مصعب بن الزبیر رضؓ۔

۔ حضرت صدیق رض واقعۂ فیل کے اڑھائی سال بعد پیدا ہوئے ۔ نبی علیہ السلام آپ سے اڑھائی یا تین سال بڑے تھے ۔

آپ سابقین الی الاسلام میں سے ہیں بلکہ اسبق الی الاسلام ہیں ۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے رفیق تھے بعثت سے قبل اور بعثت کے بعد بھی ہجرت میں اور غار ثور میں اور تمام مغازی میں شریک رہے اور نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد آپ خلیفۂ رسول اللہ ہوئے ۔ مسلمانوں نے آپ کو خلیفۂ رسول اللہ کا لقب دیا ۔

کتاب اصابہ میں ہے سمّی عتیقاً لانہ قدیم فی الخیر وقیل سمّی عتیقاً لعتاقۃ وجھہ ۔

علامہ دولابیؒ کتاب کُنیٰ میں لکھتے ہیں کانت اُمّ ابی بکر لا یعیش لھا ولدٌ فلما ولدتہ استقبلت بہ البیتَ فقالت اللّٰھم ان ھذا عتیقک من الموت فھبہ لی ۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بڑے نرم دل اور اسلام سے قبل بھی قوم میں محبوب تھے ۔ اور تمام قریش میں علم انساب کے زیادہ ماہر تھے ۔ تجارت کرتے تھے اور صاحب مکارم اخلاق تھے ۔

اسلام پر آپ کے بڑے احسانات ہیں ۔ آپ کی کوشش و ترغیب سے عثمان وطلحہ وزبیر و سعد و عبدالرحمٰن بن عوف مسلمان ہوئے رضی اللہ عنہم ۔

اسلام لاتے وقت آپ کے پاس ۴۰ ہزار درہم تھے جو اُس وقت بہت بڑی دولت تھی اور یہ ساری دولت اسلام پر خرچ کر دی ، کبھی مسلمان غلاموں کو خرید کر آزاد کرتے اور کبھی دیگر مسلمانوں کی نصرت و مدد کرتے تھے ۔ مدینہ منورہ آتے وقت آپ کے پاس پانچ ہزار درہم باقی تھے پھر وہ بھی اسی طرح خدا کی راہ میں خرچ کر دیے ۔ مسجد نبوی کی زمین آپ کے مال سے خریدی گئی لہٰذا تا قیامت اس میں نماز پڑھنے والوں کے برابر ثواب حضرت صدیق اکبرؓ کو بھی ملتا رہے گا ۔

آپ کو قرآن نے صاحب النبی کہا ہے اور آپ کے بارے میں لاتحزن وارد ہے اور آپ کو معیّۃ اللہ حاصل ہونے کی خوش خبری قرآن میں دی گئی ہے ۔ قال اللہ تعالیٰ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۔

وفی الصحیحین من حدیث انسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لابی بکرؓ وھما فی الغار ماظنک باثنین اللہ ثالثھما ۔ آپ نبی علیہ السلام کے محب ہونے کے ساتھ محبوب بھی تھے ۔ وفی الصحیح عن عمرو ابن العاص قلتُ یارسول اللہ ایّ الناس احبُّ الیک قال عائشۃ رض قلتُ من الرجال قال ابوھا ۔

ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کان یُسمّی الاوّاہ لرأفتہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مسلمان ہوئے عند بعض العلماء حضرت خدیجہؓ وعند البعض حضرت علیؓ اول مسلم ہیں۔

میمون بن مہرانؒ کہتے ہیں لقد اٰمن ابوبکرؓ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم من زمن بحیراء الراھب واختلف بینہ وبین خدیجۃ حتی تزوّجھا وذلک قبل ان یولد علی رضی اللہ عنہ۔

آپ کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔ آپ کا لقب صدیق ہے۔ صدیق مبالغہ ہے تصدیق میں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی نے ابوبکرؓ کو یہ لقب دیا ہے وسبب تسمیتہ انہ بادر الی تصدیق رسول اللہ علیہ وسلم ولازم الصدق ولم یقع منہ وقفۃ فی حال من الاحوال۔

آپ اعلم صحابہ تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجمع میں جب یہ فرمایا ان عبدًا خیرّہ اللہ بین الدنیا وبین ما عنداللہ تو آپ رونے لگے اور سمجھ گئے کہ اس میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت عمرؓ کی خلافت بھی آپ کے احسانات میں سے ایک احسان ہے۔ حضرت صدیقؓ کی احادیث مرویہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۴۲ ہیں جن میں چھ متفق علیہ ہیں اور گیارہ پر بخاری اور ایک پر مسلم منفرد ہیں۔ آپ نے سات اُن غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا مثل بلالؓ و عمارؓ وغیرہ جنھیں خدا کی راہ میں عذاب دیا جا رہا تھا۔

نبی علیہ السلام نے آپ کے بارے میں فرمایا انّ من امنّ الناس علیّ فی صحبتہ ومالہ ابابکرؓ لو کنتُ متخذًا خلیلاً غیر ربّی لاتخذتُ ابابکر خلیلاً ولکن اخوّۃ الاسلام ومودّتہ لایبقین بابٌ الّا سُدّ الا باب ابی بکر۔ رواہ البخاری ومسلم۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کنا نخیّر بین الناس فی زمن النبی علیہ السلام فنخیّر ابابکر ثم عمر ثم عثمان رواہ البخاری۔ ابن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:- اتت امرأۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامرھا ان ترجع الیہ قالت ارأیت ان جئتُ ولم اجدک کأنھا تقول الموت فقال ان لم تجدینی فائتی ابابکر۔ رواہ البخاری۔

اس حدیث میں خلافتِ صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف واضح اشارہ ہے۔ ابوہریرہؓ کی روایت ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اصبح الیوم منکم صائمًا قال ابوبکر انا قال فمن تبع منکم الیوم جنازۃً قال ابوبکر انا قال فمن اطعم الیوم منکم مسکینًا قال ابوبکر انا قال فمن عاد منکم الیوم مریضًا قال ابوبکر انا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اجتمعن فی امرئ الا دخل الجنۃ۔ رواہ البخاری۔

وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ ادعی لی ابابکر

اباكِ واخاكِ حتیٰ اكتبُ كتاباً فانی اخافُ ان یتمنّی مُتمنٍّ ویقولَ قائلٌ انا اولیٰ ویأبی اللّٰہ والمؤمنون الّا ابابکر۔ رواہ مسلم۔

وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ آپ کی خلافت کی مدت دو سال تین ماہ اور ۲۲ دن ہے وفات جمادی الاولیٰ اور بقول آخر جمادی الاخریٰ کی ۲۱ تاریخ بروز پیر ۱۳ھ میں ہوئی۔

ابنِ جُبیر رحمہ اللہ تعالیٰ۔ وہ وللمطلقٰت متاع بالمعروف حقًا علی المتقین کے تحت مذکور ہیں۔

ھوسعید بن جبیر بن ھشام الکوفی الاسدی الوالبی منسوب الی ولاء بنی والبۃ بن الحارث۔

ابن جبیرؒ کی کنیت ابو محمد یا ابو عبداللہ ہے۔ امام جلیل، مفسر، محدث، ولی اللہ، فقیہ کبیر و تابعی عظیم القدر ہیں۔ ابن عمر و ابن عباس و انس رضی اللہ عنہم سے سماعِ حدیث کیا۔ نوویؒ تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۲۱۶ میں لکھتے ہیں وکان سعید من کبار ائمۃ التابعین ومتقدمیھم فی التفسیر والحدیث والفقہ والعبادۃ والورع وغیرھا من صفات الخیر اھ۔ خوف و خشوع سے بہت روتے تھے اور دوسروں کو رلاتے تھے۔ حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۷۲ میں ہے:-

عن القاسم قال کان سعید یبکی باللیل حتی عَمِشَ وکان لسعید بن جبیر دیك یقومُ من اللیل بصیاحہ فلم یصح لیلۃ حتی اصبح فلم یصلّ سعید تلك اللیلۃ فشق علیہ فقال مالہ قطع اللّٰہ صوتہ فما سمع لہ صوتٌ بعدُ۔ اہل کوفہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں مسائل پوچھنے کے لیے آتے تو فرماتے تھے تمہارے شہر میں سعید کے ہوتے ہوئے میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں۔ قاسم بن ابی ایوبؒ کہتے ہیں کہ ایک بار نوافل میں سعید نے یہ آیت وَاتَّقُوا یَوۡمًا تُرۡجَعُوۡنَ فِیۡہِ اِلَی اللّٰہِ الآیۃ خوف و خشیت سے بیس مرتبہ سے بھی زیادہ دُہرائی۔ قرآن کی تلاوت بہت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ بیت اللہ شریف میں داخل ہو کر ایک ہی رکعت میں سارا قرآن ختم کیا۔ حلیۃ الاولیاء میں ہے عن الحسن بن صالح عن ورقاء قال کان سعید بن جبیر یختم القرآن فیما بین المغرب والعشاء فی شھر رمضان۔ عبدالملک بن ابی سلیمانؒ کہتے ہیں۔ سعیدؒ دو دن میں ہمیشہ ایک قرآن ختم کرتے تھے۔

ہلال بن خبابؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن جبیرؒ سے پوچھا ما علامۃ ھلاكُ الناس؟ قال اذا ھلك العلماء۔ وکان یقول ان الخشیۃ ان تخشی اللّٰہ تعالیٰ حتی تحول خشیتك بینك وبین معصیتك فتلك الخشیۃ والذکر طاعۃ فمن اطاع اللّٰہ فقد ذکرہ ومن لم یطعہ فلیس بذاکر وان اکثر التسبیح وقراءۃ القرآن وعن خصیفؒ قال رأیت سعید بن جبیر صلّی رکعتین خلف المقام قبل صلاۃ الصبح فاتیتہ فصلیت الی جنبہ

وسألته عن آية من كتاب الله فلم يجبني فلما صلى الصبح قال اذا طلع الفجر فلا تتكلم الا بذكر الله تعالیٰ حتی تصلی الصبح۔

وعن مسلم البطینؒ قال قلت لسعید بن جبیر الشکر افضل ام الصبر؟ قال الصبرُ العافیة احب الیّ۔
وکان یقول کنت اسمع الحدیث من ابن عباس فلواذن لی لقبلتُ رأسہ وقال سعید الکبشُ الذی فدی بہ اسحاق علیہ السلام القربان الذی قربہ ابن آدم فتقبل منہ۔ کذا فی الحلیة۔

ویقول لولا اصوات الروم لسمعتم وجبة الشمس حین تقع وکان یقول من عطس عندہٗ اخو کا المسلم فلم یشمتہ کان دینًا یاخذہٗ بہ یوم القیامة۔

سعید بن جبیر کو حجاج نے قتل کیا۔ گرفتار کرنے کے بعد حجاج نے ان سے پوچھا انت شقی بن کسیر؟ قال انا سعید بن جبیر۔ قال لاقتلنك قال انا اذا کما سمتنی اُمّی۔ ثم قال دعونی اصلی رکعتین قال وجھوہٗ الی قبلة النصاری قال فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ قال سفیان لم یقتل الحجاج بعد سعید الا رجلًا واحدًا۔
وعن عمرؒ بن سعید قال دعا سعید بن جبیر ابنہ حین دعی لیقتل فجعل ابنہ یبکی فقال ما یبکیك؟ ما بقاء ابیك بعد سبع وخمسین سنةً۔ وعن خلف بن خلیفة عن ابیہ قال شھدت مقتل سعید بن جبیر فلما بان رأسہ قال لا الہ الا اللہ۔ لا الہ الا اللہ ثم قالھا الثالثة فلم یتمھا۔ کذا ذکر الحافظ ابونعیم فی الحلیة و مثلہ ذکر النووی فی التھذیب۔ حجاج نے انہیں کہا اختر یا سعید ای قتلة ترید ان اقتلك؟ قال اختر لنفسك یا حجاج۔ فواللہ ما تقتلنی قتلة الا قتلك اللہ مثلھا فی الآخرة۔ حجاج نے سعید کے قتل و ذبح کا حکم دیا تو سعید نے کہا اما انی اشھد واحاج ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریك لہ وان محمدًا عبدہٗ ورسولہ خذھا منی حتی تلقانی یوم القیامة ثم دعا سعید فقال اللھم لا تسلطہ علی احد یقتلہ بعدی۔ کتب تاریخ میں ہے کہ قتلِ سعید کے بعد حجاج صرف پندرہ دن زندہ رہا۔ اس کے پیٹ میں پھوڑا نکلا جس سے اس کی موت واقع ہوئی۔ جتنے دن زندہ رہا چیختے ہوئے یہ کہتا رہا مالی ولسعید بن جبیر کلما اردت النوم اخذ برجلی۔

حجاج کے منشی یَعلیٰ کا بیان ہے کہ قتل سعید بن جبیر کے بعد ایک دن میں حجاج کے کمرے میں داخل ہوا میری طرف اس کی پشت تھی۔ میں نے سُنا کہ حجاج کہہ رہا تھا مالی ولسعید بن جبیر فخرجت رشیدًا وعلمت انہ ان علم بی قتلنی فلم ینشب الحجاج بعد ذلك الا یسیرًا۔

سعید کے قتل کی تاریخ شعبان ۹۵ھ ہے۔ اور قتل کے وقت سعید کی کل عمر ۴۹ سال تھی وھو الاصح سمعانی کے نزدیک ان کی عمر ۵۳ سال تھی۔

اُمیّۃ وہ آیت وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِّنْ دُونِ اللّٰهِ کی شرح میں مذکور ہے۔
ھو اُمیّۃ بن ابی الصلت بن ابی ربیعۃ بن عبد عوف۔ امیہ شاعر وواعظ جاہلیت ہے۔ کفر پر مرا ہے۔ ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ امیہ نے آسمانی کتب قدیمہ وصحف انبیاء علیہم السلام پڑھے تھے۔ بت پرستی سے اجتناب کرتا اور کراتا تھا۔ اسے پتہ تھا کہ ایک نبی مبعوث ہونے والے ہیں۔ امیہ کو توقع تھی کہ وہ نبی وہ خود ہی ہوگا اور اللہ تعالیٰ اسے یعنی امیہ کو نبوت دیں گے۔ چنانچہ جب اسے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی بعثت کا علم ہوا تو بڑا غمگین ہوا اور حسد کی وجہ سے کفر اختیار کر لیا۔ امیہ کا ترجمہ اغانی ج ۳ ص ۱۷۹ سمط ص ۳۶۲، خزانہ ج ۱ ص ۱۱۸، کتاب الشعراء النصرانیۃ ص ۲۱۹، طبقات ابن سلام۔ ص ۲۲۰ میں تفصیلاً موجود ہے۔

امیہ کا دیوان بیروت میں ۱۹۳۷ء میں طبع ہوا۔

حافظ ابن عساکر تاریخ دمشق میں لکھتے ہیں کہ امیہ ثقفی وشاعر جاہلی ہے۔ ظہور اسلام سے قبل دمشق میں آیا تھا۔ وہ ابتداء میں مؤمن تھا پھر گمراہ ہوا۔ امیہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ۔ (اعراف) زبیر بن بکار کا قول ہے کہ ابو الصلت کا نام ربیعۃ بن وہب ہے قبیل ثقیف سے ہے۔ ابو الصلت بھی شاعر تھا لیکن امیہ اس سے اشعر تھا۔ مذکورۂ صدر آیت کا مصداق عند البعض صیفی بن الراہب اور عند البعض بلعم اسرائیلی ہے حکاہ الکلبی وقتادۃ۔

ابن کثیر نے بدایہ ج ۲ ص ۲۲۱ پر بروایت ابو سفیان بن حربؓ ایک طویل حکایت ذکر کی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ ابو سفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ظہور نبوت سے پہلے میں اور امیہ ثقفی تجارت کی غرض سے شام گئے۔ امیہ کے پاس کتاب تھی جسے وہ راستے میں پڑھا کرتا اور مطالعہ کرتا رہتا۔ راستے میں نصاریٰ کے ایک قریہ میں ہم مقیم ہوئے۔ ان لوگوں نے امیہ کی تکریم کی تحفے پیش کیے۔ امیہ ان کے ساتھ گیا اور آدھی رات کو واپس آیا۔ صبح تک وہ متفکر وغمگین رہا۔ ہمارے ساتھ بات بھی نہ کی۔ صبح کو ہم آگے سفر پر روانہ ہوئے۔ میں نے اس سے فکر اور غم کی وجہ پوچھی تو امیہ نے کہا کہ موت کے بعد کی زندگی کے بارے میں متفکر ہوں۔ اور اسی کا غم ہے معلوم نہیں کہ میں جنتی ہوں گا یا دوزخی۔ کیونکہ حساب کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فریق جنت میں اور ایک فریق دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔ ابو سفیانؓ کہتے ہیں کہ میں نے حیات بعد الموت سے انکار کیا۔ امیہ نے کہا موت کے بعد حیات اور جنت ودوزخ میں شک نہیں کرنا چاہیے۔ اسی طرح کئی بستیوں میں نصاریٰ نے اس کی بڑی تعظیم کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ نصاریٰ نے امیہ کو یہ بھی بتادیا تھا کہ ایک نبی اسی زمانے میں

مکہ میں مبعوث ہونے والے ہیں۔

چنانچہ امیہ نے ابوسفیانؓ سے ان کے والد صخر و عتبہ بن ربیعہ کے بارے میں پوچھا۔ تو ابوسفیانؓ نے بتایا کہ یہ دونوں شریف و معمر اور دولتمند ہیں۔ امیہ نے کہا کہ معمر ہونے اور مال دار ہونے کے باعث وہ بڑے شرف سے محروم ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ یہ دونوں تو نبی نہیں بنائے جا سکتے۔ پھر امیہ نے اپنے غم کی ایک اور وجہ یہ بتائی کہ ایک بڑے نصرانی عالم نے مجھے بتایا ہے کہ وہ نبی منتظر عربی ہوگا اور قریش میں سے ہوگا۔ قریشی کہنے کی وجہ سے میں بہت غمگین ہوا۔ قال امیة فاصابنی من قوله والله شئ ما اصابنی مثله قط وخرج من یدی فوز الدنیا والاخرة وکنتُ ارجوان اکون ایاہ۔

ابوسفیانؓ کہتے ہیں کہ میں نے امیہ سے اس نبی کے اوصاف و حلیہ دریافت کیا تو اس نے کہا رجل شابٌ حین دخل فی الکھولة بدؤ امرہ یجتنب المظالم والمحارم ویصل الرحم ویأمر بصلتھا وھو محوج کریم الطرفین متوسط فی العشیرة اکثر جندہ من الملائکة۔ ابوسفیانؓ کہتے ہیں میں نے اس نبی کی بعثت کی مزید علامت پوچھی تو امیہ نے عیسائی عالم سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ ملکِ شام میں عیسیٰ علیہ السلام سے آج تک ۸۰ سخت زلزلے آچکے ہیں۔ ایک رجفہ (زلزلہ) اور آئے گا جس میں بڑے مصائب ہوں گے میں نے کہا یہ غلط ہے بلکہ بطور تسلیم اللہ کسی معمر و شریف اور امیر شخص کو ہی نبی بنائیں گے۔ امیہ نے کہا نصرانی عالم کی بات جھوٹی نہیں ہو سکتی۔ چند روز بعد ہمیں شام میں ایک بڑے رجفہ زلزلے کی اطلاع ملی۔ میں نے کہا واقعی نصرانی عالم کی بات صحیح نکلی۔ پھر کچھ مہینوں کے بعد مجھے پتہ چلا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت و رسالت کا اعلان کیا ہے۔

پھر کچھ دنوں کے بعد یمن جاتے ہوئے امیہ سے میری ملاقات ہوئی اور میں نے محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوائے نبوت کا ذکر کیا تو امیہ غم و غصہ کے مارے پسینہ پسینہ ہو گیا اور کہا اگر یہ نبی ظاہر ہوا تو میں اس کی نصرت کروں گا۔ لیکن پھر یوں کہنے لگا واللہ ما کنتُ لأؤمن برسول من غیر ثقیف ابدًا جب میں سفر سے واپس مکہ آیا تو دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء مارے جاتے تھے اور ان کی تحقیر کی جاتی تھی، میں نے کہا کہ اس کی فوج ملائکہ کدھر گئی؟ چنانچہ پھر میں بھی عام قریش کی طرح تکبر میں پڑ گیا اور اسلام نہ لایا۔ کذا ذکر البیھقی فی دلائلہ والطبرانی۔

نیز طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے (ابوسفیان رضی اللہ عنہ) نبی علیہ السلام کے ظہور کے بعد امیہ سے بطور استہزاء کہا یا امیة قد خرج النبی الذی کنت تنعتہ قال اما انہ حق فاتبعہ۔ قلت ما یمنعك من اتباعه؟ قال ما یمنعنی الا الا ستحیاء من نساء ثقیف انی کنت احدثھن انی ھو

ثم یرینی تابعًا لغلام من بنی عبد مناف ثم قال امیۃ کأنی بك یا ابا سفیان قد خالفتہ ثم قد ربطت کما یربط الجدیُ حتی یؤتیٰ بك الیہ فیحکم فیك بما یرید۔

بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ امیہ جانوروں اور پرندوں کی بولیاں سمجھتا تھا اور لوگوں کو بتاتا تھا مگر لوگ تسلیم نہیں کرتے تھے۔ فمرّوا علی قطیع غنم قد انقطعت منہ شاۃ معہا ولد ھا فثغت کانھا تستحث الولد فقال امیۃ انہا تقول اسرع بنا لایجیٔ الذئب فیأکلك کما اکل الذئب اخاك عام اوّل فسالوا الراعی ھل اکل لہ الذئب عام اول حملا بتلك البقعۃ فقال نعم۔

امیہ کے اشعار علم وحکمت ونصائح واحوالِ آخرت سے پُر ہیں۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کے شعر سننے کے بعد فرمایا ان کاد یسلم۔ رواہ احمد۔ وفی حدیث قال علیہ السلام وکاد امیۃ بن ابی الصلت ان یسلم۔ رواہ ابوھریرۃ فی الصحیح۔

امیہ نبی علیہ السلام سے ملا۔ آپؐ نے ایک مجمع میں اس کو دعوتِ اسلام دی اور سورۂ یٰس کی ابتدائی آیات سُنائیں۔ امیہ بہت متاثر ہوا اور کہا کہ میں سوچوں گا۔

ہجرت کے بعد امیہ اسلام لانے کے لیے گھر سے نکلا۔ راستے میں کفارِ مکہ جو بدر میں شکست کھا کر واپس آرہے تھے ملے۔ تو اسلام کا ارادہ ترک کرکے مقتول رؤسا مکہ کا مرثیہ کہنے لگا اور کہا اگر وہ نبی ہوتا تو اپنی قوم کو قتل نہ کرتا۔

صاحب مرآۃ لکھتے ہیں کان امیۃ اٰمن بالنبی علیہ السلام فقدم الحجاز لیأخذ مالہ من الطائف ویھاجر فلما نزل بدرًا قیل لہ الی این؟ فقال ارید ان اتبع محمدًا فقیل لہ ھل تدری ما فی ھذا القلیب؟ قال لا۔ قال فیہ شیبۃ وربیعۃ وفلان وفلان فجدع انف ناقتہ وشقّ ثوبہ وبکیٰ وذھب الی الطائف ومات بھا سنہ ۸ھ والمعروف موتہ سنہ ۹ھ۔ امیہ کے دیوان میں ایک قصیدہ مدح نبی علیہ الصلاۃ والسلام میں موجود ہے جس کا اول شعر یہ ہے ؎

لك الحمد والمنّ ربّ العبا ۔۔ دِ اَنت الملیك وانت الحکَمُ

وایضًا قال فیہا ؎

محمّد ارسلہ بالھدیٰ ۔۔ فعاش غنیًّا ولم یھتضمُ

وقد علموا انہ خیرھم ۔۔ وفی بیتھم ذی الندیٰ والکرمُ

والتفصیل فی خزانۃ الادب ج ۱ ص ۲۳۰۔

احمد الامام رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت فمن اضطر غیر باغ ولا عاد الآیۃ کی شرح میں مذکور ہیں
الامام احمد ھو ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ھلال الامام الکبیر البارع المجمع علیٰ جلالتہ و امامتہ و ورعہ و زھادتہ و حفظہ الذی یستنزل الرحمۃ بذکرہ۔
امام احمدؒ کی نسبت ان کے دادا یعنی حنبل کی طرف مشہور ہے۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ حنبل آپ کے والد کا نام ہے حالانکہ یہ دراصل دادا کا نام ہے۔
آپ بغدادی ہیں۔ اصل میں مروزی ہیں۔ آپ کے والد مرو سے بغداد تشریف لائے اور آپ بغداد ہی میں پیدا ہوئے اور یہیں جوان ہوئے ساری زندگی بغداد میں رہے اور یہیں وفات پائی۔
تحصیل علم کے لیے بہت سے ملکوں کا سفر کیا مثلاً مکہ، مدینہ، شام، یمن، کوفہ، بصرہ، جزیرہ وغیرہ وغیرہ ملکوں میں علماء سے پڑھنے کے لیے سفر کیے۔
آپ نے سماع حدیث سفیان بن عیینہؒ و ابراہیم بن سعدؒ و یحیی القطانؒ و ہشیمؒ و وکیعؒ و ابن مہدیؒ و عبد الرزاقؒ وغیرہ سے کیا۔ آپ کے بہت سے مشائخ بھی آپ سے روایت کرتے ہیں مثلاً عبد الرزاقؒ و ابن مہدیؒ وغیرہ۔
آپ امام حدیث ہیں علی بن مدینیؒ و بخاریؒ مسلمؒ و ابو داؤدؒ و ابو زرعہؒ و بغویؒ و ابن ابی الدنیاؒ و ابو حاتم رازیؒ و موسیٰ بن ہارونؒ و دارمیؒ و ابراہیم حربیؒ وغیرہ نے آپ سے سماع علوم کیا۔
ابراہیم حربیؒ فرماتے ہیں رأیت ثلاثۃ لم نر مثلھم ابداً۔ الاول ابو عبید القاسمؒ ما مثلتہ الا بجبل نفخ فیہ الروح۔ والثانی بشر بن الحارثؒ ما شبھتہ الا برجل عُجن من قرنہ الیٰ قدمہ عقلاً۔ والثالث احمد بن حنبلؒ، کان اللہ عز وجل جمع لہ علم الاولین من کل صنفٍ۔
ابو مسہرؒ فرماتے ہیں ما اعلم احداً یحفظ علیٰ ھذہ الامۃ امر دینھا الا شاباً بالمشرق یعنی احمد بن حنبلؒ۔
آپ کا حافظہ بڑا قوی تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ احادیث قلم بند بھی فرمایا کرتے تھے۔
ابو زرعہؒ فرماتے ہیں ما رأیت من المشائخ احفظ من احمد بن حنبل حزرت کتبہ اثنی عشر حملاً و عدلاً کل ذلک کان یحفظہ عن ظھر قلبہ۔
ابو عبیدؒ فرماتے ہیں انتھی العلم علیٰ اربعۃ، احمد بن حنبلؒ وھو افقھھم فیہ۔ و علی بن المدینیؒ وھو اعلمھم بہ۔ و یحیی بن معینؒ وھو اکتبھم لہ۔ و ابی بکر بن ابی شیبۃ وھو احفظھم لہ۔

ابوزرعہؒ فرماتے ہیں ماراَیت احدًا اَجمع من احمد بن حنبلؒ اجتمع فیہ زُھدٌ وفقہٌ وفضلٌ واشیاء کثیرۃ۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں ماراَیت اعقل من احمد بن حنبلؒ وسلیمان بن داؤد الھاشمیؒ کذا ذکرالنوویؒ فی کتابہ تھذیب الاسماء ج ۱ ص ۱۱۲

امام احمدؒ عربی النسب ہیں۔ امام شافعیؒ آپ کے استاذ ہیں ان کا امام احمدؒ پر بڑا اعتماد تھا۔

ربیع بن سُلیمان امام شافعیؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں قال الشافعیؒ احمد امام فی ثمان خصالٍ۔ امامٌ فی الحدیث۔ امامٌ فی الفقہ۔ امامٌ فی اللغۃ۔ امامٌ فی القراٰن۔ امامٌ فی الفقر۔ امامٌ فی الزھد۔ امامٌ فی الورع۔ امامٌ فی السنّۃ۔

امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ کو علمِ حدیث میں اپنے سے اعلیٰ سمجھتے تھے۔ ایک دن امام شافعیؒ امام احمدؒ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا یا اباعبدِ اللہ کنتُ الیوم مع اھل العراق فی مسئلۃ کذا فلوکان معی حدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدفع الیہ احمد ثلاث احادیث فقال لہٗ جزاک اللہ خیرًا۔

ایک دن امام شافعیؒ نے امام احمدؒ سے فرمایا انتم اعلم بالحدیث والرجال فاذا کان الحدیث الصحیح فاعلمنی ان شاء یکون کوفیًا او شاء شامیًا حتی اَذھب الیہ اذا کان صحیحًا۔

عبدالوہاب ورّاقؒ نے ایک مرتبہ علماء سے کہا کہ امام احمد جیسا میں نے کسی کو نہیں دیکھا تو لوگوں نے کہا کہ ائمہ دین و محدثین کبار کے مقابلے میں امام احمد کے علم و فضل میں تم کو کون سی خصوصیت نظر آئی؟ فقال عبدالوھاب رجلٌ سُئل عن ستّین الف مسئلۃ فاجاب فیھا بان قال اخبرنا وحدّثنا۔ کذا فی طبقات الحنابلۃ للقاضی ابی الحسین محمد بن ابی یعلیٰ۔ ج ۱ ص ۶۔

ابوالحسین بن منادیؒ کی روایت ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے ایک تفسیر لکھی ہے جو ۱۲۰۰۰۰ یعنی ایک لاکھ بیس ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔

امام احمدؒ کے دو بیٹے عبداللہ اور صالح آپ سے روایتیں کرتے ہیں۔

عبداللہ کا قول ہے کہ میرے والد ایک ہفتہ میں دو ختم قرآن کرتے تھے۔ ایک رات کو اور ایک دن کو۔ ایک بار مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو نماز میں ایک ہی رات میں سارا قرآن مجید ختم کیا۔

امام احمدؒ زاہد کبیر تھے۔ دنیا کی دولت آپ کے پاس آتی اور بڑے ہدایا آپ کی خدمت میں پیش کیے جاتے مگر آپ ٹھکرا دیتے تھے۔ نیز بڑے بڑے عہدے آپ کو پیش کیے گئے مگر آپ نے ان کے

قبول کرنے سے انکار فرما دیا۔

آپ نے اپنے دونوں بیٹوں کو خلیفۂ وقت کے عطایا قبول کرنے سے منع فرمایا تھا، انہوں نے اپنی حاجت کا عذر پیش کیا تو آپ نے ایک مہینے تک ان سے قطع تعلق کر لیا تاآنکہ انہوں نے معافی مانگی۔

امام احمدؒ کو ایک مکان وراثت میں ملا تھا۔ اس کے کرائے سے ہر روز آپ ایک درہم اپنے خرچ کے لیے لیتے تھے۔ آپ کی بیوی نے دیکھا کہ اس گھر میں کچھ مرمت کی ضرورت ہے چنانچہ انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کے مال سے مرمت کرا دی۔ اس واقعہ کے بعد وہ درہم بھی آپ نے لینا چھوڑ دیا اور فرمایا قد افسدہ علیّ۔ اپنے بیٹے عبداللہ کے مال سے وہ اس لیے اجتناب فرماتے تھے کہ عبداللہ کو گاہے بگاہے خلیفۂ وقت کی طرف سے مال ملتا تھا جس میں حرام ہونے کا شبہ تھا۔

امام احمدؒ کو اللہ کی راہ میں بڑی اذیتیں پہنچائی گئیں، آپ نے صبر کیا اور اللہ کی راہ میں وہ برداشت کرتے رہے۔

علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں ایّد اللہ ھذا الدین برجلین لا ثالث لھما ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ یوم الردّۃ واحمد بن حنبلؒ فی یوم المحنۃ۔

صدقۃ المقابریؒ بہت بڑے عالم ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ابتداء میں میرے دل میں امام احمدؒ کے بارے میں کچھ اچھے خیالات نہ تھے۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام امام احمدؒ کا ہاتھ پکڑے ہوئے ایک راستے پر تشریف لے جا رہے ہیں دونوں بظاہر آرام سے اور آہستہ جا رہے تھے اور میں پیچھے زور لگا رہا تھا کہ پہنچوں لیکن نہ پہنچ سکا۔ جب میں بیدار ہوا تو وہ سارا کینہ نکل گیا۔ پھر میں نے یہ خواب دیکھا کہ میں موسم حج میں مکہ مکرمہ میں ہوں بے شمار لوگ جمع ہیں۔ ایک منادی نے نماز کے لیے لوگوں کو بلایا جب سارے لوگ جمع ہوئے تو اس منادی نے آواز دی کہ امامت امام احمد ابن حنبل کرائیں گے اور امام احمد ہی نماز پڑھائیں گے۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ امام احمد بن حنبل تشریف لائے اور آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اسحٰق بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں احمد بن حنبل حجۃ بین اللہ و بین عبیدہ فی ارضہ امام زکریا بن یحیی ساجی فرماتے ہیں احمد بن حنبل افضل عندی من مالکؒ والاوزاعیؒ والثوریؒ والشافعیؒ وذلک ان لھؤلاء نظراء واحمد بن حنبل لا نظیر لہ۔

سلمۃ بن شبیبؒ فرماتے ہیں کہ ہم امام احمد بن حنبلؒ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص داخل ہوا۔ اس شخص نے سلام کے بعد کہا ایکم احمد فاشار بعضنا الیہ فقال جئتُ من البحر من مسیرۃ اربع مائۃ فرسخ اتانی اٰتٍ فی منامی فقال ائت احمد بن حنبل وسل عنہ فانک تُدَلُّ علیہ قل لہ

ان اللہ عنك راض وملائكة سمواته وملائكة ارضه عنك راضون قال ثم خرج۔

عبداللہ بن الحسینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بڑے محدث کو موت کے بعد خواب میں دکھا فقلتُ له بالله عليك ما فعل الله بك فقال غفر لى فقلتُ بالله فقال بالله انه غفر لى فقلت بماذا غفر الله لك فقال بمحبتى لاحمد بن حنبل فقلت فانت فی راحة فتبسم وقال انا فی راحة وفرحة۔

احمد بن محمد کنّیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ کو خواب میں دکھا فقلتُ يا اباعبد الله ما صنع الله بك فقال غفر لى ثم قال يا احمد ضُرِبتَ فِيَّ قال قلتُ نعم يارب قال يا احمد هذا وجهى فانظر اليه فقد ابحتُك النظر اليه۔

امام احمد بن حنبلؒ کی وفات ربیع الآخر ۲۴۱ھ میں ہوئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۷ سال تھی۔

عبدالوہاب الورّاقؒ کہتے ہیں کہ اسلام کی تاریخ میں کسی مسلمان کی نماز جنازہ میں اتنی کثرت سے لوگ شریک نہیں ہوئے جتنی کثرت سے امام احمد بن حنبلؒ کے جنازہ میں شریک ہوئے۔

ابوزرعہؒ فرماتے ہیں بلغنی ان المتوكل امر ان يُمسح الموضعُ الذی قام الناسُ فيه للصلوٰة على احمد ابن حنبل فبلغ مقام الفى الفٍ وخمسمائة الف اس کا حاصل یہ ہے کہ امام احمدؒ کی نماز جنازہ میں ۲۵ لاکھ انسان شریک ہوئے تھے۔

وقال الورکانیؒ اسلم یوم مات احمد بن حنبلؒ عشرون الفًا من اليهود والنصارى و المجوس۔ كذا ذكر النووى فى التهذيب ج ۱ ص۱۱۳۔

مجھے ورکانی کی اس حکایت اسلام یہود ونصاریٰ ومجوس کی صحت میں مدت سے شبہ تھا۔ میری رائے میں یہ حکایت کذب پر مبنی معلوم ہوتی تھی۔ کیونکہ اتنے جم غفیر کا مسلمان ہونا اور وہ بھی ایک ہی دن میں بعید و مشکل ہے۔ بعد میں اس بات سے بڑی خوشی ہوئی کہ بہت سے محدثین نے بھی اس حکایت کو مردود کہا ہے چنانچہ امام ذہبی لکھتے ہیں وهی حکایة منكرة تفرد بها الورکانی والراوی عنه والعقل يحيل ان يقع مثل هذا الحادث فی بغداد ولا يرويه جماعة تتوفر دواعيهم على نقل ما هو دونه بكثير وكيف يقع مثل هذا الامر ولا يذكره المروزی ولا صالح بن احمد ولا عبد الله ولا حنبل الذين حكوا من اخبار ابی عبد الله احمد بن حنبلؒ جزئيات كثيرة قال نوالله لواسلم يوم موته عشرة انفس لكان عظيما ينبغى ان يرويه نحو من عشرة انفس انتهى۔ هامش طبقات حنابلہ ج ۱ ص۱۶۱۔

امام احمدؒ کی تاریخ ولادت ربیع الاول ۱۶۴ھ ہے۔ اور وفات جمعہ کے دن چاشت کے وقت ۱۲ ربیع الاول ۲۴۱ھ میں ہوئی۔ بغداد میں آپ کی قبر معروف ومشہور ہے۔

امام احمد کے صاحبزادے صالح فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد امام احمد کی وفات کے وقت ان کے پاس موجود تھا وبیدی الخرقۃ لاُشُدَّ بہا لحیتہ فجعل احمد یعرق ثم یضیق ویفتح عینیہ ویقول بیدہٖ ھکذا، لا بعد لا بعد۔ ثلاث مرات. فقلت یا ابت ایش ھذا الذی قد لھجت بہ فی ھذا الوقت قال یا بنی ما تدری؟ قلتُ لا۔ قال ابلیس لعنہ اللہ قائم بحذائی عاضاً علی انا ملہ یقول یا احمد فُتَّنی فاقول لا، حتی اموتُ۔ کذا فی طبقات الحنابلۃ ج ۱ ص ۱۷۵ ۔

اخفش ختم اللہ علیٰ قلوبھم وعلیٰ سمعھم وعلیٰ ابصارھم غشاوۃ کی شرح کے آخر میں اور وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا الآیۃ کی شرح میں مذکور ہیں۔

اخفش کا نام سعید بن مسعدہ ہے۔ کنیت ابوالحسن ہے۔ یہ اخفش اوسط ہیں۔ مشہور تین اخفش ہیں اوّل۔ اخفش اکبر عبدالحمید بن عبدالمجید ابوالخطاب۔ یہ اخفش اکبر نحو وعربیت میں امام ہیں۔ سیبویہ اور اور کسائی و یونس کے استاذ ہیں۔ قال السیوطی وکان دیّناً ورعاً ثقۃً۔

دُوم۔ اخفش اوسط سعید بن مسعدہ ابوالحسن۔ یہ اخفش اوسط زیادہ مشہور ہیں۔ اور جب مطلق اخفش کا ذکر ہو تو یہی مراد ہوتے ہیں۔ کافیہ میں بحث غیر منصرف کے آخر میں ہے وخالف سیبویہ الاخفش اھ قال الجامی رحمہ اللہ فی شرحہ ص ۸۲ المشھور ھو ابوالحسن تلمیذ سیبویہ اھ۔

سُوم۔ اخفش صغیر۔ علی بن سلیمان بن الفضل النحوی۔ قرأ علی ثعلب والمبرد قال المرزبانی ولم یکن بالمتّسع فی الروایۃ للاخبار والعلم بالنحو ماعلمتہ صنّف شیئاً ولا قال شعراً قدم مصر سنۃ ۲۸۷ھ وخرج الیٰ حلب سنۃ ۳۰۰ھ وکانت ضیّق الحال الی ان اکل الثلجم النیئ فقبض علی قلبہ فمات فجأۃ ببغداد فی شعبان ۳۱۵ھ وقد قارب الثمانین۔ کذا فی البغیۃ للسیوطی۔ ومعجم الادباء لیاقوت ج ۱۳ ص ۲۵۷۔

یہ تین اخفش مشہور ہیں۔ ان میں مشہور تر اخفش اوسط ہے۔ یہ اجلع تھا اس کے ہونٹ بند نہیں ہوتے تھے۔ کذا فی البغیۃ۔ وذکر یاقوت فی ارشاد الاریب ج ۱۳ ص ۲۴۷ ان الاخفش الصغیر کان اجلع۔

وفی البغیۃ وکان اجلع لا تنطبق شفتاہ علی لسانہ۔ یہ سیبویہ کا شاگرد تھا تاہم عمر میں سیبویہ سے بڑا تھا اس نے خلیل سے کچھ نہیں پڑھا۔ یہ اخفش اوسط اعتقاداً معتزلی تھا۔ یہ کلبی ونخعی وہشام بن عروہ سے روایت کرتا ہے اور ابوحاتم سجستانی اس سے روایت کرتے ہیں۔ بغداد میں مدت تک مقیم رہا۔ اخفش اوسط کا بیان ہے کہ جب سیبویہ کا کسائی کے ساتھ بغداد میں مناظرہ ہوا اور سیبویہ شکست کھانے کے بعد واپس آئے تو مجھے سارا قصہ سیبویہ نے سنایا پھر وہ نواہواز چلے گئے۔ مجھے غصہ آیا اور مناظرے کی غرض سے بغداد گیا۔ مسجد کسائی میں پہنچا۔ صبح کی نماز میں نے کسائی کے پیچھے پڑھی۔ نماز کے بعد استفادہ کے لیے کسائی کے پاس فراء واحمر وابن سعد وغیرہ بیٹھ گئے

یں نے کسائی سے سو مسئلے پوچھے۔ کسائی نے جوابات دیے میں نے ان کے سارے جواب رد کر دیے تو ان کے تلامذہ نے مجھ پر حملہ کرنا چاہا۔ کسائی نے ان کو باز رکھا اور مجھ سے فرمایا باللہ انتَ ابوالحسن سعید بن مسعدۃ۔ فقلتُ نعم فقام الیّ وعانقنی واجلسنی الیٰ جنبہ۔ پھر کسائی نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے بچوں کے استاذ بن جائیں اور میرے پاس ہی مقیم رہیں۔ میں نے ان کی یہ بات تسلیم کرلی۔ بعدہٗ میں نے ان کی فرمائش پر کتاب معانی القرآن تالیف کی جس کو کسائی ہمیشہ سامنے رکھتے تھے۔ نیز کسائی نے پوشیدہ طور پر مجھ سے کتاب سیبویہ پڑھی اور اجرت میں ۷۰ دینار دیے۔ کتاب سیبویہ کے راوی صرف اخفش ہی ہیں، کیونکہ سیبویہ نے یہ کتاب کسی اور کو نہیں پڑھائی۔ بلکہ ابتداء میں اخفش نے اس کتاب کو اپنی طرف منسوب کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن امام مازنی وامام جرمیؒ کی کوشش سے وہ کامیاب نہ ہوسکا۔

اخفش کا کہنا ہے ماوضع سیبویہ فی کتابہ شیئاً الا وعرضہ علیّ۔ کذا فی معجم الادباء لیاقوت ج ۱۱ ص ۲۲۶۔ انباء الرواۃ میں ان کا ترجمہ تفصیلاً مذکور ہے۔ ابوحاتم فرماتے ہیں وکان الاخفش رجل سوءٍ قدریاً شمریاً وھم صِنفٌ من القدریۃ نُسبوا الی بنی شمر وقال المبرد کان الاخفش اعلم الناس بالکلام احذقھم بالجدل وکان غلام ابی شمر وکان علی مذھبہ۔ وذکر الجاحظ ان الاخفش ھذا کان یعلم ابناء المعدل بن غیلان۔ کذا فی انباء الرواۃ۔ اخفش اصل میں خوارزمی ہے۔ تاریخ وفات ۲۱۱ھ ہے۔ کذا فی الفہرست وقیل توفی ۲۱۵ھ۔

ابن جنی۔ وہ الم وحروف مقطعات کی شرح میں حروفِ بدل کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھو عثمان بن جنی ابوالفتح النحوی۔

ابن جنی مشہور نحوی، صرفی، ادیب، امام، بارع، صاحبِ نکات لغویہ ودقائق ادبیہ واسرارِ عربیہ ہیں۔ تمام علوم کی بہ نسبت علم صرف میں اقویٰ واکمل وبے نظیر ہیں۔ متنبی صاحبِ دیوان کے معاصر اور اس کے دیوان کے اول شارح ہیں۔ متنبی کی موت پر عربی اشعار کا مرثیہ لکھا جس سے معلوم ہوا کہ آپ شاعر بھی بڑے ہیں۔ علمِ صرف میں ان کی مہارت کا ایک قصہ معروف ہے۔ وہ یہ کہ ابن جنی جامع موصل میں علم نحو وصرف پڑھا رہے تھے اور اس وقت ابن جنی نوجوان تھے کہ مشہور نحوی ابوعلی فارسی اتفاقاً وہاں پر آئے اور ابن جنی سے صرف کا ایک مسئلہ دریافت کیا۔ ابن جنی صحیح جواب نہ دے سکے تو ابوعلی نے کہا زببت وانت حصرم وفی روایۃ قبل ان تحصرم۔ ای صرت زبیباً قبل ان تکون حصرماً والحصرم العنب قبل نضجہ۔ مقصد یہ تھا کہ مہارت کے بغیر اور تکمیلِ علم کے بغیر پڑھانا شروع کردیا۔ کذا فی معجم الادباء ج ۱۲ ص ۹۱۔ ابن جنی کو جب معلوم ہوا کہ یہ ابوعلی فارسی ہیں تو ان کی صحبت اختیار کرکے

ان سے پڑھنا شروع کر دیا اور چالیس سال ان کی صحبت میں رہے۔ ابو علی کی وفات کے بعد ابن جنی اپنے شیخ کی جگہ پر درس دینے کے لیے بغداد میں مقرر ہوئے۔ آپ سے ثمانینی وعبد السلام بصری اور ابو الحسن سمسمی وغیرہ نے تحصیل علوم کی۔ ابن جنی کے تین بیٹے تھے۔ علی۔ عال۔ علاء تینوں فاضل و ادیب وکامل تھے۔ والد نے صحیح طور پر انہیں تعلیم دلائی تھی۔

ابن جنی ایک آنکھ کی بینائی سے محروم تھے۔ چنانچہ ایک دوست کے بارے میں ابن جنی کہتے ہیں ؎

صُدُودُكَ عنی ولا ذنبَ لی ؛ دلیلٌ علیٰ نیّۃٍ فاسدہْ
فقد وحیاتك مما بكیت خشیتُ علیٰ عینیَ الواحدہْ
ولولا مخافۃ ان لا اراك لما كان فی تركها فائدہْ

ابن جنی موسم ربیع وشباب کے بارے میں کہتے ہیں ؎

رأیتُ محاسِنِ ضحكَ الرّبیع ؛ اطال علیها بُكاء السحاب
وقد ضحك الشیب فی لمّتی ؛ فلم لا ابكی ربیع الشباب

ابن جنی کی تصانیف یہ ہیں الخصائص۔ التمام فی اشعار ہذیل۔ سر الصناعۃ۔ شرح کتاب تصریف ابی عثمان۔ شرح مستغلق ابیات الحماسہ واسماء شعرائہا۔ شرح مقصور وممدود لابن السکیت۔ تعاقب العربیہ۔ شرح دیوان متنبی۔ شرح آخر لدیوان متنبی مختصر۔ کتاب اللمع۔ مختصر التصریف۔ مختصر العروض و القوافی۔ کتاب الالفاظ المهموزہ۔ محاسن العربیہ۔ کتاب النوادر۔ کتاب المحتسب شرح الشواذ وغیرہ وغیرہ۔ کتابوں کے یہ نام معجم الادبا سے ماخوذ ہیں۔

آپ کا ترجمہ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص۳۱۱ میں اور انباہ الرواۃ ص ۶۲۷ میں تفصیلاً موجود ہے۔ یاقوت نے بڑی تفصیل ذکر کی ہے۔ شہر موصل میں ۳۳۰ھ سے قبل پیدا ہوئے اور بروز جمعہ ۲۸ صفر ۳۹۲ھ میں بغداد میں انتقال ہوا۔ جنّی بکسر جیم وتشدید نون قبل یاء مشددہ ہے۔ یہ معرب گنی ہے۔

ابن المبارک رحمہ اللہ تعالیٰ۔ بحث بسملہ کی ابتداء میں مذکور ہیں۔

هو عبد الله بن المبارك بن واضح الحنظلی رحمہ اللہ

آپ بہت بڑے امام، محدّث، مفسر، مجاہد، زاہد، عابد اور مجمع البرکات تھے۔ امام نوویؒ آپ کے بارے میں تہذیب میں لکھتے ہیں الامام المجمع علیٰ امامتہ وجلالتہ فی کل شیٔ الذی تستنزل الرحمۃ بذکرہ وترتجی المغفرۃ بحبّہ۔ انتهیٰ۔

آپ تبع تابعین ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تلمیذ ہیں۔ سفیان ثوریؒ، امام مالکؒ وشعبہؒ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور ابو داؤد طیالسیؒ، محمد بن الحسن حنفیؒ، یحیی القطانؒ۔ ابن مہدیؒ اور فضیل بن عیاضؒ وغیرہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ مجمع الکمالات والبرکات تھے۔

عن الحسن بن عیسی قال اجتمع جماعات من اصحاب ابن المبارك فقالوا تعالوا نعد خصال ابن المبارك من ابواب الخیر فقالوا جمع العلم والفقه والادب والنحو واللغة والزهد والشعر والفصاحة والورع والانصاف وقیام اللیل والعبادة والشدة فی رأیه وقلة الکلام فی مالا یعنیه وقلة الخلاف علی اصحابه۔

آپ کی وفات پر سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا لقد کان فقیہًا عابدًا عالمًا زاهدًا سخیًا شجاعًا۔

عمار بن حسن آپ کی مدح میں کہتے ہیں ؎

اذا سار عبد الله من مرو لیلة ٭ فقد سار منها نورها وجمالها

اذا ذکر الاحباب من کل بلدة ٭ فهم انجم فیها وانت هلالها

عبد الرحمن بن مہدیؒ فرماتے ہیں الائمة اربعة الثوری ومالك وحماد بن زید وابن المبارك۔ ابو اسحاق فزاری کا قول ہے ابن المبارک امام المسلمین۔ ابو اسامہ کہتے ہیں ابن المبارك فی اصحاب الحدیث کامیر المؤمنین فی الناس۔

جب ابن المبارک شہر رقّہ میں تشریف لے گئے تو لوگوں نے آپ کا بہت بڑا استقبال کیا۔ اتفاق سے خلیفہ ہارون الرشید بھی وہاں مقیم تھا تو خلیفہ کی امّ ولد نے کوٹھے سے لوگوں کا یہ ازدحام دیکھا تو پوچھا کہ یہ کون آرہا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ خراسان کے ایک عالم ابن المبارک آرہے ہیں۔ اس عورت نے کہا هذا والله الملك لا ملك هارون الذی لا یجمع الناس الا بالسوط والخشب۔ کذا فی تهذیب الاسماء۔ ج ۱ ص۲۸۶ حافظ ابو نعیم نے حلیة الاولیاء ج ۸ ص۱۶۲ میں آپ کے تفصیلی احوال ذکر کیے ہیں۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں لو جهدت جهدی ان اکون فی السنة ثلثة ایام علی ما علیه ابن المبارك لم اقدر۔ ابن المبارکؒ فرماتے تھے من بخل بالعلم ابتلی بثلاث اما یموت فیذهب علمه واما ینسی واما یصحب فیذهب علمه۔

ایک شخص نے ابن المبارکؒ سے سوال کیا من الناس؟ قال العلماء۔ پھر سوال کیا فمن الملوك؟ قال الزهاد۔ پھر سوال کیا من السفلة؟ قال الذین یعیشون بدینهم۔

ابن المبارکؒ اہل بدعت سے دور رہتے اور اپنے اصحاب کو بھی دور رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔ حارثؒ کہتے ہیں جو ابن المبارکؒ کے اصحاب میں سے ہیں اکلت عند صاحب البدعة اکلة فبلغ ذلك ابن المبارك فقال لا کلمتك ثلاثین یومًا ابن المبارکؒ کا قول ہے اذا عرف الرجل قدر نفسه یصیر عند نفسه اذل من الکلب

آپ تبع تابعین ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تلمیذ ہیں۔ سفیان ثوریؒ، امام مالکؒ وشعبہؒ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور ابوداؤد طیالسیؒ، محمد بن الحسن حنفیؒ، یحیی القطانؒ، ابن مہدیؒ اور فضیل بن عیاضؒ وغیرہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ مجمع الکمالات والبرکات تھے۔

عن الحسن بن عیسی قال اجتمع جماعات من اصحاب ابن المبارك فقالوا تعالوا نعد خصال ابن المبارك من ابواب الخیر فقالوا جمع العلم والفقه والادب والنحو واللغة والزهد والشعر والفصاحة والورع والانصاف وقیام اللیل والعبادة والشدة فی رأیه وقلة الکلام فی مالا یعنیه وقلة الخلاف علی اصحابه۔

آپ کی وفات پر سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا لقد کان فقیهًا عابدًا عالمًا زاهدًا سخیًّا شجاعًا۔

عمار بن حسن آپ کی مدح میں کہتے ہیں ؎

اذا سار عبد الله من مرو لیلة ✤ فقد سار منها نورها وجمالها

اذا ذکر الاحباب من کل بلدة ✤ فهم انجم فیها وانت هلالها

عبد الرحمن بن مہدیؒ فرماتے ہیں الائمة اربعة الثوری ومالك وحماد بن زید وابن المبارك۔

ابواسحاق فزاری کا قول ہے ابن المبارک امام المسلمین۔ ابو اسامہ کہتے ہیں ابن المبارك فی اصحاب الحدیث کامیر المؤمنین فی الناس۔

جب ابن المبارک شہر رقہ میں تشریف لے گئے تو لوگوں نے آپ کا بہت بڑا استقبال کیا۔ اتفاق سے خلیفہ ہارون الرشید بھی وہاں مقیم تھا تو خلیفہ کی ام ولد نے کوٹھے سے لوگوں کا یہ ازدحام دیکھا تو پوچھا کہ یہ کون آرہا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ خراسان کے ایک عالم ابن المبارک آرہے ہیں۔ اس عورت نے کہا هذا والله الملك لا ملك هارون الذی لا یجمع الناس الا بالسوط والخشب۔ کذا فی تهذیب الاسماء۔ ج ۱ ص ۲۸۶ حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۱۶۲ میں آپ کے تفصیلی احوال ذکر کیے ہیں۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں لوجهدت جهدی ان اکون فی السنة ثلثة ایام علی ما علیه ابن المبارك لم اقدر۔ ابن المبارکؒ فرماتے تھے من بخل بالعلم ابتلی بثلاث اما یموت فیذهب علمه واما ینسی واما یصحب فیذهب علمه۔

ایک شخص نے ابن المبارکؒ سے سوال کیا من الناس؟ قال العلماء۔ پھر سوال کیا فمن الملوك؟ قال الزهاد۔ پھر سوال کیا من السفلة؟ قال الذین یعیشون بدینهم۔

ابن المبارکؒ اہل بدعت سے دور رہتے اور اپنے اصحاب کو بھی دور رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔ حارثؒ کہتے ہیں جو ابن المبارکؒ کے اصحاب میں سے ہیں اکلت عند صاحب البدعة اکلة فبلغ ذلك ابن المبارك فقال لا کلمنك ثلاثین یومًا ابن المبارکؒ کا قول ہے اذا عرف الرجل قدر نفسه یصیر عند نفسه اذل من الکلب

ابن المبارکؒ نے ایک موقعہ پر یہ اشعار پڑھے ؎

الصمتُ زینٌ بالفتیٰ ⁂ من منطق فی غیر حینہ

والصدقُ اجملُ بالفتیٰ ⁂ فی القول عندی من یمینہ

وعلی الفتیٰ بوقارہٖ ⁂ سمۃ تلوح علیٰ جبینہ

(کذا فی الحلیۃ)

امام ابو حنیفہؒ سے آپ کو بڑی محبت تھی۔ درمختار میں ابو حنیفہؒ کی مدح میں ابن المبارکؒ کا ایک قصیدہ مذکور ہے۔ جس کے چند شعر یہ ہیں ؎

لقد زان البلاد ومن علیھا ⁂ امامُ المسلمین ابو حنیفۃْ

فما فی المشرقینِ لہ نظیر ⁂ ولا بالمغربین ولا بکوفۃْ

فلعنۃُ ربّنا اعداد رمل ⁂ علیٰ من ردّ قول ابی حنیفۃْ

آپ کی ولادت ۱۱۸ھ میں ہوئی ہے۔ اور وفات ماہ رمضان ۱۸۱ھ میں ہوئی ہے۔ کذا فی تذکرۃ الحفاظ للذہبی۔

ابن ابی لیلیٰ۔ لا تضارّ والدۃ بولدھا ولا مولود لہ بولدہ الآیۃ کے ذیل میں مذکور ہیں۔

ھو محمد بن عبد الرحمٰن بن یسار الانصاری الفقیہ رحمہ اللہ۔

ابن ابی لیلیٰ کی ولادت ۷۴ھ میں ہوئی۔ آپ کوفہ کے قاضی اور مفتی تھے۔ وفات ۱۴۸ھ میں شہر کوفہ میں ہوئی۔ وفات تک آپ قاضی تھے۔ آپ نے علوم امام شعبی وغیرہ سے حاصل کیے اور آپ سے وکیع وابونعیم وغیرہ نے علوم حاصل کیے۔ حافظ ذہبی کاشف اور کتاب عبر میں فرماتے ہیں وکان صدوقاً حسن الحدیث افقہ الناس۔

ابو حنیفہ رحمہ اللہ۔ تفسیر ہذا میں متعدد مقامات پر مذکور ہیں۔

ھو ابو حنیفۃ النعمان بن ثابت بن زوطیٰ بضم الزاء وفتح الطاء۔ شیخ ابو اسحاق طبقات میں لکھتے ہیں: ھو النعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہ مولیٰ تیم اللہ ثعلبۃ ۔

ابو حنیفہؒ کا جد زوطا اہل کابل یا اہل بابل سے تھا اور مملوک تھا بنی تیم اللہ کا۔ پھر وہ آزاد ہوا اور اس کا بیٹا ثابت اسلام میں پیدا ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت علیؓ نے ان کے لیے دعائے برکت فرمائی اس وقت ثابت کی عمر چھوٹی تھی۔ تہذیب الکمال میں ہے عن اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفۃ نحن من ابناء فارس الاحرار واللہ ما وقع علینا رقٌّ قط۔

بعض نے آپ کا نسب یوں بیان کیا ہے النعمان بن ثابت بن النعمان بن المرزبان ۔
ابن خلکان اپنی تاریخ میں اور دیگر مورخین لکھتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ کی تاریخ ولادت ۸۰ھ ہے اور تاریخ وفات ۱۵۰ھ ہے ۔ آپ کی نماز جنازہ پانچ مرتبہ پڑھی گئی ۔ اس کا سبب کثرت ازدحام تھا ۔ آپ کو غسل قاضی القضاۃ حسن بن عمارہ وغیرہ نے دیا وقال له رحمك الله وغفرلك لم تفطر منذ ثلاثين سنة ولم تتوسد يمينك بالليل منذ اربعين سنة ۔ آپ کے مشائخ بہت زیادہ ہیں ۔ تہذیب الکمال میں ۶۵ سے زیادہ آپ کے مشائخ مذکور ہیں ۔ چند مشائخ کے نام یہ ہیں :۔
نافع مولیٰ ابن عمر ۔ ابن شہاب الزہری ۔ عکرمۃ مولیٰ ابن عباس ۔ عبداللہ بن دینار ۔ علقمہ بن مرثد ۔ عطاء بن ابی رباح ۔ سماک بن حرب ۔ ہشام بن عروہ ۔ منصور بن المعتمر وغیرہ ۔ رحمہم اللہ تعالیٰ ۔
آپ کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے ۔ چند تلامذہ یہ ہیں زفر ۔ حسن بن زیاد ۔ ابو مطیع بلخی ۔ محمد بن الحسن ۔ ابو یوسف ۔ وکیع بن الجراح ۔ عبداللہ بن المبارک ۔ رحمہم اللہ تعالیٰ ۔
ابن حجر عسقلانی نے تقریب التہذیب میں تعصب مذہبی کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابو حنیفہ تبع تابعین ہیں ۔ لیکن یہ قول جمہور علماء کے نزدیک باطل و غلط ہے ۔ صحیح یہ ہے کہ آپ تابعی ہیں ۔ کئی صحابہ مثل انسؓ و سہل بن سعدؓ وغیرہ کا زمانہ آپ نے پایا ہے ۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں وكان فى زمنه اربعة من الصحابة انس بن مالك وعبد الله بن ابى اوفىٰ وسهل بن سعد وابو الطفيل ۔ ولم ياخذ عن احد منهم انتهىٰ ۔ خطیب بغدادی تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں رأى انس بن مالك وسمع عطاء بن ابى رباح ۔ بہرحال آپ کے تابعی ہونے کی تصریح کی ہے خطیب بغدادیؒ و دارقطنیؒ و ابن جوزیؒ و نوویؒ و ذہبیؒ و ابن حجر مکیؒ و سیوطیؒ وغیرہ نے ۔
خود ابن حجر عسقلانی نے بھی ایک اور جگہ پر آپ کے تابعی ہونے کی تصریح کی ہے لہٰذا نواب صدیق حسن خان کا اس سے انکار بے دلیل اور تعصب کا اظہار ہے ۔ نواب صاحب اپنی کتاب ابجد العلوم میں لکھتے ہیں ان اباحنيفة لم يراحدًا من الصحابة باتفاق اهل الحديث وان عاصر بعضهم على رأى الحنفية ۔ اھ ۔
ابو حنیفہؒ محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں ۔ ابن معینؒ فرماتے ہیں لا بأس به لم يكن متهمًا ۔ جلیل القدر محدثین نے آپ سے روایتیں کی ہیں ۔ مثل سفیان ثوریؒ و عبداللہ بن المبارکؒ و حماد بن زیدؒ و ہشامؒ و وکیعؒ و عباد بن عوامؒ وغیرہ ۔ اور یہ توثیق کی علامت ہے قال ابن عبد البر هو ثقة لا بأس به ۔ آپ کے مجتہد ہونے اور فقیہ عظیم ہونے پر کل امت کا اجماع ہے ۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں ان الناس فى الفقه عيال ابى حنيفة ۔ وعن الشافعى ايضًا من اراد ان يتبحر فى الفقه فهو عيال ابى حنيفة ۔ وعن وكيع قال كان

ابوحنیفۃ عظیم الامانۃ وکان یوثر رضاء اللہ علیٰ کل شئ ولو اخذ السیوف لاحتملھا۔
آپ کا تقویٰ و زہد و کثرتِ عبادت مشہور ہیں۔ ابن ہبیرہ نے آپ کو کوفہ کا قاضی بننے پر مجبور کیا آپ کے انکار پر اُس نے آپ کو ایک سو دس کوڑے مارے۔ اور ہر روز آپ کے دس کوڑے مارے جاتے تھے، لیکن امام ابوحنیفہؒ اپنے انکار پر قائم رہے۔ آخر کار آپ کو رہا کر دیا گیا۔ ابن ہبیرہ بنوامیہ کی طرف سے عراق کا گورنر تھا۔

وعن الربیع بن عاصم قال ارسلنی یزید بن عمر بن ھبیرۃ فقدمت بابی حنیفۃ فارادہ علی بیت المال فابیٰ فضربہ اسواطاً وبکی فی بعض الایام لوالدتہ وقال کان غم والدتی اشد علی من الضرب۔ وکان احمد بن حنبل اذا ذکر ذلک بکی وترحم علی ابی حنیفۃ۔
اس کے بعد خود منصور امیر المؤمنین نے ابوحنیفہؒ کو بغداد بلایا تاکہ آپ کو قاضی بنا دیا جائے مگر آپ نے انکار کر دیا۔ منصور نے قسم کھائی کہ قاضی ضرور بنوگے۔ آپ نے بھی قسم کھالی کہ ہرگز نہیں بنوں گا۔ منصور نے پھر قسم کھائی تو ابوحنیفہؒ نے بھی پھر قسم کھالی اس کے بعد آپ کو جیل میں ڈال دیا گیا اور جیل ہی میں آپ کی وفات ہوئی۔
ایک روایت ہے کہ ابوحنیفہؒ نے کہا کہ میں قضا کے قابل نہیں ہوں۔ منصور نے کہا کہ آپ جھوٹ بولتے ہیں۔ ابوحنیفہؒ نے کہا کہ پھر تو جھوٹے کو قاضی نہیں بنانا چاہیے۔
امام ابوحنیفہؒ حسین چہرے والے طویل قد اور گندم گوں رنگ کے تھے۔ لباس ہمیشہ اچھا پہنتے تھے۔ عطر زیادہ استعمال کرتے تھے۔ ابویوسفؒ فرماتے ہیں کان ابوحنیفۃ ربعۃ من الرجال لیس بالقصیر ولا بالطویل۔ وقال محمد بن جعفر کان ابوحنیفۃ طوالاً تعلوہ سُمرۃ۔
آپ بڑے دولتمند تھے، اور کپڑے کے بڑے تاجر تھے۔ کوفہ میں آپ کی دُکان لوگوں میں معروف و مشہور تھی۔ بہت زیادہ سخی تھے۔ آپ کی سخاوت و تقویٰ کے قصے مشہور ہیں۔ آپ نے علمی استفادہ زیادہ تر حضرت حمادؒ سے کیا چنانچہ اٹھارہ سال حمادؒ کی صحبت میں رہے۔ ابوحنیفہؒ فرماتے تھے ماصلیتُ صلاۃً منذ مات حماد الا استغفرت لہ مع والدی۔ وانی لاستغفر لمن تعلمتُ منہ علماً او علمتہ علماً۔ ایک بار ابوحنیفہؒ خلیفہ وقت منصور کے پاس گئے۔ منصور نے کہا ھذا عالم اھل الدنیا الیوم۔
مسعر بن کدامؒ فرماتے ہیں ما احسد احداً بالکوفۃ الا رجلین اباحنیفۃ فی فقھہ والحسن بن صالح فی زھدہ۔
فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کان ابوحنیفۃ فقیھاً معروفاً بالفقہ مشھوراً بالورع وسیع المال

معروفاً بالافضال علی من یطیق صبوراً علیٰ تعلیم العلم باللیل والنہار کثیر الصمت۔

ابن المبارکؒ فرماتے ہیں ما رأیت فی الفقہ مثل ابی حنیفۃ۔

وکیعؒ فرماتے ہیں مالقیت افقہ من ابی حنیفۃ ولا احسن صلاۃً منہ۔

ابو حنیفہؒ کبھی ساری رات ایک رکعت میں کھڑے کھڑے پورا قرآن پڑھتے تھے۔ اسد بن عمرو فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ نے چالیس سال عشاء کے وضوء سے نمازِ فجر پڑھی ہے۔ اور گاہے ساری رات ایک رکعت میں کھڑے کھڑے قرآن کی تلاوت کرتے تھے اور اتنا روتے تھے کہ ہمسایوں کو آپ پر ترس و رحم آتا تھا۔

وختم القرآن فی الموضع الذی توفی فیہ سبعۃ آلاف مرۃ۔ حسن بن عمارہؒ نے ابو حنیفہؒ کو بعد الوفاۃ غسل دیا اور غسل کے وقت فرمایا غفر اللہ لک اباحنیفۃ لم تفطر منذ ثلاثین سنۃ ولم تتوسد یمینک فی اللیل منذ اربعین سنۃً۔ وعن ابن المبارک ان اباحنیفۃ صلی خمساً واربعین سنۃ الصلوات الخمس بوضوء واحد وکان یجمع القرآن فی رکعتین۔

مشہور محدثِ زمانہ مسعر بن کدامؒ کہتے ہیں کہ ایک رات میں مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک شخص تنہائی میں نماز پڑھ رہا ہے۔ اس کی قراءت مجھے بڑی پسند آئی۔ میں چپکے سے بیٹھ کر سننے لگا۔ اس شخص نے قرآن کے اوائل کی سات طویل سورتیں ایک رکعت میں ختم کیں۔ میں نے خیال کیا کہ اب یہ رکوع کرے گا مگر اس نے آگے پڑھتے پڑھتے ثلث قرآن ختم کیا پھر نصف ختم کیا اور بغیر رکوع یعنی کھڑے کھڑے ہی پڑھتے پڑھتے سارا قرآن ایک رکعت میں ختم کر دیا۔ میں حیران تھا کہ یہ کون ہے دیکھا تو وہ ابو حنیفہؒ تھے۔

آپ نے اپنے اوپر یہ لازم قرار دیا تھا کہ جتنا خرچ گھر پر کرتے تھے اتنا ہی خرچ خدا کی راہ میں کرتے تھے۔ اور جب نیا کپڑا پہنتے تو اس کی قیمت کے مطابق شیوخ و علماء کو بھی پہناتے تھے۔

قیس بن ربیع فرماتے ہیں کان ابو حنیفۃ ورعاً فقیہاً کثیر البر والصلۃ کثیر الافضال علی اخوانہ وکان یبعث البضائع الیٰ بغداد فیشتری بہا الامتعۃ ویحلب الی الکوفۃ ویجمع الارباح من سنۃ الی سنۃٍ۔ فیشتری بہا حوائج الاشیاخ المحدثین واتوابہم وکسوتہم وما یحتاجون الیہ۔

وعن ابی یوسف کان ابو حنیفۃ لا یکاد یسئل حاجۃً الا قضاھا۔ بہرحال آپ کے فضائل بہت زیادہ ہیں۔ اور بہت سے علماء مذاہب اربعہ مثل حافظ سیوطیؒ و محمد بن یوسف دمشقی شافعی وغیرہ نے آپ کے احوال میں مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔

شیخ محمد بن یوسف شافعیؒ عقود الجمان فی مناقب النعمان ص۴۹ پر لکھتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ تابعی ہیں اور پھر ان صحابہ کا ذکر کیا ہے جن کی زیارت ابو حنیفہؒ نے کی ہے۔ ان صحابہ کے نام یہ ہیں۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ

قال ابوحنیفۃ قدم انس بن مالک الکوفۃ ونزل النخع وکان یخضب بالحمرۃ قد أیتہ مرارًا۔ ص۱۵۱ پر لکھتے ہیں:۔ ان الامام اباحنیفۃ سمع ثمانیۃ رجال من الصحابۃ وامرأۃً ۔ وھم انس بن مالک وعمرو بن الحریث و عبداللہ بن أُنیس وعبد اللہ بن الحارث بن الجزء الزبیری وجابر بن عبد اللہ وعبداللہ بن ابی اوفی و واثلۃ بن الاسقع ومعقل بن یسار و عائشۃ بنت عجرد رضی اللہ عنھم ۔ اھ

درمختار علی الشامی ج ۱ ص ۴۷ میں ہے وصح ان اباحنیفۃ سمع الحدیث من سبعۃ من الصحابۃ کما بسط فی اواخر منیۃ المفتی وادرک بالسنّ نحو عشرین صحابیًّا کما بُسط فی اوائل الضیاء وقد ذکرا بو النصر فی منظومتہ ثمانیۃ من الصحابۃ ممن روی عنھم ابوحنیفۃ اھ ۔

امام اعمش رحمہ اللہ کا مقام محدثین کے نزدیک بہت بلند ہے۔ جب اُن سے کسی مسئلہ کا سوال ہوتا تو فرماتے علیکم بتلک الحلقۃ یعنی حلقۃ ابی حنیفۃ رحمہ اللہ۔

مغیرہ بن مقسمؒ نے ایک بار جریر سے کہا جالس اباحنیفۃ فلو کان ابراھیم حیًّا لکان محتاجا الی مجالستہ ایا ہ ھو واللہ یحسنُ ان یتکلم فی الحلال والحرام۔

حماد بن زیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حج کا ارادہ کیا تو ایوبؒ سے رخصت ہونے گیا، انہوں نے فرمایا بَلَغَنِی ان الرجل الصالح فقیہ اھل الکوفۃ ابوحنیفۃ یحج فان لقیتہ فأقرأہ مِنّی السلام۔

عبداللہ بن عونؒ کی مجلس میں ابوحنیفہؒ کا ذکر ہوا تو فرمایا ذالک صاحب لیل وعبادۃٍ فقال بعض جلسائہ انہ یقول الیوم قولًا ثم یرجع غدًا فقال ابن عون فھذا دلیل علی الورع لا یرجع من قول الی قول الا صاحب دین ولولا ذلک لنصر خطأہ ودافع عنہ۔

ابو الولیدؒ فرماتے ہیں کان شعبۃ حسن الذکر لابی حنیفۃ کثیر الدعاء لہ ماسمعتہ قطُّ یذکر بین یدیہ الا دعا لہ۔

نصر بن علیؒ کہتے ہیں کہ ہم حضرت شعبہؒ کے پاس تھے۔ کسی نے ابوحنیفہؒ کی موت کی اطلاع دی تو انہوں نے استرجاع کے بعد فرمایا لقد طفئ عن اھل الکوفۃ ضوء نور العلم اما انھم لا یرون مثلہ ابدًا۔ کذا فی کتاب اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ للامام الصمیری ص۲۲ ۔

متعدد احادیث مرفوعہ میں ابوحنیفہؒ کی عظمت کا ذکر ہے قال علیہ الصلاۃ والسلام ترفع زینۃ الدنیا سنۃ خمسین ومائۃٍ ۔ قال شمس الائمۃ الکردری ان ھذا الحدیث محمول علی ابی حنیفۃ لانہ مات تلک السنۃ کذا قال المحدث الکبیر ابن حجر المکی فی کتابہ الخیرات الحسان فی ترجمۃ ابی حنیفۃ النعمان ۔ اسی طرح ایک اور صحیح حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں پیش گوئی ہے۔ حدیث یہ ہے:

روی الشیخان عن ابی هریرۃ والطبرانی عن ابن مسعود مرفوعًا لوکان الایمان عند الثریا لتناوله رجال من ابناء فارس ۔ وفی روایۃ مسلم عن ابی هریرۃ مرفوعًا لوکان الایمان عند الثریا لذھب بہ رجل من ابناء فارس حتی یتناوله ۔ اس کا مصداق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہیں۔ علماء احناف کے علاوہ علماء شوافع وغیرہ مثل حافظ سیوطیؒ وابن حجر مکی وغیرہ کے نزدیک بھی اس حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کی طرف اشارہ ہے۔ ملاحظہ ہو ردّ محتار ج۱ ص۳۹ ۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی وفات زہر کھلانے سے ہوئی قال یحیی بن النضر لم یشکوّا ان اباحنیفۃ سُقِیَ السمَّ فمات ۔ وعن محمد بن المهاجر قال سمعتُ ابی یقول رُفع الی ابی حنیفۃ قدحٌ فیہ سم لیشرب فقال لا اشربُ فاکرہ علی شربہ مراتٍ فأبی وقال انی لأعلم ما فیہ لا أُعین علی نفسی فطُرح ثم صُبّ فی فیہ ثم خلّی عنہ ۔ کذا فی کتاب عقود الجمان ص۳۵۸ ۔

آپ کی وفات سجدہ میں ہوئی۔ فعن ابی حسّان الزیادی قال لما احسّ ابوحنیفۃ بالموت سجد فخرجت نفسُہ وھو ساجد۔ حدیث صحیح ہے عن ابی هریرۃ مرفوعًا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اقرب مایکون العبد من ربہ وھو ساجد۔ رواہ احمد ومسلم۔

حافظ نجم غیطیؒ نے یہ واقعہ ذکر کیا ہے کہ ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں ۹۹ مرتبہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کی ہے ۔ پھر یہ خیال دل میں آیا کہ اگر پھر اللہ تعالےٰ کی زیارت نصیب ہوئی تو یہ پوچھوں گا کہ قیامت کے دن بندے آپ کے عذاب سے کس عمل کے ذریعہ نجات حاصل کر سکتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ جب اس کے بعد مجھے خواب میں اللہ تعالےٰ کی زیارت حاصل ہوئی تو میں نے اللہ تعالیٰ سے یہی سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص صبح وشام مندرجہ ذیل دعا پڑھے وہ میرے عذاب سے بچ جائے گا۔ عربی عبارت یہ ہے :- فقال سبحانہ وتعالیٰ من قال بعد الغداۃ والعشی :-

سُبْحَانَ الْاَبَدِیِّ الْاَبَدِ ، سُبْحَانَ الْوَاحِدِ الْاَحَدِ ۔ سُبْحَانَ الْفَرْدِ الصَّمَدِ ۔ سُبْحَانَ رَافِعِ السَّمَاءِ بِغَیْرِ عَمَدٍ ۔ سُبْحَانَ مَنْ بَسَطَ الْاَرْضَ عَلٰی مَاءٍ جَمَدٍ ۔ سُبْحَانَ مَنْ خَلَقَ الْخَلْقَ فَاَحْصَاھُمْ عَدَدَ ۔ سُبْحَانَ مَنْ قَسَمَ الرِّزْقَ وَلَمْ یَنْسَ اَحَدَ ۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدَ ۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ؕ نجا من عذابی۔ ردّ محتار ص۳۸ ج۱۔

قاری **احمد** بن محمد بن عبداللہ بن القاسم بن نافع بن ابی بزّۃ بشار الفارسی رحمہ اللہ تفسیر ہذا میں کئی جگہ آپ مذکور ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے ۔ معروف بہ بزّی ہیں۔ آپ قراء سبعہ میں سے

قاری ابن کثیر رحمہ اللہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ دوسرے راوی قنبل ہیں۔ قاری بزی نے بعمر ۸۰ سال ۲۷۰ھ میں وفات پائی۔ کذا فی وفیات ابن خلکان، ج ۳ ص ۴۲۔

بزی نسوب ہے جد اعلیٰ ابی بزہ کی طرف۔ بزی مکی ہیں۔ چالیس سال تک مسجد حرم کے مؤذن و امام رہے۔ آپ براہ راست ابن کثیر سے روایت نہیں کرتے۔ بلکہ آپ نے قرأت عکرمۃ بن سلیمان سے اور عکرمہ نے دو آدمیوں سے یعنی اول اسمٰعیل بن عبداللہ القسط سے دوم شبل بن عباد سے قرأت پڑھی ہے اور ان دونوں نے ابن کثیر سے پڑھی۔

آپ مکہ مکرمہ میں ۱۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور مکہ ہی میں ۲۴۰ھ میں وفات پائی۔

ابو یوسف رحمہ اللہ۔ آیت کلما رزقوا منہا من ثمرۃ رزقاً قالوا ھذا الذی رزقنا من قبلُ الآیۃ کی شرح میں مذکور ہیں۔

ھو یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن حسنۃ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ابو یوسف آپ کی کنیت ہے ابو یوسفؒ امام ابو حنیفہؒ کے تلمیذ اکبر ہیں۔ ابو یوسفؒ کے جد حضرت سعد بن حسنۃؓ صحابی ہیں۔ جنگ احد میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر صغر سنی کی وجہ سے انہیں جنگ میں شرکت کی اجازت نہ ملی۔ سعدؓ کی ماں کا نام حسنہ ہے بالحاء والسین۔ کما فی البدایہ لابن کثیر ج ۱۰ ص ۱۸۰۔ اور بعض مورخین نے ان کا نام حبتہ لکھا ہے کما ھو مذکور فی کتاب اخبار ابی حنیفۃ و اصحابہ للامام الصمیری متوفی ۴۳۶ھ۔

قال ابو یوسف اتی بجدی سعد الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الخندق فاستنفرلہ و مسح راسہ فتلک المسحۃ فینا الی الساعۃ۔ قالوا وکان ابو یوسف اذا نظرت الیہ فکانہ ادّھن من تلک المسحۃ۔ کذا ذکر الامام الصمیری۔

ابو یوسفؒ کی ولادت ۱۱۳ھ میں ہوئی ہے۔ ابو یوسفؒ حدیث کی روایت اعمش، ہمام بن عروہ، محمد بن اسحاق، یحیی بن سعید وغیرہ سے کرتے ہیں۔ اور آپ سے محمد بن حسن و احمد بن حنبلؒ و یحیی بن معین وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں حدیث و فقہ کا طالب تھا۔ لیکن ہماری مالی حالت اچھی نہ تھی۔ باپ بڑے مسکین تھے۔ ایک دن میرے باپ مجھے ابو حنیفہ کی مجلس سے اٹھا کر لے گئے اور پھر مجھ سے فرمایا۔

یا بُنیّ لا تمدّن رجلک مع ابی حنیفۃ فان ابا حنیفۃ خُبزہ مشویّ وانت تحتاج الی المعاش۔

چنانچہ باپ کی فرماں برداری کی وجہ سے طلب علم اور پڑھائی میں بڑا خلل واقع ہوا۔ ادھر ابو حنیفہؒ میرے بارے میں پوچھتے رہے۔ جب میں کئی دن کے بعد حاضر ہوا تو ابو حنیفہ نے غیر حاضری کی وجہ پوچھی۔ میں نے بتایا کہ

قاری ابن کثیر رحمہ اللہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ دوسرے راوی قنبل ہیں۔ قاری بزّی نے بعمر ۸۰ سال ۲۷۰ھ میں وفات پائی۔ کذا فی وفیات ابن خلکان، ج ۳ ص ۴۲۔

بزّی منسوب ہے جد اعلیٰ ابی بزہ کی طرف۔ بزی مکی ہیں۔ چالیس سال تک مسجد حرم کے مؤذن و امام رہے۔ آپ براہ راست ابن کثیر سے روایت نہیں کرتے۔ بلکہ آپ نے قراءت عکرمۃ بن سلیمان سے اور عکرمہ نے دو آدمیوں سے یعنی اول اسمٰعیل بن عبداللہ القسط سے دوم شبل بن عباد سے قراءت پڑھی ہے اور ان دونوں نے ابن کثیر سے پڑھی۔

آپ مکہ مکرمہ میں ۱۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور مکہ ہی میں ۲۴۰ھ میں وفات پائی۔

ابو یوسف رحمہ اللہ۔ آیت کلما رزقوا منہا من ثمرۃ رزقاً قالوا ھذا الذی رزقنا من قبل ُ الآیۃ کی شرح میں مذکور ہیں۔

ھو یعقوب بن ابراھیم بن حبیب بن سعد بن حسنۃ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ابو یوسف آپ کی کنیت ہے ابو یوسفؒ امام ابو حنیفہؒ کے تلمیذ اکبر ہیں۔ ابو یوسفؒ کے جد حضرت سعد بن حسنہؓ صحابی ہیں۔ جنگ احد میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر صغر سنی کی وجہ سے اُنہیں جنگ میں شرکت کی اجازت نہ ملی۔ سعدؓ کی ماں کا نام حسنہ ہے بالحاء والسین۔ کما فی البدایہ لابن کثیر ج ۱۰ ص ۱۸۰۔ اور بعض مورخین نے ان کا نام حبتہ لکھا ہے کما ھو مذکور فی کتاب اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ للامام الصمیری متوفی ۴۳۶ھ۔

قال ابو یوسف اتی بجدی سعد الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الخندق فاستغفر لہ ومسح رأسہ فتلک المسحۃ فینا الی الساعۃ۔ قالوا وکان ابو یوسف اذا نظرت الیہ فکأنہ ادّھن من تلک المسحۃ۔ کذا ذکرہ الامام الصمیری۔

ابو یوسفؒ کی ولادت ۱۱۳ھ میں ہوئی ہے۔ ابو یوسفؒ حدیث کی روایت اعمش، ہمام بن عروہ، محمد بن اسحاق، یحییٰ بن سعید وغیرہ سے کرتے ہیں۔ اور آپ سے محمد بن حسن و احمد بن حنبلؒ و یحییٰ بن معین وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں حدیث و فقہ کا طالب تھا۔ لیکن ہماری مالی حالت اچھی نہ تھی۔ باپ بڑے مسکین تھے۔ ایک دن میرے باپ مجھے ابو حنیفہ کی مجلس سے اٹھا کر لے گئے اور پھر مجھ سے فرمایا۔

یا بنیّ لا تمدّن رجلک مع ابی حنیفۃ فان ابا حنیفۃ خبزہ مشویّ وانت تحتاج الی المعاش۔

چنانچہ باپ کی فرماں برداری کی وجہ سے طلب علم اور پڑھائی میں بڑا خلل واقع ہوا۔ ادھر ابو حنیفہؒ میرے بارے میں پوچھتے رہے۔ جب میں کئی دن کے بعد حاضر ہوا تو ابو حنیفہ نے غیر حاضری کی وجہ پوچھی۔ میں نے بتایا کہ

شغلِ معاش اور والد کی اطاعت کی وجہ سے حاضر نہ ہوسکا۔ جب مجلسِ علم برخاست ہوئی تو ابوحنیفہؒ نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر ایک تھیلی دی جس میں ننّو درہم تھے۔ یہ مقدار اُس زمانے میں مالِ کثیر شمار ہوتی تھی۔ اور فرمایا کہ درس میں ہمیشہ آیا کرو۔ اور جب یہ مال ختم ہوجائے تو مجھے بتا دینا۔ چنانچہ میں مسلسل درس میں حاضر ہوتا رہا اور آپ کچھ مدت کے بعد سو درہم دے دیا کرتے تھے۔ اسی طرح آپ ہمیشہ دیتے رہے اور میں نے کبھی سابقہ رقم ختم ہونے کا ذکر نہیں کیا۔ کذا قال الصمیری فی کتابہ۔

بدایہ میں ابن کثیرؒ نے اس سے ملتا جُلتا ایک اور قصہ ذکر کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ابویوسفؒ فرماتے تھے کہ میں چھوٹا تھا کہ والد کا انتقال ہوگیا۔ والدہ نے مزدوری کے لیے مجھے ایک دھوبی کے سپرد کردیا۔ دھوبی کے پاس آتے جاتے راستے میں ابوحنیفہؒ کے حلقۂ درس میں بھی کچھ دیر بیٹھ جاتا۔ اس طرح اکثر مجھ کو دیر ہوجاتی تو میری والدہ مجھے تلاش کرتی ہوئی آتیں اور حلقہ درس میں سے اٹھا کر مجھے دھوبی کے پاس پہنچا دیتیں۔ میں وہاں سے چُھپ کر پھر حلقہ درس میں آ بیٹھتا۔ جب میری والدہ اور میرے درمیان یہ کشمکش طویل ہوئی تو والدہ نے خود ابوحنیفہ کے پاس جاکر میری شکایت کی اور کہا ان ھذا صبیّ یتیم لیس لہ شئ الا ما اطعمہ من مغزل و انک قد افسدتہ علیّ۔

ابوحنیفہؒ نے فرمایا اسکتی یا رعناء ھاھو ذا یتعلّم العلم وسیأکل الفالوذج بدھن الفستق فی صحون الفیروزج۔ فقالت لہ انک شیخ قد خرفتَ۔

ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ یہ قصہ تو گزر گیا اور میں نے علم حاصل کرلیا پھر قاضی بنا اس کے بعد قاضی القضاۃ بن گیا۔ ایک روز میں خلیفہ ہارون رشید کے پاس بیٹھا تھا اذ اتی بفالوذج بصحن الفیروزج فقال لی کل من ھذا۔ فانہ لا یُصنع لنا فی کل وقت۔

میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین یہ کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ یہ فالودہ ہے یہ سُن کر میں مسکرانے لگا فرمایا کیوں مسکرا رہے ہو تو میں نے ابوحنیفہؒ اور اپنی والدہ کا قصہ سنایا فقال ھارون ان العلم ینفع و یرفع فی الدنیا والاٰخرۃ۔ ثم قال رحم اللہ ابا حنیفۃ لقد کان ینظر بعین عقلہ ما لا ینظر بعین رأسہ۔ ابوحنیفہؒ فرمایا کرتے تھے کہ ابویوسف میرے تمام تلامذہ میں اَعلَم یعنی بڑے عالم ہیں۔ امام مزنیؒ فرماتے ہیں کان ابویوسف اتبعھم للحدیث۔ محدثین کے نزدیک ابویوسف بڑے ثقہ ہیں۔

قال علیّ بن المدینی کان ابویوسف صدوقًا وقال ابن معین انہ کان ثقۃ وقال ابوزُرعۃ کان سلیمًا من التجھُّم۔ وقال بشار سمعتُ ابا یوسف یقول من قال القراٰن مخلوق فحرام کلامہٗ فرض مباینتہ ولا یجوز السلام ولا ردّہ علیہ۔

ابو یوسفؒ کا ایک قول ہے جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ وہ یہ ہے من طلب المال بالکیمیاء افلس ومن تتبع غرائب الحدیث کذب ومن طلب العلم بالکلام تزندق۔

ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ ابو یوسفؒ کی مجلسِ علم میں بڑے بڑے علماء شریک ہوتے تھے حتی کہ امام احمد بن حنبلؒ بھی شریک ہوتے تھے۔ امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں آپ کی ذہانت و فقاہت کا یہ قصہ ذکر کیا ہے کہ ایک مجلس میں ابو یوسفؒ کے پاس بہت سے علماء بیٹھے تھے کہ ایک چور کو لایا گیا۔ اس چور نے اخذِ مال کا اعتراف کیا، تو سارے علماء نے کہا کہ اب قطع ید لازم ہو گیا۔ ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ نہیں۔ قطع ید لازم نہیں ہوا۔ تمام علماء حیران ہو گئے کہ چور کے اعتراف کے باوجود قطعِ ید کیوں کر لازم نہیں ہے۔ ابو یوسف نے فرمایا کہ اس شخص نے اخذ مال کا اعتراف کیا نہ کہ سرقہ کا۔ علماء نے کہا کہ یہ بات تو آسان ہے ابھی دوبارہ پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ علماء نے اس شخص سے پوچھا ھل سرقت؟ قال نعم! علماء نے کہا کہ اب تو قطع ید واجب ہے۔ قاضی ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اب بھی قطعِ ید واجب نہیں ہے۔ علماء نے نہایت حیرانی کے ساتھ پوچھا، کیوں؟

قاضی ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اقرارِ اول اخذِ مالِ غیر کا تھا اور وہ موجب ضمانِ مالی ہے تو اس شخص کے ذمہ مال واجب ہو گیا۔ اس کے بعد اعتراف بالسرقہ انکار ہے اس ضمان مالی سے اور رجوع ہے سابقہ اعتراف سے کیونکہ قطعِ ید اور ضمانِ مالی دونوں جمع نہیں ہوتے اور ایسے موقعہ پر رجوع عن الاقرار السابق جائز نہیں۔ لہٰذا اس شخص پر صرف ضمانِ مالی واجب ہے نہ کہ قطعِ ید۔ علماء کا مجمع آپ کی فقاہت و ذہانت پر دنگ رہ گیا اور سب نے اپنی غلطی کو تسلیم کر لیا۔

ابو یوسفؒ کو قاضی القضاۃ بنا دیا گیا قالوا ھو اوّل من لقب قاضی القضاۃ۔ یحیی بن معینؒ فرماتے ہیں کہ میں ابو یوسفؒ کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں آپ کے پاس کسی نے بہت بڑا ہدیہ پیش کیا جس میں ریشمی کپڑے خوشبو وغیرہ وغیرہ چیزیں تھیں۔ مجلس میں ایک شخص نے مجھ سے اس حدیث کی سند پر مذاکرہ شروع کر دیا من اُھدیت لہ ھدیۃ وعندہٗ قومٌ جلوس فھم شرکاؤہ۔ مقصد یہ تھا کہ یہ ہدیہ سب حاضرین میں تقسیم ہونا چاہیے تو ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث اَقِط یعنی پنیر، تمر و زبیب وغیرہ کے بارے میں وارد ہوئی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہدایا عموماً اسی قسم کے ہوتے تھے ثم قال ابو یوسف یا غلام ارفع ھذا الی الخزائن ولم یعطھم منھا شیئًا۔

ابو یوسفؒ کے ذریعہ مذہب ابو حنیفہؒ خوب پھیلا اور مشرق و مغرب میں پہنچ گیا۔

محمد بن السماعۃ کہتے ہیں کان ابو یوسف یصلی بعد ما ولی القضاء فی کل یوم مأتی رکعۃ۔

ابو یوسفؒ فرماتے تھے صحبتُ اباحنیفۃ سبع عشرۃ سنۃ لا اُفارقہ فی فطر ولا اضحیٰ الا من مرض۔ ابو یوسفؒ کی وفات ربیع الاول ۱۸۲ھ میں ہوئی۔ آپ کے بعد آپ کا بیٹا یوسف قاضی ہوا۔ کما صرح بہ ابن کثیر۔ امام شافعیؒ اور ابو یوسفؒ کی آپس میں ملاقات نہیں ہوئی۔ جس شخص نے دونوں کی ملاقات کا ذکر کیا ہے وہ غلط ہے۔ صرح بہ ابن کثیر فی البدایۃ۔

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ۔ آیت ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کے بیان میں مذکور ہیں

ھو ابو ایوب خالد بن زید بن کلیب الانصاری الخزرجی النجاری المدنی رضی اللہ عنہ۔

ابو ایوبؓ جلیل القدر مشہور صحابی ہیں۔ بیعت لیلۃ العقبہ و بیعتِ رضوان و بدر واحد وغیرہ جمیع مغازی میں شریک رہے۔ آپ کے چند خصوصی مناقب وفضائل یہ ہیں :۔

اوّل۔ آپ سابقین الی الاسلام میں سے ہیں۔ تمام مشاہد میں حاضر تھے۔

دوم۔ نبی علیہ السلام جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو بڑے بڑے امراء و رؤساء نے اپنے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھیرانے کی کوشش کی۔ ایک ایک قوم والے مسلح ہو کر حاضر خدمت ہوتے اور درخواست کرتے کہ یارسول اللہ ہمارے پاس اقامت کیجیے۔ آپؐ سب کو یہ جواب دیتے تھے خلوا عن ناقتی فانھا مأمورۃ میری اونٹنی بحکمِ خدا جہاں پر بیٹھ گئی میں اُس کا مہمان ہوں گا۔ آخر کار اونٹنی ابو ایوب انصاریؓ کے گھر کے قریب بیٹھ گئی اور آپ کو یہ عظیم سعادت حاصل ہوئی۔ تقریباً ایک ماہ نبی علیہ السلام آپ کے ہاں مقیم رہے تاآنکہ آپؐ کا اپنا مکان بن گیا اور مسجد کی تعمیر شروع ہوئی۔ مسجد نبوی آپ کے گھر کے ساتھ ہے۔

سوم۔ آپ سے احادیثِ مرویہ ۱۵۰ ہیں۔ جن میں سے سات متفق علیہ ہیں اور ایک پر بخاری اور پانچ پر مسلم منفرد ہیں۔

چہارم۔ خدا کی راہ میں جہاد وغزوات میں شرکت کو اپنے اوپر لازم کر لیا تھا۔ بڑھاپے تک جہاد میں شرکت کرتے رہے حتیٰ کہ اسی میں وفات پائی۔ چنانچہ ارضِ روم میں عسکرِ مجاہدین کے ہمراہ تھے کہ آپ بیمار ہوئے۔ یہ امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کا زمانہ تھا۔ فوج کا امیر یزید بن معاویہؓ تھا۔ اس فوج میں کبار تابعین کے علاوہ بہت سے صحابہؓ شریک تھے۔ یزید بن معاویہؓ آپ کی عیادت کے لیے آئے تو آپ نے انہیں یہ وصیت کی کہ مفتوحہ زمین کے آخری سرے پر مجھے دفن کیا جائے۔ چنانچہ قسطنطنیہ کے دروازے تک مسلمان فوج لڑتے لڑتے پہنچ گئی اور وہیں آپ دفنائے گئے۔ آپ کا مزار آج تک مرجع خواص وعوام ہے۔ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں فمرض ابو ایوب رضی اللہ عنہ وعلی الجیش یزید بن معاویۃ فاتاہ یعودہ فقال ماحاجتک قال حاجتی اذا انا متُّ فارکب بی ما وجدتَ مساغاً فی ارضِ العدوِّ فاذا لم تجد فادفنی ثم ارجع۔

پنجم۔ آپ کی وفات غزوہ قسطنطنیہ میں ہوئی اور یہ غزوہ ۵۰ھ میں اور عند البعض ۵۵ھ میں ہوا تھا۔
ششم۔ نبی علیہ السلام نے آپ کے اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کے مابین مواخاۃ قائم فرمائی تھی۔
ہفتم۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ڈاڑھی مبارک کے چند بال آپ نے بطور تبرک اپنے پاس محفوظ رکھے تھے۔ روی سعید بن المسیب ان ابا ایوب اخذ من لحیۃ رسول اللہ شیئًا فقال علیہ السلامُ، لا یصیبك السوء یا ابا ایوب !

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ بیان تفسیر فاتحہ کے اواخر اور بیان بسملہ کے اوائل میں اور دیگر کئی مواضع میں مذکور ہیں۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور محدث صحابی ہیں۔ آپ کے احوالِ حیات و خصالِ حمیدہ و مناقبِ عظیمہ بہت ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں :۔

اول۔ آپ کے نام میں اقوال کثیرہ ہیں۔ اتنا اختلاف کسی کے نام میں تاریخ میں ثابت نہیں ہے۔ حافظ ابوعمر بن عبدالبر لکھتے ہیں لم یختلف فی اسم احد فی الجاھلیۃ ولا فی الاسلام بالاختلاف فیہ اھ۔ ابن عبدالبر نے ابوہریرہؓ کے نام میں بیس اقوال اور دیگر علماء نے تیس اقوال ذکر کیے ہیں۔ امام بخاری وغیرہ ائمہ کے نزدیک قولِ اصح عبدالرحمٰن بن صخر ہے۔ کذا فی التہذیب للنووی۔ ج ۱ ص۲۷۰۔

امام بغوی نے لکھا ہے کہ ابوہریرہؓ کا نام جاہلیت میں عبدشمس تھا اور کنیت ابوالاسود تھی۔ نبی علیہ السلام نے ان کا نام عبداللہ اور کنیت ابوہریرہ رکھی۔ وعن شعبۃ کان اسم ابی ھریرۃ عبد شمس وکذا قال یحیی بن معین وابوزرعۃ۔ بقیہ چند نام یہ ہیں :۔

۱۔ بریر بن عشرقۃ ۲۔ سکین بن دومۃ ۳۔ عبداللہ بن عبد شمس قالہ احمد بن حنبل ۴۔ عبد نہم بن عامر ۵۔ عبد غنم ۶۔ عبد عمرو ۷۔ عامر بن عبد غنم ۸۔ عامر بن عبد شمس ۹۔ عمیر بن عامر ۱۰۔ یزید بن عشرقۃ ۱۱۔ سعد بن الحارث ۱۲۔ عبد یالیل ۱۳۔ عبد تیم ۱۴۔ عبد۔ حکاہ ابن مندہ ۱۵۔ عبد العزیٰ ۱۶۔ سکن۔ بفتح السین والکاف ۱۷۔ عبید ۱۸۔ عبید اللہ ۱۹۔ عمرو ۲۰۔ برّ ۲۱۔ سعید۔ یہ اختلاف ابوہریرہؓ اور ان کے باپ دونوں کے اسماء میں ہے۔ کذا فی الاصابہ ج ۴ ص ۲۰۴۔ وکذا فی الاستیعاب۔

دوم۔ ابوہریرہؓ کثیر الروایۃ صحابہ میں سے ہیں۔ اور کثیر الروایۃ صحابہ بقول بعض چھے ہیں اور بقول بعض سات ہیں۔ یعنی عائشہؓ و ابن عباس و انس و عبداللہ بن عمر و ابوہریرہ و جابر رضی اللہ عنہم قال احمد بن حنبل ستۃ من اصحاب رسول اللہ اکثروا الروایۃ عنہ وعُمّروا۔ فذکرھؤلاء الستۃ۔ کذا فی التھذیب للنووی۔ ج ۱ ص۲۷۳۔

سوم۔ آپ محدّثِ صحابہؓ ہیں۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سب سے زیادہ روایات ابوہریرہؓ کی ہیں۔ مسند تقی بن مخلد میں ابوہریرہؓ کی پانچ ہزار تین سو سے زیادہ حدیثیں مذکور ہیں۔ محدثین کہتے ہیں کہ ابوہریرہؓ کی مروی احادیث جو ہم تک پہنچی ہیں وہ ۵۳۷۵ یا ۵۳۷۴ ہیں۔ قال الشافعی ابوھریرۃ احفظ من روی الحدیث فی دھرہ۔ وعن ابی صالح قال کان ابوھریرۃ احفظ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

چہارم۔ آپ کا حافظہ بڑا قوی تھا۔ کتب تاریخ میں منقول ہے کہ مروان نے ایک دفعہ ابوہریرہؓ کو اپنی مجلس میں بلایا تاکہ وہ حدیثیں سنائیں۔ چنانچہ ابوہریرہؓ نے حدیثیں سنانا شروع کیں۔ مروان نے ان کا امتحان لینے کی غرض سے اپنے کاتب و منشی ابوزعیزعہ کو پردہ کے پیچھے چھپاکر بٹھادیا۔ چنانچہ ابوہریرہؓ نے بہت ساری حدیثیں سنائیں اور وہ سب ابوزعیزعہ نے لکھ لیں۔ پورا ایک سال گزرنے کے بعد مروان نے پھر ابوہریرہؓ کو بلاکر گزشتہ سال کی احادیث سنانے کی درخواست کی۔ چنانچہ ابوہریرہؓ نے اسی ترتیب ماضی کے مطابق وہ ساری حدیثیں پھر سنادیں اور پردے کے پیچھے ابوزعیزعہ اپنے رجسٹر میں ان احادیث کو دیکھتا رہا۔ خود ابوزعیزعہ کا قول ہے فما غیّر حرفاً عن حرفٍ۔ یعنی آپ نے کسی حدیث میں ایک حرف کی بھی کمی بیشی نہیں کی۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابوہریرہؓ کے حافظہ اور وسعتِ علمی کے لیے خصوصی دعا فرمائی تھی۔ بخاری وغیرہ میں ابوہریرہؓ کی یہ حدیث موجود ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نسیانِ احادیث کی شکایت کی فقال اُبسط رداءک فبسطتہ ثم قال ضُمّہ الی صدرک فضممتہ فما نسیتُ حدیثاً بعد۔

پنجم۔ آپ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں تقریباً تین سال رہے۔ کیونکہ آپ جنگِ خیبر میں آئے تھے۔ اور جنگ خیبر محرم ۷ھ میں ہوئی تھی۔ لیکن چونکہ آپ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اس لیے آپ کو زیادہ احادیث معلوم ہیں۔ اور دیگر مہاجرین و انصار چونکہ کچھ وقت کاروبار میں بھی لگاتے تھے اس لیے ان کو ہمیشہ نبی علیہ السلام کی رفاقت حاصل نہ تھی بلکہ وہ صرف فرصت کے اوقات میں حضورؐ کی مجلس بابرکت میں حاضر ہوتے تھے۔

ششم۔ کنیتِ ابوہریرہؓ کی وجہ خود یہ بیان فرماتے ہیں انی وجدتُ ھرّۃً فحملتھا فی کمّی فقیل لی ماھذہ قلتُ ھرّۃ قیل فانتَ ابوھریرۃ۔ ابوہریرہؓ کی ایک روایت ہے قال ابوھریرۃ کنتُ ارعی غنم اھلی وکانت لی ھرّۃ صغیرۃ فکنت اضعھا باللیل فی شجرۃ فاذا کان النھار ذھبتُ بھا معی فلعبتُ بھا فکنّونی اباھریرۃ۔ رواہ الترمذی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے آپ کے پاس بلّی دیکھی تو حضورؐ نے آپ کو ابوہریرہ کہا۔

ہفتمؓ۔ ابوہریرہؓ اور ان کی والدہ کی محبت ایمان کی علامت ہے قال ابوھریرۃ واللہ ماخلق اللہ مؤمنا یسمع بی ولا یرانی الا احبنی ثم ذکر دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ رواہ احمد۔

زمانۂ حال کے بعض لوگ حضرت ابوہریرہؓ پر مختلف اعتراضات کرتے ہیں۔ یہ معترضین ملحدین و اہل تشیع ہیں۔ ان ملحدین میں سے ایک کا نام محمود ابوریہ مصری ہے۔ اس ملحد نے ابوہریرہؓ کی اہانت و تذلیل کی غرض سے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے اضواء علی السنۃ المحمدیۃ۔

ابوریہ اس کتاب کے ص۱۹۷ پر لکھتا ہے کہ ابوہریرہ نبی علیہ السلام کی محبت یا اصلاحِ نفس وہدایت کی غرض سے نبی کی صحبت میں نہیں رہتے تھے بلکہ وہ روٹی کھانے اور پیٹ بھرنے کے لیے نبیؐ کی صحبت میں رہتے تھے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ ابوہریرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے گھروں پر جاکر کھانا مانگتے تھے۔ لیکن یہ باتیں ابوریہ کی حماقت وجہالت کی دلیل ہیں۔ اس لیے کہ اگر ابوہریرہؓ کا مقصد روٹی حاصل کرنا ہوتا تو کسی نواب یا دولتمند صحابی کی صحبت میں رہتے یا تجارت کرتے۔ نبی علیہ السلام تو خود ہی فاقوں میں رہتے تھے اور تین تین دن تک آپؐ کے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جملہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر تنقید کرنے سے بچائے۔ ابوہریرہؓ کی وفات ۵۷ھ یا ۵۸ھ یا ۵۹ھ میں ہوئی ہے۔

اعشی الشاعر۔ ثلثۃ قروء کی اور وادعوا شہداءکم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین کی شرح میں اور دیگر کئی مواضع میں مذکور ہے۔

ھو میمون بن قیس من بنی سعد بن ضبیعۃ بن قیس۔ اعشی جاہلی مشہور شاعر ہے۔ کفر پر مرا ہے کنیت ابوبصیر تھی، نابینا تھا۔ کذا فی کتاب الشعر والشعراء لابن قتیبۃ ج ۱ ص۱۷۸۔

خزانۃ الادب ج ۱ ص۱۶۵ میں ہے کان الاعشی من فحول شعراء الجاھلیۃ وممن قدم علی سائرھم سلک فی شعرہ کل مسلک وقال فی اکثر اعاریض العرب ولیس ممن تقدم من الفحول اکثر شعرا منہ اھ۔

خزانۃ الادب سے معلوم ہوتا ہے کہ اعشی آخری عمر میں نابینا ہوگیا تھا یعنی ابتداء میں وہ نابینا نہ تھا۔ اعشی کے معنی ہیں لغت میں وہ شخص جسے رات کو کچھ نظر نہ آئے اور دن کو نظر آئے۔ عورت کو عشواء کہتے ہیں۔ اعشی کا دیوان مطبوع ہے۔ دیوانِ اعشی کا شارح محمد بن حبیب لکھتا ہے کہ اعشی نے کتب قدیمہ میں عرب میں ایک نبی کے مبعوث ہونے کے بارے میں سنا تھا۔ چنانچہ نبی علیہ السلام کے ظہور کے بعد وہ مکہ مکرمہ میں اسلام لانے کی غرض سے آیا اور عتبہ بن ربیعہ کے پاس ٹھیرا۔ ابوجہل کو جب پتہ چلا تو اعشی کے پاس آیا ہدایا پیش کیے اور آنے کا مقصد پوچھا۔ اعشی نے کہا محمدؐ سے ملنے کے لیے آیا ہوں، میں نے کتابوں میں آپ کی بعثت کے بارے میں سنا تھا۔ ابوجہل نے کہا وہ تو زنا کو حرام بتاتا ہے۔ اعشی نے کہا کوئی حرج نہیں میں بوڑھا ہوں مجھے زنا کی

خواہش نہیں ۔ ابوجہل نے کہا وہ شراب کو بھی حرام قرار دیتا ہے ۔ اعشی نے کہا پھر وہ کن اشیاء کو حلال بتاتے ہیں۔ ابوجہل وغیرہ نے اسے اسلام سے بدظن کرنے کے لیے بہت کچھ کہا۔ پھر اعشی نے وہ قصیدۂ دالیہ سنایا جو اس نے نبی علیہ السلام کی مدح میں کہا تھا۔ قریش بڑے پریشان ہوئے وقالوا ھذا رجل لا یمدح احداً الا رفعہ ولا یھجو احداً الا وضعہ فمن لنا یصرفہ عن ھذا الوجہ۔

ابوجہل وغیرہ مشرکین نے مختلف حیلوں اور افترا پردازیوں سے اسے اسلام سے باز رکھا۔ اور اعشی اپنی شقاوت سے فوراً مکہ مکرمہ سے نکل کر شہر یمامہ چلا گیا اور کچھ مدت کے بعد مرگیا۔ اس قصہ میں یہ اشکال ہے کہ ابوجہل کی زندگی میں شراب اسلام میں حرام نہ تھی۔

ابن دأب وغیرہ کی روایت ہے کہ اعشی نے نبی علیہ السلام کی مدح میں قصیدہ منظوم کیا اور آپؐ کی زیارت کرنے اور اسلام لانے کے لیے گھر سے نکلا اور راستے میں اونٹنی سے گر کر مرگیا۔ نبی علیہ السلام نے جب اعشی کے قصیدے میں سے یہ دو شعر سنے ؎

وآلیتُ لا أرثِی لھا من کلالۃٍ　　ولا من حَفیً حتی تلاقی محمّداً

متی ما تُناخِی عند باب ابن ھاشمٍ　　تُراحِیْ وتلقی من فواضلہ ندًی

تو فرمایا کاد ینجو لمّا۔ میں نے اپنی کتاب نفحۃ الریحانہ میں یہ قصہ تفصیلاً ذکر کیا ہے۔

ابن ابی حفصہ سے کسی نے پوچھا کہ عرب کا سب سے بڑا شاعر کون ہے تو کہا شیخا وائل۔ الاعشی فی الجاھلیۃ والاخطل فی الاسلام۔ وسئل یونس النحوی من اشعر الناس۔ قال لا اومیُ الی رجل بعینہٖ لکنی اقول امرؤ القیس اذا رکِبَ والنابغۃ اذا رھب وزھیر اذا رغب والاعشی اذا طرب۔ اھ۔

اعشی عرب کا پہلا شاعر ہے جس نے شعر کو ذریعہ مال وسوال بنایا وکانوا یسمونہ صنّاجۃ العرب لجودۃ شعرہٖ۔ ابوعمرو بن العلاء اعشی کی بڑی تکریم کرتے تھے اور کہتے تھے الاعشی شاعر مجید کثیر الاعاریض والافتنان۔ جب ابوعمرو بن العلاء سے لبید واعشی کے بارے میں سوال ہوتا تو کہتے لبید رجل صالح والاعشی رجل شاعر۔ امام شعبیؒ کی روایت ہے کہ عبدالملک بن مروان نے اپنی اولاد کے استاذ کو طریقۂ تعلیم بتاتے ہوئے کہا ادّبھم بروایۃ شعر الاعشی فانہ قاتلہ اللہ۔ ماکان اعذب بحرہٗ واصلب صخرہٗ۔ مفضل کہا کرتے تھے من زعم انّ احداً اشعر من الاعشی فلیس یعرف الشعر۔ اعشی شعر کے ذریعہ کسب مال کرتا تھا۔ لہٰذا متعدد بادشاہوں خصوصاً بادشاہِ فارس کے پاس آنا جانا تھا۔ اسی وجہ سے اس کے شعروں میں کثرت سے فارسی الفاظ موجود ہیں۔

الاضبط بن قُریع السعدی۔ آیت وَاَقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ۔ اتامرون الناس بالبر الآیۃ کے بیان میں مذکور ہے۔

اضبط جاہلی قدیم شاعر ہے۔ یہ بنی عوف بن کعب رَہط زبرقان بن بدر میں سے ہے۔ اس کے حالات اغانی ج ۱۶ ص ۱۵۴ پر اور سمط ص ۳۲۶ پر و شرح شواہد مغنی ص ۱۵۵ و خزانۃ الادب ج ۴ ص ۵۸۹ پر درج ہیں۔ اضبط اپنی قوم کا سردار رہا ہے۔ کتب تاریخ میں ہے وھو احد من اجتمع لہ الموسم والقضاء بعکاظ من تمیم۔

کتاب محبّر میں محمد بن حبیب تاریخی متوفی ۲۴۵ھ لکھتے ہیں ائمہ عرب کے عنوان کے تحت وکان من اجتمع لہ الموسم وقضاء عکاظ من بنی تمیم وکان ذلک یکون فی اتخاذھم کلھا ویکون الرجلان یلیان ھذا من الامرین جمیعًا عکاظ علی حدۃ والموسم علی حدۃ فکان من اجتمع لہ الموسم والقضاء سعد بن زید مناۃ ابن تمیم ثم تولّی ذلک حنظلۃ بن زید مناۃ ثم تولاہ ذؤیب بن کعب بن عمرو بن تمیم ثم مازن بن مالک بن عمرو ابن تمیم ثم ثعلبۃ یربوع بن حنظلۃ ثم معاویۃ بن شریف ثم الاضبط بن قریع بن عوف بن کعب بن سعد بن زید مناۃ۔ محبّر ص ۱۸۲۔

محبر کے اس حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اضبط بنو تمیم کے شرفاء وکرماء میں سے تھا۔ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ اضبط جنگ میں اپنی قوم کا قائد ہوتا تھا اور اس کا شمار عرب کے جرّارین میں ہوتا ہے اور یہ مرتبہ عرب میں بہت کم رؤساء کو حاصل ہوا ہے۔

کتاب محبّر ص ۲۴۶ پر ہے ولم یکن الرجل یسمّی جرّارًا حتی یرأس الفًا اضبط جرّارین قبیلہ مُضَر سے تھا۔ ان جرارین کا ذکر کرتے ہوئے ابن حبیب لکھتے ہیں والاضبط بن قریع بن عوف بن کعب بن سعد قادہ سعدًا کلھا الحِمْیَرَ والفا فیھا یوم صنعاء۔ اھ۔

ابن قتیبہ کتاب الشعر والشعراء ج ا ص ۲۹۸ پر لکھتے ہیں اضبط بن قریع کے ترجمہ میں:۔ وکان قومہ اساءوا مجاورتہ فانتقل عنھم الی آخرین فاساءوا مجاورتہ فانتقل منھم الی آخرین۔ فاساءوا مجاورتہ فرجع الی قومہ۔ فقال بکل واد بنو سعد ویقال انہ قال اینما اُوَجِّہُ الْقیٰ سعدًا وھو قدیم وکان اغار علی بنی الحارث بن کعب فقتل منھم واسر جدع وخصی ثم بنی اطمًا وبنت الملوک حول ذلک الاطم مدینۃ صنعاء۔ اضبط کے چند شعر یہ ہیں جن میں بڑے نصائح ہیں ؎

نَصِلُ حِبالَ البعیدِ اِن وَصَلَ الـحبلَ وَاَقصِ القریبَ اِن قَطَعہ

واقنَعْ مِن العیشِ ما اَتاکَ بہ ؛ مَن قَرَّ عینًا بعیشہٖ نفعہ

قد يجمع المالَ غيرُ آكلِهٖ ويأكلُ المالَ غيرُ من جمعه
لا تحقرنّ الفقيرَ علّك أن تخشع يومًا والدّهرُ قد رفعه

اَوسُ بن حُجرالشاعر۔ آیت الذین یظنّون انہم ملٰقوا ربہم وانہم الیہ راجعون کے بیان میں مذکور ہے۔

ھو اوس بن حُجر بن عتاب۔ کتاب الشعر والشعراء میں ابن قتیبہؒ لکھتے ہیں قال ابوعمرو بن العلاء کان اوس فحل مضر حتی نشأ النابغۃ وزھیر فاخملاہ۔ اھ۔

اوس شاعرِ جاہلی ہے اور ظہورِ اسلام سے پہلے گزرا ہے۔ خزانۃ الادب ج ۲ ص ۲۳۵ و مُوَشّح ص ۶۳ و اغانی ساسی ج ۱۰ ص۵ پر اس کے احوال دیکھے جائیں۔

عمرو بن معاذؓ جو نقادِ شعر تھے سے کسی نے پوچھا مَن اشعر الناس فقال اوسُ قیل ثم من قال ابوذؤیب اھ اوس کے اشعار میں نصائح اور عقل مندی کی باتیں کثرت سے پائی جاتی ہیں وکان کثیر الوصف لمکارم الاخلاق وھو من اوصفہم للحمر والسلاح ولاسیما للقوس۔

اوس کے اشعار کے ضمن میں بہت سی امثالِ مشہورہ داخل ہیں۔ عرب میں مثل ہے یقال اسمحت قرونتہ ای سمحت نفسہ یہ مثل اس کے اس شعر سے ماخوذ ہے ؎

فلاقیٰ امرًا من میدعانِ واسمحتْ قرونتہ بالیأس منہا فعجّلا

عرب بطور ضرب المثل کہتے ہیں رجل مخلط مزیل جب کہ زیادہ امور میں گھسنے والا ہو۔ ای ذا کان ولّاجًا خرّاجًا۔ یہ مثل بھی اس کے اس شعر سے ماخوذ ہے ؎

وان قال لی ماذا تریٰ یستشیرنی یجدنی ابنُ عمی مخلط الامر مزیلًا

اوس کا دیوان مطبوع ہے۔ یہ بنوتمیم و بنواسد میں سے ہے۔ یہ بنوتمیم و مضر کا سب سے بڑا شاعر تھا لیکن اس کے بعد نابغہ و زُہیر کی شاعری اوس کی شاعری پر غالب آگئی۔

اصمعی کا قول ہے اوس بن حجر اشعر من زھیر ولکن النابغۃ طأطأمنہ۔

الاوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ شرح بسملہ کے اوائل میں مذکور ہیں۔

ھو الامام عبد الرحمٰن بن عمرو بن محمد ابوعمرو الاوزاعی فقیہ اھل الشام وامامھم رحمہ اللہ تعالیٰ۔ اوزاعی مجتہدین و فقہاء کبار میں سے ہیں۔ آپ ملکِ شام کے باشندے ہیں۔ امام شافعیؒ و امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کی طرح آپ مجتہد و صاحبِ مذہب ہیں۔

آپ منسوب ہیں اوزاع کی طرف جو حمیر میں ایک قبیلہ ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ قبیلہ اوزاع میں

سے نہیں ہیں۔ ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ اوزاعی دراصل سبی سند میں سے ہیں پھر اوزاع میں سکونت اختیار کی تو اس کی طرف منسوب ہوئے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ دمشق کے قریٰ میں سے ایک قریہ مسمیٰ بہ اوزاع میں مقیم تھے اسی کی طرف منسوب ہیں۔ عند البعض آپ بعلبک میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں یتیم ہوگئے والدہ نے پرورش کی۔ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ کوئی آپ سے زیادہ عقل واورع واعلم وافصح واوقر واحلم واکثر صمتاً نہ تھا۔ آپ کی ہر بات آب زر سے لکھنے کے قابل ہوتی تھی۔ آپ تبع تابعی ہیں۔ آپ کی عدالت وامامت و توثیق متفق علیہ ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کان الاوزاعی اماماً یقتدی بہ وقال سفیان بن عیینہ کان امام اھل زمانہ۔ سفرحج میں مکہ میں داخل ہوتے وقت سفیان ثوریؒ آپ کے اونٹ کی مہار تھامے ہوئے تھے اور امام مالکؒ پیچھے سے حفاظت کرتے ہوئے اونٹ کو چلا رہے تھے اور ثوریؒ یہ آواز دیتے جاتے تھے اِفسحوا للشیخ حتی اجلساہ عند الکعبۃ وجلسا بین یدیہ یأخذان عنہ۔

کتاب بدایہ میں ہے افتی الاوزاعی فی سبعین الف مسئلۃ بحدثنا واخبرنا وما رؤی الاوزاعی ضاحکاً مقھقھاً قط ولقد کان یعظ الناس فلا یبقیٰ احدٌ فی مجلسہ الّا بکیٰ وما کان الاوزاعی یبکی فی مجلسہ قط و کان اذا خلیٰ بکیٰ حتی یرحم۔ یحیی بن معینؒ فرماتے ہیں العلماء اربعۃ الثوری و ابو حنیفۃ ومالك والاوزاعی۔

آپ صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک ذکر اللہ کرتے رہتے تھے۔ اوزاعیؒ فرماتے ہیں رأیت ربّ العزۃ فی المنام فقال انت الذی تأمر بالمعروف وتنھیٰ عن المنکر؟ فقلت بفضلك ای ربّ ثم قلتُ یا ربّ اَمِتنی علی الاسلام فقال وعلی السنۃ۔

اوزاعیؒ کثیر العبادۃ، متقی، ورع، زاہد، محدّث، فقیہ تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے من اطال القیام فی صلاۃ اللیل ھوّن اللہ علیہ طولَ القیام یوم القیامۃ۔ اخذ ذلك من قولہ تعالیٰ ومن اللیل فاسجد لہ وسبّحہ لیلاً طویلاً۔ الآیۃ۔

زیادہ خشوع وخضوع کی وجہ سے بظاہر نابینا معلوم ہوتے تھے۔ ایک عورت اوزاعیؒ کی بیوی کے پاس آئی تو دیکھا کہ امام اوزاعیؒ کا مصلّی گیلا تھا۔ اس عورت نے کہا شاید کسی بچے نے مصلے پر پیشاب کر دیا ہے۔ اوزاعیؒ کی اہلیہ نے کہا۔ نہیں یہ تو شیخ کے آنسو ہیں جو سجدہ میں وہ بہاتے ہیں۔ ہمیشہ ان کی یہی حالت ہوتی ہے۔ فرماتے تھے العلم ما جاء عن اصحاب محمد وما لم یجیٔ عنھم فلیس بعلم وکان یقول لا یجتمع حبّ علیؓ وعثمانؓ الّا فی قلب مؤمن۔ آپ بڑے سخی تھے۔ خلفاء وامراء بنی امیہ وبنی عباس اور ان کے اقارب کی طرف سے آپ کو ستر ہزار دینار ملے۔ آپ نے سب خیرات کر دیے۔ خلیفہ منصور سے ملک شام میں ملاقات ہوئی

بوقت ملاقات سیاہ لباس نہ پہننے کی اجازت چاہی تو اجازت مل گئی۔ اوزاعیؒ سیاہ لباس کو ناپسند کرتے تھے فلما خرج الاوزاعی قال المنصور للربیع الحاجب الحقہ فاسألہ لم کرہ لبس السواد ؟ ولا تعلمہ انی قلت لک فسألہ الربیع فقال لانی لم ار محرما احرم فیہ ولا میتا کفن فیہ ولا عروسا جلیت فیہ فلھذا اکرھہ۔ (کذا فی البدایۃ ج ۱۰ ص ۱۲۰)

اوزاعیؒ ملک شام میں بڑے محترم ومکرم ومقبول ومحبوب تھے۔ آپ کی عزت سلطانِ وقت سے بھی زیادہ تھی وقد ھم بہ بعض الولاۃ مرۃ فقال للوالی اصحابہ دعہ عنک واللہ لو امر اھل الشام ان یقتلوک لقتلوک۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی قبر کے پاس بعض وُلاۃ بادشاہ وگورنر بیٹھ کر کہنے لگے رحمک اللہ فواللہ لقد کنت اخاف منک اکثر مما اخاف من الذی ولانی یعنی الخلیفۃ المنصور۔

سفیان ثوریؒ سے کسی نے یہ خواب ذکر کیا رأیت کان ریحانۃ من المغرب قلعت قال ان صدقت رؤیاک نقدت الاوزاعی فکتبوا ذلک فجاء موت الاوزاعی فی ذلک الیوم۔ آپ کا سببِ موت بھی عجیب ہوا۔ آپ گرم حمام میں غسل کرنے کے لیے داخل ہوئے تو آپ کی بیوی نے غلطی سے حمام کا دروازہ بند کر کے تالا لگا دیا۔ اسی میں آپ کا انتقال ہوا۔ بیوی نے قصداً ایسا نہیں کیا تھا۔ چنانچہ اسے سعید بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے بطور کفارہ غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔ وقال کثیر من المؤرخین کان الذی اغلق علیہ باب الحمام صاحبُ الحمام اغلقہ وذھب لحاجۃ ثم جاء ففتح الحمام فوجدہ میتا قد وضع یدہ الیمنی تحت خدہ وھو مستقبل القبلۃ۔ آپ کی وفات شہر بیروت میں ہوئی جہاں آپ مرابط تھے یعنی غزا کے لیے اور اس کی تیاری کے لیے نکلے ہوئے تھے۔

تاریخ وفات میں متعدد اقوال ہیں۔ عند البعض ۱۵۰ھ اور عند الجمہور بروز اتوار اول نہار ۲۸ صفر ۱۵۷ھ ہے۔ ساری عمر ۷۰ سال تھی اور عند البعض ۷۰ سے متجاوز تھی۔ صحیح قول ۶۷ سال کا ہے۔

تاریخ ولادت ۷۳ھ یا ۸۸ھ ہے۔

وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا تو اس نے اوزاعی رحمہ اللہ سے پوچھا دلنی علی عمل یقربنی الی اللہ تعالیٰ فقال ما رأیت فی الجنۃ درجۃ اعلیٰ من درجۃ العلماء العاملین ثم المحزونین۔

ابن المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ۔ وقوموا للہ قنتین کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھو سعید بن المسیب بن حزن بن ابی وھب القرشی المخزومی رحمہ اللہ۔

سعید بن المسیب عظیم المقام والمرتبہ تابعی ہیں۔ ابن عباس وعمر وعثمان وعلی وابن عمر وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے زہری وسالم بن عبداللہ وقتادہ وغیرہ رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں۔

قال نافع عن ابن عمر هو واللہ احد المتقنین - ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن ثعلبہؓ نے کہا اگر فقہ پڑھنے کا ارادہ ہے تو ابن المسیب کے پاس جاؤ۔ قتادہؒ فرماتے ہیں مارأیت احدًا قط اعلم بالحلال والحرام منہ وعن مکحول طفت الارض کلہا فی طلب العلم فما لقیت اعلم منہ وقال سلیمان بن موسی کان افقہ التابعین ۔ آپ اس وقت پیدا ہوئے جب کہ خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ کے دو سال گزر چکے تھے ۔ امام احمدؒ فرماتے تھے افضل التابعین سعید بن المسیب ۔ علی بن المدینیؒ فرماتے ہیں لا اعلم فی التابعین اوسع علمًا من سعید بن المسیب ۔ آپ عمر رضی اللہ عنہ کے احکام اور فیصلوں کے بڑے حافظ تھے ۔ حتیٰ کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی گاہے گاہے آپ سے احکام وقضایاءِ عمرؓ دریافت کرتے تھے ۔ آپ مدنی وقریشی ثقہ ہیں۔ آپ کا قول ہے بلغتُ ثمانین سنۃ وان اخوف ما اخاف علیّ النساء ۔ آپ تیل کے تاجر تھے ۔ کذا فی تہذیب التہذیب لابن حجرؒ ۔ ج ۴ ص ۸۴ -

سعیدؒ بڑے عابد و پابندِ جماعت تھے ۔ صائم الدہر تھے ۔ چالیس حج کیے ۔ آخر میں بینائی کمزور ہوگئی تھی۔ آپ نے اپنی بیٹی کا مہر نکاح صرف دو درہم مقرر فرمایا ۔ اور یہ وہ بیٹی تھی جس کا خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اپنے بیٹے ولید کے لیے رشتہ مانگا تھا مگر سعیدؒ نے انکار کیا اور ایک غریب نیک عالم سے اس کی شادی کر دی ۔ آپ کے احوال واقوال تفصیلاً حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۱۶۹ ، ۱۷۵ پر ذکر کیے ہیں۔ حلیہ میں ہے دخل المطلب بن حنطب علی سعید فی مرضہ وھو مضطجعٌ فسألہ عن حدیث فقال اقعدونی فاقعدوہ قال انی اکرہ ان اُحدّث حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا مضطجع وعن ابن حرملۃ قال قال سعید بن المسیب لا تقولوا مصیحف ولا مسیجد ما کان للہ فھو عظیم حسن جمیل۔ فرماتے تھے کسب مال حلال بہتر چیز ہے ۔ اسی طرح حلال مال جمع کرنا بھی اچھا کام ہے ۔ آپ کا قول ہے لا خیر فیمن لا یحب ھذا المال یصل بہ رحمہ ویؤدی بہ امانتہ ویستغنی بہ عن خلق ربہ ۔ وکان سعید یقول دخلتُ المسجد لیلۃ اضحیان قال واظنّ انی قد اصبحت فاذا اللیل علیٰ حالہ فقمت اصلی فجلستُ ادعو فاذا ھاتف یھتف من خلفی یاعبداللہ قل قلت ما اقول ؟ قال قل اللھم انی اسئلک بانک مالک الملک وانک علیٰ کل شئ قدیر وما تشاء من امرٍ یکن ۔ قال سعید فما دعوت بھا قط بشئ الا رأیت نجحہ۔ کذا فی الحلیۃ ۔ وفیھا عن ابن حرملۃ قال قال سعید ما فاتتنی الصلاۃ فی الجماعۃ منذ اربعین سنۃ ۔ وایضًا قال سعید ما اذّن المؤذن منذ ثلاثین سنۃ الا وانا فی المسجد ۔ وعن عبدالمنعم ابن ادریس عن ابیہ قال صلّی سعید بن المسیب الغداۃ بوضوء العتمۃ خمسین سنۃً ۔

آپ کی تاریخ وفات میں کئی اقوال ہیں ۔ عندالواقدی تاریخ وفات ۹۴ھ اور بقول ابونعیم ۹۳ھ

وعن ابن معین انہ مات سنہ ۲۱۰ھ۔ کذا فی تہذیب التہذیب۔

ابولہب۔ آیت ان الذین کفروا سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لایؤمنون کے بیان میں مذکور ہے۔

ھو ابولہب عبد العزیٰ بن عبد المطلب بن ھاشم۔ ابولہب کا نام عبد العزیٰ تھا۔ زیادہ خوبصورتی کی وجہ سے اس کا لقب ابولہب رکھا گیا۔ یہ نبی علیہ السلام کا چچا ہے۔ مسلمانوں کا بڑا مخالف تھا اور اس کی بیوی بھی اسلام و مؤمنین کی بہت مخالف تھی۔ ان دونوں کی مذمت میں سورۃ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی۔ حالتِ کفر ہی پر دونوں کی موت ہوئی۔ ابولہب غزوۂ بدر کے سات دن بعد بُری حالت میں مرا۔ اسے ایک متعدی مرض لاحق ہوا جسے عدسہ کہتے ہیں۔ ابولہب کو اس کی باندی ثوبیہ نے نبی علیہ السلام کی ولادت کی بشارت دی اور کہا کہ عبداللہ بن عبد المطلب کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے تو اس نے بطور اظہارِ خوشی اسے آزاد کر دیا۔ اس خوشی کی برکت سے اللہ تعالیٰ ابولہب سے ہر سوموار کے دن عذاب کی تخفیف فرماتے ہیں اور کچھ پانی پلانے کا امر فرماتے ہیں۔ سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۸۴ میں ہے فجوزی بتخفیف العذاب عنہ یوم الاثنین بان یسقی ماء فی جھنم فی تلک اللیلۃ ای لیلۃ الاثنین فی مثل النقرۃ التی بین السبابۃ والابھام۔ مواہب میں ہے رُؤی ابولہب بعد موتہ فی النوم فقیل لہ ما حالک فقال فی النار الا انہ یخفف عنی کل لیلۃ اثنین وامص من بین اصبعی ھاتین ماءً واشار برأس اصبعیہ وان ذلک باعتاقی لثوبیۃ عند ما بشرتنی بولادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبارضاعھا لہ۔

ابو العالیہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ الم و حروفِ مقطعات کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھو البراء البصری مولیٰ قریش۔ آپ کے نام میں اختلاف ہے۔ عند البعض نام زیاد بن فیروز ہے۔ وقیل زیاد بن اذینہ۔ آپ تابعی ہیں۔ اپنی کنیت ابو العالیہ سے معروف ہیں۔ ابن عباس و ابن عمر و ابن زبیر و انس وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ قال ابو زرعۃ ثقۃ وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال ابن سعد کان قلیل الحدیث۔ تاریخ وفات ماہ شوال ۹۰ھ ہے۔ کذا فی تہذیب التہذیب لابن حجرؒ ج ۱۲ ص ۱۴۳۔

فائدہ۔ محدثین کے نزدیک ابو العالیہ دو بزرگوں کی کنیت ہے اور دونوں تابعی ہیں۔ اوّل، ابو العالیہ بصری زیاد بن فیروزؒ جن کا ذکر ہو گیا۔ دوم، رفیع بن مہران ابو العالیہ الریاحی مولاہم البصری۔ زیادہ معروف و مشہور ثانی ہیں۔

تفسیر بیضاوی میں مذکور ابو العالیہ سے ممکن ہے اول مراد ہوں اور ممکن ہے کہ ثانی مراد ہوں۔ وھو

الاسرع لشهرته۔

ابوالعالیہ ریاحی کے مختصر احوال یہ ہیں۔ آپ نے زمانۂ جاہلیت پایا ہے۔ نبی علیہ السلام کی وفات کے دو سال بعد اسلام لائے۔ صدیق اکبرؓ وغیرہ صحابہ سے ملے۔ علی و ابن مسعود و ابی موسیٰ و ابی بن کعب و ابوہریرہ و عائشہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ قال ابن معین و ابوحاتم و ابوزرعۃ ثقۃ۔ آپ کی توثیق متفق علیہ ہے۔ ابوداؤد فرماتے ہیں کہ تلامذہ میسر نہ آنے کی وجہ سے آپ کا علم ضائع ہوا۔ قرات میں امام ہیں۔ ابن ابی داؤد فرماتے ہیں لیس احد بعد الصحابۃ اعلم بالقراءۃ من ابی العالیۃ وبعدہٗ سعید بن جبیر و بعدہٗ السدی و بعدہٗ الثوری۔ وکان ابوالعالیۃ یقول قرأتُ القراٰن علیٰ عهد عمر ثلاث مرات۔ حسن بصریؒ تابعین میں مشہور ہیں مگر ابوالعالیہ ان سے مقدم ہیں۔ ابوالعالیہ فرماتے ہیں رحم اللہ الحسن قد سمعتُ العلم قبل ان یولد۔

تاریخ وفات ۹۰ھ ہے یا ۹۳ھ وقال المدائنی ۱۰۶ھ۔ کذا فی تهذیب التهذیب لابن حجر ج ۳ ص ۲۸۵۔ ابوالعالیہ ریاحیؒ نے گھر والوں سے پوشیدہ طور پر علم حاصل کیا۔ خود فرماتے ہیں تعلمتُ الکتٰب والقراٰن فما شعر بی اهلی ولا رُئی فی ثوبی مدادٌ۔ نیز فرماتے ہیں ماسستُ ذکری بیمینی منذ ستین سنۃ او سبعین سنۃ۔ نیز فرماتے ہیں انی لارجو ان لا یهلك عبد بین نعمتین نعمۃ یحمد اللہ علیہ وذنب یستغفر اللہ منہ۔ نیز فرماتے ہیں اس آیت کے معنی میں فللہ الحمد رب السمٰوٰت و رب الارض رب العٰلمین قال الجن عالم والانس عالم وسوی ذلك ثمانیۃ عشر الف عالم من الملائکۃ علی الارض و الارض لها اربع زوایا کل زاویۃ اربعۃ آلاف عالم وخمسمائۃ عالم خلقهم لعبادتہ۔ کذا فی الحلیۃ ج ۲ ص ۲۱۹۔ نیز فرماتے ہیں لا یتعلم مستحی ولا متکبر۔ وکان یقول ابتدوا بین الکلام بلا الٰہ الا اللہ۔ وکان یقول قال موسیٰ علیہ السلام لقومہ قدسوا اللہ عزوجل باصوات حسنۃ فاسمع لها۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔ وہ ابتدا بحث بسملہ میں مذکور ہیں۔

هی هند بنت حذیفۃ ویقال بنت سهیل المخزومیۃ ام المؤمنین رضی اللہ عنها۔

ام سلمہؓ کا نام بقول اصح ہند ہے وعند البعض رَملہ ہے۔ آپ کے بیٹے کا نام سلمہ تھا اسی نام سے آپ کی کنیت ام سلمہ ہوئی۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی زوجیت میں آنے سے قبل آپ ابوسلمہ عبداللہ بن عبد الاسدؓ کے نکاح میں تھیں۔ آپ کے بہت سے فضائل ہیں۔ حبشہ کی طرف دونوں ہجرتوں میں ابوسلمہؓ کے ساتھ گئیں۔ ابوسلمہؓ سے آپ کی اولاد زینب وسلمہ وعمر و دُرّہ ہیں۔ عمر بن ابی سلمہ کی روایت ہے کہ جنگ احد میں میرے والد ابوسلمہؓ کو دشمن یعنی ابواسامہ جشمی کا تیر لگا۔ تیر بازو میں لگا تھا۔ ایک ماہ تک علاج کے بعد زخم کو

آرام ہوا۔ بعدہٗ نبی علیہ السلام نے ایک جہاد پر روانہ کیا۔ ۴ صفر ۴ھ کو واپس آئے تو وہی سابقہ زخم پھر کھل گیا اور اسی سے ۹ جمادی الآخرہ ۴ھ میں وفات پاگئے۔ عدّت کے بعد میری والدہ کا نکاح شوال ۴ھ کو نبی علیہ السلام کے ساتھ ہوگیا۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا عرب کی حسین ترین عورتوں میں سے تھیں۔ ماہ ذوقعدہ ۵۹ھ میں آپ وفات پاگئیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، بقیع میں مدفون ہیں۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۸۴ سال تھی۔ تمام ازواج نبی علیہ السلام میں آپ کی وفات آخر میں ہوئی۔ ابن عساکر فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ آپ کی وفات شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کے چند روز بعد ۶۱ھ میں ہوئی۔

اُبیّ رضی اللہ عنہ۔ سورۂ فاتحہ کے آخر میں مذکور ہیں۔

ھو اُبیّ بن کعب بن قیس بن عبید الانصاری النجاری المدنی رضی اللہ عنہ۔ آپ کی کنیت ابوالمنذر و ابوالطفیل ہے۔ سید القراء ہیں۔ حدیث شریف ہے أقرأُھُمْ اُبی۔ عمر رضی اللہ عنہ آپ کو سید المسلمین کہتے ہوئے فرماتے تھے اقرأ یا اُبیّ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کئی مشکلات میں آپ ہی کی رائے پر اعتماد کرتے تھے۔ واقدی لکھتے ہیں، ھو اوّل من کتب للنبی صلی اللہ علیہ وسلم واوّل من کتب فی اٰخر الکتاب وکتب فلان بن فلان ا ھ۔ نبی علیہ السلام نے آپ کی کنیت ابوالمنذر رکھی اور عمر رضی اللہ عنہ نے ابوالطفیل رکھی۔ آپ سے ۱۶۴ احادیث مروی ہیں۔ تین متفق علیہ ہیں اور تین پر بخاری اور سات پر مسلم منفرد ہیں۔ ابی بن کعب کے عظیم مناقب میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو یہ خصوصی حکم دیا کہ اُبی کو قرآن وقرارت پڑھائیں اور سکھائیں۔

فعن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ علی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سورۃ لم یکن الذین کفروا من اھل الکتٰب وقال امرنی اللہ عز وجل ان اقرأ علیك قال النووی وھی منقبۃ عظیمۃ لاُبیّ لم یشارکہ فیھا احدٌ من الناس۔ رواہ الشیخان۔

وفی الصحیح عن عبداللہ بن عمرو مرفوعًا خذوا القراٰن من اربعۃٍ عبد اللہ بن مسعود وسالم مولیٰ ابی حذیفۃ ومعاذ بن جبل واُبی بن کعب رضی اللہ عنھم۔ مسروقؒ فرماتے ہیں۔ کان اصحاب القضاء من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستۃً عمرؓ وعلیؓ وعبد اللہ واُبیّ وزید وابو موسیٰ۔ رضی اللہ عنھم۔

اُبی رضی اللہ عنہ نے جب بیماری وامراض کے فضائل نبی علیہ السلام سے سنے تو اپنے لیے دائمی بخار کی دعا مانگی۔ چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی اور دائمی بخار میں تا وفات مبتلا رہے۔ مگر نماز جماعت میں کبھی غیر حاضر نہ ہوتے نہ دیگر عبادات میں کمی آئی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں عن ابی سعید الخدری ان رجلا من المسلمین

قال یا رسول اللہ ارأیت ھذہٖ الامراض التی تصیبنا مالنا فیھا ؟ قال کفارات فقال اُبیّ بن کعب یا رسول اللہ وان قلّت قال وان شوکۃ فما فوقھا فدعا اُبی رضی اللہ عنہ ان لا یفارقہ الوعک حتی یموت وان لا یشغلہ عن حج ولا عمرۃ ولا جھاد ولا صلاۃ مکتوبۃ فی جماعۃ قال فما مس انسان جسدہٗ الا وجد حرّہٗ حتی مات۔ رواہ احمد۔

آپ کی تاریخ وفات ۳۰ھ ہے۔ خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ میں انتقال ہوا۔ بقیع میں مدفون ہیں۔ آپ بدری ہیں تمام غزوات میں شریک رہے۔

ابن الرقاع الشاعر۔ وہ بیان لا تاخذہٗ سنۃ ولا نوم میں مذکور ہے۔

ابن رقاع شاعر ہے۔ وھو عدیّ بن زید بن مالک بن عدی بن الرقاع۔ من عاملۃ حیّ من قضاعۃ۔ رقاع بر وزن کتاب عدی کے جدّ کا جدّ ہے۔ جدِّ جدّ کی شہرت کی وجہ سے وہ اس کی طرف منسوب ہوتے عدی اسلامی شاعر ہے۔ بنو امیہ کے خصوصاً ولید بن عبدالملک کے مدّاح تھے۔ جریر کا معاصر تھا۔ وہ شام میں رہتا تھا۔ اس کی بیٹی بھی شاعرہ تھی۔ ایک مرتبہ چند شعراء ابن الرقاع سے شعری مقابلہ کے لیے اس کے گھر پر گئے وہ موجود نہ تھا، اس کی بیٹی نے جو نابالغ تھی ان کی فخریہ باتیں سُنیں تو باہر آکر ان سے کہنے لگی ؎

تجمّعتم من کل اوبٍ بلدۃٍ ۔۔۔ علی واحد لا زلتم قِرنَ واحد

وہ لوگ یہ سن کر واپس ہوگئے اور سمجھ گئے کہ جب اس کی یہ چھوٹی سی لڑکی اتنی شاعرہ ہے پھر باپ تو بہت بڑا شاعر ہوگا اس کا مقابلہ مشکل ہے۔ ابن رقاع بڑا اچھا شاعر تھا۔

کذا فی الشعر والشعراء لابن قتیبۃ ج ۲ ص ۵۱۵۔ وکذا فی الاغانی وغیر ذلک۔ اغانی ج ۹ ص ۳۰۰۔ و طبقات ابن سلام ۵۵۸۔ مؤتلف ص ۱۱۶ سمط ص ۳۰۹ معجم مرزبانی، ص ۲۵۳۔ نہایۃ الارب ج ۴ ص ۲۴۶۔ طرائف ادبیہ ص ۸۱ میں اس کے احوال تفصیلاً درج ہیں۔

ابو علی رحمہ اللہ۔ السمّ کی بحث کی ابتداء میں وہ مذکور ہیں۔

مباحثِ نحویہ میں جب مطلق ابو علی کا ذکر آئے تو ابو علی فارسی مراد ہوتے ہیں۔ ابو علی فارسی مشہور امامِ نحو ہے وھو الحسن بن احمد بن عبد الغفار بن محمد الفارسی النحوی۔ ابو علی علمِ عربیت کے امام تھے۔ آپ کی تصانیف مشہور ہیں۔ آپ نے علم امام زجاج وابن السراج ومبرمان وابوبکر خیاط وغیرہ سے حاصل کیا تحصیلِ علم کے لیے بلادِ شام میں گھومے۔ بغیۃ الوعاۃ میں ہے ص۲۱۶ وقال کثیر من تلامذتہ انہ اعلم من المبرد و برع من طلبتہ جماعۃ کابن جنی وعلی بن عیسی الربعی وکان متھمًا بالاعتزال اھ۔ حلب میں سیف الدولہ کے پاس مدت تک مقیم رہے پھر بغداد آئے اور تاحیات یہاں پر مقیم رہے۔ کتاب انباہ الرواۃ میں ان کا ترجمہ

موجود ہے۔ وفیہ، قدم بغداد واخذ من علماء النحو بہا وعلت منزلتہ فی النحو اھ۔ انباہ الرواۃ۔ ص ۲۵۳۔
خطیب لکھتے ہیں، ابوعلی فارسی فارس کے شہر فسا میں پیدا ہوئے۔ فسا شیراز سے سات فرسخ پر ہے۔ ابوعلی سلطان عضدالدولہ کے خواص میں سے تھے۔ عضدالدولہ کہا کرتا تھا انا غلام ابی علی النحوی فی النحو وغلام ابی الحسین الرازی الصوفی فی النجوم۔ عضدالدولہ کے لیے آپ نے کئی کتابیں تصنیف کیں۔ جب ابوعلی نے کتاب الایضاح لکھ کر پیش کی تو عضدالدولہ نے کہا ما زدت علی ما اعرف شیئا وانما یصلح ہذا للصبیان فمضی وصنف التکملۃ وحملہا الیہ فلما وقف علیہا قال غضب الشیخ وجاء بما لا نفہمہ نحن ولا ھو وکان معہ یوما فی المیدان فقال لہ بم ینتصب المستثنیٰ فقال بتقدیر استثنی فقال لہ لم قدرت استثنی فنصبت ھلا قدرت امتنع فرفعت فقال ھذا جواب میدانی فاذا رجعت قلت الجواب الصحیح قال السیوطی فی البغیۃ ص۲۱۶ والذی اختارہ ابوعلی فی الایضاح انہ بالفعل المقدم بتقویۃ اِلّا وفی المسئلۃ سبعۃ اقوال حکیتُہا فی جمع الجوامع انتہیٰ بتصرف۔
علامہ یاقوت معجم الادباء ج ۴ ص ۲۵۴ پر ابوعلی فارسی کا یہ قول نقل کرتے ہیں لان اخطیٔ فی خمسین مسألۃ مما بابہ الروایۃ احب الی من ان اخطیٔ فی مسألۃ واحدۃ قیاسیّۃ اھ۔ وفیہ ان ابن جنی حکی عن ابی علی انہ کان یقول اخطیٔ فی مائۃ مسألۃ لغویۃ ولا اخطیٔ فی واحدۃ قیاسیّۃ اھ۔
ابوعلی شاعر نہیں تھے اور نہ شعر پر قادر تھے۔ ابن جنی کہتے ہیں کہ ابوعلی سے میں نے ان کا اپنا شعر کبھی نہیں سُنا۔ ودخل الیہ فی بعض الایام رجل من الشعراء فجریٰ ذکر الشعر فقال ابوعلی انی لاغبطکم علی قول ھذا الشعر فان خاطری لا یواتینی علی قولہ مع تحققی للعلوم التی ھی من موادّہ فقال لہ ذلک الرجل فما قلت قط شیئا منہ البتۃ؟ فقال ابوعلی ما اعلم لی شعرا الا ثلاثۃ ابیاتٍ قلتُہا فی الشیب وھی قولی ؎

خضبت الشیب لما کان عیبًا	وخضب الشیب اولیٰ ان یُعابا
ولم اخضب مخافۃ ھجر خِلّی	ولا عیبًا خشیت ولا عتابا
ولکنّ المشیب بدا ذمیمًا	فصیّرت الخضاب لہ عقابا

فاستحسنّاھا وکتبناھا عنہ اھ۔
ابوعلی کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں۔ کتاب الحجۃ۔ کتاب التذکرۃ۔ ابیات الاعراب۔ الایضاح الشعری۔ الایضاح النحوی۔ مختصر عوامل النحو۔ المسائل الحلبیۃ۔ المسائل البغدادیۃ۔ المسائل الشیرازیۃ۔ کتاب الاغفال۔ المقصور والممدود۔ ابیات المعانی۔ کتاب تفسیر قولہ تعالیٰ یا ایھا الذین اٰمنوا اذا قمتم الی

الصلوٰۃ فاغسلوا الآیۃ وغیرہ۔ ابوعلی کی وفات بغداد میں ہوئی بتاریخ ۳۷۷ھ۔ وفات کے وقت آپ کی عمر نوے ۹۰
سال سے زیادہ تھی۔

ابوتمام الشاعر۔ صم بکم عمی فھم لا یرجعون اور کلما اضاء لھم مشوا فیہ واذا اظلم علیھم قاموا کی شرح میں مذکور ہے۔

ھو ابوتمام حبیب بن اوس بن الحارث بن قیس۔ ابوتمام اس کی کنیت ہے۔ سلسلۂ نسب یعرب ابن قحطان تک پہنچتا ہے۔ لہٰذا آپ عربی النسب ہیں۔ بعض مستشرقین اس کی نسبت تادوس رومی کی طرف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ رومی النسل ہے۔ لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ بہت سے شعراء سے ابوتمام کے مقابلے جاری تھے اور وہ شعراء اس کی مذمت میں اشعار کہتے تھے، مگر کسی نے بھی اس کی عربیت میں شک نہیں کیا اور نہ کسی نے غیر عربی ہونے کا طعنہ دیا۔

ابوتمام قریۂ جاسم من اعمال دمشق میں پیدا ہوا۔ بقول بعض شہر منبج کے قریب پیدا ہوا۔ تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔ بقول راجح اس کی ولادت ۱۹۰ھ ۸۰۶ء ہے۔ اور بقول بعض ۱۸۰ھ ۷۹۶ء ہے یا ۱۸۸ھ ۸۰۴ء ہے۔

ابوتمام کے والدین بڑے غریب و مسکین تھے۔ والد خمّار یعنی شراب فروش تھا۔ باپ نے اسے دمشق میں ایک حائک یعنی جُلاہے کے پاس کام سیکھنے کے لیے بٹھادیا۔ اسی طرح مدت تک ابوتمام طلبِ معاش میں ادھر اُدھر سرگرداں رہا۔ پھر حمص گیا اور حمص سے مصر پہنچا اور جامع مسجد فسطاط میں سقایہ یعنی پانی بھرنے کا شغل اختیار کیا۔ پھر تحصیلِ علم کی طرف متوجہ ہوا۔ علماء و اُدباء کی مجالس میں جاتا رہا۔ ادب خصوصاً شعر گوئی میں مہارت حاصل کی۔ بڑا ذہین اور قوی حافظہ والا تھا۔ شعراء مصر مثل یوسف سراج وغیرہ سے مہاجاۃ جاری رہی۔ مصر میں پانچ سال سے زیادہ رہا۔ بعدہٗ اپنے علاقہ میں واپس آیا۔ خلیفہ مامون الرشید کی مدح کہہ کر اس تک پہنچنا چاہا لیکن یہ خواہش پوری نہ ہوسکی۔ بعدہٗ معتصم نے اس کی بڑی تکریم کی اور مقربین میں شامل کرلیا۔ ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل ہوتے رہے۔ مکہ مکرمہ میں حج کے لیے گئے پھر خراسان جاکر عبداللہ بن طاہر کی مدح کی اور آرمینیہ جاکر خالد بن یزید کی مدح لکھی۔ بلادِ جبل جاکر محمد بن الہیثم کی مدح میں اشعار کہے۔ اسی طرح نیسابور و ابرشہر و موصل وغیرہ شہروں میں گئے۔ آخر کار موصل میں مقیم ہوگئے۔ موصل میں حسن بن وہب نے ایک اچھا عہدہ دے دیا یعنی محکمۂ ڈاک کا سربراہ مقرر کردیا۔ بڑے فصیح و حلو الکلام تھے اور بہت فطین و حاضر جواب تھے۔ اپنے آپ کو اشعر الشعراء سمجھتے تھے۔

حکایت ہے کہ معتصم کی مدح میں جب آپ مشہور قصیدہ سینیہ سناتے ہوئے اس شعر پر پہنچے ~

اِقدامُ عمرٍو فی سماحۃ حاتم　　فی حلم احمد فی ذُکاء ایاس

کندی نے جو اس مجلس میں موجود تھے کہا الامیر فوق من وصفتَ۔ فاطرق ابوتمام رأسہ ثم قال ؎

لا تنکروا ضربی لہ مَن دونہٗ　　مثلاً شروداً فی الندیٰ والبأس

فاللہ قد ضرب الاقل لنورہٖ　　مثلاً من المشکاۃ والنبراس

جب قصیدہ آپ کے ہاتھ سے لیا گیا تو اس میں یہ دو شعر موجود نہ تھے۔ معلوم ہوا کہ آپ نے فی البدیہہ یہ دو شعر لکھے تھے۔ یہ حکایت آپ کی شعری مہارت وسرعتِ خاطر اور حاضر جوابی پر دال ہے۔ ابوتمام کو جمع اشعار قدماء کی حرص تھی۔ آپ کی تالیفات یہ ہیں کتاب الاختیار من اشعار القبائل۔ کتاب الاختیارات من شعر الشعراء کتاب الفحول۔ یہ اجود قصائد پر مشتمل ہے۔ دیوان حماسہ۔ اختیار المقطعات۔ یہ مثل حماسہ ہے لیکن اس میں غزل سے ابتدا کی ہے۔ کتاب الاختیارات من شعر المحدثین۔ ابوتمام کے اشعار بڑے فصیح وبلیغ ہیں۔ قال صاحب الاغانی ابوتمام لطیف الفطنۃ دقیق المعانی غوّاص علیٰ ما یستصعب منہا ویعسر متناولہ علی غیرہ اھ۔ صاحب مثل سائر کہتے ہیں ان اباتمام اکثر الشعراء المتأخرین ابتداعاً للمعانی وقد عددتُ معانیہ المبتدعۃ فوجدتُ ما یزید علیٰ عشرین معنیً اھ۔ ابوتمام اشعار میں صنائع علم بدیع بہت کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ حتی قال لہ اسحاق الموصلی یاھذا لقد شققت علی نفسک ان الشعر لاقرب مما تظن۔ وقیل اراد المتنبی ان یسلک سبیلہ فوجدہ وعراً اصعب المسالک فتحول عنہ۔

کئی علماء نے دیوان ابوتمام کی شرح وتعلیقات لکھی ہیں۔ ان شرّاح میں ابوریحان بیرونی وابوالعلاء معری وخطیب تبریزی (آپ نے دو شرح مطول ومختصر لکھی ہیں) وشیخ بدیعی وغیرہ داخل ہیں۔

تاریخ وفات محرم ۲۳۱ھ مطابق ۸۴۵ء ۸۴۶ء ہے۔ قبر شہر موصل میں ہے۔

اخنس بن شریق رضی اللہ عنہ۔ آیت ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیٰوۃ الدنیا ویشہد اللہ علیٰ ما فی قلبہ وھو الدّ الخصام کے شانِ نزول میں مذکور ہیں۔

اخنس بن شریق رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ ابن عطیہؒ آپ کی صحابیت کے منکر ہیں قال ابن عطیۃ ما ثبت قط ان الاخنس اسلم۔ لیکن ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کے صحابی ہونے کو راجح کہا ہے وھو الاخنس بن شریق ابن عمرو بن وھب الثقفی ابوثعلبۃ حلیف بنی زھرۃ۔

آپ کا نام اُبیّ تھا وانما لقب بالاخنس لانہ رجع ببنی زھرۃ من بدرٍ لما جاءھم ان اباسفیان نجا بالعیر فقیل خنس الاخنس ببنی زھرۃ۔

جنگِ بدر میں کفار کے ساتھ آئے تھے۔ اُس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ بعد میں اسلام لائے مؤلف

میں سے تھے۔ غزوۂ حنین میں شریک رہے۔ اوّل زمانہ خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں ان کا انتقال ہوا۔
اخنسؓ نے مدینہ منورہ میں آکر اظہارِ اسلام کیا۔ وقال اللہ یعلم انی صادق۔ ثم ھرب بعد ذلک وارتد فمر بقوم من المسلمین فحرق لھم زرعًا وقتل حمرًا فنزل فیہ ومن الناس من یعجبک قولہ الی قولہ بئس المھاد۔ کذا فی الاصابۃ۔ ارتداد کے بعد پھر دوبارہ مسلمان ہوئے۔
سیرتِ حلبیہ میں ہے کہ بنو زہرہ سو یا تین سو تھے جو اخنس کے ساتھ جنگِ بدر سے کچھ قبل واپس ہوئے جب ابوسفیان نے قریش کو نجات کی اطلاع دی۔ اور ابوجہل نے بدر سے واپس جانے سے انکار کیا قال الاخنس لبنی زھرۃ یا بنی زھرۃ قد نجی اللہ اموالکم وانما نفرتم لذلک واجعلوا بی حمیتھا وارجعوا فانہ لاحاجۃ لکم بان تخرجوا فی غیر منفعۃ وخلا بابی جھل فقال لہ اتری محمدًا یکذب فقال ماکذب قط کنا نسمیہ الامین لکن اذا کانت فی بنی عبد المطلب السقایۃ والرفادۃ والمشورۃ فای شئ یکون لنا فانخنس الاخنس ورجع ببنی زھرۃ ثم اسلم یوم الفتح۔ وقال السھیلی انہ قتل یوم بدر کافرًا وتبعہ علی ذلک التلمسانی فی حاشیۃ الشفاء۔ انتھی بحاصلہ۔ مافی السیرۃ الحلبیہ ج ۲ ص ۱۵۳

ابن اُبَیّ المنافق - واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنّا کے بیان میں مذکور ہے۔
ھو عبد اللہ بن ابی ابن سلول۔ یہ ابن اُبی رئیس المنافقین ہے۔ اس کی مذمت میں بہت آیات نازل ہوئی ہیں۔
علماء کہتے ہیں کہ اُبی اس کے باپ کا نام اور سلول اس منافق کی ماں کا نام ہے۔ بظاہر وہم ہوتا ہے کہ سلول ابی کی ماں یا اس کے باپ کا نام ہے لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ یہ دونوں عبد اللہ راس المنافقین کے والدین ہیں۔
لہٰذا اس عبارت عبد اللہ بن اُبی ابن سلول کے پڑھنے لکھنے میں تین امور کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔
اوّل یہ کہ اُبیّ منوّن پڑھنا چاہیے۔
دوم یہ کہ ابن سلول مرفوع ہے صفت عبد اللہ ہے نہ کہ مجرور صفت ابی۔ بہرحال یہ اعراب عبد اللہ کا تابع ہے رفع ونصب وجر میں۔
سوم ابن سلول میں ابن کا الف لکھنا لازم ہے۔
اُبی کے باپ کا نام مالک بن الحارث بن عبید بن مالک بن سالم ہے۔
ابن اُبی رأس المنافقین قبیلۂ خزرج کا رئیس تھا۔ اس کی موت نبی علیہ السلام کی حیات میں ہوئی۔ آپؐ نے اپنی قمیصِ مبارک بطور کفن اس کے لیے عطا فرمائی نیز اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اُس وقت تک

منافقین کی نماز جنازہ کی ممانعت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ یہ سب کچھ نبی علیہ السلام نے اس کے بیٹے عبد اللہ بن عبد اللہ کے اکرام اور انہیں خوش کرنے کے لیے کیا کیونکہ اس کے بیٹے حضرت عبد اللہؓ بڑے مخلص اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ پہلے ان کا نام حباب تھا پھر نبی علیہ السلام نے اسے بدل کر عبد اللہ رکھا، باپ کا نام بھی عبد اللہ تھا۔ عبد اللہ بن عبد اللہؓ نے نبی علیہ السلام سے اپنے منافق باپ کے قتل کی اجازت مانگی تاکہ اس منافق کی اذیت ختم ہو جائے لیکن نبی علیہ السلام نے قتل سے منع فرمایا۔ عبد اللہ بن عبد اللہؓ جنگِ یمامہ میں ۱۲ھ میں شہید ہوئے۔

الاشعری رحمہ اللہ تعالےٰ۔ آیت واذ قلنا للملئکة اسجدوا لآدم الآیة کے بیان کے آخر میں مذکور ہیں۔ اسی طرح بسملہ کی بحث کے آخر میں بھی مذکور ہیں۔

ھو ابوالحسن علی بن اسماعیل بن ابی بشر اسحاق بن سالم بن اسماعیل بن عبد اللہ بن موسیٰ بن بلال بن ابی بردۃ عامر بن ابی موسیٰ الاشعری صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ابوالحسن اشعری اہل السنۃ والجماعۃ کے امام ہیں۔ سید المتکلمین القائم بنصرۃ مذہب السنۃ ورأس ائمۃ علم الکلام ہیں۔ اہل حق کو اشعریہ آپ کی نسبت کی وجہ سے کہتے ہیں۔ آپ آفتاب کی طرح مشہور ہیں۔ علم کلام کے اصول آپ نے قرآن وسنت سے اخذ کر کے وضع کیے۔

اشعری کی تاریخ پیدائش ۲۶۰ھ ہے۔ وقیل ولد فی ۲۷۰ھ بالبصرۃ۔

بہت سے علماء نے آپ کے احوال میں مستقل کتابیں تالیف کی ہیں۔ ابن عساکر نے آپ کا ترجمہ ایک کامل جلد میں ذکر کیا ہے۔ متعدد کتابوں میں آپ کا تفصیلی ترجمہ مذکور ہے۔ مثل کتاب الانساب ج ۱ ص۲۶۶ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص۳۴۶، المنتظم ج ۶ ص۳۳۲، الخطط المقریزیۃ ج ۲ ص۳۵۹، دیباج مذہب ص۱۹۳، البدایۃ والنہایہ ج ۱۱ ص۱۸۷، تبیین کذب المفتری لابن عساکر۔ یہ ساری کتاب آپ کی طرف سے دفاع میں ہے۔ طبقات سبکی ج ۲ ص۲۴۵، الجواہر المضیئۃ ج ۱ ص۳۵۳۔

ابوالحسن اشعریؒ اوّلاً معتزلی تھے ابو علی جبائی کے تلمیذ تھے۔ پھر اعتزال اور عقائدِ معتزلہ سے تائب ہوئے۔ بصرہ کی جامع مسجد میں بروز جمعہ منبر یا کرسی پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ اعلان کیا من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا اُعرّفہ بنفسی انا فلان بن فلان کنتُ اقول بخلق القرآن وان اللہ لا تراہ الابصار وان افعال الشر انا افعلھا وانا تائب مقلعٌ معتقد للرد علی المعتزلۃ مخرج لفضائحھم ومعایبھم انتھی مافی وفیات الاعیان، ج ۲ ص۲۸۵۔

بقول ابن حزم آپ کی تصانیف کی تعداد ۵۵ ہے۔ چند تصانیف کے نام یہ ہیں، کتاب اللمع۔

الموجز۔ ایضاح البرہان۔ کتاب التبیین عن اصول الدین۔ کتاب الشرح والتفصیل فی الرد علی اہل الافک و التضلیل وغیرہ۔

آپ عمر بھر معتزلہ وملاحدہ و رافضہ وجہمیہ وخوارج و دیگر اہل بدع کی تردید کرتے رہے۔ ابوبکر صیرفیؒ فرماتے ہیں۔ کانت المعتزلۃ قد رفعوا رؤسہم حتی اظہر اللہ الاشعری فجحرھم فی اقماع السمسم وکان یأکل من غلۃ ضیعۃ وقفہا جدہ بلال بن ابی بردۃ بن ابی موسی علی عقبہ وکانت نفقتہ فی کل یوم سبعۃ عشر درھما، کذا قال الخطیب۔

تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ عند البعض ۳۲۴ھ وعند البعض فجاۃً ۳۳۰ھ میں انتقال ہوا۔ وقیل ۳۳۳ھ۔ ابن خلکان لکھتے ہیں وکان فیہ دعابۃ ومزاح کثیر اھ۔

ابوعمرو بن عمار بن العریان بن عبداللہ التمیمی المازنی البصری النحوی القاری المقریؒ۔ آپ ابو عمرو بن العلاء کی نسبت کے ساتھ معروف ہیں۔

ابوعمرو قراء سبعہ میں سے ہیں۔ آپ کے نام میں اختلاف ہے۔ عند البعض آپ کا نام زبان ہے وعند البعض عریان ہے وعند البعض یحیی وعند البعض جزء، وعند البعض یہی کنیت آپ کا نام ہے۔ آپ بہت بڑے قاری و مقری وعالم عربیت ونحو واخبار عرب تھے۔

آپ نے قرآن مجید باقرارت پڑھا ہے حمید بن قیس اعرج ویحیی بن یعمر ومجاہد وسعید بن جبیر وعکرمہ وعبداللہ ابن کثیر وغیرہ سے۔ رحمہم اللہ۔

اور آپ سے قرآن باقراءت مندرجہ ذیل علماء نے پڑھا ہے۔ عبدالوارث بن سعید وحماد بن زید ومعاذ ابن معاذ وہارون اعور ویونس بن حبیب نحوی ویحیی بن المبارک یزیدی وابوبکر بکراوی وخارجہ بن مصعب و عبدالوہاب بن عطاء وغیرہ رحمہم اللہ۔ کذا فی تہذیب التہذیب۔

آپ روایت حدیث کرتے ہیں اپنے والد سے اور انس رضی اللہ عنہ وحسن بصری وابن سیرین و نافع مولیٰ ابن عمر وبدیل بن میسرہ وعطاء بن ابی رباح ومجاہد وغیرہ رحمہم اللہ سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں آپ کے بھائی معاذ بن العلاء، وشعبہ وحماد بن زید ووکیع وہارون بن موسیٰ نحوی واصمعی وغیرہ۔

قال الدوری عن ابن معین ھو ثقۃ وقال ابو خیثمۃ کان ابو عمرو رجلا لا باس بہ لکنہ لم یحفظ ابوعبیدہ معمر بن مثنی کہتے ہیں کان ابو عمرو اعلم الناس بالقرآن والعربیۃ والعرب ایامھا والشعر۔ وقال فیہ الفرزدق

مازلت افتح ابوابا و اغلقھا حتی رأیت ابا عمرو بن عمار

ابوبکر بن مجاہدؒ فرماتے ہیں کان ابو عمرؒ مقدمًا فی عصرہ عالمًا بالقراءۃ ووجوھھا قدوۃ فی العلم واللغۃ امام الناس فی العربیۃ وکان مع علمہ باللغۃ وفقھہ بالعربیۃ متمسکًا بالآثار لا یکاد یخالف فی اختیارہ ماجاء عن الائمۃ قبلہ وکان حسن الاختیار غیر متکلف وکان فی عصرہ بالبصرۃ جماعۃٌ من اھل العلم بالقراءۃ لم یبلغوا مبلغہ والیٰ قراءتہ صار اھل البصرۃ او اکثرھم۔ وقال ابو عبید القاسم بن سلام رأیتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فعرضتُ علیہ اشیاءً من قراءۃ ابی عمرو فما ردّ علیّ الا حرفین۔

نصر بن علی الجھضمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ قال لی شعبۃ انظر مایقرأ بہ ابو عمرو فما یختار لنفسہ فاکتبہ فانہ سیصیر للناس استاذًا۔

ابو عمروؒ بن العلاء کے ترجمہ وتفصیل کے لیے دیکھیے کتاب نور القبس ص۲۵ ونزہۃ الالباء ص۱۵ وغایۃ النہایۃ ج ۱ ص ۲۸۸ وعبر الذہبی ج ۱ ص ۲۲۳ والشذرات ج ۱ ص ۲۳۷ وطبقات الزبیدی، ص ۱۷۶ والمعارف ص ۵۳۱ واخبار النحویین البصریین ص ۲۲ ومراتب النحویین ص ۱۳ وغیرہ۔

ابو عمروؒ بن العلاء بڑے زاہد متقی وعابد تھے۔ مرجع عوام وخواص واخص الخواص تھے۔ اوّلًا بہت کچھ لکھا پھر طریقہ زہد وعبادت اختیار کر کے سب کتابیں اوروں کو دیدیں۔

ابن خلکان لکھتے ہیں وکانت کتبہ التی کتب عن العرب الفصحاء قد ملأت بیتًا لہ الی قریبٍ من السقف ثم انہ تنسّک فاخرجھا کلھا فلما رجع الی علمہ الاول لم یکن عندہ الا ما حفظہ بقلبہ۔

ابو عمروؒ ابتداء سے محبِّ علم وعاشقِ علومِ عربیت تھے اور یہی عشق آخر عمر تک باقی رہا اور بڑھتا ہی رہا۔

ابو عمروؒ فرماتے ہیں کہ حجاج ثقفی ظالم میرے والد کا دشمن تھا ہم اس کے خوف سے یمن کی طرف بھاگ گئے فانا لنسیر بصحراء بالیمن اذ لحقنا لاحق ینشد ؎

ربما تکرہ النفوسُ من الامـــر لہ فَرجۃٌ کحَلِّ العِقال

قال فقال لہ ابی ما الخبر؟ قال مات الحجاج قال ابو عمرو فانا بقولہ لہ فَرجۃ اشدّ سرورًا منی بموت الحجاج قال فقال ابی اِصرف رکابنا الی البصرۃ وکنت ابن نحو بضع وعشرین سنۃً یقال فَرجۃ بالفتح بین الامرین وبالضم بین الجبلین۔ طبقات زبیدی ص۳۰ ووفیات ج ۳ ص۴۶۷ میں اصمعی کی یہ روایت مذکور ہے: قال حدّث الاصمعی عن ابی عمرو بن العلاء فی قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجنین غرّۃ عبد اوامۃ۔ لولا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اراد بالغرۃ معنی لقال فی الجنین عبد اوامۃ ولکنّہ عنی البیاض ولا یقبل فی الدیۃ الا غلام ابیض اوجاریۃ بیضاء لا یقبل فیھا اسود ولا سوداء وھذا غریب۔

ابن مناذر کہتے ہیں میں نے ابوعمرو سے پوچھا حتیٰ متیٰ یحسن بالمرءِ ان یتعلم؟ قال ما دامت الحیاۃ تحسن بہ۔

ابوعمروؒ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ۷۰ھ یا ۶۸ھ یا ۶۵ھ میں ہوئی۔

اور آپ کا سنہ وفات ۱۵۴ھ اور بقول آخر ۱۵۹ھ ہے۔ کوفہ میں مدفون ہیں۔

ولما حضرتہ الوفاۃ کان یغشی علیہ ویفیق فافاق من غشیۃ لہ فاذا ابنہ بشرؒ یبکی فقال ما یبکیک وقد اتت علیّ اربع وثمانون سنۃ۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں قراءۃ ابی عمروؒ احبّ القراءات الیّ ولما قدم المدینۃ اسرع الناسُ الیہ للقراءۃ علیہ وکانوا لا یعدّون قارئاً من لم یحضر لدیہ۔

فائدہ۔ قرأ ابوعمروؒ علیٰ جماعۃ من التابعین بالحجاز والعراق منھم ابن کثیرؒ ومجاھد وسعید بن جبیر علی ابن عباس علی ابیّ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وایضاً قرأ ابوعمروؒ علیٰ ابی جعفر القاری علی ابن عباس وعلیٰ عاصم وعلی الحسن البصری وعطاء وعکرمۃ وابن محیص وغیرہم۔

فائدہ۔ ابوعمرو بن العلاء کے رواۃ قرارت بہت ہیں۔ لیکن مشہور عند القراء والعلماء دو ہیں۔

اوّل، دوری وھو ابوعمر حفص بن عمر الدوری۔

دوم، سوسی وھو ابوشعیب صالح بن زیاد السوسی۔

دوری اور سوسی دونوں بالواسطہ راوی ہیں۔ یعنی دونوں نے قرارت یحیی بن المبارک یزیدی سے پڑھی اور یحیی بن المبارک نے ابوعمرو بن العلاء سے اخذ قرارت کیا۔

ابو دُوَاد ایادی شاعر۔ وصدٌّ عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام کی شرح میں مذکور ہے۔ شہاب خفاجیؒ فرماتے ہیں ابو دؤاد بھمزۃ اوبواو بوزن سعاد واھمال الدالین شاعر من ایاد مشھور اسمہ جاریۃ اھ۔ عنایۃ القاضی۔ ج ۲ ص ۳۰۲۔

ابن قتیبہ کتاب الشعر والشعراء میں لکھتے ہیں۔ ابودواد کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں ہو جاریۃ ابن الحجاج۔ اور اصمعی کے نزدیک اس کا نام حنظلۃ بن الشرقی ہے۔ ابودواد کا دیوان مطبوع ہے۔ اس کا ترجمہ اغانی ج ۱۵ ص ۹۱ میں وکتاب الشعر والشعراء ج ۱ ص ۱۶۱ وخزانۃ الادب ج ۴ ص ۱۹ وشواہد مغنی ص ۱۲۴ میں مفصلاً مذکور ہے۔ بعض بادشاہوں نے ابودواد کو قتل کی دھمکی دی تھی تو اس نے یمن کے بادشاہ کے پاس پناہ لی تو جار ابی دواد ضرب المثل بن گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسے حارث بن ہمام بن مرہ نے اور عند البعض کعب بن مامہ نے پناہ دی تھی۔ ابودواد گھوڑے کی تعریف و وصف میں مشہور ہے۔ اصمعی کہتے ہیں والعرب لا تروی شعر ابی

دؤاد وعدی بن زید وذلك لان الفاظهما لیست بنجدیة اھ۔ خطیئہ اسے اشعر الناس کہتے تھے۔
ابو دؤاد کے یہ دو شعر ضرب المثل اور بہت مشہور ہیں۔ اوّل یہ شعر ؎

اَکلّ امرئٍ تحسبین امرأً ۔۔۔ ونارًا توقّد باللیل نارًا

اور یہی شعر قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے۔ دوم یہ شعر ؎

الماء یجری ولا نظام لہ ۔۔۔ لو وجد الماء مخرقاً خرقہ

کذا فی کتاب الشعر والشعراء۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ تفسیر الذین یؤمنون بالغیب میں مذکور ہیں۔ اس کے علاوہ اور کئی مواضع میں مذکور ہیں۔

ھو عبد اللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب الصحابی رضی اللہ عنہ۔
آپ قدیم الاسلام اور صاحب ہجرتین ہیں۔ بدری ہیں۔ ہمیشہ نبی علیہ السلام کی رفاقت میں رہتے تھے۔ اکثر اوقات نبی علیہ السلام کے نعلین مبارک اٹھائے رہتے اور محفوظ رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے صاحب النعلین کے نام سے مشہور ہیں۔ بحکم نبی علیہ السلام ہجرت سے پہلے زبیرؓ سے اور بعد الہجرۃ سعد بن معاذؓ سے مواخاۃ تھی۔ آپ کی والدہ ام عبد بنت عبد ود بن سواء من ہذیل بھی اسلام لے آئی تھیں۔ اور ہجرت کی تھی۔ ابن مسعودؓ چھٹے مسلمان ہیں۔ آپ سے قبل صرف پانچ اشخاص مسلمان ہوئے تھے قال ابن مسعود لقد رأیتنی سادس ستۃ ما علی الارض مسلم غیرنا۔ رواہ الطبرانی۔
بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تین ہجرتیں کیں۔ اوّلاً حبشہ کی طرف۔ پھر یہ افواہ سنی کہ اہلِ مکہ مسلمان ہوگئے تو واپس مکہ مکرمہ آئے لیکن وہ غلط افواہ ثابت ہوئی۔ پھر دوبارہ حبشہ گئے۔ پھر وہاں سے جنگِ بدر سے کچھ قبل مدینہ منورہ پہنچے۔ آپ تمام مغازی میں شریک رہے۔ نبی علیہ السلام کے گھر میں آپ کا کثرت سے آنا جانا تھا۔ وفی صحیح مسلم عنہ قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذنك علی ان ترفع الحجاب وتسمع سوادی حتی انہاك
آپ کا علمی تبحر صحابہؓ میں مسلّم تھا قال علیہ السلام خذوا القرآن من اربعۃ من عبد اللہ وسالم مولی ابی حذیفۃ ومعاذ وابی بن کعب۔ ان چاروں میں عبد اللہ بن مسعودؓ کا نام سب سے پہلے مذکور ہے۔ وقال فیہ عمرؓ رضی اللہ عنہ کنیف ملیٔ علماً۔ وقال علیہ السلام تمسکوا بعھد ابن ام عبد۔ رواہ الشیخان۔
آپ کے تین بیٹے تھے عبد الرحمٰن وعتبہ وابو عبیدہ۔ ایک بار بیمار ہوئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عیادت کرتے ہوئے پوچھا ماتشتکی؟ قال ذنوبی۔ قال فما تشتھی؟ قال رحمۃ ربی۔ قال الا آمر لك بطبیب؟ قال الطبیب امرضنی۔ قال الا آمر لك بعطاء؟ قال لا حاجۃ لی فیہ۔ قال یکون لبناتك قال اتخشی علی

بناتی الفقر انی امرتھن ان یقرأن کل لیلۃ سورۃ الواقعۃ انی سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول مَن قرأ سورۃ الواقعۃ کل لیلۃ لم تصبہ فاقۃً ابدًا ۔

آپ سے ۸۴۸ احادیث مروی ہیں ۶۴ متفق علیہ ہیں اور ۲۱ میں امام بخاری منفرد اور ۳۵ میں امام مسلم منفرد ہیں ۔

فقہ حنفی میں آپ کی روایات پر زیادہ اعتماد کیا جاتا ہے وقد قالوا زرعہ ابن مسعودؓ رضی اللہ عنہ وسقاہ علقمۃ وحصدہ ابراھیم النخعی وداسہ حماد وطحنہ ابوحنیفۃ وعجنہ ابویوسف وخبزہ محمد فسائر الناس یأکلون من خبزہ ۔

آخر وقت کوفہ میں رہائش اختیار کی اور کوفہ ہی میں ۳۲ھ یا ۳۳ھ میں وفات پائی اور عند البعض وفات مدینہ منورہ میں ہوئی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے ۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ساٹھ سال سے کچھ زیادہ تھی ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما ۔ آپ کا ذکر تفسیر بیضاوی میں کئی جگہ ہوا ہے ۔ آپ حبر الامۃ و بحر و رئیس المفسرین کے القاب سے مشہور ہیں کیونکہ آپ وسیع العلم تھے ۔ قال ابن مسعودؓ نعم ترجمان القرأن ابن عباس ۔

آپ آخر میں مرکز علم و مرکز فتاوے بن گئے تھے ۔ دور دراز علاقوں سے مسائل و علوم دریافت کرنے اور سیکھنے کے لیے علماء و عوام آپ کے پاس آتے تھے ۔ عبادلہ اربعہ میں سے ایک ہیں ۔ بقیہ تین عبادلہ ابن عمرؓ وابن زبیرؓ وابن عمروؓ ہیں ۔

آپ چھٹے کثیر الروایات صحابہ میں سے ہیں قال الامام احمد ستۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا الروایۃ عنہ وعُمِّروا وھم ابوھریرۃ ثم ابن عمر ثم جابر وابن عباس وانس وعائشۃ رضی اللہ عنھم

آپ بڑے جمیل و حسین تھے قال عطاء ما رأیتُ القمر لیلۃ اربع عشرۃ الا ذکرتُ وجہ ابن عباس وقال سفیان بن عیینۃ کان الناس ثلاثۃ ابن عباس فی زمانہ والشعبی فی زمانہ وسفیان الثوری فی زمانہ ۔ حسب قول امام احمد آپ کی وفات شہر طائف میں ۶۸ھ میں ہوئی اور بقول بعض ۷۰ھ میں ۔ وعن میمون بن مھران قال شھدت جنازۃ ابن عباس فلما وضع لیصلّی علیہ جاء طائر ابیض فوقع علی اکفانہ فدخل فیھا فالتمس فلم یوجد فلما سوّی علیہ التراب سمعنا من یسمع صوتہ ولا یری شخصہ یقرأ یایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربك راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ۔ کذا ذکرالنوی فی تھذیب الاسماء ج ۱ ص ۲۷۵ ۔

آپ آخر میں نابینا ہوگئے تھے اسی طرح آپ کے والد عباس رضی اللہ عنہ اور دادا عبد المطلب بھی آخر میں نابینا ہوگئے تھے۔

وثبت فی صحیح البخاری ان النبی علیہ السلام ضمّ ابن عباس الیٰ صدرہ وقال اللھم علّمہ الکتاب، فی روایۃ علّمہ الحکمۃ وفی روایۃ مسلم اللھم فقّھہ۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ آیت والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھو عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنھما۔

آپ زاہد وکثیر العبادت صحابی ہیں۔ اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبل بلوغ اسلام لائے اور ہجرت کی۔ غزوۂ بدر میں صغر سنی کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے اور غزوۂ اُحد میں شرکت مختلف فیہ ہے۔

وفی الصحیحین انہ قال عرضتُ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عام احد وانا ابن اربع عشرۃ سنۃ فلم یجزنی وعرضتُ علیہ یوم الخندق وانا ابن خمس عشرۃ سنۃ فاجازنی۔

اتباعِ سنّت کا جذبہ آپ پر غالب تھا اس لیے شدید ابن عمر فی الاتباع مشہور تھے حتی انہ ینزل منازلہ ویصلّی فی کل مکان صلی فیہ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم ویبرك ناقتہ فی مبرك ناقتہ ونقلوا ان النبی علیہ السلام نزل تحت شجرۃ فکان ابن عمر یتعاھدھا بالماء لئلا تیبس۔ کذا ذکر النووی فی التھذیب ج ۱ ص ۲۷۹۔ قال النووی قلّ نظیرہ فی المتابعۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی کل شیٔ من الاقوال والافعال وفی الزھادۃ فی الدنیا۔ اھ۔

وکان اذا قرأ ھذہ الآیۃ المریأن للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ بکی حتی یغلبہ البکاء۔

آپ سے ۱۶۳۰، احادیث مروی ہیں۔ ۱۷۰ متفق علیہ ہیں اور ۸۱ پر بخاری اور ۳۱ پر مسلم منفرد ہیں۔
آپ کی وفات مکہ مکرمہ میں ۷۳ھ میں ہوئی۔ مقام محصّب میں مدفون ہیں۔

ابوزید رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت لا تضارّ والدۃ بولدھا ولا مولود لہ بولدہ وعلی الوارث مثل ذلك کے بیان میں مذکور ہیں۔ فقہاء کبار وائمہ دین وعلم میں کنیت ابوزید سے مشہور تین علماء ہیں۔ اول علم فقہ میں۔ دوم علم حدیث میں۔ سوم تصوف وزہد میں معروف ہیں۔ یہاں پر ہم تینوں کے احوال جو فوائد کثیرہ پر مشتمل ہیں درج کرتے ہیں۔ البتہ تفسیر بیضاوی میں ابوزید ثالث مراد نہیں ہیں۔

اوّل ابوزید قاضی رحمہ اللہ۔ ھو ابو زید حماد بن دلیل قاضی المدائن رحمہ اللہ تعالیٰ۔

یہ ابوزید تلمیذ ہیں سفیان ثوری وحسن بن عمارہ وعمر بن نافع وابوحنیفہ رحمہم اللہ کے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں سلیمان بن محمد مبارکی وابورجا مسلم بن صالح وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

ابوزید نے علم فقہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے حاصل کیا۔ تاریخ بغداد میں آپ کا ترجمہ وحال درج ہے۔

حسن بن عثمان کی روایت ہے کان الفضیل بن عیاض یقول فی ابی حنیفۃ واصحابہ فاذا اسئل عن مسئلۃ یقول ائتوا ابازید فسلوہ وکان ابوزید رجلاً اعمٰی من اصحاب ابی حنیفۃ فقیل لہ انک تقول فی ابی حنیفۃ و اصحابہ ماتقول فاذا اسئلت عن مسئلۃ دللت الیہم فقال ویلک ہم طلبوا ہذا الامر ہم احق بہذا الامر۔ کذا فی تاریخ بغداد، ج ۸ ص ۱۵۲۔

فضیل بن عیاضؒ کا یہ قول شاہد عدل ہے اس بات پر کہ کل علماء مذاہب کے نزدیک مسائل اسلام و فقہ کے سب سے زیادہ جاننے والے ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ ہیں۔ اور ان کی مہارت اس سلسلہ میں سب کے نزدیک مسلّم تھی۔ دعن مہنی قال سالت احمد بن حنبل عن حماد بن دلیل قال کان قاضی المدائن لم یکن صاحب حدیث کان صاحب رأی قلتُ سمعتَ منہ شیئاً؟ قال حدیثین وسئل ابن معین عنہ فقال ثقۃ وقال ابن عمار حماد بن دلیل کان قاضیاً علی المدائن فھرب منہا وکان من ثقات الناس رأیتہ بمکۃ یبیع البزّ وقال ابوداؤد لیس بہ بأس۔

دوم۔ دوسرے ابوزید مشہور محدث وامام ہیں۔ یحییٰ بن سعید قطانؒ کے تلمیذ ہیں۔ یحییٰ بن سعید امام احمدؒ کے بھی استاذ ہیں۔ ان دوسرے ابوزید کا نام ونسب یہ ہے ھو عمر بن شبۃ بن عبیدۃ بن زید ابوزید النمیری البصری رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ابوزید بصری روایتِ حدیث کرتے ہیں محمد بن جریر غندر وعبدالوہاب ثقفی ویحییٰ بن سعید قطانؒ وعبدالرحمٰن ابن مہدی وابی زکریا وغیرہ رحمہم اللہ سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابوبکر بن ابی الدنیا وابوشعیب حرانی وابوالقاسم بغوی ومحمد بن مخلد رحمہم اللہ

خطیبؒ تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۲۰۸ پر لکھتے ہیں وکان ابوزید البصری ثقۃ عالماً بالسیر وایام الناس ولہ تصانیف کثیرۃ قدم بغداد ونزل بسرّ من رأیٰ فی اٰخر عمرہ وبہا توفی اھ۔ ابوزید بصری فرماتے ہیں قدم وکیع ابن الجراح عبادان لمنعتُ من الخروج الیہ لحاجتی فرأیتہ فی النوم یتوضأ علیٰ شاطیٔ دجلۃ من کوخ فقلت یاباسفیان حدثنی بحدیث فقال حدثنا اسماعیل بن قیس قال قال عبداللہ رضی اللہ عنہ کان خیر المشرکین اسلاماً للمسلمین عمر رضی اللہ عنہ قال ابوزید فحفظتہ فی النوم۔ احمد بن اسحٰق تنوخیؒ فرماتے ہیں کنا نمضی الی عمر بن شبّۃ ویجیٔ الینا ثم صرنا نزورہ ولا یزورنا فعاتبتہ فانشأ یقول ؎

اَشُدُّ مِن نفسی و ما تَشتدّ　　وقد مضت ثمانون لی تعدّ

ایام تترٰی و لیال بعد　　کأنّ ایام الحیاۃ تعد و

ابوعلی عنزیؒ کہتے ہیں کہ شہر سرّ من رآئی میں میری موجودگی میں ابوزید بصری کا امتحان لیا گیا فقال ابونید القرآن کلام اللہ لیس بمخلوق فقالوا لہ فتقول من وقف فھو کافر فقال لا اکفّر احدًا فقالوا لہ انت کافر ومزّقوا کتبہ فلزم بیتہ وحلف ان لا یحدّث شھرًا۔ ابوزید بصریؒ بہت بڑے محدّث و امام علم حدیث ہیں۔ ان کی وفات سرّ من رآئی میں بروز پیر ۲۵ رجمادی الآخرہ ۲۶۲؁ میں ہوئی۔ آپ کی تاریخ پیدائش ماہ رجب ۱۷۳؁ ہے۔

سوم، ابوزید عجلی صوفی رحمہ اللہ۔ وھو ابو نید العجلی۔ آپ کا نام معضد ہے۔ امام عارف باللہ، ورع وکثیر العبادۃ تھے۔

حلیۃ الاولیاء میں حافظ ابونعیمؒ نے ان کے کچھ احوال لکھے ہیں۔ بلال بن سعد حضرت معضد ابوزید کا یہ قول نقل کرتے ہیں قال معضدٌ لولا ثلاث ظمأ الھواجرُ طول لیل الشتاء ولذاذۃ التھجّد بکتاب اللہ عز و جلّ ما بالیتُ ان اکون یعسوبًا۔

ایک غزوہ میں کفار کے ایک چھوٹے پتھر کے لگنے سے زخمی ہوئے اور یہی موت کا سبب بنا۔ عن عبدالرحمٰن بن یزید قال خرجنا فی جیش فیھم علقمۃ ویزید بن معاویۃ النخعی وعمرو بن عتبۃ ومعضد قال فخرج عمرو بن عتبۃ وعلیہ جبّۃ جدیدۃ بیضاء فقال ما احسن الدم یحدّ علی ھذہ فخرج فتعرّض للقصر ای قصر الکفار فاصابہ حجرٌ فشجّہ قال فتحدّر علیھا الدم ثم مات منھا فدفنّاہ قال و خرج معضد العجلی یتعرّض للقصر فاصابہ حجر فشجّہ فجعل یلمسھا بیدہٖ ویقول انھا الصغیرۃ وان اللہ لیبارک فی الصغیرۃ قال فمات منھا فدفنّاہ۔

وعن علقمۃ قال حاصرنا مدینۃً ای فی غزوۃ فاعطیتُ معضدًا ثوبًا لی فاعتجر بہ فاصابہ حجر فی رأسہ فجعل یمسحھا وینظر الیّ ویقول انھا الصغیرۃ وان اللہ لیبارک فی الصغیر فاصابہ من دمہ قال فغسلتُہ فلم یذھب وکان علقمۃ یلبسہ ویصلّی فیہ ویقول انہ لیزیدہٗ الیّ حبًّا ان دم معضد فیہ۔ کذا فی الحلیۃ ج۴ ص۱۵۹

ابوزید معضد تابعی ہیں اور علقمہ تلمیذ ابن مسعود رضی اللہ کے معاصر ہیں۔

آزر۔　تفسیر وعلّم آدم الاسماء کلھا میں مذکور ہے۔

آزر ابراہیم علیہ السلام کا والد ہے یا چچا۔ آزر کا اصلی نام تارح ہے۔ امام سہیلی لکھتے ہیں وآزر قیل معناہ یا اعوج وقیل ھو اسم صنم وانتصب علی اضمار الفعل فی التلاوۃ وقیل ھو اسم لابیہ کان یسمی تارح وآزر و ھذا ھو الصحیح لمجیئہ فی الحدیث منسوبًا الی آزر۔ انتھی ما فی الروض الانف ج۱ ص۹۔

قرآن شریف میں آزر مذکور ہے۔ یہ کافر تھا۔ ابراہیم علیہ السلام اور آزر کا مکالمہ قرآن میں مذکور ہے جس سے اس کا مشرک و کافر ہونا معلوم ہوتا ہے۔ قال یا ابت انی قد جاءنی من العلم مالم یأتك فاتبعنی اهدك صراطاً سویًا۔ یا ابت لا تعبد الشیطان ان الشیطان کان للرحمٰن عصیًا۔ الی قوله۔ قال اراغب انت عن الهتی یا ابراهیم لئن لم تنته لارجمنك واهجرنی ملیًا۔ قال سلام علیك ساستغفر لك ربی انه کان بی حفیًا۔ واعتزلکم وما تدعون من دون الله وادعوا ربی عسٰی ان لا اکون بدعاء ربی شقیًا۔

ابراہیم علیہ السلام آزر کے لیے استغفار کرتے تھے تا آنکہ آزر حالتِ کفر پر مرا اور اس کے عدو اللہ ہونے کا یقین ہوا تو پھر استغفار ترک کر دیا۔

قرآن میں ہے وما کان استغفار ابراهیم لابیه الا عن موعدة وعدها ایاه فلما تبین له انه عدو لله تبرأ منه ان ابراهیم لاواه حلیم۔

بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ آزر بت تراش تھا۔ قرآن میں ہے واذ قال ابراهیم لابیه آزر اتتخذ اصنامًا الهة انی اراك وقومك فی ضلال مبین۔

واخرج البخاری عن ابی هریرة مرفوعًا یلقی ابراهیم اباه آزر یوم القیامة وعلی وجه آزر قترة وغبرة فیقول له ابراهیم الم اقل لك لا تعصنی فیقول له ابوه فالیوم لا اعصیك فیقول ابراهیم یا رب! انك وعدتنی ان لا تخزنی یوم یبعثون وای خزی اخزی من ابی الابعد فیقول الله تعالٰی انی حرمت الجنة علی الکافرین ثم یقال یا ابراهیم ما تحت رجلیك فینظر فاذا هو بذیخ متلطخ فیؤخذ بقوائمه فیلقی فی النار۔

وفی البدایة ج ۱ ص ۱۴۲ لابن کثیر هذا یدل علی ان اسم ابی ابراهیم آزر وجمهور اهل النسب منهم ابن عباس علی ان اسم ابیه تارح واهل الکتاب یقولون تارخ بالخاء المعجمة فقیل انه لقب بصنم کان یعبده اسمه آزر قال ابن جریر والصواب ان اسمه آزر ولعل له اسمان علمان او احدهما لقب والاخر علم وهذا الذی قاله محتمل اه۔ ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کا نام امیلہ تھا اور مفسر و مؤرخ کلبی کے نزدیک ابراہیم علیہ السلام کی ماں کا نام ہے بونا بنت کربنا بن کرثی من بنی ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام۔ فائدہ آزر کا کفر منصوص ہے۔ اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ آزر کفر پر مرا ہے۔ البتہ یہ بات مختلف فیہ ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ ہے یا چچا۔ دونوں طرف علماء کرام نے ذہاب کیا ہے۔ جو علماء اسے عمِ ابراہیم سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اولاً اکثر محققین و اہل کتاب کے نزدیک ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارح تھا بالحاء او بالخاء نہ کہ آزر۔ اخرج ابن ابی حاتم بسند فیه ضعف عن ابن عباس فی قوله تعالٰی واذ قال ابراهیم لابیه آزر۔ قال ان ابا ابراهیم لم یکن اسمه آزر وانما کان اسمه تارخ واخرج ابن ابی شیبة وابن المنذر وابن ابی حاتم من طرق بعضها صحیح عن مجاهد قال لیس آزر اب ابراهیم۔

واخرج ابن المنذر بسند صحیح عن ابن جریج فی قوله تعالٰی واذ قال ابراهیم لابیه آزر قال لیس آزر بابیه انما هو ابراهیم بن تیرخ او تارخ بن شارخ بن ناخور بن فالغ۔

ثانیاً یہ کہ بعض روایات آثار میں صراحۃً عم کا اطلاق ہوا ہے۔ اخرج ابن المنذر فی تفسیره بسند صحیح عن سلیمان بن صرد الصحابی رضی الله عنه قال لما ارادوا ان یلقوا ابراهیم فی النار جعلوا یجمعون الحطب حتی

ان كانت العجوز لتجمع الحطب فلما ارادوا ان يُلقوه فى النار قال حسبی الله ونعم الوكيل فلما القوه قال الله يا نار كونی برداً وسلاماً علیٰ ابراهيم فقال عم ابراهيم من اجلی دُفع عنه فارسل الله عليه شرارة من النار فوقعت علیٰ قدمه فاحرقته۔

حافظ سیوطیؒ اس حدیث کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں فقد صرح فی هذا الاثر بانه عم ابراهيم وفيه فائدة اخریٰ وهو انه مات فی ايام القاء ابراهيم فی النار وقد اخبر الله تعالیٰ فی القرآن بان ابراهيم ترك الاستغفار له لما تبين له انه عدو لله ووردت الآثار بان ذلك تبين له لما مات مشركاً وانه لم يستغفر له بعد ذلك۔ كذا فی مسالك الحنفا فی والدی المصطفیٰ ص ۲۵ .

یہ ثالثاً ، اثر سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوا کہ آزر عمّ ابراہیم علیہ السلام بابل میں القاء فی النار کے زمانے میں مر گیا تھا۔

اور اصحابِ تاریخ و علماء تفسیر کہتے ہیں کہ امتحان القاء فی النار کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے بابل ترک کر کے ارضِ کنعانیین کی طرف ہجرت کی ۔ اور اس سفرِ ہجرت میں ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کے والد تارخ بھی تھے اور آپ کی بیوی سارہؓ اور لوط علیہ السلام بھی شریکِ سفرِ ہجرت تھے ۔ کما صرح به اہل التاریخ ۔

اس سے دو امور معلوم ہوئے ۔ اوّل یہ کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے والد نہ تھے ، کیونکہ آزر کی موت کے بعد بھی ان کے والد تارخ کافی مدت زندہ رہے ۔

دوم یہ کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد مؤمن تھے اور حفاظتِ ایمان کی خاطر مسلمانوں کی اس چھوٹی سی جماعت نے یہ ہجرت کی تھی۔

اس وقت کل مسلمان ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ آپ کے والد کے علاوہ دو اور یعنی لوط علیہ السلام اور سارہؓ بھی تھے ۔ اگر آپ کے والد مسلمان نہ ہوتے تو ہجرت کیوں کرتے ؟

یہ ایک قوی دلیل ہے جو اس عاجز کے دل میں اللہ تعالیٰ نے القاء فرمائی ۔ حافظ سیوطیؒ نے اپنی کتاب مسالک الحنفا فی والدی المصطفیٰ میں یہ دلیل ذکر نہیں کی ۔ اس دلیل کا ماخذ البدایہ لابن کثیر ہے ۔ چنانچہ ابن کثیر بدایہ ج ص ۱۴۰ پر لکھتے ہیں : قالوا فتزوج ابراهيم سارة وكانت عاقراً لا تلد قالوا وانطلق تارخ بابنه ابراهيم وامرأته سارة وابن اخيه لوط بن هاران فخرج بهم من ارض الكلدانيين الى ارض الكنعانيين فنزلوا حران فمات فيها تارخ وله مائتان وخمسون سنةً وهذا يدل علىٰ ان ابراهيم عليه السلام لم يولد بحران وانما مولده بارض الكلدانيين وهی ارض بابل وما والاها اھ۔

رابعًا ، حافظ سیوطیؒ نے مسالک الحنفا میں دلائل قویہ سے ثابت کیا ہے کہ ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے کل اجداد آدم علیہ السلام تک مؤمن تھے قال فی مسالك الحنفا فی والدی المصطفیٰ ص ۲۷ بعد بحث فعرف

من مجموع هذه الآثار ان اجداد النبی علیہ السلام کانوا مؤمنین بیقین من آدم الی زمن نمرود وفی زمنہ کان ابراھیم علیہ السلام وآزر، اھ۔

وقال الفخر الرازی رحمہ اللہ قیل ان آزر لم یکن والد ابراھیم بل کان عمہ واحتجوا علیہ بوجوہ منھا ان آباء الانبیاء علیھم السلام ماکانوا کفاراً ویدل علیہ وجوہ منھا قولہ تعالیٰ الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین۔ قیل معناہ انہ کان ینقل نورہ من ساجد الی ساجد ثم قال ومما یدل علی ان آباء محمد صلی اللہ علیہ وسلم ماکانوا مشرکین قولہ علیہ السلام لم ازل انقل من اصلاب الطاھرین الی ارحام الطاھرات وقال تعالیٰ انما المشرکون نجس فوجب ان لایکون احدٌ من اجدادہ مشرکاً۔ اھ۔

نیز کئی احادیثِ مرفوعہ سے مذکورہ صدر دعوے کی تائید مستنبط کی جاسکتی ہے۔ مثلاً:۔

اخرج البیھقی فی دلائل النبوۃ عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ماافترق الناس فرقتین الاجعلنی اللہ فی خیرھما فاُخرجتُ من بین ابوی فلم یصبنی شئٌ من عھد الجاھلیۃ وخرجتُ من نکاح ولم اُخرج من سفاح من لدن آدم حتی انتھیتُ الی ابی وامی فاناخیرکم نفساً وخیرکم اباً۔

واخرج ابونعیم فی دلائل النبوۃ من طرق عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب الطیبۃ الی الارحام الطاھرۃ مصفیً مھذباً لاتنشعب شعبتان الاکنتُ فی خیرھما خامسًا۔ آزر و تارح کی وفات کے بعد ابراہیم علیہ السلام اپنے والدین کے لیے دعا مغفرت کرتے ہیں جب کہ کافر کے لیے بعد الموت ایسی دعا حرام ہے۔

معلوم ہوا کہ آزر عمِ ابراہیم علیہ السلام ہے اور آپ کے والد کا نام تارح تھا نہ کہ آزر۔ اور نیز ثابت ہوا کہ آپ کے والد مؤمن تھے اور ان کی موت ایمان پر ہوئی تھی۔

قرآن مجید میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ہاجرہ کو مکہ مکرمہ میں چھوڑنے کے بعد یہ دعا کی ربنا انی اسکنتُ من ذریتی بواد غیرذی زرع ، الی قولہ ربنا اغفرلی ولوالدیّ وللمؤمنین یوم یقوم الحساب۔ فاستغفر لوالدیہ وذالک بعد ھلاک عمہ بمدۃ فنستنبط من ھذا ان المذکور فی القرآن بالکفر والتبری من الاستغفار لہ ھو عمہ لاابوہ الحقیقی فللہ الحمد علی ماوفق والھم۔

روی ابن سعد فی الطبقات عن الکلبی قال ھاجر ابراھیم من بابل الی الشام وھو یومئذ ابن سبع وثلاثین سنۃ فاتی حران فاقام بھا زماناً ثم اتی الی الاردن فاقام بھا زماناً ثم خرج الی مصر فاقام بھا زماناً ثم رجع الی الشام فنزل السبع بین ایلیاء وفلسطین ثم ان بعض اھل البلد اذوہ فتحول من عندھم فنزل منزلاً بین الرملۃ وایلیاء وروی ابن سعد عن الواقدی قال وُلد لابراھیم اسمٰعیل وھو ابن تسعین سنۃ۔ فعُرف من ھذین الاثرین ان

بین ھجرتہ من بابل عقیب واقعۃ النار وبین الدعوۃ التی دعاھا بمکۃ بضعًا وخمسین سنۃً ۔
سوال ۔ جب آزر والدِ ابراہیم علیہ السلام نہ تھا تو قرآن شریف میں اس پر اَب کا اطلاق کیوں ہوا ؟
جواب ۔ عمّ پر لغتِ عرب وعرفِ شرع میں اَب کا اطلاق رائج وشائع ہے ۔ قال اللہ تعالیٰ : ام کنتم شھداء اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیہ ما تعبدون من بعدی قالوا نعبد الٰھک والٰہ اٰبائک ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ۔ فاطلق علی اسمٰعیل لفظ الاب وھو عم یعقوب کما اطلق علی ابراھیم وھو جدہ ۔ واخرج عن ابی العالیۃ فی قولہ تعالیٰ والٰہ اٰبائک ابراھیم واسمٰعیل قال سمی العم ابًا ۔
بلال رضی اللہ عنہ ۔ زیّن للذین کفروا الحیٰوۃ الدنیا ویسخرون من الذین اٰمنوا ۔ کے بیان میں مذکور ہیں ۔
ھو بلال بن رباح الحبشی المؤذن ، رضی اللہ عنہ ۔ آپ کی والدہ کا نام حمامہ ہے ۔
کنیت میں کئی اقوال ہیں ۔ عند البعض ابوعبداللہ وعند البعض ابوعبدالکریم وعند البعض ابوعبدالرحمٰن ہے ،
بلالؓ قدیم الاسلام والہجرۃ ہیں ۔ بدر واحد وخندق وغیرہ تمام مغازی میں شریک رہے ۔ نبی علیہ السلام کے خادم وخازن تھے ۔ کما روی ابونعیم ۔ آپ امیۃ بن خلف کے غلام تھے ۔ اصابہ میں ہے فکان امیۃ یخرجہ اذا حمیت الظھیرۃ فیطرحہ علی ظھرہ فی بطحاء مکۃ ثم یأمر بالصخرۃ العظیمۃ علی صدرہ ثم یقول لا یزال علی ذلک حتی یموت او یکفر بمحمد فیقول وھو فی ذلک احد احد فمر بہ ابوبکر الصدیق فاشتراہ منہ بعبد لہ اسود جلدٍ اھ
قدرت کے کرشمے عجیب ہیں اسی امیہ بن خلف کو جنگِ بدر میں بلالؓ نے قتل کر دیا ۔
بلال رضی اللہ عنہ کی پیدائش مکہ میں ہوئی ۔ قال النووی فی تھذیب الاسماء وکان بلالٌ ممن اسلم اوّل النبوۃ وممن اوّل من اظھر اسلامہ اشتراہ ابوبکر بخمس اواق وقیل بسبع وقیل بتسع واعتقہ اللہ عزوجل اھ
سفر وحضر میں موذن رہے ۔ اسلام میں اوّل اذان دینے والے حضرت بلالؓ ہیں ۔ بقول بعض مورخین نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد بلالؓ نے اذان دینے سے انکار کرتے ہوئے ملکِ شام جاکر غزوات میں شمولیت کو ترجیح دی ۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں آپ ہی موذن تھے ۔ البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جہاد پر چلے گئے اور شام میں رہائش اختیار کی ۔ فتح بیت المقدس کے وقت ایک بار حضرت عمرؓ کے حکم سے اذان دی تو کہرام مچ گیا تمام صحابہؓ اتنا روئے کہ اس سے قبل اتنی کثرت سے رونے والوں کو نہیں دیکھا گیا ۔
موضع وفات میں اختلاف ہے ۔ عند البعض ملک شام کے شہر حلب میں اور عند البعض دمشق میں مدفون ہیں ۔
سنہ وفات ۲۰ھ یا ۲۱ھ یا ۱۸ھ ہے ۔ بوقتِ وفات آپ کی عمر ۶۴ یا ۶۳ سال اور بقولِ

بعض ۷۰ سال تھی۔ بلال رضی اللہ عنہ کی نسل آگے نہیں چلی۔ بقول امام نوویؒ وغیرہ آپ بے اولاد تھے۔

سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۲۹۷ میں ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ کو بہت اذیتیں پہنچائی گئیں۔ ان کی گردن میں رسّی ڈال کر بچوں کے حوالے کر دیا جاتا پھر بچے مکہ مکرمہ کی گلیوں اور پہاڑ کی گھاٹیوں میں انہیں کھینچے لیے پھرتے تھے اور مارتے بھی رہتے بلال رضی اللہ عنہ اَحَد اَحَد کے نعرے لگاتے تھے۔ اِی اللہُ اَحَدٌ اَوْ یَا اَحَدُ اشارۃً الیٰ نفی الاشراک وقال ابن اسحٰق ویُعطِشہ یومًا ولیلۃً۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ عبداللہ ابن جدعان کے مملوک تھے۔ ممکن ہے پہلے ابن جدعان کے مملوک ہوں پھر اس نے امیہ کو دے دیا ہو۔ ایک دن حسبِ معمول بلالؓ عذاب میں مبتلا اَحد اَحد پکار رہے تھے کہ ورقہ بن نوفل وہاں پر گزرے تو ورقہ نے کہا نعم اَحَدٌ اَحَدٌ واللہ یا بلال ثم اتیٰ الیٰ امیۃ وقال واللہ لان قتلتموہ علیٰ ھذا لاتخذنہ حنانًا ای لاتخذن قبرہ منسکًا ومسترحمًا ادعو عندہ۔ کذا فی الحلبیۃ۔

ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبرؓ نے امیہ سے کہا کہ تو خدا سے نہیں ڈرتا۔ کب تک اسے عذاب دے گا۔ امیہ نے کہا آپ ہی نے تو اسے خراب کیا ہے۔ یعنی اسلام کی ترغیب دے کر۔ اب آپ ہی اسے چھڑالیں۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے پاس اس سے زیادہ قوی غلام ہے وہ کافر ہے اُسے اِس کے بدلے میں لیلے۔ امیہ نے منظور کر لیا اور اس طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بلالؓ کو آزاد کر دیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ نے بلالؓ کے بدلے میں اپنا غلام قسطاس دیا تھا جس کی قیمت دس ہزار دینار تھی۔ اس کے علاوہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کئی اور مظلوموں کو جنھیں عذاب دیا جا رہا تھا خرید کر آزاد کر دیا مثلاً حمامہ امّ بلالؓ۔ عامر بن فہیرہ۔ ابو فکیھہ و زِنّیرہ اور زنیرہ کی بیٹی اور امّ عُنَیس ونَہدیہ اور نہدیہ کی بیٹی ولطیفہ واخت عامر بن فہیرہ یا والدۂ عامر۔ رضی اللہ عنہم۔

وعن زید بن ارقم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعم المرء بلال وھو سیّد المؤذنین۔ وعن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا بلال مُتْ فقیرًا ولا تمت غنیًّا قال بلال فقلتُ فکیف لی بذلک یا رسول اللہ قال ما رُزِقتَ فلا تخبأ وما سُئلتَ فلا تمنع فقلتُ یا رسول اللہ کیف لی بذلک قال ھو ذلک اوالنار۔ کذا فی حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۵۰

وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمعتُ فی الجنۃ خشخشۃً امامی فقلتُ من ھذا قالوا بلال فاخبرہ وقال بم سبقتنی الی الجنۃ قال یا رسول اللہ ما احدثتُ الا توضأتُ ولا توضأتُ الا رأیتُ ان للہ تعالیٰ علیَّ رکعتین فاُصلّیھما۔ رواہ ابوحیان عن ابی زرعۃ۔

وعن سعید بن المسیّب قال لما کانت خلافۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ تجھّز بلال لیخرج الی الشام فقال ابوبکر لہ

ماکنتُ اراكَ یا بلال تدَعُنا علٰے هذا الحال لو اتمتَ معنا فأعتنَنا قال ان کنتَ انما اعتقتَنی للہ تعالیٰ فدعنی اذهب الیہ وان کنتَ انما اعتقتنی لنفسك فاحبسنی عندك فاذن له فخرج الی الشام فمات بها۔

بشیر بن النعمان رضی اللہ عنہ۔ تفسیر آیت ولا تجعلوا اللہ عُرضۃ لایمانکم ان تبرّوا وتتقوا الآیۃ میں مذکور ہیں۔ بشیر بروزن کریم ہے۔ آپ صحابی ہیں۔ اصابہ میں ہے بشیر بن النعمان بن عبید ویقال لہ مقرن بن اوس بن مالك الانصاری الاوسی۔ قال ابن القداح قُتل یوم الحرۃ ثم رای فی خلافۃ یزید ابن معاویۃ رضی اللہ عنہ) وقتل ابوہ یوم الیمامۃ۔ انتھی۔ بشیر رضی اللہ عنہ بیضاوی کے کلام کے پیشِ نظر عبداللہ بن رواحہؓ کے بہنوئی ہیں۔ لیکن اصابہ میں اس کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے۔ اور تمام صحابہ میں صرف یہی ایک شخص بشیر بن نعمان نام کے ہیں رضی اللہ عنہ۔

بخت نصر۔ اوکالذی مرّ علیٰ قریۃٍ وھی خاویۃٌ علیٰ عروشھا کے بیان میں مذکور ہے۔

بخت نصر بابل (عراق) کا بادشاہ تھا۔ اس کے باپ کا نام نابو پولصر تھا۔ بخت نصر کی وفات ۵۶۱ ق م میں ہوئی۔ بخت نصر نے بابل سے نکل کر بلادِ موصل پر قبضہ کیا۔ بنو اسرائیل سے سوریا (ملک شام) چھین لیا۔ اہلِ فلسطین کے حاکم نے اطاعت وجزیہ ادا کرنا قبول کیا۔ پہلے فلسطین کا بادشاہ مصر کو خراج ادا کرتا تھا۔ بادشاہِ مصر کا نام نخوّس تھا۔ بادشاہ فلسطین کا نام یہویاقیم تھا۔ کچھ مدت کے بعد اس نے بغاوت کر دی تو بخت نصر نے اسے گرفتار کر لیا اور احبارِ یہود کی ایک جماعت کے ساتھ بابل لے گیا۔ کہتے ہیں ان میں دانیال نبی علیہ السلام بھی تھے۔ بعدہٗ فلسطین کے حاکم یخنیو بن یہویاقیم نے قوت حاصل کی اور یہود کا بادشاہ بن گیا۔ بخت نصر نے حملہ کر کے اسے بھی گرفتار کر لیا اور اس جگہ پر یخنیو کا چچا صدقیا مقرر کیا۔ کچھ مدت کے بعد بادشاہ مصر کی مدد سے صدقیا نے استقلال حاصل کیا۔ بخت نصر اس مرتبہ آگ بگولہ بن کر حملہ آور ہوا۔ بے شمار لوگوں اور بنی اسرائیل کو صدقیا سمیت قتل کیا۔ شہر بیت المقدس کے لوٹنے کی عام اجازت دے دی اور اس میں موجود سب کچھ جلا ڈالا۔ اور قیامت خیز تباہی مچادی۔ یہ ۵۸۶ ق م کا واقعہ ہے۔

چنانچہ یہود خوف سے متفرق ہوئے۔ بعض مصر بھاگ گئے۔ بخت نصر نے بادشاہ نیخاؤس فرعونِ مصر سے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا اس نے انکار کر دیا جس کے نتیجہ میں بڑی جنگ ہوئی اور فرعونِ مصر نے بخت نصر کو شکست دے دی۔ بخت نصر نے وہاں سے واپس آتے ہوئے صور کا محاصرہ کیا اور اسے فتح کر کے اس کے باشندوں کا قتلِ عام کیا۔ بہت سارے اموال وقیدی عورتوں کو ساتھ لے گیا۔ بابل پہنچ کر بڑا جابر وسرکش بنا۔ بداخلاقی شروع کی اور لوگوں کو اپنے سامنے بلکہ اپنی تصویر وتمثال کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔

مگر کچھ مدت کے بعد مجنون اور پاگل ہو کر امورِ مملکت سے برطرف ہوا۔ اس کی بیوی نینوکریس نے امور

مملکت اپنے ہاتھ میں لے لیے۔ پھر اسے شفا حاصل ہوگئی تو دوبارہ امور مملکت سنبھال لیے۔ اور ایک سال بعد ۵۵۱ھ ق م میں مرگیا۔

بعض کتب میں ہے کہ جب بعض لوگوں کی شرارت حد سے متجاوز ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ارمیاء و برخیا علیہما السلام کو یہ وحی بھیجی کہ عدنان کو بچانے ہوئے اپنے علاقہ میں لے جائے اور بختنصر کو دونوں حکم دو کہ وہ عدنان کے سوا عرب کو قتل کرڈے اور بخت نصر کو یہ بھی بتادیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ان پر مسلط کیا ہے۔ چنانچہ بخت نصر نے بہت سے قبائلِ عرب تباہ کر ڈالے اور بڑا مالِ غنیمت حاصل کیا۔ بہت سی قیدی عورتوں اور مالِ غنیمت کے ساتھ واپس بابل آیا۔ اس تباہی کے بعد بلادِ عرب بخت نصر کی موت تک غیر آباد اور ویران رہے۔ کذا فی دائرۃ المعارف۔

وفی تقویم التواریخ وتاریخ بیت المقدس للناصر مجیر الدین عبد الرحمن الحنبلی ان ابتداء ملك بخت نصر ۳۸۴۳ھ من هبوط آدم علیہ السلام وان بخت نصر کان امیرًا للهراسپ الفارسی الذی فوض الیہ السلطنۃ کیخسرو وقیل ابتداء ملکہ ۳۸۴۷ھ من الهبوط وتخریب بیت المقدس علی یدہ سنۃ سبع وستین وثمان مائۃ واربعۃ الاف ۴۸۶۷ھ من الهبوط وقال ابو الفداء صاحب حماۃ ان انقضاء ملوك بنی اسرائیل وخراب بیت المقدس علی ید بخت نصر سنۃ عشرین من ولایتہ تقریبًا وهی السنۃ التاسعۃ والتسعون وتسعمائۃ لوفاۃ موسٰی واستمر بیت المقدس خرابا سبعین سنۃ۔ کذا فی لقطۃ العجلان ص ۳۷۔

وقال المفتی السید احمد زینی دحلانؒ فی السیرۃ ج ۱ ص ۱۰ وجاء ان اللہ تعالیٰ لما سلط بخت نصر علی العرب امر اللہ تعالیٰ ارمیاء علیہ الصلاۃ والسلام ان یحمل معہ معد بن عدنان علی البراق کی لا تصیبہ النقمۃ وقال فانی ساُخرج من صلبہ نبیًّا کریمًا اختم بہ الرسل ففعل ارمیاء ذلك۔

بخت نصر چونکہ بہت قدیم زمانے میں گزرا ہے۔ اس لیے اس کے بارے میں بعض عجیب قصے کتبِ اسرائیلیہ میں موجود ہیں۔

چنانچہ بعض کتابوں میں ہے کہ بخت نصر کو اللہ تعالیٰ نے کچھ مدت کے لیے مسخ کرکے پہلے شیر بنادیا پھر بیل بنایا پھر گدھ بنایا اور اس کے بعد پھر دوبارہ اس کو صورتِ انسانیہ عطا کی۔

قال فی الحلیۃ فی ترجمۃ وهب بن منبہ وغیرها عن وهب ابن منبہ قال ان بخت نصر مُسِخَ اَسَدًا فکان مَلِكَ السباع ثم مُسِخَ نَسرًا فکان مَلِكَ الطیر ثم مسخ ثورًا فکان مَلِكَ الدواب وکان مسخہ سبع سنین و قلبہ فی ذلك کلہ قلب انسان

وھو فی ذلك كلہ یعقل عقل الانسان و كان ملكہ قائمًا ثم ردّہ اللہ تعالیٰ الیٰ بشریّتہ و ردّ علیہ روحہ فدعا الیٰ توحید اللہ تعالیٰ و قال كل الٰہ باطلٌ الّا اللہ الٰہ السماء فقیل لوھب امات مسلمًا فقال وَجدتُ اھلَ الكتاب قد اختلفوا فیہ فقال بعضھم اٰمَن قبل ان یموتَ و قال بعضھم قَتَل الانبیاء و خَرّب بیتَ اللہ المقدس و اَحرق كتبہ فغضب اللہ علیہ فلم یَقبل منہ التوبۃَ ۔ انتھیٰ ۔

قال السدی ان بخت نصر لما رجع الیٰ صورتہ و ردّ اللہ علیہ ملكہ كان دانیال و اصحابہ من اكرم الناس علیہ فحسدتھم المجوس و قالوا لبخت نصر ان دانیال اذا شرب لم یملك نفسہ ان یبول و كان ذلك فیھم عارًا فجعل لھم طعامًا فاكلوا و شربوا وقال للبوّاب انظر اوّل من یخرج للبول فاضربہ بالطبر فان قال انا بخت نصر فقل كذبتَ بخت نصر اَمرنی بقتلك فكان اوّل من قام للبول بخت نصر فلمّا راٰہ البوّابُ شدّ علیہ فقال انا بخت نصر فقال البوّاب كذبتَ ، بخت نصر اَمرنی بقتلك ثم ضربہ فقتلہ ۔

علّامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ ھو الامام العلامۃ عبد اللہ بن عمر بن محمد بن علی الشیرازی البیضاویؒ ۔ کنیت ابو الخیر تھی ۔ اور لقب ناصر الدین تھا ۔ ملک شیراز میں بیضاء کے رہنے والے تھے ۔ بیضاء ایک قریہ ہے ۔ یہ جامع الفنون ، صاحبِ علومِ کثیرہ ، محقق و مدقق و اصولی و متکلم و مفسّر و ادیب و منطقی و فلسفی تھے ۔ مذہبًا شافعی تھے ۔ ملک شیراز کے اندر قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز تھے ۔

تاج الدین سبکیؒ طبقاتِ کبریٰ میں لکھتے ہیں کان امامًا مبرزًا نظّارًا صالحًا متعبدًا زاھدًا ولی قضاءَ القضاۃ بشیراز ودخل تبریز وناظر بھا ۔ کسی بنا پر وہ عہدۂ قضاء سے معزول کردیے گئے ۔ معزول ہونے کے بعد شہر تبریز میں داخل ہوئے ۔ جب وہ شہر تبریز میں پہنچے تو اتفاقًا وہاں پر ایک علمی مجلس میں شریک ہوئے جس میں وزیر بھی موجود تھا ۔ وزیر نے وہ مجلس بعض علماء میں مناظرہ کرانے اور علمی گفتگو کرانے کے لیے منعقد کی تھی ۔ بیضاویؒ وہاں جاکر لوگوں کے پیچھے بیٹھ گئے ۔ اثنائے درس میں مدرّس نے ایک

قوی اشکال ذکر کیا۔ اُن کا خیال تھا کہ حاضرین میں سے کوئی اس کا جواب نہیں دے سکے گا۔ مدرّس نے حاضرین سے یہ مطالبہ کیا کہ اس اشکال کی توضیح کرکے جواب دیا جائے۔ اور اگر جواب نہ بن سکے تو کم از کم اس سوال کی توضیح پیش کی جائے۔ اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو مذکورہ اشکال کا اعادہ ہی کر دیا جائے۔

چنانچہ بیضاویؒ نے مجلس کے آخر میں سے جواب دینا شروع کر دیا۔ مدرس نے کہا کہ میں آپ سے اس وقت تک کچھ نہیں سُن سکتا جب تک اس اشکال کا آپ اعادہ نہ کر دیں۔ تاکہ مجھے پتہ چلے کہ آپ یہ اعتراض سمجھ گئے ہیں یا نہیں۔ اس پر قاضی بیضاویؒ نے کہا کہ اشکال کا اعادہ بالفاظہ کروں یا اس کا صرف معنی وخلاصہ ذکر کر دوں۔ وہ مدرس حیران ہوگیا اور کہا کہ بالفاظہ اعادہ کر دو۔ قاضی بیضاوی نے بلفظہ اس سارے اشکال کا اعادہ کر دیا اور پھر اس کی توضیح اور جواب دیتے ہوئے بتلایا کہ تمہارے اشکال کی ترتیب میں بڑا خلل ہے۔ اور پھر وہ خلل بتایا۔

پھر اس کے مقابلہ میں اپنی طرف سے ایک اعتراض ذکر کر کے مدرس سے اس کے جواب کا مطالبہ کیا۔ مگر مدرس اس کا جواب نہ دے سکا۔ وزیر نے یہ منظر دیکھ کر بیضاویؒ کو اپنے قریب بٹھایا اور ان کے کمال وجامعیت کا معترف ہوا اور پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کہاں کے رہنے والے ہیں۔ بیضاویؒ نے بتایا کہ میں بیضار کا رہنے والا ہوں اور میں شیراز میں عہدۂ قضا کا طالب ہوں۔ بعض کتابوں میں ہے کہ بیضاویؒ نے وزیر سے کہا کہ مجھے عہدۂ قضا سے معطل کر دیا گیا ہے۔ میں چاہتا ہو کہ مجھے اپنا سابقہ عہدہ مل جائے۔ وزیر نے فوراً ان کو عہدۂ قضا پر بحال کر دیا۔ اور بہت سے انعام واکرام کے ساتھ ان کو رخصت کیا۔

بعض کتب تاریخ میں یوں درج ہے کہ قاضی بیضاوی اس وزیر ہی کے پاس رہ گئے اور قضا کا مطالبہ نہ کر سکے۔ مگر دلی تمنا تھی کہ میں قاضی القضاۃ بنوں۔ چنانچہ ایک موقعہ پر اس زمانہ کے ایک مشہور بزرگ شیخ محمد بن محمد کتحانی سے سفارش کروائی۔ شیخ مذکور نے وزیر کے پاس آکر عجیب پیرایہ میں سفارش کی اور کہا کہ اے وزیر بیضاوی بڑا عالم، فاضل محقق ہے وہ تمہارے ساتھ شریک جہنم ہونا چاہتا ہے یعنی قاضی بننے کی خواہش ہے۔ بزرگ کی اس بات سے قاضی صاحب بہت متاثر ہوئے اور مناصب دنیوی کا خیال دل سے نکال کر ساری عمر شیخ مذکور کی خدمت میں مصروف رہے۔

کہتے ہیں کہ آپ نے یہ تفسیر بھی ان کے اشارے پر لکھی۔ اور وفات کے بعد شیخ ہی کے پاس مدفون ہوئے۔ سنِ وفات میں متعدد اقوال ہیں۔ قولِ اول۔ ۶۸۵ھ میں تبریز میں وفات ہوئی۔

سُبکی لکھتے ہیں کہ ۶۹۱ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ لیکن شیخ خفاجی نے قول ثالث کو ترجیح دی ہے۔ وہ یہ کہ ان کی وفات جمادی الاولیٰ ۷۱۹ھ میں ہوئی ہے۔ وھذہ عبارتہ والذی اعتمدہ وصححہ المؤرخون فی التواریخ الفارسیۃ انہ تُوُفّی فی شھر جمادی الاولی سنۃ تسع عشرۃ وسبع مائۃ تقریبًا ویشھدلہ مافی اٰخر تاریخہ نظام التواریخ وھو المعتمد انتھیٰ۔ یہ تین قول ہوئے تاریخ وفات میں۔ بعض شراح نے اس اختلاف کے پیش نظر کہا ہے کہ اس سلسلہ میں سکوت اولیٰ ہے تاکہ ہم کذب و خطا سے بچ جائیں۔

قاضی بیضاویؒ کی اس تفسیر کے علاوہ متعدد تصنیفات ہیں۔ ان کے اسماء یہ ہیں۔ (۱) الطوالع (۲) المصباح (۳) الایضاح۔ یہ اصول دین میں ہیں۔ طوالع علم کلام کی معروف کتاب ہے۔ بہت سے علماء نے اس کی شرح لکھی ہیں۔ (۴) الغایۃ القصویٰ یہ فقہ میں ہے۔ (۵) شرح المصابیح۔ یہ علم حدیث میں ہے۔ (۶) المنہاج۔ یہ اصول فقہ میں ہے۔ (۷) مختصر الکافیۃ۔ (۸) بقول بعض انہوں نے کافیۂ ابن حاجب کی شرح بھی لکھی ہے۔ (۹) منتخب امام رازیؒ کی شرح۔ منتخب اصول فقہ کی کتاب ہے۔ (۱۰) مختصر کشاف۔ (۱۱) بعض علماء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی بیضاویؒ نے منطق میں مطالع کی شرح بھی لکھی ہے (۱۲) نظام التواریخ۔ یہ دُوَلِ فارسیہ کی تاریخ میں ہے (۱۳) یہ تفسیر جس کا اصل نام ہے انوار التنزیل واسرار التاویل۔ علامہ بیضاویؒ اس تفسیر میں عموماً کشاف کی تقلید کرتے ہیں۔ صاحب کشاف کی طویل عبارت کو مختصر کرکے یا اس کے مطلب کو حسین الفاظ میں ذکر کرکے یا اس کی مختصر عبارت کو واضح عبارت میں ذکر کرکے یا اس کے بعض مطالب کی ترتیب میں قدرے ردّوبدل کرکے۔

بہرحال علّامہ بیضاویؒ اس تفسیر میں مقلد ہیں زمخشری کے وانما الفضل للسابق اور ہمیں اس سے خوشی بھی ہوتی ہے کیونکہ زمخشری حنفی ہیں۔ زمخشری کی تفسیر کشاف اپنے موضوع میں بے نظیر ہے۔ اور قیامت تک مفسرین عربیّت وبلاغت کے مباحث میں کشاف کے محتاج وعیال ہونگے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ بیضاوی کی اس تفسیر کے مآخذ تین ہیں۔ چنانچہ حکمت وعلم کلام کے مباحث تفسیر کبیر سے لیے گئے ہیں۔ اور مباحث معانی وبیان وبلاغت کا ماخذ تفسیر کشاف ہے۔ اور لطائف و اشتقاق ولغت میں اس کا ماخذ امام راغب کی کتاب ہے۔ کذا فی عنایۃ القاضی۔

وبالجملۃ ان ھذا الکتاب رزق من عنداللہ سبحانہ وتعالیٰ حسن القبول عند جمھور الافاضل و الفحول فعکفوا علیہ بالدرس والتحشیۃ فمنھم من علق تعلیقۃ علی سورۃ منہ ومنھم من حشّی تحشیۃً

تامّةً ومنهم من كتب على بعض مواضع منه ولى تاليف مفرد فى ذكر شرحه وحواشيه ذكرت فيه ما يزيد عددها على مائة ۔ قال الجلال السيوطى رحمه الله فى حاشيته على هذا التفسير المسماة بنواهد الابكار وشوارد الافكار ما نصه ۔ وان القاضى ناصر الدين البيضاوى لخص هذا الكتاب فاجاد واتى بكل مستجاد وماز فيه اماكن الاعتزال وطرح موضع الدسائس وازال وحرر مهمات واستدرك تتمات فظهر كانه سبيكة نضار واشتهر اشتهار الشمس فى رابعة النهار وعكف العاكفون ولهج بذكر محاسنه الواصفون وذاق طعم دقائقه العارفون فاكب عليه العلماء تدريسًا ومطالعةً وبادروا الى تلقيه بالقبول رغبة فيه ومسارعة اھ ۔

وقال صاحب كشف الظنون فى تفسير البيضاوى ۔ وتفسيره هذا كتاب عظيم الشان غنى عن البيان لخص فيه من الكشاف ما يتعلق بالاعراب والمعانى والبيان ومن التفسير الكبير ما يتعلق بالحكمة والكلام ومن تفسير الراغب ما يتعلق بالاشتقاق وغوامض الحقائق ولطائف الاشارات وضم اليه ما ورى زناد فكره من الوجوه المعقولة فجلا رين الشك عن السريرة وزاد فى العلم بسطةً وبصيرةً كما قال مولانا المنشى ؎

اولو الألباب لم يأتوا بكشف قناعِ ما يُتلى
ولكن كان للقاضى يدٌ بيضاء لا تُبلى

ولكونه متبحرًا جالًا فى ميدان فرسان الكلام فاظهر مهارته فى العلوم حسبما يليق بالمقام ۔ هذا والله اعلم وعلمه اكمل ۔

ثابت رضی اللہ عنہ ۔ ولا يحل لكم ان تأخذوا مما آتيتموهن شيئًا کی شرح میں مذکور ہیں۔

هو ثابت بن قيس بن شماس الانصارى الخزرجى رضى الله عنه ۔

آپ مشہور وعظیم القدر صحابی ہیں۔ خطیب الانصار وخطیب النبی علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطابت وبلاغت سے خوب نوازا تھا۔ خطابت کے تمام لوازم وخوبیاں آپ میں جمع تھیں۔ نبی علیہ السلام کے پاس مختلف قبائل کے وفود کے آنے پر بطور مقابلہ آپ ان کو برجستہ تقریر کا حکم دیتے تھے۔ ہجرت کے اوائل میں انصار کی طرف سے آپ نے تقریر کرتے ہوئے کہا نمنعك مما نمنع منه انفسنا واولادنا ۔ فما لنا؟ قال الجنة قالوا رضينا ۔

آپ کی آواز قدرتی طور پر بلند تھی۔ آہستہ بولتے وقت بھی باوجود کوشش کے آواز بلند رہتی تھی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبى تو آپ پریشان ہوگئے جس کا قصہ طویل احادیث میں

مذکور ہے۔ اس وقت نبی علیہ السلام نے ثابتؓ کو جنت کی بشارت دی اور فرمایا کہ تم جنتی ہو۔
مسیلمہ کذاب کے مقابلہ میں جنگِ یمامہ میں آپ بھی موجود تھے۔ یہ جنگ بڑی سخت تھی مسیلمہ کذاب کی فوج کی تعداد بہت زیادہ تھی شکست کا خطرہ ہوا۔ انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے لما انکشف الناس یوم الیمامۃ قلت لثابت بن قیس الا تری یا عم ووجدتہ یتحنط فقال ما ھکذا کنا نقاتل مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بئس ما عودتم اقرانکم اللھم انی ابرأ الیک مما جاء بہ ھؤلاء ومما صنع ھؤلاء ثم قاتل حتی قتل وکان علیہ درع نفیسۃ فمر بہ رجل مسلم فاخذھا فبینما رجل من المسلمین نائم اتاہ ثابتؓ فی منامہ فقال انی اوصیک بوصیۃ فایاک ان تقول ھذا حلم فتضیعہ انی لما قتلت اخذ درعی فلان ومنزلہ فی اقصی الناس وعند خبائہ فرس تستن وقد کفأ علی الدرع برمۃ وفوقھا رحل فائت خالدًا فمرہ فلیأخذھا ولیقل لابی بکر ان علی من الدین کذا وکذا وفلان عتیق فاستیقظ الرجل فأتی خالدًا فاخبرہ فبعث الی الدرع فأتی بھا وحدث ابا بکر برؤیاہ فاجاز وصیتہ۔ رواہ البغوی وغیرہ۔
جنگِ یمامہ خلافت صدیق رضی اللہ عنہ میں ہوئی تھی۔
استیعاب میں اس قصہ کے بعد لکھا ہے وانفذت وصیتہ من بعد موتہ ولا یعلم احدٌ انفذت لہ وصیۃ سواہ۔ نبی علیہ السلام نے آپ کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا یاثابت ترضی ان تعیش حمیدًا وتقتل شہیدًا وتدخل الجنۃ۔

ثعلب النحوی رحمہ اللہ۔ آیت ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ کے بیان میں مذکور ہیں۔ ھو احمد بن یحیی بن یسار ابو العباس المعروف بثعلب النحوی اللغوی امام الکوفیین فی النحو واللغۃ رحمہ اللہ۔ تاریخ ولادت ۲۰۰ھ ہے۔ اور تاریخ وفات ۱۷ جمادی الاولیٰ ۲۹۱ھ ہے۔ خلافت مکتفی بن المعتضد میں ثعلب کا انتقال ہوا۔ امام ثعلب نے گیارہ خلفاء کو دیکھا تھا اور ان کی حکومت کا زمانہ پایا۔ اول مامون اور آخر مکتفی ہے۔ اخیر عمر میں بہرے ہوگئے تھے۔ علی بن سلیمان اخفش ومحمد بن العباس یزیدی وابن الانبار رحمہم اللہ وغیرہ نے ثعلب سے سماع علوم کیا ہے۔ کان ثعلب یقول سمعت من القواریری مائۃ الف حدیث۔ اولاً ثعلب نحو کی طرف متوجہ ہوئے۔ کتب فرا یاد کرنے کے بعد شعر ومعانی وغریب ولغت کی طرف توجہ کی۔
امام ثعلبؒ فرماتے ہیں قال لی محمد بن عیسی بحضرۃ الامیر محمد بن عبد اللہ بن طاھر نحن نقلنا سمك لتقعد منہ الامیر فقلت لہ یا شیخ انی لم اتعلم العلم لتقدنی منی الامراء وانما تعلمتہ لتقدنی منی العلماء۔ مبرد وثعلب معاصر تھے۔ دونوں نحوی لغوی تھے۔ دونوں میں سخت منافرت ومخالفت تھی۔ قال ابو العباس

ثعلب بعث الیّ عبد الله ابن اخت ابی الوزیر رقعةً فیها خط المبرّد - ضَربتُه بلا سیفٍ - قال ایجوز هذا؟ فوجّهتُ الیه لا والله ماسمعتُ بهذا قال ثعلب هذا خطأ البتة لانّ لا التبرئة لا یقع علیها خافض ولا غیره لانّها اداة وما تقع اداة علی اداةٍ - کذا فی معجم الادباء لیاقوت ج ۵ ص ۱۱۲ .

قال احمد بن فارس کان ثعلب لا یتکلّف الاعراب فی کلامه کان یدخل المجلس نتقوم له فیقول اَقعُدُوا اَقعُدُوا بفتح الالف . قال ابن کامل القاضی انشد نی ابن العلاف لما مات المبرّد ؎

ذَهَب المبرِّد وانقضت ایّامُه ۔۔۔ ولَیَلحَقَنّ مع المبرِّد ثعلبُ
بَیتٌ من الاٰداب اَصبَح نصفُه ۔۔۔ خَرِبًا وباقی بیتِها فسیخربُ
فابکُوا لما سَلَب الزمانُ ووَطِّنوا ۔۔۔ للدّهرِ انفُسَکم علی مایُسلَبُ
ذَهَب المبرِّد حیث لا ترجُونه ۔۔۔ ابدًا ومن ترجُونه فمغیَّبُ
فتزوَّدوا مِن ثعلب فبکاسِ ما ۔۔۔ شَرِب المبرِّدُ عن قلیل یشربُ
واستَحلِبوا الفاظَه فکاَنّکم ۔۔۔ بسریرِه وعلیه جَمعٌ ینحبُ
واریٰ لکم ان تکتبوا انفاسه ۔۔۔ اِن کانت الانفاسُ ممّا یکتبُ
فلیَلحقَنّ بمن مضیٰ متخلِّفٌ ۔۔۔ من بعدِه ولیذ هبَنّ ونذهبُ

قال ابو الطیب کان ثعلب ثقة متقنًا یستغنی بشهرته عن نعته وکان حجة دَیِّنًا ورعًا مشهورًا بالحفظ والصدق واکثار الروایة وحسن الدرایة کان ابن الاعرابی اذا شكّ فی شئ یقول لما عندك یا ابا العباس فی هذا؟ ثقةً بغزارة حفظه وکان المبرّد اعلم بکتاب سیبویه من ثعلب لانّه قرأه علی العلماء بخلاف ثعلب -

وکان ابو علی احمد بن جعفر النحوی المعروف بالدینوری ختن ثعلب ای زوج بنته فکان ابو علی یخرج من منزله و ثعلب جالس علی باب داره مع اصحابه فیتخطّی ابو علی اصحابه ویمضی ومعه دفتره ومحبرته فیقرأ علی المبرد کتاب سیبویه فیعاتبه ثعلب علی ذلك ویقول له اذا راك الناس واصحابی الی هذا الرجل ای المبرد تقرأعلیه یقولون ماذا؟ ولم یکن ابو علی یلتفت الی قوله فقیل لابی علی کیف صار المبرد اعلم بکتاب سیبویه من ثعلب؟ قال لان المبرد قرأه علی العلماء وثعلب قرأه علی نفسه ای لیس له فیه استاذ - قیل وکان ثعلب ضیّق النفقة مقترًا علی نفسه -

قال ثعلب یومًا الهرم علة قائمة بنفسها فاذا کان معه علّة فذ الك امر عظیم وانشد ؎

ارى بَصرى فى كل يوم وليلة　يَكِلُّ وخَطوِى عن مَداهُنَّ يَقصُر
ومن يَصحب الايامَ تِسعين حِجّةً　يُغَيِّرنَه والدهر لا يتغيَّر
لعمرى لئن اصبحتُ امشى مُقيّدا　لما كنتُ أمشى مطلقًا قبلُ اكثر

وحدّث الخطيب قال قال ثعلب كنت اُحبّ ان ارى الامام احمد بن حنبل رحمه الله فلما دخلت عليه قال لى فيم تنظر؟ قلت فى النحو والعربية فانشد نى الامام احمد رحمه الله تعالىٰ وهو لبعض بنى اسدؐ

اذا ما خلوت الدهر يومًا فلا تقُل　خلوتُ ولكن قُل علىّ رقيب
ولا تحسبنّ الله يغفل ساعة　ولا أنّ ما تخفى عليه يغيب
لهَونا عن الآثام حين تتابعت　ذنوبٌ على آثارهنّ ذنوب
فياليت ان الله يغفر مامضى　فيأذن فى توباتنا فنتوب

قال ابو محمد الزهرى كان لثعلب عزاء ببعض اهله فتأخّرتُ عنه لانه خفى علىّ ثم قصدته معتذرًا فقال لى يا ابا محمد مابك حاجة الى تكلّف عذر فان الصديق لا يحاسَب والعدو لا يُحتسَبُ له اى لا يهتم له وليس بحسبان ۔

امام ابوالعباس ثعلب نحاۃ کوفہ کے امام ہیں۔ تاہم نحو اہل بصرہ کے بھی ماہر تھے۔ قال الشيخ التاريخى حدّثنى ابوالحصين البجلى قال تقول اهل الكوفة لنا ثلاثة فقهاء فى نسق لم ير الناس مثلهم. ابوحنيفة وابويوسف ومحمد بن الحسن ولنا ثلاثة نحويين كذلك وهم ابوالحسن على بن حمزة الكسائى وابوزكريا الفراء وابوالعباس ثعلب انتهى۔ قال ابوعمر كنتُ فى مجلس ابى العباس ثعلب فضجر فقال له شيخ من الظاهرية لوعلمتَ مالكَ من الاجر فى إفادة الناس لصبرتَ على اذاهم فقال لولا ذلك ما تعَذّبتُ ۔

وحدّث الخطيب قال كان بين المبرّد وثعلب منافرات كثيرة والناس مختلفون فى تفضيل كل واحد منهما على صاحبه قال وجاء رجل الى ثعلب فقال ان المبرد هجاك بقوله فانشده ؎

اُقسم بالمبتسم العذب　ومُشتكى الصَّبِّ الى الصَّب
لو اخذ النحوَ عن الرّبِّ　ما زاده الا عمى القلب

فقال ثعلب ؎

يَشتُمنى عبدُ بنى مَسمَع　فصُنتُ عنه النفسَ والعِرضا
ولم اُجبه لاحتقارى له　مَن ذا يَعَضّ الكلبَ اِن عَضّا

وعن بعض العلماء قال كنت يومًا فی مجلس ثعلبٍ فقال له رجل یا سیدی ما البَعجَدَةُ ؟ قال لا أعرفها فی کلام العرب فقال الرجل فانی وجدتها فی شعر ابن المعتز حیث یقول ؎

أعاذلتی اقصری — أبعجدتی بالمنن

الجدّة العظة فاغتاض ثعلب غیظا عظیما وقال یا قوم أجیدوا أُذنیه عَرکًا او یحلفَ انه لا یرجع یحضر حلقتی ففعلنا ۔ وقال ابو محمد الزهری جئته یوما اشاور فی الانتقال من محلّة الی محلّة لتأذّی بالجیران فقال یا ابا محمد العرب تقول صبرُك علی اذی من تعرف خیر من استحداث ما لا تعرف ۔ قال الصولی کنّا عند ثعلب فقال رجل المسجَد بفتح الجیم هذا المعرُوف فما المصدر ؟ قال السجود قال فعرِّفنی ما لا یجوز من ذا ؟ قال ثعلب لا یقال مسجَد بفتح الجیم وضحك وقال هذا یطول ان وصفنا ما لا یجوز وانما یوصف الجائز لیدل علی ان غیره لا یجوز ۔

ونظیر هذه القصّة ان ماسَوَیه الطبیب الشهیر وَصَف لانسان دواءً ثم قال له کُلِ الفرّوج وشیئًا من الفواکه قال ذلك الانسان ارید ان تخبرنی بالذی لا أکل فقال ماسویه لا تأکلنی ولا حماری ولا غلامی واجمع کثیرًا من القراطیس وبکّر الیّ فان هذا یکثران وصفتُه لك ۔

قال ثعلب دخلتُ علی الامیر محمد بن عبد الله بن طاهر فاذا عنده المبرّد واصحابه فلما قعدتُ قال محمد بن عبد الله ما تقول فی قول امرئ القیس ؎

لها مَتْنَتان خظاتا کما — أکبّ علی ساعِدَیه النَّمِر

فقلت خظاتا صیغة ماضٍ مثنی المؤنث یقال لحم خظا یخظا اذا کان صلبًا مکتنزًا ووصف فرسًا وقوله علی ساعدیه النمر ای فی صلابة ساعد النمر اذا اعتمد علی یده والمتن الطریقة الممتدّة من عین یمین الصُلب وشماله واصل خَظَا تا خَظَتا فلما تحرّکت التاء اعاد الالف من اجل الحرکة والفتحة ۔

قال فاقبل بوجهه علی المبرد فقال له المبرد انما اراد خظاتا بالاضافة الی ما قال فقلتُ ما قال هذا احد قال المبرد بلی سیبویه یقوله فقلت لمحمد بن عبد الله لا والله ما قال سیبویه وهذا کتابه فلیحضر ثم اقبلت علی محمد بن عبد الله وقلت ما حاجتنا الی کتاب سیبویه ؟ ایقال مررت بالزیدین طریفی عمرٍو فیضاف نعت الشئ الی غیره فقال محمد لصحة طبعه لا والله ما یقال هذا ونظر الی المبرد فامسك ولم یقل شیئًا وقمت ونهض المجلس ۔

قلت ثعلب على جلالة مقامه اخطأ ههنا فی موضعين والحق مع المبرّد فی هذا المجلس۔

الاول۔ ان الالف المحذوفة فی مثنی المؤنث الغائب لا تعود قطّ يقال فی مؤنث دعا ورمیٰ دعت دعتا ورمت رمتا ولا يصح دعاتا ورماتا فكيف اعيدت الالف فی خطاتا والصواب خطتا مثل دعتا۔

والثانی لا ادری لم لا يجوز اضافة نعت الشیٔ الی غيره وما اظنّ احدًا ينكر قول القائل رأيت الفرسين مركوبی زيد ولا الغلامين عبدی عمرو ولا الرجلين حبيبی عمرو ورفيقی زيد ومثله مررت بالزيدين طريفی عمرو۔

وقال ابن مجاهد كنت عند ثعلب فقال لی يا ابابكر اشتغل اصحاب القراٰن بالقراٰن ففازوا واشتغل اهل الفقه بالفقه ففازوا واشتغل اصحاب الحديث بالحديث ففازوا واشتغلت انا بزيد وعمرو فليت شعری ما يكون حالی فی الاٰخرة ؟ فانصرفت من عنده فرأيتُ تلك الليلة النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فقال لی اَقرِئ ابا العباس (وهو ثعلب) عنّی السلام وقل له انك صاحب العلم المستطيل۔ قال الروذباری اراد ان الكلام به يكمل والخطاب به يجمل وقال مرة اراد ان جميع العلوم مفتقرة اليه۔

جریر الشاعرؒ ان کا ذکر تفسیر بیضاوی میں متکرر ہے۔

هو جرير بن عطية بن حذيفة بن بدر۔ جریر مشہور اسلامی شاعر ہیں۔ ان کا تعلق نسبًا بنو کلیب بن یربوع سے ہے۔ کنیت ابو حرزہ ہے۔ بصری ہیں۔ دمشق میں بکثرت ان کا آنا جانا تھا۔ یزید بن معاویہؓ اور اس کے بعد کے خلفاء کی مدح میں شعر کہتے تھے۔ فرزدق و اخطل جریر کے معاصر تھے۔ ان دونوں سے اور اسی طرح کئی دوسرے شعراء سے ان کے مقابلے ہوتے تھے وكان جرير اَشعرهم وخيرَهم قال غير واحدٍ هو اشعر الثلاثة اه۔ كذا فی البداية لابن كثير. ج ۹ ص ۲۶۰۔

ابن قتیبہ کتاب الشعر والشعراء ج ۱ ص ۳۷۴ میں لکھتے ہیں:۔ جریر کے دو بھائی تھے ایک کا نام عمرو بن عطیہ اور دوسرے کا نام ورد بن عطیہ تھا۔ جریر سات یا چھے ماہ کے حمل میں پیدا ہوئے۔ یعنی ماں کے بطن میں صرف چھے یا سات ماہ رہے۔ جریر کی اولاد کی تعداد دس ہے۔ آٹھ بیٹے تھے اور دو بیٹیاں۔ جریر نے خواب دیکھا کہ اس کی چار انگلیاں کٹ گئی ہیں۔ چنانچہ تھوڑی مدت کے بعد بنو ضبہ کے ساتھ جنگ میں آپ کے چار بیٹے قتل ہوئے۔

جریر کے احوال کی تفصیل مندرجہ ذیل کتب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ طبقات ابن سلام، ص ۳۱۵۔ شرح

شواہد مغنی، ص ۱۶۔ خزانۃ الادب ج ا ص ۳۶۔ موشح، ص ۱۱۸۔ عینی ج ا ص ۹۱۔ اغانی ج ۷، ص ۳۵۔

جریر کا بیٹا بلال بن جریر بڑا فاضل و شاعر تھا۔ عکرمہ بن جریر و نوح بن جریر بھی بڑے شاعر تھے۔ جریر ہجا و ذم میں بڑے ماہر تھے۔ بہت سے شعراء کی مذمت و ہجو میں اشعار کہتے تھے۔ زیادہ معرکے فرزدق و اخطل کے ساتھ رہتے۔ پھر سب سے زیادہ مقابلہ فرزدق کے ساتھ رہا۔ آج کل کی سیاسی پارٹیوں کی طرح دونوں کے عقیدتمندوں و طرفداروں کی الگ الگ مجلسیں ہوتی تھیں یعنی جلسے ہوتے تھے جن میں اپنے اپنے شاعر فرزدق اور جریر کے اشعار پڑھے جاتے تھے اور ایک کو دوسرے سے اعلیٰ و برتر ثابت کرتے تھے۔

ابو الفرج اصفہانی اغانی ج ۸ ص ۴ پر لکھتے ہیں کہ اخطل آخر میں یعنی مدت مدید کے بعد فرزدق اور جریر کے مقابلوں میں داخل ہوا۔ نیز اصفہانی لکھتے ہیں:۔ اتفقتِ العرب علیٰ انّ اَشعرَ اَھلِ الاسلام ثلاثۃٌ جریرٌ والفرزدق والاخطل واختلفوا فی تقدیم بعضهم علی بعض وکان ابو عمرو یُشبّہ جریرًا بالاعشی والفرزدق بزھیر والاخطل بالنابغۃ۔ اھ۔ جو لوگ جریر کو مقدم کرتے ہیں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں انّ جریرًا کان اکثرَھم فنونَ شعرٍ و اسھلَھم الفاظاً واقلّھم تکلُّفاً وارقّھم نسیبًا وکان دیّنًا عفیفًا وقال محمد بن سلام رأیتُ اعرابیًّا من بنی اسد فقلتُ ایھما عندکم اشعر؟ قال بیوت الشعراء اربعۃ فخرٌ وھجاءٌ ونسیب ومدیح وفی کلھا کان جریرٌ غالبًا۔ ثم ذکر الکل وفصّل کما فی الاغانی ج ۸ ص ۶ اصمعی فرماتے ہیں ۴۳ شعراء نے جریر سے مقابلہ کیا۔ جریر نے سب کو شکست دی صرف فرزدق و اخطل ان کے مقابلے میں جمے رہے۔

بعض علماء کا قول ہے کہ جریر اشعر الناس ہے۔ کیونکہ اس کا والد کمینہ اخلاق والا بخیل و کنجوس تھا مگر اس کے باوجود اس نے باپ و قبیلہ کے بڑے بڑے اوصاف بیان کرکے شعراء پر غلبہ حاصل کیا۔ اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ کسی نے جریر سے سوال کیا کہ سب سے بڑا شاعر کون ہے۔ جریر نے کہا آؤ میرے ساتھ تاکہ جواب کا پتہ چلے فاخذ بیدہ و جاء بہ الیٰ ابیہ عطیۃ وقد اَخذَ عنزًا لہ فاعتقلھا وجعل یَمُصُّ ضرعَھا فصاح بہ اُخرُج یا ابتِ فخرج شیخٌ دمیمٌ رثُّ الھیئۃِ وقد سالَ اللبنُ علی لحیتِہ فقال جریر للرجل الا ترٰی ھذا؟ قال نعم قال ھذا ابی کان یَشربُ من ضَرعِ العنزِ مخافۃَ اَن یُسمعَ صوتُ الحلبِ فیطلب منہ لبن ثم قال جریر اشعر الناس من فاخَرَ بمثل ھذا الاب ثمانین شاعرًا وقارَعَھم بہ فغلبھم جمیعًا۔

بعض علماء کے نزدیک جریر کی افضلیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ عفیف اور پاکدامن تھے۔ خوفِ خدا سے روتے اور ذکر اللہ کثرت سے کرتے تھے۔ اور اخطل کافر تھا کیونکہ وہ عیسائی تھا اور فرزدق فاسق تھا، اجنبی عورتوں کے پیچھے اس کا بھاگنا مشہور ہے۔

اغانی ج ۸ ص ۵۰ پر ابو عمرو بن علاء کی روایت ہے کہ ایک مجلس میں جریر اشعار سنا رہے تھے اتنے میں ایک

جنازہ گزرا فقطع جریر الانشاد وجعل یبکی ثم قال شَیَّبَتْنِی ھذہٖ الجنازۃُ فقلتُ لہ فعلام تقذِف المحصناتِ منذ کذا وکذا فقال انھم یبدأ وننی ثم لا اَعفو۔ اھ۔

ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔ عن عثمان البتّی قال رأیتُ جریرًا وما تضُمّ شفتاہ من التسبیح فقلتُ وما ینفعُك ھذا؟ فقال سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد ان الحسناتِ یُذھِبن السیئات وعد من اللہ حق اھ ۔ اسی عفت کی وجہ سے عمر بن عبد العزیزؒ نے جریر کے سوا دروازے پر کھڑے تمام شعراء کو اپنی مجلس میں آنے سے منع فرما دیا۔

جریر کی تاریخ وفات ۱۱۰ھ ہے۔ فرزدق کی وفات ان سے ۴۰ دن پہلے ہوئی تھی۔ بعض کا قول ہے کہ فرزدق کے انتقال کے چند ماہ بعد جریر کی وفات ہوئی۔ بوقتِ وفات جریر کی عمر ۸۰ سال سے زائد تھی۔

جابر رضی اللہ عنہ۔ آپ آیت واتخذوا من مقام ابراھیم مصلًّی۔ وآیت واتموا الحج والعمرۃ للہ میں مذکور ہیں۔

ھو جابر بن عبد اللہ الصحابی بن الصحابی الانصاری الخزرجی السلمی رضی اللہ عنھما۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کثیر الروایۃ صحابہ میں سے ہیں۔ آپ کی احادیث مرویہ ۱۵۴۰ ہیں۔ ۶۰ منفق علیہ ہیں اور ۲۶ پر بخاری اور ۱۲۶ پر مسلم منفرد ہیں۔

جابرؓ کے والد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ جنگِ اُحد میں شہید ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کرکے پوچھا کہ بتاؤ کیا چاہتے ہو فقال اُرِیدُ اَن اَرجع الی الدنیا فاستشھد مرّۃً اُخرٰی۔ صحیح بخاری میں جابرؓ کی روایت ہے قال دفنتُ ابی یوم اُحُد مع رجل ثم استخرجتہ بعد ستۃ اشھر فاذا ھو کیوم وضعتہ غیر اذنہ۔ صحیح مسلم میں جابرؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی علیہ السلام کے ساتھ ۱۹ غزوات میں شریک ہوا ہوں۔ جنگِ بدر و احد میں والد صاحب کے منع کر دینے کی وجہ سے شریک نہ ہو سکا۔ جابر رضی اللہ عنہ بیعتِ لیلۂ عقبہ میں موجود تھے۔ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ غزوۂ بدر میں موجود تھے روی البخاری فی تاریخہ باسناد صحیح عن ابی سفیان عن جابر قال کنت امنح اصحابی الماء یوم بدر۔ لیکن صحیح مسلم کی روایت اس کے خلاف ہے جس میں خود جابرؓ عدم شرکت بیان کرتے ہیں۔

امام نوویؒ تہذیب الاسماء میں لکھتے ہیں وحیثُ اُطلِق جابر فی ھذہ الکتب فھو جابر بن عبد اللہ واذا اُرید ابن سمرۃ قیدتہ اھ۔ تھذیب الاسماء ص ۱۴۳۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی بقیع میں مدفون ہیں۔ تاریخ وفات ۷۳ھ یا ۷۸ھ

یا ۶۸ھ ہے۔ بناءً علیٰ اختلاف الاقوال فیہ۔ آپ کی کل عمر ۹۴ سال تھی۔
کتاب اصابہ میں ہے کہ مسجد نبوی میں حضرت جابرؓ کا الگ حلقہ علم تھا جس میں لوگ آکر آپ سے علوم حاصل کرتے تھے۔
وعن قتادۃ قال اٰخر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موتًا بالمدینۃ جابر قال البغوی ھو ھو آخرھم موتًا سھل بن سعد۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ۔

ھو ابو خالد جابر بن سمرۃ بن جنادۃ رضی اللہ عنھما۔
آپ کے والد بھی صحابی ہیں تو آپ صحابی ابن صحابی ہیں۔ ۱۴۶، احادیث آپ سے مروی ہیں، دو متفق علیہ ہیں اور ۲۳ پر مسلم منفرد ہیں۔ آپ سے شعبی و عامر بن سعد وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے عن جابر ابن سمرۃ قال واللہ لقد صلیتُ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر من الفی صلاۃٍ۔ وروی الطبرانی عن جابر بن سمرۃ قال جالستُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر من مائۃ مرۃ۔
کوفہ میں اقامت اختیار کی وہاں پر ایک گھر بھی بنایا۔ آپ نے ۷۴ھ میں وفات پائی۔

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ۔ وہ آیت واَن تعفوا اقرب للتقویٰ کے تحت مذکور ہیں۔

ھو جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف القرشی النوفلی۔ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ قریش کے اکابر و علماء نسب میں سے ہیں۔ جنگِ بدر کے قیدیوں کا فدیہ لے کر نبی علیہ السلام کے پاس آئے۔ اس وقت نبی علیہ السلام سورۂ طور پڑھ رہے تھے۔ جبیرؓ کہتے ہیں کہ اس کے سننے سے میں بہت متاثر ہوا اسلام میرے دل میں داخل ہو گیا نبی علیہ السلام نے جبیر سے فرمایا اگر تیرا والد زندہ ہوتا اور ان قیدیوں کے چھڑانے کی درخواست کرتا تو میں یہ سب قیدی اسے بخش دیتا۔
حضرت جبیرؓ صلح حدیبیہ و فتح مکہ کی درمیانی مدت میں اسلام لائے۔ قال البغوی اسلم قبل الفتح ومات فی خلافۃ معاویۃ۔
آپ کی مروی احادیث ۶۰ ہیں۔ ان میں ۶ متفق علیہ ہیں اور بخاری تین پر اور مسلم ایک پر منفرد ہیں۔
آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ۵۴ھ اور بقول ابن قتیبہ ۵۹ھ میں ہوئی۔

جمیلہ رضی اللہ عنہا۔ وہ آیت ولا یحل لکم ان تأخذوا مما اٰتیتموھن شیئًا الخ میں متکرالذکر ہیں۔

وھی جمیلۃ بنت عبد اللہ بن ابیّ ابن سلول۔ وقیل جمیلۃ بنت ابی۔ فنسبھا الی جدّھا۔ آپ صحابیہ ہیں۔ آپ کے بارے میں آیتِ خلع نازل ہوئی ہے۔ استیعاب میں جمیلہ بنت ابیّ لکھا ہے۔ ثم ذکر باسنادہ عن جمیلۃ

بنت ابی ابن سلول انہا کانت تحت ثابت بن قیس بن شماس فنشزت علیہ فارسل الیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا جمیلۃ ماکرھت من ثابت فقالت واللہ ماکرھت منہ شیئا الا دمامتہ فقال لھا تردین علیہ الحدیقۃ ؟ قالت نعم ففرق بینہما وکانت قبل ثابت بن قیس تحت حنظلۃ بن ابی عامر الغسیل للملائکۃ المقتول یوم احد ثم تزوجھا بعد ثابت مالک بن الدخشم ثم تزوجھا بعدہ حبیب بن اساف الانصاری انتھی بتصرف ۔ ابن حجر نے اصابہ میں ان کے بارے میں تاریخی و علمی تحقیق کی ہے ۔

جُمل ۔ رضی اللہ عنہا ۔ آیت فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن کی تفسیر میں مذکور ہیں ۔

ھی جمل بنت یسار المزنیۃ اخت معقل بن یسار رضی اللہ عنہا ۔

ان ہی جمل کے بارے میں مذکورہ صدر آیت نازل ہوئی ۔ جمل کے نام میں اختلاف ہے ۔ اخرج الطبری من طریق ابن جریج ان اسمہا جمیلۃ وقال الکلبی اسمہا جُمَیل بالتصغیر ویقال اسمہا لیلی ۔ کذا فی الاصابۃ ۔

وقال فی الاستیعاب جُمیل بنت یسار اخت معقل سماھا الکلبی فی تفسیرہ فھی التی عضلھا اخوھا معقل وکان زوجھا ابو البداح بن عاصم ھکذا قال عبد الغنی بالتصغیر اھ وکانت طلقھا زوجھا ثم اراد ان یعیدھا فمنعہ معقل اخرج البخاری عن الحسن قال فی ھذہ الآیۃ حدثنی معقل بن یسار انہا نزلت فیہ قال کنت زوجت اختا لی من رجل فطلقھا حتی اذا انقضت عدتھا جاء یخطبھا فقلت لہ زوجتک وافرشتک واکرمتک فطلقتھا ثم جئت تخطبھا لا واللہ لا تعود الیھا ابدا قال وکان رجلا لا بأس بہ وکانت المرأۃ لا تکرہ ان ترجع الیہ فانزل اللہ الآیۃ فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن فقلت الآن افعل یا رسول اللہ فزوجھا ایاہ ۔

الجعدی الشاعر رضی اللہ عنہ ۔ آیت اُحِلَّ لکم لیلۃَ الصیامِ الرفثُ الٰی نساءِکم کے تحت مذکور ہیں

نابغہ جعدی مشہور شاعر و معمر صحابی ہیں ۔ ان کے نام میں اختلاف ہے ۔ عند البعض قیس بن عبد اللہ بن عدس ہے اور عند البعض عبد اللہ بن قیس بن عمر اور عند البعض حبان بن قیس ۔ کذا فی الاصابہ ۔ ابن قتیبہ نے کتاب الشعر والشعراء ج ۱ ص ۲۰۸ پر عبد اللہ بن قیس لکھا ہے ۔ کنیت ابو لیلی ہے ۔ ان کے احوال طبقات ابن سلام ، ص ۱۰۳ ۔ اغانی ج ۴ ص ۱۲۸ ۔ معجم مرزبانی ص ۲۳۱ ۔ کتاب المعمرین ص ۶۶ ۔ خزانۃ الادب ج ۱ ص ۵۱۲ ۔ موشح ص ۶۴ وغیرہ میں مذکور ہیں ۔ قال الفخذمی کان النابغۃ قدیما شاعرا مغلقا طویل العمر فی الجاہلیۃ وفی الاسلام وکان اسن من النابغۃ الذبیانی وقال البعض اقام مدۃ لا یقول الشعر ثم قال فقیل نبغ فسمی النابغۃ ۔

آپ دو سو سال تک زندہ رہے ۔ کما قال ابو حاتم فی کتاب المعمرین ۔ وعند البعض ۱۸۰ سال تک اور بقول ابن قتیبہ ۲۲۰ سال تک زندہ رہے ۔ اور بقول اصمعی ۲۳۰ سال تک ۔ اصابہ ۔ لیکن ابن قتیبہ کی طرف یہ نسبت مشکوک ہے ۔ کیونکہ ابن قتیبہ کی کتاب الشعر والشعراء میں ۱۲۰ سال مکتوب ہے ۔ نابغہ جعدی جاہلیت میں بھی شراب

بت پرستی سے اجتناب کرتے تھے اور دین ابراہیم علیہ السلام پر قائم تھے۔

نابغہؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کو میں نے ایک قصیدہ سنایا، جب میں نے یہ پڑھا ؎

بلغنا السماء مجدُنا وجدُودُنا — وانّا لنرجو فوق ذلك مظهرًا

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم این المظہر یا ابا لیلیٰ قلتُ الجنۃ قال اجل ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پھر جب یہ پڑھا ؎

ولاخیرَ فی حلمٍ اذا لم یکن لہ — بوادرُ تحمی صفوہ ان یکدرا

ولاخیر فی جھلٍ اذا لم یکن لہ — حلیمٌ اذا ما اوردَ الامر اصدرا

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یفضض اللہ فاك مرتین وفی روایۃ فقال لی اجدتَ لا یفضض اللہ فاك فرأیتُ اَسنانہ کالبرد المنھل ماانفصمت لہ سنٌّ ولا انفلتت وفی روایۃ فقال لی صدقتَ لا یفضض اللہ فاك فبقی عمرہ احسنَ الناس ثغرًا کلما سقطت سنٌّ عادت اُخریٰ۔ کذا فی الاصابۃ ج ۳ ص ۵۳۹۔ قال ابن قتیبۃ ومات باصبھان وھو ابن مائۃ وعشرین سنۃً۔ ایک روایت میں خلافت ابن زبیرؓ تک ان کا زندہ رہنا ثابت ہے۔

الحسن البصری رحمہ اللہ۔ تفسیر فانجینٰکم واغرقنا اٰل فرعونَ اور اوکصیّبٍ من السماء الخ میں و دیگر کئی مواضع میں مذکور ہیں۔

ھو ابو سعید الحسن بن ابی الحسن یسار التابعی البصری رحمہ اللہ۔ حسن بصریؒ کی والدہ کا نام خیرہ تھا۔ وہ امّ سلمہ امّ المؤمنینؓ کی باندی تھیں۔ حسنؒ اس وقت پیدا ہوئے جب کہ خلافتِ فاروقی کے دو سال باقی تھے۔ بچپن میں حسن کی والدہ کسی کام میں مشغول ہوتیں اور آپ روتے تو امّ المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا انہیں اٹھا کر خاموش کرنے کے لیے ان کے منہ میں اپنے پستان دے دیتیں جس میں ان کے لیے فوراً کچھ دودھ پیدا ہو جاتا تھا۔ علماء کہتے ہیں کہ امّ سلمہ امّ المؤمنینؓ کے دودھ کے ان چند قطروں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حسن بصریؒ کو فصاحت و بلاغت اور علوم و حکمت کے اسرار عنایت فرمائے۔

حسن بصریؒ کا زہد و تقویٰ، امامت، جلالت، محدثِ کبیر ہونا مسلّم ہے۔ آپ نے متعدد صحابہ کو دیکھا اور ان سے سماعِ احادیث کیا ہے۔ ابن عمر۔ انس۔ سمرہ۔ ابو بکرۃ۔ قیس بن عاصم۔ معقل بن یسار وغیرہ رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے۔ بقول ہشام بن حسان آپ نے ۱۲۰ صحابہ کو دیکھا ہے۔ اور ابن سیرینؒ نے ۳۰ صحابہ کو دیکھا ہے۔ بعض علماء کی رائے میں حسنؒ نے اس سے بھی زیادہ صحابہ کو دیکھا ہے۔ خود حسن بصریؒ فرماتے ہیں غزونا غزوۃً الی خراسان معنا فیھا ثلثمائۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کی مجلس علوم و حِکَم و

ونصائح و ترغیب و ترہیب کی مجلس تھی۔

فعن مطر الوراق قال کان الحسن کانما کان فی الاخرة فھو یخبر عما رأی وعاین ومن حلم الحسن ما ذکرہ الشافعی فی قولہ تعالٰی وشاورھم فی الامر۔ قال الحسن کان غنیاً عن مشاورتھم لکن اراد ان یستن بہ الحکام بعدہ۔ کذا ذکر النووی فی التھذیب ج ۱ ص ۱۶۲۔

حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں آپ کے حکم و اسرار و علوم ذکر کیے ہیں۔

حسن بصریؒ پر ہر وقت خوف و فکرِ آخرت و حزن کی حالت طاری رہتی تھی۔ آپ فقیہ۔ زاہد۔ عابد۔ بکّاء اور تارکِ دنیا تھے۔ آپ کا قول ہے ذھبت المعارف و بقیت المناکر من بقی من المسلمین فھو مغموم۔ نیز مؤمنِ کامل کی علامت بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا انّ المؤمن یصبح حزیناً و یمسی حزیناً ولا یسعہ غیر ذلک لانہ بین مخافتین بین ذنب قد مضی لا یدری ما اللہ یصنع فیہ و بین اجل قد بقی لا یدری ما یصیب فیہ من المھالک۔

حکیم بن جحل جو ابن سیرینؒ کے دوست تھے انہوں نے ابن سیرینؒ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں ایک محل اور عمدہ حالت میں دیکھا تو پوچھا ای اخی فما صنع الحسن قال رفع فوقی بتسعین درجۃ فقلت وم ذلک؟ قال بطول حزنہ۔ ابن ابی حزمؒ کہتے ہیں سمعت الحسن یحلف باللہ الذی لا الٰہ الا ھو ما یسع المؤمن فی دینہ الا الحزن وکان الحسن یقول یحق لمن یعلم ان الموت مورِدُہ وان الساعۃ موعدہ وان القیام بین یدی اللہ مشھدہ ان یطول حزنہ وکان یقول طول الحزن فی الدنیا تلقیح العمل الصالح وکان الحسن یقول ویحک یا ابن اٰدم ھل لک بمحاربۃ اللہ طاقۃ؟ انہ من عصی اللہ فقد حاربہ واللہ لقد ادرکتُ سبعین بدریاً اکثر لباسھم الصوف ولو رأیتموھم قلتم مجانین ولو رأوا اخیارکم لقالوا اما لھؤلاء من خلاق ولو رأوا اشرارکم لقالوا ما یؤمن ھؤلاء بیوم الحساب ولقد رأیتُ اقواماً یمسی احدھم وما یجد عندہ الا قوتاً فیقول لا اجعل ھذا کلہ فی بطنی لاجعلن بعضہ للہ عزوجل فیتصدق ببعضہ۔

وکان یقول انما الدنیا ثلاثۃ ایام یومٌ مضی لا ترجوہ و یومٌ انت فیہ ینبغی لک ان تغتنمہ و یومٌ یأتی لا تدری انت اھلہ ام لا ولا تدری لعلک تموت قبلہ فاما امس فحکیم مؤدب واما الیوم فصدیق مودّع و غداً فی یدیک منہ اَمَلُہ فخذ الثقۃ بالعمل واترک الغرور بالامل قبل حلول الاجل وانما الیوم ان عقلت ضیف نزل بک وھو مرتحلٌ عنک فان احسنت نزلہ وقراہ شھد لک واثنی علیک بذلک وصدق فیک وان اسأت ضیافتہ جال فی عینیک۔

ایک موقعہ پر نو علاماتِ تقویٰ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں یا ابن اٰدم عملک عملک فانما ھو لحمک ودمک

فانظر علی ایّ حال تلقیٰ عملک ان لاھل التقویٰ علاماتٍ یُعرفون بھا صدق الحدیث والوفاءُ بالعہد وصلۃُ الرحم ورحمۃ الضعفاء وقلّۃُ الفخر والخیلاء وبذلُ المعروف وقلّۃُ المباھاۃ للناس وحسنُ الخُلق وسعۃُ الخلق مما یقرب الی اللّٰہ عزوجلّ یا ابن اٰدم انک ناظر الی عملک یوزن خیرہٗ وشرّہٗ فلا تحقرنّ من الخیر شیئاً وان ھو صغُر فانک اذا رأیتہ سرّک مکانہ ولا تحقرن من الشر شیئًا فانک اذا رأیتہ ساءک مکانہ۔

حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے من کانت لہ اربع خلال حرّمہ اللّٰہ علی النار اعاذہ من الشیطان من یملک نفسہ عند الرغبۃ والرھبۃ وعند الشھوۃ وعند الغضب۔ کذا فی الحلیۃ ج ۲ ص ۱۴۴

عمران بن قصیرؒ کہتے ہیں سالتُ الحسن عن شئ فقلتُ ان الفقھاء یقولون کذا وکذا فقال وھل رأیتَ فقیھًا بعینک؟ انما الفقیہ الزاھد فی الدنیا البصیر بدینہ المداوم علی عبادۃ ربّہ عزوجلّ۔ وعن ایوب قال لو رأیتَ الحسن لقلتَ انک لم تجالس فقیھا قط وکان الحسن اذا ذُکر عند ابی جعفر محمد بن علی بن الحسینؒ قال ذاک الذی یُشبہ کلامُہ کلامَ الانبیاء علیھم السلام۔

حسن بصریؒ کا قول ہے ما من رجل یریٰ نعمۃَ اللّٰہ علیہ فیقول الحمد للّٰہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات الا اَغناہ اللّٰہ تعالیٰ وزادہ۔ وکان یقول یا ابن اٰدم انما انتَ ایامٌ کلما ذھب یومٌ ذھب بعضُک وکان یقول فضح الموت الدنیا فلم یترک فیھا لذی لبٍّ فرحًا وکان الحسنؒ یتمثل بھذین البیتین احدھما فی اول النھار والاٰخر فی اٰخر النھار ؎

یَسُرُّ الفتیٰ ماکان قدّم من تُقیً ۔۔۔ اذا عَرفَ الداءَ الذی ھو قاتلہ

؎ وما الدنیا بباقیۃٍ لِحَیٍّ ۔۔۔ ولا حَیٌّ علی الدنیا بباقی

وکان الحسن یحلف باللّٰہ ویقول ما اعَزّ احدٌ الدراھمَ الا اَذلّہ اللّٰہ۔ ویقول بئس الرفیقان الدرھم والدینار لاینفعانک حتی یُفارقانک۔

وسأل رجل الحسن فقال یا ابا سعید ما الایمان؟ قال الصبر والسماحۃ فقال الرجل یا ابا سعید فما الصبر والسماحۃ قال الصبر عن معصیۃ اللّٰہ عزوجلّ والسماحۃ باداء فرائض اللّٰہ عزوجلّ وکان یقول فضل الفعال علی المقال مکرمۃ وفضل المقال علی الفعال منقصۃ۔ وکان یقول الخوف والرجاء مطیّتا المؤمن وکان یقول لوعلم العابدون انھم لا یرون ربھم یوم القیامۃ لماتوا وکان یقول أریٰ رجالًا ولا اَریٰ عقولًا اَسمع اَصواتا ولا اَریٰ اَنیسًا۔ اَخصب اَلسِنۃ واجدب قلوبًا۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ۔ قل ان کانت لکم الدارُ الاٰخرۃ الیٰ قولہ فتمنّوا الموتَ ان کنتم صادقین کے بیان میں مذکور ہیں۔

هو ابوعبد الله حذیفة بن الیمان الصحابی رضؓ۔
یمان آپ کا لقب ہے اور اصل نام حِسْل ہے۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے والد حسلؓ انصار میں بنی عبدالاشہل کے حلیف تھے۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ متعدد مناقب واحوال کی وجہ سے ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

اوّل یہ کہ انصار سے تعلق رکھنے کے باوجود آپ مع والدین مہاجرین میں بھی شمار ہوتے ہیں۔ قال النووی فی التهذیب ج ۱ ص۱۵۳ ماحاصلہ اسلم حذیفة وابوہٗ هاجرا واسلمت امّ حذیفة وهاجرتْ اھ۔ وعن سعید بن المسیّب عن حذیفة خیّرنی رسول الله صلی الله علیہ وسلم بین الهجرة والنُصرة فاخترت النصرة۔

دوم۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ کا لقب صاحب سِرّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ نبی علیہ السلام نے آپ کو منافقین کے نام اور قیامت تک آنے والے بعض واقعات وفتن کی تفصیلات اور بعض رؤسا فتن و دجالین کے نام بتلائے تھے۔ روی مسلم عنہ قال لقد حدّثنی رسول الله صلی الله علیہ وسلم ماکان ومایکون حتی تقوم الساعة۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی اس سلسلے میں آپ کے علم پر اعتماد کرتے تھے۔ وفی اثران عمر سأله هل فی عُمّالی احد من المنافقین قال نعم واحدٌ قال من هو قال لا اذکرہ فعزله عمر کانما دُلّ علیہ۔

وفی صحیح مسلم عنه والله انی لأعلم الناس بکل فتنةٍ کائنةٍ فیمابینی وبین الساعة۔

سوم۔ حذیفہؓ کے والد یمان کو جنگِ اُحد میں اپنے رفقا یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم نے غلطی سے شہید کر دیا۔ حضرت حذیفہ نے اپنے باپ کا خون مسلمانوں کو معاف کر دیا۔

چہارم۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مدائن کا گورنر مقرر فرمایا۔ اور آپ اپنی وفات تک مدائن ہی میں رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ۴۰ دن بعد آپ وفات پا گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تاریخ شہادت ۱۹ ذوالحجہ ۳۵ھ ہے۔

روی ابونعیم باسنادہ فی الحلیة ج ۱ ص۲۷۶ عن حذیفة قال القلوب اربعة قلب اغلف فذلک قلب الکافر وقلب مصفح فذلک قلب المنافق وقلب اجرد فیه سراج یزهر فذلک قلب المؤمن وقلب فیه نفاق وایمان لمثل الایمان کمثل شجرة یمدّها ماء طیّب ومثل النفاق مثل القرحة یمدّها قیح ودم فایهما غلب علیه غلب وکان حذیفة رضی الله عنه یقول ما من یوم اقرّ لعینی ولا احب لنفسی من یوم اٰتی اهلی فلا اجد عندهم طعامًا ویقولون ما نقدر علی قلیل ولاکثیر وذلک انی سمعت رسول الله صلی الله علیہ وسلم یقول ان الله اشدّ حمیّة للمؤمن الدنیا من المریض اهله الطعام والله تعالی اشد تعاهدًا للمؤمن بالبلاء من الوالد لولدہ بالخیر کان یقول لیس خیرکم الذین یترکون الدنیا للأخرة ولا الذین یترکون الاٰخرة

للدنیا ولکن الذین یتناولون من کلٍّ ۔

حسّان ۔ رضی اللہ عنہ ۔ بیان واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لآدم میں مذکور ہیں ۔

ھو حسّان بن ثابت المنذر بن حرام الانصاری الخزرجی ثم النجاری رضی اللہ عنہ ۔

حسّان کی والدہ کا نام فُرَیعہ (بالتصغیر) ہے ۔ حسّان نبی علیہ السلام کے شاعر تھے ۔ قال ابو عبیدۃ فُضّل حسّان علی الشعراء بثلاث کان شاعر الانصار فی الجاھلیۃ وشاعرَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ایام النبوۃ و شاعرَ الیمن کلّھا فی الاسلام ۔

وعن البرّاء رضی اللہ عنہ انّ النبی علیہ السلام قال لحسّان اھجُھم وجبریل معك ۔ اخرجہ الشیخان ۔

آپ کے لیے یہ فضیلت کافی ہے کہ نبی علیہ السلام اپنے دستِ مبارک سے مسجد میں آپ کے لیے منبر رکھتے تھے ۔ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی علیہ السلام کان یَضع لحسّان المنبر فی المسجد یقوم علیہ قائمًا یَھجو الذین کانوا یَھجُونَ النبی علیہ السلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان رُوحَ القدسِ مع حسّان مادام ینافح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ رواہ ابوداؤد ۔

سعید بن مسیبؒ کی روایت ہے کہ ایک روز حسانؓ مسجد نبی علیہ السلام میں شعر پڑھ رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غصہ کی نگاہ سے آپ کی طرف دیکھا ۔ حسان رضی اللہ عنہ سمجھ گئے اور کہا کنتُ انشدُ فیہ من ھو خیرٌ منك ۔ آپ کے اشعار کا دیوان مطبوع ہے ۔

قال ابن سعد عاشَ فی الجاھلیۃ ستّین سنۃً وفی الاسلام ستّین سنۃً ومات وھو ابن عشرینٍ مائۃ ۔

آپ کی وفات ۵۴ھ میں اور بقول بعض ۴۰ھ میں اور بقول بعض ۵۰ھ میں ہوئی ۔

وقال فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۶۹ وحسّانُ ممن عاش فی الجاھلیۃ ستّین سنۃ وفی الاسلام مثلھا وکذا عاش ھذا القدر وھو ۱۲۰ سنۃ ابوہ وجدّہ ووالد جدّہ ولا یعرف اربعۃ تناسلوا وتساوت اعمارھم سواھم وکان حسان یضرب بلسانہ ارنبۃ انفہ وکذا ابنہ وابوہ وجدّہ ۔ انتھی ۔

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ آپ بزدل تھے مگر یہ بات غلط ہے ۔ آپ کے بہت سے شعراء سے مقابلے ہوئے اگر آپ بزدل ہوتے تو ضرور کوئی آپ کو بزدلی کا طعنہ دیتا ۔

حاتم الطائی ۔ وایّدناہ بروح القدس کے بیان میں مذکور ہے ۔

ھو حاتم بن عبد اللہ بن سعد الطائی ۔

حاتم مشہور سخی شاعر جاہلی ہے ۔ کنیت ابو عدی و ابو سفانہ ہے قبل مات کافرًا ظہور اسلام سے پہلے

وفات پائی ہے۔ البتہ اس کے بیٹے عدی نے اسلام کا شرف حاصل کیا۔ اخرج احمد فی مسندہٖ عن ابنہٖ عدیؓ قال قلتُ یارسول اللہ ان ابی کان یَصِلُ الرحم ویفعل کذا وکذا قال ان اباك اراد امرًا فادرکہ۔ خزانۃ الادب ج ۳ ص۱۱۳ اور ج ا ص۲۶۱ پر حاتم و عدیؓ کے احوال مذکور ہیں۔ عدی بن حاتمؓ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں۔ شکار سے متعلق اکثر احادیث آپ سے مروی ہیں کیونکہ آپ شکاری تھے۔ شکاری کُتّے پال رکھے تھے جن سے شکار کرتے تھے۔ عدی رضی اللہ عنہ ۷ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے وقال الواقدی قدم سنۃ عشرۃ۔

ابن اعرابی لکھتے ہیں۔ حاتم بڑے جوّاد تھے۔ ان کا جُود ان کے شعر کے مطابق تھا یعنی ان کا فعل ان کے قول کی تصدیق کرتا تھا۔ جہاں اُترتے آپ کی منزل اور قیام گاہ لوگوں میں مشہور ہوتی تھی۔ بڑے خوش نصیب تھے۔ بخت سدا ان کی یاوری کرتا تھا۔ جب جنگ پر جاتے تو غالب ہو کر آتے۔ غنیمت حاصل کرنے جاتے تو کامیاب لوٹتے۔ قرعہ اندازی میں حسبِ خواہش کامیاب ہوتے تھے۔ مقابلہ ہوتا تو سب پر سبقت لیجاتے جب ماہِ رجب شروع ہوتا چونکہ یہ مہینہ عرب میں بڑا محترم تھا تو ہر روز دس اونٹ لوگوں کو کھلانے کے لیے ذبح کرتے تھے۔

حاتم کی سخاوت کے قصے بڑے عجیب ہیں جو کتابوں میں مذکور ہیں۔ اوّل اوّل آپ کی سخاوت کا واقعہ بھی حیرت انگیز ہے وہ یہ کہ حاتم کو باپ نے جنگل میں اپنے اونٹ اور بکریوں کی حفاظت پر مامور کیا۔ ایک دن حاتم کے پاس شعراء کی ایک جماعت جن میں عبید بن ابرص و بشر بن ابی حازم و نابغہ ذبیانی وغیرہ تھے وارد ہوئی۔ یہ جماعت نعمان بن منذر بادشاہ کے پاس جارہی تھی۔ ان لوگوں نے حاتم سے کچھ کھانے کے لیے مانگا۔ حاتم نے ہر ایک کے لیے الگ الگ اونٹ ذبح کیا۔ اور حاتم کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ بعدہٗ جب تعارف ہوا اور پتہ چلا کہ یہ تو بڑے بڑے شعراء ہیں تو حاتم نے سب اونٹ اور ساری بکریاں ان میں تقسیم کر دیں۔ جب باپ آیا اور پوچھا کہ اونٹ اور بکریاں کہاں ہیں؟ تو حاتم نے یہ عجیب جواب دیا۔ قال طَوّقتُك مجدَ الدّھرِ تطویقَ الحمامۃِ اور پھر سارا قصہ سُنا دیا۔ باپ ناراض ہوا اور کہا اذًا لا اُساکِنُك بعدَھا ابدًا او لا اُؤوِیك فقال حاتم اذًا لا اُبالی۔

موت کے بعد بھی حاتم کی سخاوت کا ایک عجیب قصہ مؤرخین و اہلِ ادب نے ذکر کیا ہے۔ وہ قصہ یہ ہے مرّ نفر من عبد القیس بقبرِ حاتم فنزلوا قریبًا منہ فقام الیہ رجل یقال لہ ابو الخیبری وجعل یرکض برجلہ قبرہ ویقول اِقرِنا فقال بعضھم لہ ویلك ما یدعوك ان تعرض لرجل قد مات قال ابو الخیبری ان طیئًا تزعم انہ ما نزل بہ احدٌ الا قراہ ثم اجنّھم اللیلُ فناموا فقام ابو الخیبری فزعًا وھو یقول وا راحلتاہ۔ فقالوا لہ مالكَ؟

قال اتانی حاتم فی النوم وعقر ناقتی بالسیف وانا انظر الیها ثم انشد نی شعراً حفظتہ یقول فیہ حاتم ؎

ابا الخیبری وانت امرؤٌ ظلوم العشیرۃ شتامُھا
اتیت بصحبك تبغی القریٰ لدیٰ حفرۃٍ قد صدت ھامُھا
اتبغی لی الذم عند المبیت وحولك طیٌّ و انعامُھا
فانا سنشبع اضیافنا ونأتی المطیّ فنعتامُھا

فقاموا واذا بناقۃ الی الخیبری تکوس عقیراً فانحروھا و باتوا یاکلون وقالوا قرانا حاتم حیّاً ومیتاً واردفوا صاحبہم وانطلقوا سائرین واذا برجل راکب بعیراً و یقود آخر قد لحقہم وھو یقول ایکم ابو الخیبری ؟ قال الرجل انا قال نحن ھذا البعیر انا عدیّ بن حاتم جاء نی حاتم فی النوم وزعم انہ قراکم بناقتك وامرنی ان احملك فشانك والبعیر ودفعہ الیھم وانصرف ۔ راجع کتاب المحاسن للجاحظ ص۱۳۲ والبیھقی ج ۱ ص۱۲۶ والقالی ج ۳ ص۱۵۷۔

حمزۃ بن حبیب بن عمارۃ بن اسماعیل الامام عمارۃ التیمیؒ تیم اللہ ولاءً وقیل نسباً الکوفی المعروف بالزیّات رحمہ اللہ تعالیٰ ۔

قاری حمزہ امام، ثقہ، حافظ، ضابط ، ورع متقی، ثبت، قاری، مُقری و جامع کمالات اور قراء سبعہ میں سے ہیں ۔ ابن خلکان وفیات میں لکھتے ہیں کہ آپ زیات کے نام سے مشہور تھے ۔ وقیل لہ الزیّات لانہ کان یجلب الزیت من الکوفۃ الی حلوان ویجلب من حلوان الجبن والجوز الی الکوفۃ اھ ۔ بہرحال آپ تیل وغیرہ اشیاء کے تاجر تھے ۔ ابن خلکان لکھتے ہیں وھو الامام الحبر شیخ القراء واحد السبعۃ الائمۃ ولد سنۃ ثمانین و ادرك الصحابۃ بالسن فیحتمل ان یکون رأی بعضہم انتہیٰ مافی الوفیات ج ۲ ص۲۹ ۔

حمزہ کوفی رحمہ اللہ تعالیٰ کی قراءت کا مدار چار صحابہ ہیں یعنی علی وعثمان وابن مسعود وابی رضی اللہ عنہم اور ان چاروں نے نبی علیہ السلام سے اخذ قراءت کیا ہے ۔ حمزہ رحمہ اللہ کی قراءت کے سلسلے بھی چار ہیں ۔

اوّل یہ ہے قرأ حمزۃ علی جعفر الصادق علی ابیہ محمد الباقر علی ابیہ زین العابدین علی ابیہ الحسین علی ابیہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ۔

دوم یہ ہے قرأ حمزۃ ایضاً علی الاعمش علی یحیی بن وثاب علی علقمۃ علی ابن مسعود رضی اللہ عنہم ۔

سوم وقرأ حمزۃ ایضاً علی محمد بن ابی لیلیٰ علی ابی المنھال علی سعید بن جبیر علی عبد اللہ بن عباس علی ابی ابن کعب رضی اللہ عنہم ۔

چہارم وقرأ حمزۃ ایضاً علی حمران بن اعین علی ابی الاسود علی عثمان وعلی رضی اللہ عنہم ۔

حمزہ قاری روایت کرتے ہیں ابو اسحاق سبیعی واعمش وعدی بن ثابت وحبیب بن ابی ثابت ومنصور بن

المعتمر وغیرہ رحمہم اللہ سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابن المبارک وعبداللہ بن صالح عجلی وسلیم بن عیسٰی وعیسٰی بن یونس و ابواحمد زبیری ومحمد بن فضیل ووکیع وقبیصہ بن عقبہ وغیرہ رحمہم اللہ۔ کذا فی التہذیب لابن حجر ج ۳ ص ۲۷۔

ابوبکر بن منجویہ فرماتے ہیں کان من علماء زمانہ بالقراءات وکان من خیار عباد اللہ عبادۃً وفضلاً وورعاً ونسکاً۔ ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا ہے وقال ابن معین ثقۃ وقال النسائی لیس بہ بأس وقال العجلی ثقۃ رجل صالح۔ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں کان رجلاً صالحاً عندہ احادیث وکان صدوقاً صاحب سنّۃ۔ ابنِ فضیل فرماتے ہیں ما احسب ان اللہ یدفع البلاء عن اھل الکوفۃ الا بحمزۃ ورأہ الاعمش مقبلاً فقال و بَشِّرِ المخبتین حسین جعفی فرماتے ہیں ربما عطش حمزۃُ فلا یستسقی کراھۃَ أن یصادِفَ مَن قرأ علیہ۔ ساجی کا قول ہے صدوق سیئی الحفظ لیس بمتقن فی الحدیث۔

آپ اپنے تلامذۂ قرآن سے ادنیٰ خدمت لینا بھی پسند نہ فرماتے تھے۔ جیسا کہ حسین جعفی کی حکایتِ مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ کہیں یہ خدمت اخذِ اجر بالقرآن نہ ہو جائے۔ آپ تعلیم قرآن پر اجرت نہیں لیتے تھے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ شرح شاطبی ص ۱۵ پر لکھتے ہیں کان لا یأخذ اجراً علی الاقراء وامتنع حین عرض علیہ تلمیذ لہ فی یوم حرٍّ کوز الماء وقال شعیب بن حرب دخلتُ الکوفۃَ فرایتُ سفیانَ الثوری و شریک بن عبداللہ قاعدین قدام حمزۃ یقرأان فقلتُ فی نفسی اکون الثالث وقال حمزۃ رَوَیتُ الفَ حدیث باسنادہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نماز ظہر کے بعد سے تا عصر اور نماز مغرب کے بعد تا نماز عشاء نوافل میں مشغول رہتے نیز رات کا اکثر حصہ نوافل پڑھنے میں گزارتے تھے۔

حمزہؒ سے امام مسلم نے صحیح میں اور ابوداؤد وابن ماجہ ونسائی وترمذی نے اپنی اپنی کتاب سنن میں روایتِ حدیث کی ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں آپ سے روایت نہیں کی۔ امام حمزہ رحمہ اللہ ہر وقت قرآن شریف کی تلاوت کرتے رہتے تھے۔ قیل لم یلقَ احدٌ الا وھو یقرأ القرآن۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ حمزہ سے کہا شیئان غلبتنا علیھما لسنا ننازِعُکَ فیھما القرآنُ والفرائض وقال سفیان الثوری غلب حمزۃ الناس علی القرآن والفرائض وقال شعیب بن حرب الا تسألونی عن الدُّرِّ یعنی قراءۃَ حمزۃ اخذ حمزۃُ القراءۃَ عرضاً عن الاعمشِ والامامِ جعفر بن محمد الصادق وابن ابی لیلیٰ وحمران بن اعین و اخذ القراءۃ عنہ ابراھیم بن ادھم وسفیان الثوری وشریکُ بن عبداللہ وعلیُّ بن حمزۃ الکسائی وغیرھم والی حمزۃ المنتھی فی الصدق والورع والتقویٰ والیہ صارتْ الامۃ فی القراءۃِ بعد عاصِمٍ والاعمشِ وکانَ اماماً حجۃً ثقۃً ثبتاً رضیاً قیماً بکتاب اللہ بصیراً بالفرائض خبیراً بالعربیۃ حافظاً للحدیث عابداً زاھداً خاشعاً قانتاً للہ ورعاً عدیم

النظیر۔ کذا فی الوفیات۔

امام حمزہ رحمہ اللہ کی قراءت پر اگرچہ بعض ائمہ قدماء معترض تھے لیکن بعدہٗ وہ امت میں مقبول ہوئی اور اس کی صحت مجمع علیہ ہوگئی۔ لہٰذا اب اس میں شک کرنا کفر ہے۔ آپ کی ساری قراءت نبی علیہ السلام سے مروی و ماخوذ ہے۔

تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۷ میں ہے قال الآجری عن احمد بن سنان کان یزید یعنی ابن هارون یکرہ قراءۃ حمزۃ کراهیۃً شدیدۃً قال احمد بن سنان وسمعتُ ابن مهدی یقول لو کان لی سلطانٌ علی من یقرأُ قراءۃ حمزۃ لاوجعتُ ظهرہٖ وبطنہٖ وقال الساجی وقد ذمّہ جماعۃٌ من اهل الحدیث فی القراءۃ وابطل بعضهم الصلاۃ باختیارہٖ من القراءۃ وقال الساجی والازدی یتکلمون فی قراءتہٖ وینسبونہٗ الی حالۃ من موهنۃ فیہ قال الساجی سمعتُ سلمۃ بن شبیب یقول کان احمدُ یکرہ أن یُصلّی خلف من یقرأ بقراءۃ حمزۃ وقال ابوبکر ابن عیاش قراءۃ حمزۃ عند نابدعۃٌ وقال ابن درید انّی لاشتهی أن یخرج من الکوفۃ قراءۃ حمزۃ یرید مافیها من المدّ المفرط والسکت وتغییر الهمز فی الوقف والامالۃ وغیر ذلک انتہی۔

ابن خلکان رحمہ اللہ وفیات الاعیان میں لکھتے ہیں واما ماذکر عن احمد بن حنبل وابی بکر بن عیاش ویزید بن هارون وعبد الرحمٰن بن مهدی وعبد اللہ بن ادریس وحماد بن زید من کراهتهم لقراءۃ حمزۃ لما فیها من المد المفرط والسکت واعتبار الهمزۃ فی الوقف والامالۃ ونحو ذلک من التکلف فانّ حمزۃ ایضا کان یکرہ ذلک وینهیٰ عنہ رُوی انہ کان یقول لمن یُفرط فی المدّ والهمز لا تفعل اما علمتَ ان مافوق البیاض فهو برصٌ ومافوق الجعودۃ فهو قَطَطٌ وما فوق القراءۃ فهو لیس بقراءۃ۔ وبعد فقد انعقد الاجماع علی تلقی قراءۃ حمزۃ بالقبول والانکار علی من تکلم فیها۔ انتہی۔ قال الحافظ ابن حجرؒ قد انعقد الاجماع باٰخرہ علی تلقی قراءۃ حمزۃ بالقبول ویکفی حمزۃ شهادۃ النبیؐ لہ فانہ قال ما قرأ حمزۃ حرفًا الا باثر انتہی۔

میں کہتا ہوں کہ اسی طرح حمزہؒ کے لیے یہ فضیلت کافی ہے کہ امام ائمۃ الامصار ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے آپ کی قراءت کی صحت کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا شیئان غلبتنا علیهما لسنا ننازعك فیهما القراٰن والفرائض۔ اگر حمزہؒ کی قراءت قواعدِ عربیت کے خلاف ہوتی اور نبی علیہ السلام سے بروایاتِ صحیحہ ثابت نہ ہوتی تو ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسے محتاط ومتبع آثار زاہد وعابد وخائف من اللہ حمزہؒ کی اور قراءتِ حمزہؒ کی ہرگز تعریف نہ فرماتے۔

امام دانیؒ لکھتے ہیں کہ حمزہ کا سنہ ولادت ۸۰ھ ہے۔ اور سنہ وفات ۱۵۶ھ اور بقول آخر

۱۵۶ھ ہے۔ آپ کا انتقال سوادِ عراق کے شہر حلوان میں ہوا۔ کتاب طبقات القراء لابن الجزری جلد اول وکتاب الوافی بالوفیات قسم اول جزء رابع، کتاب الاعلام جلد اول میں آپ کے احوال تفصیلاً درج ہیں۔

قال الشعرانیؒ فی کتاب الیواقیت لا استحالۃ فی رُؤیۃ اللہ تعالی فی المنام وکان حمزۃ الزیات القاریؒ یقول قرأت سورۃ یٰس علی الحق تعالی حین اٰیۃ فلما قرأتُ تنزیلُ العزیزِ الرحیم بضم اللام فرَدَّ علی الحق سبحانہ تنزیلَ بفتح اللام وقال انی نزلتہ تنزیلاً وقال حمزۃ وقرأتُ علی اللہ جلّ وعلا سورۃ طٰہٰ فلما بلغت الی قولہٖ أنا اخترتك فقال تعالی وانا اخترناك. فھی قراءۃ برزخیۃ اھ۔

فائدہ۔ قاری حمزہؒ رحمہ اللہ کے تلامذہ و رُواۃ بہت ہیں۔ البتہ مشہور اور وہ جن پر قراء کا اعتماد رہا دو ہیں اوّل ابو محمد خلف بن ہشام البزار۔ دوم ابو عیسیٰ خلاد بن خالد کوفی۔ ان دونوں راویوں نے قرارت حضرت سلیم بن عیسیٰ کوفی سے پڑھی اور سلیم بن عیسیٰ کوفیؒ نے حمزہؒ سے پڑھی۔

۵۷۔ حفص بن سلیمان الاسدی ابو عمر البزاز الکوفی القاری المقریؒ رحمہ اللہ۔

حفص کو غاضری بھی کہتے ہیں وھی نسبۃ الی غاضرۃ بن الملك بن ثعلبۃ کما فی لب اللباب۔

بقول بعض علماء آپ کے دادا کا نام مغیرہ ہے۔ حفصؒ قاری عاصمؒ احد القراء السبعۃ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ وکان حفص ابن امرأۃ عاصم کما فی التھذیب۔ حفص روایت کرتے ہیں عاصم بن ابی النجود و عاصم احول و عبدالملک بن عمیر ولیث بن ابی سلیم وابی اسحاق سبیعی وغیرہ رحمہم اللہ سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابو شعیب صالح بن محمد القواس وحفص بن غیاث وعلی بن عیاش وعلی بن حجر وہشام بن عمار ومحمد بن حرب خولانی وغیرہ رحمہم اللہ۔

اس زمانے میں تقریباً سارے عالم میں امام عاصمؒ کی قرارت حسب روایت امام حفصؒ بن سلیمان رائج و معروف ہے۔ حفصؒ بڑے عالم قاری مقری سید القراء والفقہاء صاحب سنت، عابد و محدث تھے۔

امام عاصمؒ کے دو راوی ہیں۔ دوسرے راوی کا نام ابوبکر شعبۃ بن عیاش ہے۔ بعض اوصاف میں ابوبکر اعلیٰ و فائق تھے حفص سے لیکن قرارت کے باب میں حفصؒ برتر و فائق ہیں ابوبکرؒ سے۔

قال یحیی بن معین زعم ایوب بن المتوکل وکان بصریاً من القراء قال ابو عمر یعنی حفصاً اصح قراءۃً من ابی بکر بن عیاش وابوبکر اوثق منہ۔ روایتِ حدیث میں بعض محدثین کے نزدیک حفص ضعیف ہیں اور بعض ان کی توثیق کرتے ہیں اور ثقہ کہتے ہیں۔ قال الساجی عن احمد بن محمد البغدادی عن ابن معین کان حفص وابوبکر من اعلم الناس بقراءۃ عاصم وکان حفص اقرأ من ابی بکر وکان کذابًا وکان ابو بکر صدوقًا۔ قال ابن معین لیس بثقۃ وقال ابن المدینی ضعیف الحدیث وترکتہ علی عمد وقال البخاری

ترکوہ وقال مسلم متروك وقال النسائی لیس بثقة ولا یکتب حدیثه وقال صالح بن محمد لا یکتب حدیثه واحادیثه کلها مناکیر وقال الساجی یحدث عن سماك وغیرہ احادیث بواطل۔ وذکر الدانی قال قال وکیع کان ثقة اخرج النسائی حدیثه فی مسند علی متابعة واورد البخاری فی الضعفاء حدیثه عن لیث ابن ابی سلیم عن مجاهد عن ابن عمر فی الزیارۃ وقال محمد بن سعید العوفی عن ابیه حدثنا حفص بن سلیمان لو رأیته لقرت عیناك فهما وعلما۔ کذا فی التهذیب۔

بعمر ۹۰ سال ۱۸۰ھ میں حفص کا انتقال ہوا۔

الحُطَیئة۔ آیت وبشر الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت ان لهم جنّٰت الاٰیة کے بیان میں مذکور ہے۔

حُطَیئہ مشہور شاعر ہے۔ یہ اس کا لقب ہے۔ اور نام اس کا جَرْوَل بن اَوس بن مالک ہے۔ وہ فُحول شعراء وفصحاء شعراء میں سے ہے۔ مدیح، ہجاء، فخر اور نسیب وغیرہ جملہ فنون شعر میں بلند درجہ رکھتا ہے۔ شرارت و بیوقوفی اس پر غالب تھی مخضرم ہے جاہلیت واسلام دونوں پائے ہیں۔ مسلمان ہوا پھر مرتد ہوگیا۔

اس کا نسب مخلوط ومخفی ہے۔ وہ وقتاً فوقتاً نسب بدلتا رہتا تھا۔ قال ابو الفرج الاصبهانی فی الاغانی کان اذا غضب علی بنی عبس یقول انا من بنی ذُهل واذا غضب علی بنی ذُهل قال انا من بنی عبس۔ وقال ابن الکلبی کان الحطیئة مغموز النسب وکان من اولاد الزنا الذین شرفوا اھ ما فی الاغانی بخلاصته ج۲ ص۱۳۱۔

اس کی ماں کا نام ضَرّاء تھا۔ اس نے اپنی ماں سے نسب یعنی باپ کے بارے میں پوچھا ماں نے صحیح جواب نہ دیا تو حطیئہ نے کہا ؎

تقول لِیَ الضرّاء لستَ لواحد ولا اثنین فانظر کیف شرك أولئكا

وانتَ امرؤٌ تبغی اباً قد ضللتَه هبلت ألما تستفق من ضلالكا

ابن حجر لکھتے ہیں اسلم فی عهد النبی علیه السلام ثم ارتد ثم أسر عاد الی الاسلام وکان کثیر الهجاء حتی هجا اباه وأُمّه واخاه وزوجته ونفسه وکان یلقب الحطیئة لقصرہ وقال حماد الراویة سمی بذلك لانه ضرط ضَرطةً بین قوم فقیل له ما هذا؟ فقال انما هی حُطیئة فسمّی الحطیئة۔ راجع الاصابه ج۱ ص۳۷۵

وہ بڑا فصیح شاعر تھا۔ اصمعی کہتے ہیں کہ ہر شاعر کے اشعار میں بعض عیوب ضرور ملتے ہیں سوائے حطیئہ کے کہ اس کے اشعار میں عیب پانا بہت مشکل ہے۔ ابو عمرو بن العلاء کہتے ہیں لم یقل العرب بیتاً اصدق من قول الحطیئة ؎

مَن یَفعلِ الخیرَ لا یَعدَمْ جوازیَه لا یذهب العُرف بین الله و الناس

والجوازی جمع جازیۃ مصدرٌ للجزاء کالعافیۃ فقیل لہ فقول طَرفۃ ؎

سَتُبدی لک الایّامُ ماکنتَ جاھلاً ویأتیک بالاخبار من لم تُزَوِّدِ

فقال مَن یأتیک بھا ممن زَوَّدتَ اکثر۔ کذا فی الاغانی۔ ج ۲ ص ۱۴۵ قال الحافظ ابن حجرؒ وذکر ابن ابی الدنیا فی اصطناع المعروف عن الشعبیؒ قال کان الحطیئۃ عند عمر فانشد ھذا البیت فقال کعبؓ ھی واللہ فی التوراۃ لا یذھب العرف بین اللہ وخلقہ اھ۔

لوگ اس کی ہجاء سے ڈرتے تھے اور خوفِ ہجاء کی وجہ سے لوگ اسے مال دیا کرتے تھے۔ اس نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی مدح میں شعر کہے تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کو مال دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے سخت باز پُرس کی۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا انی اشتریتُ عِرضی منہ بھا فکتب الیہ عمرؓ ان کان ھذا ھکذا وانما فَدَیتَ عِرضَک من لسانہ ولم تعطہ للمدح والفخر فقد اَحسنتَ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حطیئہ کو زبرقان بن بدرؓ کی ہجاء کرنے کی پاداش میں جیل میں ڈال دیا تھا۔ کچھ مدت کے بعد جیل سے نکال کر اس سے فرمایا ایّاک وھجاءَ الناس قال اِذن یموت عِیالی جُوعًا ھذا مَکسبی ومنہ معاشی قال فایّاک والمقذعَ من القول قال وما المقذع؟ قال ان تُخایِر بین الناس فتقول فلان خیرٌ من فلان واٰل فلان خیرٌ من اٰل فلان قال فانتَ واللہ اَھجٰی منّی ثم قال عمر واللہ لولا ان تکون سنۃً لقطعتُ لسانک۔

بعض روایات میں ہے کہ جب حطیئہ کے بارے میں شکایات بہت بڑھ گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی زبان کاٹ ڈالنے کا عزم مصمم کر لیا قال عمر علیّ بالکرسیّ فاُتِی بہ فجلس علیہ ثم قال اَشیروا علیّ فی الشاعر فانہ یقول الھجر وینسِب بالحُرم ویمدَحُ الناس ویَذُمُّھم بغیر ما فیھم ما اَرانِی الاّ قاطعا لسانَہ ثم قال علیّ بالطست فاُتِی بھا ثم قال علیّ بالمِخصف۔ علیّ بالسکّین لا بل علیّ بالموسٰی فھو اوحٰی فقالوا لا یعود یا امیر المؤمنین فاشاروا الیہ ان قل لا اَعودُ فقال لا اعود یا امیر المؤمنین فقال لہ النجاء فاطلقہ کذا فی الاغانی۔

وروی عن عبد اللہ بن المبارک رحمہ اللہ انّ عمر رضی اللہ عنہ لما اَطلق الحُطیئۃ اراد اَن یؤکِّد علیہ الحجۃ فاشتری منہ اَعراض المسلمین جمیعًا بثلاثۃ اٰلاف درھم۔

حطیئہ خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ تک زندہ رہا۔ بقول حافظ ابن حجرؒ خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد بھی مدت تک زندہ رہا۔

خلف بن هشام بن ثعلب ویقال هشام بن طالب بن غراب البزار البغدادی المقریٔ رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ قاری خلف کی کنیت ابو محمد تھی ۔

خلف مذکور بہت بڑے قاری ۔ زاہد وکثیر العبادۃ ۔ صاحب سنت ۔ ثقہ ۔ امین ومتبع سنت تھے۔ دور دور سے علماء آپ سے اخذ قراءت کے لیے آتے تھے ۔ آپ قاری حمزہؒ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ حضرت حمزہؒ کی قراءت کی اشاعت میں آپ کا بڑا حصہ ہے ۔

خلف بن ہشام کے احوال کے لیے دیکھیے تاریخ بغداد، ج ۸ ص ۳۲۲ وغایۃ النہایہ ج ۱ ص ۲۷۳ ووفیات الاعیان ج ۲ ص ۲۴۱ ۔ قاری خلف روایت کرتے ہیں امام مالک وحماد بن زید وہشیم وابوعوانہ ودراوردی وغیرہ رحمہم اللہ سے ۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں امام مسلم وابوداؤد وابن ابی خیثمہ وابراہیم حربی وعباس دوری وعبداللہ بن احمد ابن حنبل وابوزرعہ وابوحاتم وعبداللہ بن محمد بغوی رحمہم اللہ۔ امام احمدؒ آپ کی توثیق کرتے ہیں وقال انہ واللہ عندنا الثقۃ الامین۔

خلف بڑے محدث تھے اور بڑے محتاط تھے۔ احتیاط فی الروایۃ کے بارے میں ایک حکایت سن لیں قال عباس الدوری وجّهنی خَلَف الی یحیی فقال کانت عندی کُتُب حمادِ بن زید فحدّثت بها وبقی عندی قلع بعضُها دارسٌ فاجتمعتُ علیه انا واصحابُنا فاستخرجناها فهل ترٰی ان اُحدّث بها قال فقال لی یحیی قل له حدّث بها یا ابا محمد فانك الصدوق الثقة وقال النسائی بغدادیٌ ثقة وقال الدارقطنی کان عابدًا فاضلًا قال اَعدتُّ صلاۃَ اربعین سنة کنت اتناول فیها الشراب علی مذهب الکوفیین ۔ کذا فی تهذیب التهذیب ج ۳ ص ۱۵۶ ۔

آپ صائم الدہر تھے ۔ ابوعمرو دانیؒ فرماتے ہیں قرأ القرآنَ عن سلیم واخذ حرف نافع عن اسحاق المسیبی وحرف عاصم عن یحیی بن آدم وهو امامٌ فی القراءات وله اختیارٌ حُمل عنه متقدم فی روایة الحدیث صاحب سنةٍ ثقة مامون اھ وفی الخلاصة قیل کان یصوم الدهر۔

علماء قراءت کہتے ہیں کہ خلف قاری حمزہؒ کی قراءت کے راوی ہیں بواسطہ سلیم بن عیسیٰ کوفی حنفیؒ کے ۔ خلف نے سلیم سے اخذ قراءت کیا اور سلیم نے حضرت حمزہؒ سے اخذ کیا ۔ ابن خلکان وفیات الاعیان میں لکھتے ہیں ۔ قال خلف اتیتُ سلیم بن عیسی لأقرأ علیه وکان بین یدیه قوم واظنُّهم سبقونی فلما جلستُ قال بلغنی انّك ترید التّرفع فی القراءة فلست آخذ علیك شیئًا قال فکنتُ احضر المجلس اسمع ولا یأخذ علیّ شیئًا فبکرتُ یومًا فی الغلس وخرج فقال مَن هاهنا یتقدم ویقرأ فتقدمتُ واستفتحتُ بسورة یوسف وهی

من اشدّ القرآن إعرابًا فقال لی مَن انتَ فما سمعتُ اَقرأمنك ؟ فقلتُ خلف فقال لی فعلتها ما یحِلُّ لی اَن اَمنعك فکنت اَقرأ علیہ حتی بلغتُ یومًا حم المؤمن فلما بلغتُ الی قولہ تعالیٰ و یستغفرون للذین اٰمنوا ۔ غافر ۔ بکی بکاءً شدیدًا ثم قال لی یاخلف الا تریٰ ما اَعظمَ حقَّ المؤمنِ تراہ نائمًا علی فراشہ و الملائکۃُ یستغفرون لہ اھ ۔

نبیذ جب مُسکر نہ ہو تو وہ باتفاقِ ائمہ جائز ہے ۔ خود نبی علیہ السلام سے اس کا پینا ثابت ہے ۔ کما روی البخاری فی صحیحہ وغیرہ ۔ لیکن مُسکر کا پینا باتفاقِ علماء ممنوع ہے ۔ خلف پہلے نبیذ قریب اسکار یا قریب افطار تاویل کر کے جائز سمجھتے اور پیتے تھے پھر ترک کر دیا ۔ ابوجعفر نفیلیؒ کہتے ہیں خلف صاحبِ سنت تھے لیکن ان میں نبیذ پینے کا عیب تھا ۔ عبدالکریم بن صداد کہتے ہیں کان خلف یَشرب من الشراب علی التاویل فکان ابن اختہ یومًا یقرأ علیہ سورۃ الانفال حتی بلغ قولہ تعالیٰ لیمیز اللہ الخبیثَ من الطیّب ۔ فقال یاخال اذا میّزاللہ الخبیثَ من الطیّبِ این یکونُ الشراب ؟ قال فنکس رأسہ طویلًا ثم قال مع الخبیث قال فرضی ان تکون مع اصحاب الخبیث ؟ قال یا بنیَّ امض الی المنزل فاصبُبْ کل شئٍ فیہ فترکہ فاَعقبہ اللہ تعالیٰ الصومَ فصام الدھرَ الی ان ماتَ ۔

قاری خلف بن ہشام بواسطہ یحیی بن آدم ابوبکر بن عیاش سے روایت کرتے ہیں ۔ براہ راست ابنِ عیاش سے روایت نہ کرنے کا سبب ایک قصہ ہے جس پر خلف عمر بھر افسوس کرتے رہے ۔ وہ قصہ ابن خلکان نے یوں لکھا ہے ۔ قال ابو العباس سمعتُ خلفًا یقول قدمت الکوفۃ فصرتُ الی سلیم بن عیسی فقال ما اقدمك ؟ قلت اَقرأُ القراٰن علیٰ ابی بکر بن عیاش بحرف عاصم فقال لی الا تریدُ ؟ قلتُ بلیٰ قال فدعا ابنہ و کتب معہ رقعۃً الی ابن عیاش فاستاذن لی علیہ سلیم بن عیسٰی فدخل علیہ فاعطاہ الرقعۃ وکان لخلف سبع عشرۃ سنۃ قال فلما قرأ قال ادخِلِ الرجلَ فدخلتُ فسلّمتُ فصعّد فیّ النظر ثم قال لی انتَ خلف ؟ قلتُ نعم قال لی انتَ لم تخلف ببغداد احدًا اقرأ منك ؟ فسکتُّ فقال لی اقعد ھاتِ اقرأ قلت علیك؟ قال نعم قلتُ لا الٰہ الا اللہ لا اَقرأ علیٰ رجلٍ یستصغرُ رجلًا من حملۃ القراٰنِ وترکتُہ وخرجتُ فوجّہ الی سلیم فسألہ ان یَرُدّ نی الیہ فلم اَرجع قال خلف فندِمتُ واحتجتُ فکتبتُ قراءۃَ عاصم عن یحیی بن اٰدم عن ابی بکر بن عیاش اھ ۔ ابن عیاش قاری عاصم کے راوی ہیں ۔ وروی خلف بسندہ الی ابی ھریرۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عزوجل خلقَ مائۃ رحمۃٍ فانزل منھا رحمۃً علی عبادہ یتراحمون بھا وخبأ تسعًا وتسعین عندہ فاذا کان یوم القیامۃ جمع تلك الرحمۃ الی التسع والتسعین وفضّھا علی عبادہ فمن رحمۃٍ واحدۃٍ جَعَلنی مسلمًا وعلّمنی القراٰن وعرّفنی نبیّہ صلی اللہ علیہ وسلم وفعل بی وفعل بی وانا ارجو من تسع وتسعین الجنۃَ ۔

خلف رواۃ قرا میں یہ ممتاز شان رکھتے ہیں کہ آپ صاحبِ قراءتِ مستقلہ ہیں۔ علماء آپ کو مستقل قاری، صاحبِ قراءت شمار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ دس مشہور قرا میں سے ہیں۔

خلف کا انتقال بغداد میں جمادی الآخرہ ۲۲۹ھ میں ہوا۔

فائدہ۔ خلف قراءۃ عاشرہ کے امام ہیں۔ آپ کے دو راوی مشہور ہیں۔ اوّل، اسحق بن ابراہیم وراق مروزی ثم بغدادی متوفی ۲۸۶ھ مشہور زمانہ قاری ابن شنبوذ اسحق کے تلمیذ ہیں۔ دوم، ادریس بن عبدالکریم بغدادی متوفی ۲۹۲ھ۔

خلاد بن خالد الصیرفی الکوفی رحمہ اللہ۔ آپ کی کنیت ابوعیسیٰ ہے۔

آپ حضرت حمزہ قاری رحمہ اللہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ آپ حمزہ سے بواسطہ سلیم بن عیسیٰ کوفی حنفی روایت کرتے ہیں۔ آپ کی وفات شہر کوفہ میں ہوئی۔ سال وفات ۲۲۰ھ ہے۔

الخلیل بن احمد بن عمرو بن تمیم الفراھیدی البصری ویقال الفرھودی الازدی الیحمدی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

خلیل رحمہ اللہ علم نحو و عربیت کے امام اور سیبویہ کے استاذ ہیں۔ علم عروض کو مستنبط کر کے عدم سے وجود میں لائے اور اس کی اقسام کو پانچ دوائر میں منحصر کیا جن سے پندرہ بحور یعنی اوزانِ شعر کا استخراج ہوتا ہے اخفش نے ایک اور بحر کا اضافہ کر کے اس کا نام بحر خبب رکھا۔ احمد کا والد عمرو بالواو ہے۔ کما یعلم من وفیات الاعیان، ج ۲ ص ۲۴۴۔ اور بغیہ میں عمر بلا واو درج ہے۔ واللہ اعلم۔

خلیل بن احمد زاہد۔ عابد۔ منقطع الی اللہ اور تارکِ دنیا تھے۔ خلیل روایت کرتے ہیں ایوب سختیانی وعاصم احول وعثمان بن حاضر وعوام بن حوشب وغالب القطان رحمہم اللہ سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں حماد بن زید ونضر بن شمیل وسیبویہ واصمعی وہارون بن موسیٰ نحوی وداؤد بن المحبر وغیرہ رحمہم اللہ۔

حماد بن زید کہتے ہیں کان الخلیل یری رأی الاباضیۃ حتی منّ اللہ علیہ بمجالسۃ ایوب۔ آپ بڑے متواضع اور تارکِ دنیا تھے۔

سلیمان بن علی امیر بصرہ یا امیر سندھ نے آپ کے پاس آدمی بھیجا کہ میرے ہاں آکر میری اولاد کو تعلیم دیں فاخرج الخلیل الی رسولہ خبزًا یابسًا وقال مادام ھذا عندی لاحاجۃ لی فیہ ولاحاجۃ فی سلیمان فقال الرسول فماذا ابلغہ عنک فانشأ یقول ؎

اَبلغ سُلیمان اَنّی عنک فی سعۃٍ　　　وفی غِنًا غیرَ اَنّی لستُ ذا مال

شُحًّا بنفسِیَ اِنّی لا اریٰ احدًا — یموتُ ھزلًا ولا یبقیٰ علیٰ حال

الرزقُ عن قدرٍ لا الضعفُ ینقصہ — ولا یزیدک فیہ حولُ محتال

والفقرُ فی النفسِ لا فی المال نعرفہ — ومثلُ ذاکَ الغنیٰ فی النفس لا المال

سلیمان موصوف نے وہ وظیفہ بند کر دیا جو اس سے قبل وہ ہمیشہ خلیل کو دیا کرتا تھا تو خلیل نے کہا ؎

انّ الذی شقّ فمی ضامنٌ — للرزقِ حتی یتوفّانی

حرمتنی خیرًا قلیلًا فما — زادکَ فی مالکَ حرمانی

سلیمان نے اشعار سننے کے بعد دوبارہ وہ وظیفہ مالی جاری کر کے خلیل کو معذرت لکھی اور معافی مانگی نیز وظیفہ دُگنا کر دیا۔ تو خلیل نے پھر یہ شعر کہے ؎

وزلّةٍ یکثُر الشیطانُ اِن ذکرت — منھا التعجب جاءت من سلیمانا

لا تعجبنّ لخیرٍ زلّ عن یدہ — فالکوکبُ النحسُ یسقی الارضَ احیانا

مشہور فصیح و بلیغ ادیب عبداللہ بن المقفّع اور خلیل ایک رات جمع ہوئے اور دیر تک ان میں علمی گفتگو ہوتی رہی فلمّا تفرّقا قیل للخلیل کیف رأیتَ ابن المقفّع؟ فقال رأیتُ رجلًا علمہ اکثر من عقلہ وقیل لابن المقفّع کیف رأیتَ الخلیل؟ قال رأیتُ رجلًا عقلہ اکثر من علمہ۔

خلیل کی تصانیف یہ ہیں. کتاب العین فی اللغۃ وکتاب العروض وکتاب الشواہد وکتاب النقط والشکل وکتاب النغم وکتاب فی العوامل. کذا فی وفیات الاعیان. ج ۲ ص ۲۴۶۔ لیکن علامہ قفطیؒ کہتے ہیں کتاب العوامل منحول علیہ۔ خلیل کی کتاب عین لغتِ عربی میں پہلی کتاب ہے مگر اس میں بہت سے اغلاط لغویہ وعلمیہ ہیں۔ لہٰذا بعض علماء کے نزدیک یہ خلیل کی تصنیف نہیں۔

آپ کے والد احمد پہلے شخص ہیں جو احمد کے نام سے موسوم ہوئے نبی علیہ السلام کے بعد۔

خلیلؒ اکثر اوقات اخطل کا یہ شعر دہراتے تھے ؎

واذا افتقرتَ الی الذخائر لم تجد — ذخرًا یکونُ کصالح الاعمال

آپ کی موت کا سبب بھی بڑا عجیب ہے۔ وفیات میں ہے ان الخلیل قال ارید ان اُقرّب نوعًا من الحسابِ تمضی بہ الجاریۃ الی البیاع فلا یمکنہ ظلمھا ودخل المسجد وھو یعمل فکرہ فی ذلک فصدمتہ ساریۃ وھو غافل عنھا بفکرہ فانقلب علیٰ ظھرہ فکانت سبب موتہ وقیل بل کان یُقطِّع بحرًا من العروض اھ۔

خلیل بن احمد کا بیٹا غبی تھا۔ ایک دن باپ کے پاس ایسے وقت آیا جب کہ وہ اشعار کی تقطیع میں مشغول تھے۔ بیٹے کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ باپ کیا بول رہے ہیں چنانچہ اسے باپ کے پاگل ہو جانے کا یقین ہو گیا اور

فخرج الی الناس وقال ان ابی قد جُنّ فدخلوا علیہ واخبروہ بما قال ابنہ فقال مخاطبا لابنہ ؎

لوکنتَ تعلم ما اقول عذرتنی　　　اوکنتُ اعلم ما تقول عذلتُکا
لکن جہلتَ مقالتی فعذلتنی　　　وعلمتُ انك جاھلٌ فعذرتُکا

خلیل بن احمدؒ یہ شعر زیادہ پڑھا کرتے تھے ؎

یقولون لی دارُ الاحبۃِ قد دنتْ　　　وانتَ کئیبٌ اِنّ ذا لعجیبُ
فقلتُ وما تغنی الدیارُ وقربُھا　　　اذا لم یکن بین القلوبِ قریبُ

خلیل کے تلمیذ نضر بن شُمیل فرماتے ہیں اَقام الخلیل فی خُصّ من اخصاص البصرۃ لا یقدرُ علی فلسین واصحابُہ یکسِبون بعلمہ الاموال ولقد سمعتُہ یومًا یقول اِنّی لَاُغلِقُ علیّ بابی فما یُجاوِزہ ھمّی ۔

خلیل بن احمد فرمایا کرتے تھے اکمل مایکونُ الانسان عقلاً وذھنًا اذا بلغ اربعین سنۃً وھی السِنُّ التی بَعَثَ اللہ فیھا محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم ثم یتغیّر وینقُصُ اذا بلغ ثلاثًا وستین سنۃً وھی السنّ التی قبض فیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصفیٰ مایکون ذھنُ الانسان فی وقتِ السحر اھ ۔

سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں وکان اٰیۃً فی الذکاء وکان الناس یقولون لم یکن فی العربیۃ بعد الصحابۃ اذکیٰ منہ وکان یحجُّ سنۃً ویغزو سنۃ وھو اول من جمع حروفَ المعجم فی بیت واحد وھو ؎

صِفْ خُلْقَ خَودٍ کمثل الشمس اذ بزغتْ　　　یحظی الضجیعُ بھا نجلاء معطار

خلیلؒ کا سال وفات ۱۷۵ھ ہے ۔ کل عمر ۷۴ سال تھی ۔ وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا فقیل لہ ما صَنع اللہ بك فقال ارأیتَ ما کنا فیہ لم یکن شیئا وما وجدتُ افضل من سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ۔

تاریخ وفات میں متعدد اقوال ہیں ۔

الدُوری القاری رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ آپ امام کسائی وابوعمرو بن العلاء کے راوی ہیں قراءاتِ سبعہ میں

وھو حفص بن عمر بن عبد العزیز بن صُھَیب الازدی ابوعمر الدوری المقری الضریر الاصغر ۔

دوری مشہور قاری ہیں ۔ قراء سبعہ میں سے دو قاریوں یعنی کسائی وابوعمرو بن العلاء کی قراءات کے راوی ہیں ۔ آپ سامرا کے باشندے ہیں ۔ نابینا تھے ۔ دُوری منسوب ہے بغداد کے قریب ایک موضع کی طرف ۔ آپ روایت کرتے ہیں ابن عیینہ وابی بکر بکراوی واسماعیل بن جعفر واسماعیل بن عیاش وعبد الوہاب خفاف وعلی ابن حمزہ کسائی ویزید بن ہارون ووکیع وغیرہ رحمہم اللہ سے ۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابن ماجہ وابوزرعہ وابن ابی الدنیا وابوحاتم رحمہم اللہ ۔

قال ابوحاتم ھو صدوق وقال ابوداؤد رأیتُ احمد یکتب عنہ وقال الدار قطنی ضعیف وقال العقیلی ثقۃ۔ قراءت میں سب سے پہلے آپ ہی نے تصنیف کی۔ ابن سعد فرماتے ہیں کان عالماً بالقرآن وتفسیرہ

دوری نے علم قراءت کسائی واسماعیل بن جعفر ویزیدی وسلیم بن عیسیٰ وشجاع بن ابی نصر الخراسانی سے پڑھی خطیب فرماتے ہیں کان یُقرِئ بقراءۃ الکسائی واشتہر بہا۔ کذا فی التہذیب ج ۲ ص۴۰۸۔

سال وفات ۲۴۶ھ ہے۔ کل عمر ۹۰ سال سے متجاوز تھی۔ دوری کی کنیت ابوعمر ہے بلا واو نہ کہ ابوعمرو بالواو۔

فائدہ - دوری کو ابوعمر الضریر الاصغر اس لیے کہتے ہیں کہ علماء کبار میں اسی نام وکنیت اور وصف کے ایک اور عالم بھی ہیں۔ علماء ان کو ابوعمر الضریر الاکبر کہتے ہیں۔ ابوعمر اکبر کا مختصر ترجمہ یہ ہے ھو حفص بن عمر ابو عمر الضریر الاکبر البصری۔ یہ اکبر قاری نہیں ہیں۔

یہ اکبر روایت کرتے ہیں جریر بن حازم وصالح مری وغیرہ سے اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابوداؤد وامام احمد وابوحاتم وابوزرعہ وغیرہ رحمہم اللہ۔ آپ بڑے محدث تھے۔ قال ابوزرعۃ ھو صدوق صالح الحدیث ذکرہ ابن حبان فی الثقات ولد وھو اعمیٰ۔

سال وفات ۲۲۰ھ ہے۔ کل عمر ۷۰ سال سے متجاوز تھی۔ کذا فی التہذیب۔

رفاعۃ رضی اللہ عنہ - وہ تفسیر آیت فلا تحِلُّ لَہٗ مِن بعدُ حتّٰی تنکِح زوجًا غیرہٗ میں مذکور ہیں۔

ھو رفاعۃ بن سَمَوْأل القرظی رضی اللہ عنہ۔

صحیح حدیث میں ہے کہ آپ نے اپنی بیوی تمیمہ بنت وہب کو طلاق دی تھی۔ پھر اس نے عبدالرحمٰن بن الزَّبِیر (بفتح الزاء وکسر الباء) سے نکاح کیا۔ دوبارہ وہ رفاعہ کے پاس آنا چاہتی تھی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا لا حتی تذوقی عُسَیلتَہ ویذوق عُسَیلتَکِ روی مالک باسنادہ عن الزُّبیر بن عبدالرحمٰن بن الزَبِیر ان رفاعۃ بن سَمَوأل طلّق امرأتَہ تمیمۃ بنت وھب فذکر القصۃ بعض روایات میں اس عورت کا نام عائشہ بنت عبدالرحمٰن بن عتیک النضری ہے۔

روی ابن شاھین من طریق تفسیر مقاتل بن حبان فی قولہ تعالیٰ فان طلّقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجًا غیرہ نزلت فی عائشۃ بنت عبدالرحمٰن بن عتیک النضری کانت تحت رفاعۃ بن وھب بن عتیک و ھو ابن عمھا فطلّقھا طلاقًا بائنًا فتزوّجت بعدہ عبدالرحمٰن بن الزَبیر۔ کذا فی الاصابۃ وغیرہ۔

بعض روایات میں اس کا نام تمیمہ بنت ابی عبید القرظیہ لکھا ہے اور خاوند کا نام رفاعہ اور رافع بالشک لکھا ہے۔

روی قتادۃ ان تمیمۃ بنت ابی عبید القرظیۃ کانت تحت رفاعۃ او رافع القرظی فطلقھا۔ مگر محمد بن اسحٰق نے بالکل

برعکس روایت کی ہے حیث روی محمد بن اسحق عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ قال کانت امرأۃ من بنی قریظۃ یقال لھا تمیمۃ تحت عبد الرحمٰن بن الزبیر فطلقھا فتزوجھا رفاعۃ ثم طلقھا رفاعۃ فارادت ان ترجع الی عبد الرحمٰن فذکر الحدیث۔ اخرجہ ابونعیم وقیل اسمھا سھیمۃ۔

رؤبۃ شاعر رحمہ اللہ ۔ وہ تفسیر آیت ذلك بانھم کانوا یکفرون بأیٰت اللہ ویقتلون النبیین بغیر الحق الآیۃ میں اور تفسیر یُضِلُّ بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا وما یُضِلُّ بہ الا الفٰسقین میں مذکور ہیں۔

ھو ابو الجحاف رؤبۃ بن العجاج عبد اللہ بن رؤبۃ بن لبید من بنی مالک۔

رؤبہ اور اس کے والد عجاج دونوں شاعر ہیں۔ ہر ایک کا رجز میں دیوان ہے۔ رؤبہ اپنے باپ سے افصح واعلیٰ ہے۔ روی انہ قال لابیہ انا اشعر منك لانی شاعر وابن شاعر وانت شاعر فقط۔ دونوں راجز ہیں۔ یعنی عام قصیدہ کی بجائے صرف بحر رجز میں شعر کہتے تھے وقیل لیونس النحوی من اشعر الناس؟ قال العجاج ورؤبۃ فقیل لہ لم نعنِ الرجّاز قال ھما اشعر اھل القصید انما الشعر کلام فاجودہ اشعرہ کذا فی خزانۃ الادب ج ۱ ص ۹۲۔

یونس نحوی رؤبہ کے پاس ہمیشہ آتے جاتے تھے اور مختلف اشعار ولغات کے بارے میں ان سے سوالات کرتے تھے۔ یونس کہتے ہیں کہ ایک دن ہم ان کے پاس گئے تو رؤبہ نے مجھ سے کہا حتیٰ متیٰ تسألنی عن ھذہ الاباطیل وأزوّقھا لك اما تری الشیب قد بلغ فی راسك ولحیتك وذکر ابن قتیبۃ فی کتاب الشعر والشعراء ج ۲ ص ۲۹۵ قال ابو عبیدۃ دخلت علی رؤبۃ وھو یملّ جرذانا فی النار فقلت لہ اتأکلھا قال نعم انھا خیر من دجاجکم انھا تأکل البُرّ والتمر اھ۔

خزانۃ الادب میں ہے رؤبہ نے دولت عباسی کا زمانہ پایا۔ منصور وابومسلم کی مدح کی۔ بصرہ میں مقیم تھے زمانہ فتنہ میں دیہات میں اقامت اختیار کی اور ۱۴۵ھ میں انتقال ہوا۔

فائدہ ۔ مسمیٰ بہ رؤبہ تین اشخاص ہیں۔ ایک رؤبۃ بن العجاج بن رؤبۃ بن لبید جو مذکور ہوئے اور مشہور ہیں۔

دوسرا رؤبۃ بن العجاج بن شدقم الباہلی۔

تیسرا رؤبۃ بن عمرو بن ظہیر ثعلبی۔ کذا قال الآمدی فی المؤتلف والمختلف۔

۶۵۔ رَوح رحمہ اللہ ۔ بفتح الراء وسکون الواو۔ آپ قارئ ثامن یعنی یعقوب حضرمیؒ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔

هو روح بن عبد المؤمن الهذلی مولاهم البصری المقری رحمہ اللہ۔
آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ آپ عظیم قاری ومحدّث تھے۔ آپ روایتِ حدیث کرتے ہیں یزید بن زریع وحماد بن زید وعبدالواحد بن زیاد وابوعوانہ وجعفر بن سلیمان ضبعی ومعاذ بن ہشام وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ کذا فی تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۹۶۔
اور آپ سے روایت کرتے ہیں بخاری وعثمان دارمی وابوزرعہ وعبداللہ بن احمد وابوخلیفہ وابویعلی موصلی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔
روح کے لیے یہ فضیلت کافی ہے کہ آپ بخاری کے ان شیوخ میں سے ہیں جن سے امام بخاری روایت کرتے ہیں۔
ابوعمر دانیؒ طبقات میں لکھتے ہیں قرأ علی یعقوب الحضرمی رحمہ اللہ تعالیٰ اھ۔ ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا ہے قال ابن ابی حاتم عن ابیہ صدوق۔ سال وفات ۲۳۳ھ یا ۲۳۵ھ ہے۔

رُوَیس رحمہ اللہ تعالیٰ۔ تفسیر بیضاوی میں رُویس متکرر الذکر ہیں۔

هو محمد بن المتوکل اللؤلؤی البصری القاری المقرئ الثقۃ الضابط الورع المواظب علی العلم والقراءۃ المعروف برُوَیسؒ۔
رُویس بضم راء وفتح واو صیغہ تصغیر ہے۔ آپ بہت بڑے قاری ہیں۔ قاری ثامن یعقوب بن اسحٰق حضرمی کے مشہور دوراویوں میں سے ایک ہیں۔
دوسرے راوی روح بن عبدالمؤمن ہیں۔ رویسؒ بنومازن میں رہائش پذیر تھے۔
رویسؒ اپنے شیخ قاری یعقوب کے علوم خصوصاً علم قرارت کے حامل وامین ہیں۔ اور آپ کے ذریعہ قراءۃ یعقوب پھیلی اور مشہور ہوئی۔ شیخ یعقوب کا آپ پر بڑا اعتماد تھا۔ چنانچہ پڑھاتے وقت آپ کو اس طرح خطاب فرماتے ھاتِ یالالُ۔ اَحسنتَ یالالُ۔ ھاتِ یالالِئُ۔ اَحسنتَ یالالِئُ۔
لال لالِی کا مخفف ومرخّم ہے یہ جمع ہے لؤلؤ (موتی) کی۔ حُسنِ قرارت وجودتِ تلاوت کی وجہ سے یعقوب ان کو لال کہتے تھے اور مفرد یعنی لؤلؤ کی بجائے ذکر جمع سے مقصد مزید تعظیم وتکریم ہے۔
یہ بھی ممکن ہے کہ لال مخفف لَآلّ بروزن عَلّام وضرّاب ہو۔ لَآلّ موتی فروش کو کہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے آپ کو لؤلؤی کہتے ہیں۔
باقی تلقیب بہ لاک کے معنی میں کئی احتمال ہیں۔
اوّل یہ کہ لاک ایک قسم کا گوند یا چپکنے والی شے ہے جو بعض درختوں سے نکلتی ہے۔ چنانچہ درس میں ہمیشہ

حاضر رہنے اور ملازمتِ قرارت و مواظبتِ تلاوت اور علم سے چمٹے رہنے کی وجہ سے ان کو لاک کہا جاتا تھا۔
دوم۔ ممکن ہے کہ لاک کا ماخذ لوک ہو۔ اور اصل میں لائک بصیغۂ اسم فاعل ہو۔ پھر ہمزہ حذف ہو کر لاک ہوا۔ خلیل بن احمدؒ وغیرہ ائمۂ نحو کے نزدیک قائل میں قال و دائر میں دار اور جائر میں جار کہنا جائز ہے تو بنا بریں قول لائک لاک ہوا۔ اور یعقوب نے جودتِ قرارت اور بسہولت حروف ادا کرنے کی وجہ سے رویس کو لاک کہا ہو۔ رویسؒ کا سال وفات ۲۳۸ھ ہے۔

زُہَیر شاعر۔ صم بکم عمی فہم لا یرجعون کی شرح میں وہ مذکور ہے۔

ھو زھیر بن ربیعۃ بن قرط۔

زہیر مشہور جاہلی شاعر ہے۔ اس کا خاندان شعراء کا خاندان تھا۔ زہیر کے بیٹے کعب رضی اللہ عنہ بڑے شاعر تھے۔ کعبؓ صحابی ہیں اور صاحبِ قصیدۂ بانت سعاد ہیں۔ اصابہ میں ہے کان زھیر و ولداہ بجیر و کعب و ولدا کعب عقبۃ والعوام شعراء اھ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ زہیر کو اشعر عرب کہتے تھے۔ یروی عن عمر رضی اللہ عنہ انہ قال اَنشِدنی لاشعر شعرائکم قیل ومن ھو؟ قال زھیر قیل وبم صار کذلک؟ قال کان لایُعاظِل بین القول ولا یتبع حوشِیَّ الکلام ولا یمدح الرجل الا بما ھو فیہ اھ۔ عکرمہ نے اپنے والد جریر سے پوچھا مَن اَشعر الناس؟ قال فی الجاھلیۃ زھیر وفی الاسلام الفرزدق قلت لہ فانت؟ قال انا نَحرتُ الشعرَ نحرًا۔

عبدالملک نے ایک مرتبہ شعراء سے پوچھا ایّ بیتٍ اَمدح؟ فاتفقوا علی بیت زھیر ؎

تَراہ اِذا ما جئتَہ متھلِّلاً کانّک تُعطیہ الذی انتَ سائلہ

کتاب الشعر والشعراء ج ص ۷۹ میں ابن قتیبہ لکھتے ہیں کان زھیر جاھلیًا لم یدرک الاسلام وادرک ابناہ کعب وبجیر وکان لکعب رضؓ ابن یسمّی عقبۃ بن کعب ھو شاعر و ولد لعقبۃ العوّام وھو شاعر فھولاء خمسۃ شعراء فی نسق العوّام ابن عقبۃ بن کعب بن زھیر بن ابی سلمی وکان ابو سلمی ایضًا شاعرًا اھ۔ زہیر کے اچھے اشعار ہرم مری کی مدح میں ہیں۔ بعض مستشرقین کی تحقیق کے مطابق زہیر کی وفات ۶ھ مطابق ۶۲۷ء میں ہوئی۔

وفی الاغانی ج ۱۰ ص ۳۱۰ وجدتُ فی بعضِ الکتُب انّ رسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نظر الی زھیر بن ابی سلمی ولہ مائۃ سنۃ فقال اللّھم اَعِذنی من شیطانہ فما لاک بیتًا حتی مات اھ۔

زید بن عمرو بن نُفَیل رحمہ اللہ۔ وہ آیت فلا تجعلوا للّٰہ اندادًا میں مذکور ہیں۔

ھو زید بن عمرو بن نُفَیل بن عبد العزی القرشی العدوی۔ حضرت عمر رضی اللہ کا والد خطاب زید کا چچا اور اخیافی بھائی یعنی ماں کی طرف سے بھائی تھا۔ وذلک لان عمرو بن نفیل قد خلف علی امرأۃ ابیہ

بعد ابیہ وکان لھا من نفیل اخوہ الخطاب - کذا فی البدایۃ لابن کثیر ج ۲ ص۲۳۷ -

زید بن عمرو نے اگرچہ زمانہ نبوت نبی علیہ السلام نہیں پایا تاہم وہ مؤمن وموحد تھے ۔ جاہلیت میں وہ بت پرستی سے بیزار تھے ۔ بتوں کے نام کا ذبیحہ نہیں کھاتے تھے لوگوں کو شرک سے روکتے تھے ۔ اسماء بنت ابی بکر صدیق رضؓ کہتی ہیں کہ میں نے زید کو بیت اللہ شریف سے تکیہ لگائے اور یہ کہتے ہوئے دیکھا یا معشر قریش والذی نفسُ زیدٍ بیدہٖ ما اصبح اَحدٌ منکم علیٰ دین ابراھیم غیری ثم یقول اللھم انی لو اَعلَم احبّ الوجوہ الیک عبدتُک بہ ولکنی لا اعلم ثم یسجد علیٰ راحلتہ - وعن ھشام انہ کان یصلی الی الکعبۃ ویقول الٰھی اِلٰہُ ابراھیم ودینی دین ابراھیم - زید موؤدہ لڑکیوں کو جنھیں کفار زندہ دفن کردیا کرتے تھے، بچاتے تھے اور دفن کرنے والے سے کہتے تھے لا تقتلھا ادفعھا الیّ اکفلھا فاذا ترعرعت فان شئتَ اخذتھا وان شئتَ فادفعھا -

نسائی وغیرہ میں ہے کہ قریش کی ایک جماعت جو زید بن عمرو بن نفیل و ورقہ بن نوفل و عثمان بن الحویرث وعبداللہ بن جحش پر مشتمل تھی عبادتِ اصنام سے بچنے اور دینِ حق کی تلاش میں ملکِ شام گئی ۔ وہاں پر یہود و نصاریٰ سے ملے ۔ واپسی پر ان میں سے ورقہ نے تو نصرانیت اختیار کرلی اور کتابیں پڑھ کر بڑا عالم بن گیا ۔ اور زید دینِ حنیف دینِ ابراہیم پر ہی قائم رہے ۔ اس سلسلے میں زید نے بڑی تکلیفیں بھی اٹھائیں ۔ چنانچہ خطاب انہیں بہت اذیت دیتا تھا ۔ حرم شریف میں آنے سے انہیں روکتا تھا ۔ شام میں ایک راہب نے زید کو بتایا تھا کہ صحیح دین آج کہیں بھی نہیں مل سکتا ۔ اس زمانے میں ایک نبی آنے والے ہیں ۔ نبی علیہ السلام کے سامنے زید بن عمرو کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا ھو اُمّۃٌ وحدہٗ یوم القیامۃ -

زید کے فرزند سعید بن زید رضی اللہ عنہ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں ۔ ایک دن سعید بن زیدؓ نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ ان اَبی کما رأیتَ وکما بلغکَ فاستغفر لہ قال نعم فانہ یُبعث یوم القیامۃ اُمّۃً واحدۃً -

واقدی عامر بن ربیعہ کی یہ روایت ذکر کرتے ہیں کہ میں نے زید سے سُنا کہ میں اولادِ اسمٰعیل یعنی اولادِ عبدالمطلب میں ایک نبی کا انتظار کر رہا ہوں قال زید ولا اُرانی اُدرِکہ واَنا اُومن بہ واُصدّقہ واَشھد انہ نبیّ فان طالت بک مدۃ فرأیتہ فاقرئہ منّی السلام وسأخبرک ما نعتہ حتی لا یخفیٰ علیک قلتُ ھلمّ قال ھو رجل لیس بالطویل ولا بالقصیر ولا بکثیر الشعر ولا بقلیلہ ولیست تُفارق عینہ حُمرۃٌ وخاتم النبوۃ بین کتفیہ واسمہ احمدُ وھذا البلد مولدہٗ ومبعثُہ ثم یخرجہ قومہ منھا ویکرھون ما جاء بہ حتیٰ یُھاجر الی یثرب فیظھر امرہ فایاک ان تخدع عنہ ثم قال عامر فلما اسلمتُ اَخبرتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم قول زید بن

عمرو واقرأته منه السلام فرد علیه السلام وترحم علیه وقال قد رأیته فی الجنة یسحب ذیولا۔

وعن اسماء قالت سمعت زید بن عمرو یقول یا معشر قریش ایاکم والزنا فانه یورث الفقر۔

سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ زید بن عمرو اس وقت وفات پا گئے جس وقت قریش کعبۃ اللہ کی تعمیر میں مشغول تھے۔ یعنی نبوت سے پانچ سال قبل۔ بقول واقدیؒ مکہ مکرمہ میں انتقال ہوا اور جبل حراء کے دامن میں مدفون ہوئے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ ملک شام میں بلقاء کے قریب بنو لخم نے انہیں قتل کیا۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخلت الجنۃ فرأیت لزید بن عمرو ابن نفیل دوحتین۔ کذا فی البدایہ۔ زید کے چند اشعار حسب روایت عروہ یہ ہیں ؎

أربٌّ واحدٌ أم ألف ربّ　　　أدین اذا تقسمت الامور

عزلتُ اللات والعزّی جمیعًا　　　کذلک یفعل الجلد الصبور

فلا العزّی أدینُ ولا ابنتیہا　　　ولا صنمَی بنی عمرو ازور

ولا غُنمًا ادینُ وکان ربًّا　　　لنا فی الدھر اذ حلمی یسیر

عجبتُ وفی اللیالی مُعجباتٌ　　　وفی الایام یعرفہا البصیر

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

وہ آیت یسئلونک عن الخمر والمیسر الخ میں مذکور ہیں۔

ھو سعد بن مالک بن أھیب القرشی رضی اللہ عنہ۔

آپ قریشی و مہاجر ہیں۔ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ عشرۂ مبشرہ میں آپ کی وفات سب سے آخر میں ہوئی۔ آپ کی والدہ حمزہ بنت سفیان بن امیہ ہے۔ یعنی ابوسفیان بن حرب کی بنت عم ہے۔ حضرت سعدؓ کے چند احوال و اوصاف شریفہ یہ ہیں۔

اولاً آپ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں و آخرہم موتًا۔ اور ان چھے اہل شوریٰ میں سے ایک ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ منتخب کرنے کے لیے مقرر فرمائے تھے۔ شوریٰ کی تقرری کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا إن أصابته الإمرۃ فذاک والّا فلیستعن بہ الوالی۔

ثانیاً۔ عراقی فتوحات کی ابتداء آپ نے کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اس فوج کا امیر مقرر کیا تھا جو بلادِ فارس کی طرف بھیجی گئی تھی۔ جنگِ قادسیہ میں امیر آپ ہی تھے۔ آپ ہی نے کسریٰ کا دارالخلافہ مدائن فتح کیا۔

ثالثاً۔ عن ابن اسحٰق قال کان اشدّ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعۃ عمر والزبیر وسعد ابن ابی وقاص وعلی رضی اللہ عنہم۔

رابعًا۔ جنگِ احد میں آپ نے بڑی بہادری دکھائی ۔ وعن علی رضی اللہ عنہ قال ما سمعتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعَ ابَوَیہ لاحدٍ الا لسعد بن ابی وقاص فانی سمعتُہ یوم اُحدٍ یقول ارمِ فداک ابی واُمی۔ رواہ الشیخان ۔ قال الزھری رمی سعد یوم احد الفَ سھم ۔

خامسًا۔ قتلِ عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد فتنوں اور لڑائیوں سے بالکل برطرف رہے ۔

سادسًا۔ ھو اوّلُ مَن رمی فی سبیل اللہ ۔

سابعًا۔ ھو اوّلُ مَن اَراقَ دمًا فی سبیل اللہ ۔

ثامنًا ۔ آپ مستجاب الدعاء تھے ۔ صحابہؓ آپ کو ناراض نہیں کرتے تھے ان کی بددعا سے سب ڈرتے تھے روی الترمذی ان النبی علیہ السلام قال اللھم استجب لسعد اذا دعاك فکان لا یدعو الا استجیب لہ ۔

تاسعًا۔ قال النووی واسلم قدیمًا بعد اربعۃ وقیل بعد ستۃٍ وھو ابن سبع عشرۃ سنۃً وفی صحیح البخاری انہ قال لقد مکثتُ سبعۃَ ایام وانی لثالثُ الاسلام ۔

عاشرًا۔ روی الترمذی من حدیث جابر قال اَقبل سعد فقال النبی علیہ السلام ھذا خالی فلیُرِنی امرؤٌ خالہ ۔

سعد رضی اللہ عنہ کا انتقال مدینہ منورہ کے قریب مقام عقیق میں ہوا پھر جنازہ مسجد نبوی میں لایا گیا اور یہاں نماز جنازہ پڑھی گئی ۔ سال وفات ۵۵ھ یا ۵۸ھ ہے ۔

سیبویہ رحمہ اللہ ۔ آپ کا ذکر تفسیر بیضاوی میں متکرر ہے ۔

ھو عمرو بن عثمان بن قنبر البصری رحمہ اللہ تعالیٰ ۔

سیبویہ نحاۃ بصرہ کے امام ہیں ۔ کنیت ابو بشر ہے ۔ کان مولی بنی الحارث بن کعب ۔ تلقیب سیبویہ کی متعدد وجوہ علماء نے ذکر کی ہیں ۔ سیوطیؒ بغیہ میں فرماتے ہیں ولُقِّب سیبویہ ومعناہ رائحۃُ التفاح فقیل کانت اُمُّہ ترقِّصہ بذلك فی صغرہ وقیل کان من یلقاہ لا یزال یشمّ منہ رائحۃَ الطیبِ فسمّی بذلك وقیل کان یعتاد شمّ التفاح وقیل لقب بذلك للطافتہ لان التفاح من اَطیبِ الفواکہ اھ ۔

آپ فارسی الاصل ہیں ۔ فارس کے شہر بیضاء سے آپ کی اصل و البستہ ہے ۔ شہر بصرہ میں رہتے تھے خلیل و یونس و ابو الخطاب اخفش و عیسیٰ بن عمر وغیرہ سے علم حاصل کیا ۔ ابن کثیر بدایہ ج ۱۰ ص ۱۷۶ پر لکھتے ہیں وقد کان فی ابتداء امرہ یصحب اھلَ الحدیثِ والفقھاء وکان یَستَملِی علیٰ حماد بن سلمۃ فلحَن یومًا فرَدَّ علیہ قولہ فأنِفَ من ذلك فلزم الخلیلَ بن احمد فبرع فی النحو اھ ۔

بغداد گئے تو وزیر یحییٰ برمکی سے ملے یحییٰ کی مجلس میں کسائی سے مناظرہ ہوا اور شکست کھائی ۔ مناظرہ اس

اس قول میں تھا قد کنتُ اظُنّ انّ الزنبورَ اشدَّ لسعۃً من العقرب فاذا ھو ھی او ھو ایّا ھا سیبویہ نے کہا کہ صرف رفع جائز ہے یعنی فاذا ھو ھی اور ھو ایّا ھا جائز نہیں ہے۔ کسائی نے کہا رفع و نصب دونوں جائز ہیں۔ سارے اعراب نے جو وہاں پر موجود تھے کسائی کی رائے کو صحیح کہا۔

کسائی نے یحییٰ سے سفارش کرتے ہوئے کہا اَصلحَ اللہ الوزیر انّہ قد وفَدَ الیك من بلدہٖ مؤمّلًا فان رأیتَ اَن لا تَرُدّہ خائبًا فامر لہ بعشرۃ الاف دِرہم۔ اس کے بعد سیبویہ خراسان و فارس کی طرف روانہ ہوئے کیونکہ وہاں کے امیر طلحہ بن طاہر علم نحو پسند کرتے تھے۔ راستے میں شہر بیضاء میں اور عند البعض شیراز میں اور عند البعض بصرہ میں وفات پاگئے۔

وفات کے وقت آپ کی عمر بقول خطیب ۳۲ سال تھی۔ اور بقول بعض علماء آپ کی عمر ۴۰ سال سے زیادہ تھی۔

سالِ وفات میں کئی اقوال ہیں۔ یعنی سنہ ۱۸۰ھ یا سنہ ۱۶۱ھ یا سنہ ۱۸۸ھ یا سنہ ۱۹۴ھ میں وفات ہوئی۔

ابن کثیر فرماتے ہیں کان سیبویہ شابًّا حسنًا جمیلًا نظیفًا وقد تعلّق من کل علم بسبَبٍ وضرب مع کلّ اھلِ ادب بسہم مع حداثۃِ سِنّہ اھ۔

علم نحو میں سیبویہ نے ایک ضخیم کتاب لکھی جو بے نظیر ہے۔ بڑی مشکل مغلق۔ بحر حقائق و منبع دقائق و کنزِ علومِ نحو و عربیت ہے۔ ثعلبؒ فرماتے ہیں انہ لم ینفرِد بتصنیفہ بل ساعَدَہ جماعۃٌ فی تصنیفہ نحوًا من اربعین نفسًا ھو اَحدھُم وھو اصول الخلیل فادّعاہ سیبویہ الی نفسہ اھ۔ لیکن سیرافیؒ وغیرہ نے ثعلبؒ کے اس دعوی کو غلط کہا ہے۔

سیبویہ کی زبان میں کچھ بندش و لکنت تھی مگر آپ کا قلم زبان سے ابلغ و افصح تھا۔ سیبویہ علم خلیل کے حامل ہیں۔ سیبویہ کی کتاب کو بڑی مقبولیت نصیب ہوئی۔ مازنیؒ فرماتے ہیں مَن اراد ان یعمل کتابًا کبیرًا فی النحو بعد کتاب سیبویہ فلیستَحِي مما اَقدَم علیہ وقال ایضا ما اَخلُوفی کل زمَن من اعجوبۃٍ فی کتاب سیبویہ ولھذا سمّاہ الناس قراٰنَ النحو وقال ابن کیسان نظرنا فی کتاب سیبویہ فوجدناہ فی الموضع الذی یَستحِقّہ اھ۔ کذا فی الخزانۃ ج۱ ص۳۳۵

خزانۃ الادب میں آپ کی کتاب کے بارے میں بڑی تفصیلی بحث ہے۔ مبرّد سے جب کوئی شخص اس کتاب کے پڑھنے کا ارادہ کرتا تو فرماتے ھل رکبتَ البحر؟ تعظیمًا لما فیہ واستصعابًا لالفاظہ ومعانیہ۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ۔ واذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض الآیۃ کے بیان میں مذکور ہیں۔
سلمان فارسیؓ مشہور صحابی ہیں۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ انہیں سلمان بن اسلام وسلمان الخیر بھی کہتے ہیں۔ آپ اصل میں رام ہرمز یا اصفہان کے ہیں۔
آپ نے نبی آخر الزمان کی بعثت کے متعلق سنا تھا توان کی طلب میں نکلے پھر قیدی بنائے گئے اور غلام ہوکر بکتے بکتے مدینہ منورہ میں ایک یہودی نے خریدا اور ہجرت نبی علیہ السلام کے بعد مسلمان ہوئے اور آزاد ہوگئے۔ اور غلامی کی وجہ سے ابتدائی غزوات میں شریک نہ ہوسکے۔ اول مشاہد سلمان فارسیؓ غزوہ خندق ہے۔ اور آپ ہی نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا تھا۔ فقال ابوسفیان واصحابہ اذ رأوہ ھذہ مکیدۃ ما کانت العرب تکیدھا بعدہ جمیع مشاہد میں شریک رہے۔ ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں ویقال انہ شھد بدرًا۔ خلفاء راشدین کے زمانے میں فتوحات عراق وغیرہ میں شریک تھے۔
واذا قیل لہ ابن مَن انتَ ؟ قال انا سلمانُ بن الاسلام من بنی آدم ویقول کنتُ من اَبناء اساورۃ فارس۔ دینِ حق کی تلاش میں دربدر پھرتے رہے۔ بڑی تکالیف جھیلیں کچھ مدت نصرانی بھی رہے۔ کتب سابقہ بھی پڑھی تھیں۔ وکان یقول انہ تداولتہ فی ذلک بضعۃ عشر ربًا من ربٍ الی ربٍ حتی افضی الی النبی علیہ السلام ومَنَّ اللہ علیہ بالاسلام۔ فتح مدائن کے بعد مدائن کے امیر وگورنر مقرر ہوئے۔
وذکر معمر عن رجل من اصحابہ قال انہ دخل علی سلمان وھو امیر علی المدائن وھو یَعمل الخُوص (ٹوکریاں) فقیل لہ تعمل ھذا وانت امیر یجری علیک رزقٌ فقال انی اُحِبُّ اَن اٰکل من عمل یدی وذکر انہ تعلّم عملَ الخوصِ بالمدینۃ من الانصار۔
وعن مالکؒ کان سلمان یَعمل الخوص بیدہٖ فیعیش منہ ولا یَقبَل من احدٍ شیئًا ولم یکن لہ بیتٌ وانما کان یَستَظِلّ بالجدُر والشجر وان رجلًا قال لہ الا اَبنی بیتًا فیہ تسکن فقال مالی بہ من حاجۃ فما زال بہ الرجل حتی قال انی اَعرِف البیتَ الذی یوافقک قال فصِفہُ لی قال ابنی لک بیتًا اذا انت قُمتَ فیہ اَصاب رأسُک سقفَہ وان انت مددتَ فیہ رجلیکَ اَصابھا الجدار قال نعم فبنیٰ لہ بیتًا کذلک۔
وعن بریدۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال اَمَرَنی ربّی بحُبّ اربعۃٍ واخبرَنی انہ سبحانہ یحبّھم علیّ وابوذر والمقداد وسلمان۔ رضی اللہ عنھم۔
وعن کعب الاحبار سلمان حُشِیَ علمًا وحکمۃً۔ نبی علیہ السلام نے سلمان وابوالدرداء رضی اللہ عنہما کے مابین مواخاۃ قائم فرمائی تھی۔
آپ کے قدیم نام میں اقوال ہیں۔ (۱) مابِہ بن بُوذ قالہ ابن مندہ (۲) وقیل اسمہ بھبود۔

بقول بعض آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کو پایا۔ لیکن محقق قول یہ ہے کہ وصیِ عیسیٰ علیہ السلام کو پایا ہے۔ ایک مقام پر حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں سلمان رضی کی عمر ۲۵۰ سال سے متجاوز تھی۔ البتہ اس سے زائد میں اختلاف ہے۔ پھر ذہبی لکھتے ہیں حق یہ ہے کہ آپ کی عمر ۸۰ سال سے زائد نہ تھی۔ اور بعض علماء کے نزدیک آپ کی کل عمر ۳۵۰ سال تھی۔ آپ کی وفات ۳۶ھ یا ۳۷ھ میں ہوئی۔

حافظ ابونعیمؒ نے حلیہ میں سلمان فارسی رضی کے اقوال بسط سے ذکر کیے ہیں۔ حلیہ میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی شادی کا قصہ ذکر کیا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم نہایت سادگی پسند زاہدین اور شدت سے متبع سنت تھے۔ روی ابوعبدالرحمٰن السلمی عن سلمان انه تزوّج امرأة من كندة فبنى بها فى بيتها فلما كان ليلة البناء مشى معه اصحابه حتى اتى بيت امرأته فلما بلغ البيت قال ارجعوا أجركم الله ولم يُدخلهم عليها كما فعل السفهاء فلما نظر الى البيت والبيت منجد قال أمحموم بيتكم ام تحولت الكعبة فى كندة قالوا لا هذا ولا ذاك فلم يدخل البيت حتى نزع كل ستر فى البيت غير ستر الباب فلما دخل رأى متاعاً كثيراً فقال لمن هذا قالوا متاعك ومتاع امرأتك قال ما بهذا أوصانى خليلى صلى الله عليه وسلم اوصانى خليلى ان لا يكون متاعى من الدنيا الا كزاد الراكب ورأى خدماً فقال لمن هذا الخدم؟ فقالوا خدمك وخدم امرأتك فقال ما بهذا اوصانى خليلى اوصانى خليلى صلى الله عليه وسلم ألا امسك الا ما أنكح او انكح - ثم قال للنسوة التى عند امرأته هل انتم مخرجات عنّى مخليات بينى وبين امرأتى قلن نعم فخرجن فذهب الى الباب حتى اجافه وارخى الستر ثم جاء حتى جلس عند امرأته فمسح بناصيتها ودعا بالبركة فقال لها هل انت مطيعتى فى شئ أمرك به قالت جلست مجلس من يطاع قال فان خليلى صلى الله عليه وسلم اوصانى اذا اجتمعت الى اهلى ان اجتمع على طاعة الله تعالى فقام وقامت الى المسجد فصليا ما بدا لهما ثم خرجا فقضى منها ما يقضى الرجل من امرأته فلما اصبح غدا عليه اصحابه فقالوا كيف وجدت اهلك فاعرض عنهم ثم اعادوا فاعرض عنهم ثم اعادوا فاعرض عنهم ثم قال انما جعل الستور والخدور والابواب لتوارى ما فيها حسب امرئ منكم ان يسال عما ظهر له فاما ما غاب عنه فلا يسألن عن ذلك سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول المتحدث عن ذلك كالحمارين يتسافدان فى الطريق - كذا فى حلية الاولياء ج ۱ ص۱۸۶ -

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جُوّع لابراهيم عليه السلام أسدان ثم أرسلا عليه فجعلا يلحسانه ويسجدان له - وعن ميمون بن مهران قال نزل حذيفة وسلمان رضى الله عنهما على نبطية فقالا لها هل ههنا مكان طاهر نصلى فيه؟ فقالت طهّر قلبك وصلّ حيث شئت فقال احدهما للآخر خذها حكمة

من قلب کافر۔ وعن جعفر بن برقان قال بلغنا انّ سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کان یقول اَضحکنی ثلاثٌ وابکانی ثلاثٌ ضحکتُ من مؤمّل الدنیا والموت یطلبہ وغافل لا یُغفَل عنہ وضاحکٍ ملأ فیہ لا یدری اُسخِط ربّہ امر اَرضیہ وابکانی ثلاثٌ فراق الاحبۃ محمّد وحزبہ وھولُ المطّلع عند غمرات الموت والوقوفُ بین یدی اللہ رب العالمین حین لا ادری الی النار انصرافی ام الی الجنۃ۔ وعن سعید بن سوقۃ قال دخلنا علی سلمان الفارسی فی مرض موتہ نعودہ وھو مبطونٌ فاطلنا الجلوس عندہ فشقّ علیہ فقال لامرأتہ ما فعلتِ بالمسك الذی جئنا بہ من بلنجر؟ فقالت ھو ذا۔ قال القیہ فی الماء ثم اضربی بعضہ ببعض ثم انضحی حولَ فراشی فانہ الآن یأتینا قومٌ لیسوا بانسٍ ولا جنٍّ ففعلتُ وخرجنا عنہ ثم اتیناہ فوجدناہ قد قُبض رضی اللہ عنہ۔ وعن ابی البختریّ قال بینا ابو الدرداء یوقد تحت قدرٍ لہ وسلمان رضی اللہ عنہ عندہ اذ سمع ابو الدرداء فی القدر صوتاً ثم ارتفع الصوتُ بتسبیحٍ کھیئۃ صوت الصبیّ قال ثم بدرت فانکفأت ثم رجعت الی مکانہا لم ینصبّ منہا شیئٌ فجعل ابو الدرداء رضی اللہ عنہ ینادی یا سلمان انظر الی العجب انظر الی ما لم تنظر الی مثلہ انت ولا ابوك فقال سلمان اما انك لو سکتَّ لسمعتَ من آیات اللہ الکبریٰ۔ کذا فی الحلیۃ ج ۱ ص ۲۲۴۔

وعن المغیرۃ بن عبد الرحمٰن قال لقی سلمان الفارسی عبد اللہ بن سلام قال ان مُتَّ قبلی فاخبرنی ما تلقیٰ وان مُتُّ قبلك اُخبرك قال فمات سلمان فرآہ عبد اللہ بن سلام فی المنام فقال کیف انت یا ابا عبد اللہ؟ قال بخیر قال ایّ الاعمال وجدتَ افضل؟ قال وجدت التوکل شیئاً عجیباً وفی روایۃ قال سلمان علیك بالتوکل نعم الشئ التوکل۔

شمّاخ رضی اللہ عنہ۔ آیت اَوْ کَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِیْہِ ظُلُمٰتٌ الآیۃ کی شرح میں مذکور ہیں۔

ھو معقل بن ضرار رضی اللہ عنہ قالہ ابن قتیبۃ فی کتاب الشعر والشعراء ج ۱ ص ۲۳۳ وفی دیوان اخیہ مزرّد منہ اسم الشماخ ہیثم۔ خزانۃ الادب ج ۳ ص ۱۷۷ میں ہے اسمہ معقل بن ضرار الغطفانی وھو مخضرم ادرك الجاھلیۃ والاسلام ولہ صحبۃ اھ۔ شماخ رضی اللہ عنہ کا دیوان مطبوع ہے۔ حُطَیئہ شاعر نے اپنی وصیت میں کہا ابلغوا الشماخ انہ اشعر غطفان۔ اھ۔

شماخ کے احوال اغانی ساسی ج ۸ ص ۹۷۔ طبقات ابن سلام ص ۱۱۰۔ مؤتلف ص ۱۳۸۔ سمط ص ۵۸ و اصابہ ج ۲ ص ۱۵۴ میں بالتفصیل مذکور ہیں۔

شماخ جاہلی اسلامی ہیں صحابی ہیں۔ حماسۂ ابو تمام میں شماخ کا ذکر موجود ہے۔ اصابہ میں ہے ھوِیَ الشماخ امرأۃ اسمھا کلبیۃ بنت حوال اخت جبل بن حوال الشاعر التغلبی وغاب فتزوّجھا اخوہ جزء بن ضرار فلم

یکلمه الشماخ بعدہٗ وماتا متھاجرین۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں غزوۂ موقان میں آپ کی وفات ہوئی۔ جنگِ قادسیہ میں شماخؓ شریک تھے۔

شعبۃ بن عیاش بن سالم ابوبکر الاسدی الکوفی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

شعبہؒ قاری امام عاصمؒ احد القراء السبعۃ کے مشہور دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ آپ کے نام میں اختلاف ہے مشہور شعبہ ہے۔ شعبہ نے امام عاصمؒ سے بڑے ضبط و محنت سے پڑھا۔ اور امام عاصمؒ بھی ان پر خاص توجہ فرماتے تھے مؤرخین لکھتے ہیں کہ امام عاصمؒ سے ہر روز صرف پانچ آیات با قراءت پڑھتے تھے۔ تعلّم من عاصم خمسًا خمسًا کما یتعلم الصبیّ من المعلّم وذلک فی نحو ثلاثین سنۃ۔ کذا فی سراج القاری۔ وقیل فی ثلاث سنین۔ آپ کی کنیت ابوبکر ہے۔

حکی القاری انہ کان یأتی عاصمًا فی الحرّ والقرّ وربما خاض ماء المطر فیلغ حقویہ اواکثر وکان عالمًا عاملًا فاضلًا کاملًا قیل ختم اربعًا وعشرین الف ختمۃ منہا ما روی انہ قال لولدہٗ یا بنیّ ایاک ان تعصی اللہ تعالیٰ فی ہذہ الغرفۃ فانی ختمت فیہا القرآن ثمانیۃ عشر الف ختمۃ اھ۔

قاری شعبہ کا یہ قول آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اس میں علماء کے لیے عبرت و نصیحت کا بڑا سامان ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نصف اسلام ہوں اور میں نے کبھی کوئی کام اسلام و شریعت کے خلاف نہیں کیا۔ اور تیس سال سے مسلسل ہر روز ایک بار قرآن مجید ختم کرتا ہوں۔ نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن مجید سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بلکہ خلیفۂ اوّل ہونا ثابت ہے۔ کیونکہ کُل صحابہ رضی اللہ عنہم کا آپ کی خلافت اور خلیفۂ اوّل ہونے پر اتفاق و اجماع ہے اور قرآن مجید میں صحابہؓ کے بارے میں ہے اولئک ھم الصّٰدقون یعنی صحابہ سچے ہیں اور سچوں کا اجماعی قول حجت ہے۔

آپ کے سینہ پر ایک نورانی نشان تھا۔ عام لوگ اسے برص سمجھتے تھے۔ بعد میں پتہ چلا کہ یہ قرآن کی برکت سے نور کا نشان ہے۔

آپ بہت بڑے عابد و قائم اللیل تھے۔ کہتے ہیں کہ پچاس سال رات کو آپ بستر پر نہیں سوئے۔ بس ساری رات عبادت و تلاوت میں مصروف رہتے تھے۔

آپ کا سالِ ولادت ۹۴ھ ہے۔ اور آپ کی وفات ۱۹۳ھ میں کوفہ میں ہوئی۔

شعبہؒ امام عاصمؒ کے دوسرے راوی حفص بن سلیمان سے توثّق وصدق وضبطِ روایت میں اعلیٰ ہیں۔ عن ابن معین کان حفص وابوبکر من اَعلم الناس بقراءۃ عاصم وکان حفص اَقرأ من ابی بکر وکان حفص کذابًا وکان ابوبکر صدوقًا۔ کذا فی التہذیب ج ۲ ص۴۰۱۔

الشافعی رحمہ اللہ۔ وہ تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔

ھو ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع القرشی المطلبی الشافعی الحجازی المکی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ امام شافعیؒ کے مناقب میں بہت سے ائمہ و علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

آپ قبیلۂ قریش سے ہیں اور قریش کی فضیلت مسلّم ہے۔ صحیحین کی حدیث ہے الائمۃ من قریش. صحیح مسلم میں ہے عن جابر مرفوعاً الناس تبع لقریش فی الخیر والشر۔

آپ کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی اور اسی سال امام ابو حنیفہؒ کی وفات ہوئی۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ جو دن وفاتِ ابو حنیفہؒ کا ہے وہی دن ولادتِ شافعیؒ کا ہے۔ لیکن عند المحققین دن کی موافقت کی بات صحیح نہیں ہے۔ ولادت شہر غزہ میں اور بعض کے نزدیک شہر عسقلان میں ہوئی۔ یہ دونوں شہر ملک شام میں ہیں اور بیت المقدس سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہیں۔ پھر جب آپ کی عمر دو سال تھی تو مکہ مکرمہ لائے گئے اور آپ کی وفات مصر میں بعمر ۵۴ سال ۲۰۴ھ میں ہوئی۔

ربیع کا قول ہے کہ امام شافعیؒ نے شب جمعہ بعد المغرب وفات پائی اور جمعہ کے دن بعد العصر دفنائے گئے۔ اور یہ ماہِ رجب کا آخری دن تھا۔ آپ کی قبر مصر میں ہے۔

حضرت ربیعؒ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آدم علیہ السلام وفات پا گئے ہیں۔ میں نے اس خواب کی تعبیر علماء سے پوچھی تو انہوں نے کہا کہ یہ اہل ارض میں سب سے بڑے عالم کی موت ہے لان اللہ تعالیٰ علم آدم الاسماء کلھا فما کان الا یسیرا فمات الشافعیؒ۔

امام شافعیؒ بچپن میں یتیم ہو گئے تھے، آپ کی والدہ نے بڑے افلاس اور غربت کی حالت میں آپ کی پرورش کی۔ بچپن میں آپ علماء کی مجلس میں جا کر استفادہ کرتے تھے اور کاغذ خریدنے کی طاقت نہ تھی اس لیے آپ ہڈی وغیرہ پر علماء کی قیمتی باتیں لکھ لیتے تھے۔ ان ہڈیوں سے کئی مٹکے بھر گئے۔

ابتداء میں امام شافعیؒ شعر و ایامِ عرب یعنی تاریخ عرب اور ادب کے طالب علم تھے۔ بعدہٗ مسلم بن خالد زنجیؒ مفتی مکہ کی ترغیب پر فقہ کی طرف مائل ہوئے۔ ایک اور واقعہ بھی اس کا سبب بنا جس کا بیان خود امام شافعیؒ یوں کرتے ہیں کنتُ انظر فی الشعر فارتقیتُ عُقبۃ بمنیٰ فاذا صوت من خلفی علیك بالفقه. پھر مسلم بن خالدؒ وغیرہ علماء مکہ سے علمِ فقہ کی تحصیل کی اور امام مالکؒ سے پڑھنے کے لیے مدینہ منورہ گئے اور کچھ مدت تک وہاں رہے۔

امام مالکؒ نے انہیں ایک دن یہ نصیحت کی جو کشف پر مبنی ہے اتق اللہ فانه سیکون لك شان وان اللہ تعالیٰ قد القی علی قلبك نوراً فلا تُطفِه بالمعصیة۔ آپ کی عمر ۱۳ سال کی تھی جب امام مالکؒ کے پاس آئے۔ پھر

یمن گئے نیز عراق و بغداد گئے اور امام محمدؒ سے علمی مباحثے و مذاکرے کرتے رہے۔

امام محمد بن الحسن حنفیؒ سے آپ نے بہت زیادہ استفادہ کیا جن کا کچھ بیان محمد بن الحسن کے احوال میں کیا گیا ہے۔ یہاں پر آپ کی بڑی شہرت ہوئی اور حدیث و فقہ کا شغف اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں ڈالا۔ دُر مختار میں ہے کہ امام شافعیؒ کی بیوہ والدہ سے امام محمد حنفیؒ نے نکاح کر لیا تھا چنانچہ اس قریبی تعلق کی وجہ سے بھی آپ نے امام محمدؒ سے براہ راست اور ان کی تصانیف سے خوب استفادہ کیا اور ان کتابوں کی برکت سے آپ کی فقاہت میں قوت و وسعت آگئی۔ عراق میں آپ نے کتاب حُجت لکھی، پھر ۱۹۹ھ میں آپ مصر تشریف لے گئے۔

ربیع کا قول ہے کہ آپ ۲۰۰ھ میں مصر تشریف لائے اور مذہب جدید اور ساری کتابیں مصر میں تصنیف کیں مثل کتاب اصول فقہ و کتاب القسامۃ۔ فقہ حنفی کی طرح فقہ شافعی کا مأخذ بھی کتاب اللہ، سنت، اجماع اور قیاس ہے۔

امام شافعیؒ لغت کے بھی بڑے ماہر تھے۔ آپ کو نوجوانی میں ہی جب کہ آپ کی عمر پندرہ سال تھی آپ کے شیخ مسلم بن خالد مکی نے فتویٰ دینے کی اجازت دیدی۔ آپ فقہی مسئلہ بیان کرنے میں بڑے محتاط تھے۔

ایک حدیث مرفوع ہے انّ عالمًا من قریش یملأ طباق الارض علمًا او کما قال علیہ السلام علماء متقدمین و متأخرین کے نزدیک اس حدیث کے مصداق امام شافعی ہیں۔

امام شافعیؒ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی شہرت و مقبولیت نصیب فرمائی اور یہ محبوبیت و مقبولیت عند اللہ کی علامت ہے۔ حالانکہ آپ خود شہرت کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

قال الربیع سمعت الشافعی یقول وددتُ انّ الخلق تعلّموا ھذا العلم علی ان لا یُنسب الیّ منہ حرف ذکرہ الساجی فی اوّل کتابہ فی الاختلاف۔ وقال الشافعی وددت اذا ناظرت احدًا ان یُظھر اللہ الحقّ علیٰ یدیہ۔ اور آپ فرماتے تھے طلب العلم افضل من صلاۃ النافلۃ۔ نیز آپ نے فرمایا ما تقرّب الی اللہ تعالیٰ بشئی بعد الفرائض افضل من طلب العلم۔ وقال ما افلح فی العلم الّا من طلبہ فی القِلّۃ ولقد کنت اطلبُ القرطاس فیعسر علیّ۔ اور فرماتے تھے من طلبَ علمًا فلیدقّق لان لا یضیع دقیق العلم۔ اور فرماتے تھے۔ زینۃ العلماء التوفیق وحلیتھم حسنُ الخُلق وجمالُھم کرمُ النفس۔ اور فرماتے تھے زینۃ العلم الورعُ والحلم۔ وقال لیس العلم ما حُفِظ العلم ما نفع۔ وقال المراء فی العلم یُقسی القلب ویورث الضغائن۔

آپ کثیر علمی مشاغل کے باوجود بڑے عابد تھے۔ آپ نے رات تین حصوں میں تقسیم کر رکھی تھی۔ پہلے حصہ میں علوم لکھتے تھے دوسرے حصہ میں نماز یعنی نوافل پڑھتے تھے اور تیسرے حصہ میں سوتے تھے۔

امام حمیدیؒ لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ ہر روز ایک بار قرآن ختم کرتے تھے۔ امام احمدؒ کا قول ہے قد جمع اللہ تعالیٰ فی الشافعی کل خیر۔ وقال الشافعی ما کذبتُ قط ولا حلفتُ باللہ صادقاً ولا کاذباً۔ وما ترکتُ غسل الجمعۃ فی برد ولا سفر ولا غیرہ وما شبعتُ منذ ست عشر سنۃ الا شبعۃ طرحتھا من ساعتہ۔

امام شافعیؒ ہمیشہ اپنے پاس لاٹھی رکھتے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ آپ کمزور بھی نہیں ہیں تو ہر وقت اپنے ساتھ لاٹھی رکھنے کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ عصا سفر کی علامت ہے اس لیے میں یہ ہر وقت اپنے پاس رکھتا ہوں تاکہ مجھے یاد رہے کہ میں اس دنیا میں مسافر ہوں۔

آپ فرماتے تھے کہ دنیا و آخرت کی خیر پانچ خصلتوں میں جمع ہے وھی غنی النفس وکفُّ الاذی وکسب الحلال ولبس التقوی والثقۃ باللہ عزوجل علی کل حال۔

نیز آپ نے فرمایا مروت کے چار ارکان ہیں حسن خلق۔ سخاوت۔ تواضع۔ عبادت۔

وقال اقمتُ اربعین سنۃً اسأل اخوانی الذین تزوجوا عن احوالھم فی تزوجھم فما منھم احد قال انہ رأی خیراً۔

اور فرماتے تھے من وعظ اخاہ سراً فقد نصحہ وزانہ ومن وعظہ علانیۃً فقد فضحہ وشانہ۔

وقال من کان فیہ ثلث خصال فقد اکمل الایمان من امر بالمعروف وأتمر بہ ونھی عن المنکر وانتھی عنہ وحافظ علی حدود اللہ۔ وقال ارجی حدیث للمسلمین حدیث ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا کان یوم القیامۃ دفع الی کل مسلم یھودیٌ او نصرانی وقیل یا مسلم ھذا فداؤک من النار۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں موجود ہے۔

امام شافعیؒ بہت بڑے سخی تھے۔ امام حمیدی فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ صنعاء سے مکہ جاتے ہوئے اپنے ساتھ دس ہزار دینار لائے اور مکہ سے باہر خیمہ کھڑا کر کے اس میں بیٹھ گئے اہل مکہ آپ کے پاس ملاقات کے لیے آتے رہے آپ نے اسی جگہ وہ سارا مال لوگوں میں تقسیم کر دیا۔

امام بُویطیؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ جب مصر میں تھے تو خلیفۂ وقت کی بیوی زبیدہ آپ کے پاس کپڑوں اور سامان کے بڑے بڑے بنڈل بھیجتی تھی۔ آپ وہ سب کچھ لوگوں میں تقسیم کر دیتے۔

امام شافعیؒ کی عظمتِ علمی فقاہت و تقویٰ و تبحر کل ائمہ کے نزدیک مسلّم ہے۔

شالخ ۔ تفسیر وعلّم آدم الاسماء کلّہا میں مذکور ہے۔

شالخ حسب قول ابن ہشام مؤرخ ابراہیم علیہ السلام کے جد سادس ہیں۔ سلسلۂ نسب یہ ہے ابراھیم علیہ السلام بن تارح وھو آزر بن ناحور بن ساروح بن راعو بن فالغ بالغین وقیل بالخاء ای فالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ واخنوخ ھو ادریس علیہ السلام فیما یزعمون وادریس ھو ابن یرد بن مھلیل بن قینن بن یانش بن شیث بن آدم علیھما السلام۔ بعد ابراہیم علیہ السلام یہ سب اسماء سریانی ہیں۔ شالخ کے معنی ہیں رسول یا وکیل۔ قال السھیلی فی الروض الانف ج ۱ ص ۹ ومابعد ابراھیم علیہ السلام اسماء سریانیۃ فسّر اکثرھا بالعربیۃ ابن ھشام فی غیر ھذا الکتاب وذکر ان فالغ معناہ القسام وشالخ معناہ الرسول او الوکیل وذکر ان اسمٰعیل تفسیرہ مطیع اللہ انتہیٰ۔

فائدہ مہمہ۔ مذکورہ سلسلۂ نسب ابراہیم میں اہل تحقیق کا بڑا اختلاف ہے۔ محققین کے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ معتبر ذرائع سے یہ سلسلہ ثابت نہیں ہے لہٰذا اس کا صحیح علم عنداللہ ہے۔

عدنان سے آگے تعدادِ آباء و اجدادِ نبی علیہ السلام اور ان کے اسماء کا علمِ صحیح کسی انسان کو حاصل نہیں ہے۔ علماء اسلام نے اس کی تصریح کی ہے کہ جب عدنان سے اوپر ابراہیم علیہ السلام تک سلسلہ مجہول ہے تو ابراہیم علیہ السلام سے اوپر آدم علیہ السلام تک سلسلۂ آباء بطریقِ اولیٰ مجہول ہوگا۔

ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا سلسلۂ نسب آدم علیہ السلام تک ابن ہشام نے اپنی تاریخ میں یوں بیان کیا ہے:۔

محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ھاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فھر بن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مُضر بن نزار بن معد بن عدنان بن ادد بن مقوم بن ناحور بن تیرح بن یعرب بن یشجب بن نابت ابن اسمٰعیل بن ابراھیم بن تارح وھو آزر الخ بقیہ سلسلہ کا بیان چند سطور قبل مذکور ہو چکا ہے۔

ابن قتیبہ معارف، ص ۱۵ پر لکھتے ہیں واختلف النسابون فیما بعد عدنان وقد بینت ذلک فی کتاب النسب اھ۔

مؤرخ علی بن برہان الدین حلبی شافعی اپنی کتاب انسان العیون ج ۱ ص ۱۷ پر عدنان تک سلسلۂ نسب بیان کرنے کے بعد رقم طراز ہیں:۔

ھذا ھو النسب المجمع علیہ فی نسبہ صلی اللہ علیہ وسلم عند العلماء بالانساب ومن ثم لما قال فقھاؤنا

شرط الامام الاعظم ای الخلیفة ان یکون قرشیًا فان لم یوجد قرشی جامعًا للشروط التی ذکرہا فکنانی قال بعضهم وقیاس ذلك ان یقال فان لم یوجد کنانی فخزیمی فان لم یوجد خزیمی فمدرکی فان لم یوجد مدرکی فالیاسی فان لم یوجد الیاسی فمضری فان لم یوجد مضری فنزاری فان لم یوجد نزاری فمعدی فان لم یوجد معدی فعدنانی فان لم یوجد عدنانی فمن ولد اسمٰعیل لان من فوق عدنان لا یصح فیه شئی ولا یمکن حفظ النسب فیه منه الی اسمٰعیل۔ اھ۔

عدنان سے اوپر عدد آباء میں بڑا اختلاف ہے۔ بعض علماء کے نزدیک عدنان سے اوپر اسمٰعیل علیہ السلام تک چالیس آباء ہیں اور عند البعض تیس آباء اور عند البعض بیس آباء اور عند البعض پندرہ آباء اور عند البعض چار آباء ہیں۔ کذا فی البدایۃ والنہایۃ ج ۲ ص ۱۹۳۔

متعدد احادیث و آثار میں تصریح ہے کہ عدنان سے اوپر آباء کا عدد معلوم نہیں ہے۔ فعن ابن عباس رضی اللہ عنهما انه قال بین عدنان واسمٰعیل ثلاثون ابا لا یعرفون وروی عن ابن عباس رضی اللہ عنهما ایضًا انه کان اذا بلغ عدنان یقول کذب النسابون مرتین او ثلاثًا والاصح عن ابن مسعود مثله وقال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه انما ننتسب الی عدنان وقال ابو عمر بن عبد البر فی کتابه الانباہ فی معرفة قبائل الرواہ روی ابن لهیعة عن ابی الاسود انه سمع عروة بن الزبیر یقول ما وجدنا احدًا یعرف ماوراء عدنان ولا ماوراء قحطان الا تخرصًا۔

وقال ابو الاسود سمعت ابا بکر بن سلیمان بن ابی خیثمة وکان من اعلم قریش باشعارهم وانسابهم یقول ما وجدنا احدًا یعرف ماوراء معد بن عدنان فی شعر شاعر ولا علم عالم قال ابو عمرو وکان قوم من السلف منهم ابن مسعود وعمرو بن میمون الازدی و هو محمد بن کعب اذا تلوا قوله تعالیٰ والذین من بعدهم لا یعلمهم الا اللہ قالوا کذب النسابون۔

قال ابو عمر رحمه اللہ والمعنی عندنا فی هذا غیر ما ذهبوا الیه والمراد ان من ادعی احصاء بنی اٰدم فانهم لا یعلمهم الا اللہ الذی خلقهم واما انساب العرب فان اهل العلم بایامها وانسابها قد وعوا وحفظوا جماهیرها وامهات قبائلها واختلفوا فی بعض فروع ذلك۔

قال ابو عمرو الذی علیه ائمة هذا الشان فی نسب عدنان قالوا عدنان بن أدد بن مقوم بن ناحور بن تیرح بن یعرب بن یشجب بن نابت بن اسمٰعیل بن ابراهیم الخلیل علیهما الصلاۃ والسلام قال ابن هشام و یقال عدنان بن أد بن أدد۔

علامہ سہیلی لکھتے ہیں وما بعد عدنان من الاسماء مضطرب فیه فالذی صح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

انه انتسب الی عدنان لم یتجاوزه بل قد روی من طریق ابن عباس انه لما بلغ عدنان قال کذب النسابون مرتین او ثلاثاً والاصح فی هذا الحدیث انه من قول ابن مسعود وروی عن عمر رضی الله عنه انه قال انما ننتسب الی عدنان وما فوق ذلک لا ندری ما هو۔

واصح شئ روی فیما بعد عدنان ما ذکرہ الدولابی ابو بشر من طریق موسی بن یعقوب عن عبد الله بن وہب ابن زمعۃ الزمعی عن عمتہ عن ام سلمۃ عن النبی صلی الله علیہ وسلم انہ قال معد بن عدنان بن ادد بن زند بن الیری بن اعراق الثری قالت ام سلمۃ فزند ھو الہمیسع والیری ھو نبت واعراق الثری ھو اسمٰعیل علیہ السلام لانہ ابن ابراھیم وابراھیم لم تأکلہ النار کما ان النار لا تأکل الثری وقد قال الدارقطنی لا نعرف زنداً الا فی ھذا الحدیث۔

قال السہیلی وھذا الحدیث عندی لیس بمعارض لما تقدم من قولہ کذب النسابون ولا لقول عمر رضی الله عنہ لانہ حدیث متأول یحتمل ان یکون قولہ ابن الیری بن اعراق الثری کما قال کلکم بنو آدم وآدم من تراب لا یرید ان الہمیسع ومن دونہ ابن لاسمٰعیل لصلبہ ولا بد من ھذا التاویل اوغیرہ لان اصحاب الاخبار لا یختلفون فی بُعدِ المدۃ ما بین عدنان وابراھیم ویستحیل فی العادۃ ان یکون بینھما اربعۃ آباء اوسبعۃ کما ذکر ابن اسحٰق اوعشرۃ او عشرون فان المدۃ اطول من ذلک کلہ اھ۔

وقال السہیلی انما تکلمنا فی رفع ھذا النسب علی مذھب من رأی ذلک من العلماء ولم یکرھہ کابن اسحٰق والطبری والبخاری والزبیر وغیرھم من العلماء واما مالک رحمہ الله فقد سئل عن الرجل یرفع نسبہ الی آدم فکرہ ذلک قیل لہ فالی اسمٰعیل فانکر ذلک ایضاً وقال ومن یخبرہ وکرہ ایضاً ان یرفع فی نسب الانبیاء مثل ان یقال ابراھیم بن فلان بن فلان قال ومن یخبرہ بہ ذکرہ المعیطی فی کتابہ الکبیر۔

صُہَیب رضی اللہ عنہ۔ وہ تفسیر ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات الله میں اور تفسیر زین للذین کفروا الحیٰوۃ الدنیا ویسخرون من الذین آمنوا میں مذکور ہیں۔

ھو صُہَیب بن سنان بن مالک رضی الله عنہ۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کی کنیت ابویحییٰ ہے۔ صہیب رومی کی نسبت سے مشہور ہیں لیکن آپ عربی الاصل ہیں رومی نہیں ہیں۔ سُمّی بذلک لان الروم سبوہ صغیراً وکان ابوہ وعمہ علی الابلۃ من جہۃ کسریٰ وکانت منازلھم علی دجلۃ من جہۃ الموصل فنشأ صہیب بالروم فصار الکن ثم اشتراہ رجل من کلب فباعہ بمکۃ فاشتراہ عبد الله بن جدعان فاعتقہ ویقال بل ھرب من الروم فقدم مکۃ فحالف ابن جدعان۔ کذا فی الاصابۃ۔

آپ کی زبان میں اہلِ مکہ جیسی فصاحت وبلاغت نہ تھی آپ اپنے غلام یحنس نامی کو لکنت کی وجہ سے

ناس ناس پکارتے تھے۔ چنانچہ ایک دن عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ اے صہیب آپ میں تین عیب ہیں اراك تنتسب عربیًا ولسانك اعجمی وتکتنی باسم نبیّ وتبذر مالك قال اما تبذیری مالی فما انفقہ الا فی حق واما کنیتی فکناینیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واما انتمائی الی العرب فان الروم سبتنی صغیرًا فاخذت لسانھم۔ کذا فی الاصابۃ۔

لیکن طبرانی کی یہ روایت آپ کے عربی الاصل ہونے کے خلاف ہے وھو ما روی ابو امامۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السباق اربعۃ انا سابق العرب وصہیب سابق الروم وبلال سابق الحبشۃ و سلمان سابق الفرس۔ ممکن ہے کہ جواب میں کہا جائے کہ چونکہ صہیبؓ روم میں زیادہ رہے تھے اور آخر تک رومی نسبت سے معروف رہے پس اس ظاہری ارتباط و وابستگی کی وجہ سے فرمایا وصہیب سابق الروم بہرحال صہیبؓ خالص عربی ہیں لہذا یہ شعر فارسی بظاہر غلط فہمی پر مبنی ہے۔

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم ز خاکِ مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی است

بعض علماء نے لکھا ہے کہ آپ کا اصلی نام عمیرہ تھا رومیوں نے صہیب کے نام سے مشہور کر دیا۔ و عن صہیب قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینۃ وخرج معہ ابوبکر وکنت قد هممت بالخروج معہ وصدنی فتیان من قریش فجعلت لیلتی تلك اقوم لا اقعد وقالوا قد شغلہ اللہ عنکم ببطنہ ولم اکن شاکیًا فناموا فخرجت فلحقنی منھم ناس فقلت لھم ھل لکم ان اعطیکم اواقی من ذھب وحلتین لی بمکۃ و تخلون سبیلی وتوثقون لی ففعلوا فتبعتھم الی مکۃ فقلت لھم احفروا تحت اسکفۃ الباب فان تحتھا الاواقی واذھبوا الی فلانۃ بایۃ کذا وکذا فخذوا الحلتین فخرجت حتی قدمت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قباء قبل ان یتحول منھا فلما رانی قال یا ابا یحیی ربح البیع ثلاثًا فقلت یا رسول اللہ ما سبقنی الیك احد وما اخبرك الا جبریل علیہ السلام وفی روایۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکرہ فی الغار وقال واصہیباہ ولا صہیب لی وحین اراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخروج للھجرۃ بعث ابابکر مرتین او ثلاثًا الی صہیب فوجدہ یصلی فقال ابوبکر للنبی علیہ السلام وجدتہ یصلی وکرھت ان اقطع علیہ صلاتہ فقال اصبت۔

صہیبؓ سابقین الی الاسلام یعنی قدیم الاسلام ہیں۔ خود فرماتے ہیں کہ بعثت سے بہت پہلے سے ہی میں نبی علیہ السلام کا رفیق و مصاحب تھا۔ چونکہ آپ کی اپنی قوم مکہ میں نہیں تھی اس وجہ سے آپ کو اسلام کے راستہ میں بلالؓ و عمارؓ وغیرہ کی طرح بہت زیادہ اذیتیں دی گئیں۔ کئی دفعہ کفار کے مارنے اور عذاب سے بے ہوش ہو جاتے تھے انہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی والذین ھاجروا من بعد ما فتنوا۔

صہیبؓ جب مکہ سے ہجرت کے لیے نکلے تو مشرکین کی ایک جماعت آپ کے پیچھے آئی اور آپ کو پکڑنا چاہا تو آپ نے ان سے فرمایا یا معشر قریش انی من ارماکم ولا تصلون الیّ حتی ارمیکم بکل سہم معی ثم اضربکم بسیفی فان کنتم تریدون مالی دللتکم علیہ فرضوا فعاھدھم ودلّھم فرجعوا فاخذ واماله فلما جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ ربح البیع فانزل اللہ تعالیٰ ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بوقتِ شہادت وصیت کی تھی کہ خلیفہ کے انتخاب تک مسجد نبوی میں نماز صہیب پڑھائیں۔ آپ بدری ہیں۔ تمام مغازی میں شریک رہے۔ آپ کی وفات ماہ شوال ۳۸ھ میں ہوئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۰ سال تھی۔

قاری صالح بن زیاد بن عبداللہ بن الجارود ابوشعیب المقری المشہور بالسوسی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

آپ کی کنیت ابوشعیب ہے۔ شہر رقہ کے ساکنین میں سے ہیں۔ سوسی بضم سین نسبت ہے سوس کی طرف۔ جو خوزستان میں ایک شہر ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ سوس اہواز میں ایک جگہ ہے۔

سوسیؒ بہت بڑے قاری زاہد عابد کثیر العبادۃ والتلاوۃ ومحدّث تھے۔ آپ روایت کرتے ہیں عبداللہ ابن نُمیر ومحمد بن عبید وابن عُیینہ ویحیی بن المبارک یزیدی وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں نسائی وابن عاصم وابوحاتم وغیرہ۔ ابن حجرؒ روایتِ نسائی کے منکر ہیں۔ قال ابوحاتم صدوق وقال النسائی ثقۃ۔

آپ کی وفات ماہ محرم ۲۶۱ھ میں شہر رقہ میں ہوئی۔ کذا فی تہذیب التہذیب۔ قاری سوسیؒ امام ابوعمروؒ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ ابوعمرو کے دوسرے راوی حفص دوری ہیں۔

ضباعہ بنت الزبیر رضی اللہ عنہا۔ وہ آیت فان اُحصرتم فما استیسر من الھدی کی شرح میں مذکور ہیں۔

ھی ضباعۃ بنت الزبیر بن عبد المطلب الھاشمیۃ۔ رضی اللہ عنہا۔

آپ نبی علیہ السلام کی چچازاد بہن اور صحابیہ ہیں۔ مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کی بیوی اور عبداللہ بن مقداد کی والدہ تھیں۔ عبداللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جنگِ جمل میں شریک تھے اور شہید ہوئے۔

اشتراط فی الحج میں ضباعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مشہور ہے جو ابوداؤد ونسائی وترمذی میں موجود ہے، نیز ان کی ایک اور حدیث ہے عن ام عطیۃ عن اختھا ضباعۃ انھا رأت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکل کتفاً ثم قام الی الصلاۃ ولم یتوضأ۔ کذا فی الاصابۃ۔

الضحاک ۔ تفسیر آیت وان کنتم علیٰ سفرٍ ولم تجدوا کاتباً فرھانٌ مقبوضۃٌ

ھو الضحاک بن مزاحم الھلالی ابو القاسم الخراسانی رحمہ اللہ ۔

آپ مشہور تابعی مفسر و امام ہیں۔ بلخ و سمرقند و نیسابور میں مختلف اوقات میں جائے اقامت بدلتے رہتے تھے۔

انس و ابن عمر و ابو ہریرہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔

آپ تفسیر میں امام و ماہر ہیں۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں خذوا التفسیر عن اربعۃٍ مجاھدٍ عکرمۃَ وسعید بن جبیر والضحاک۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں ھو ثقۃ وانکر شعبۃ سماعہ من ابن عباس وقال انما اخذ عن سعید عنہ وقال ابن سعید القطان کان ضعیفاً۔ ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے۔ آپ بچوں کو مفت پڑھاتے تھے۔ آپ ماں کے پیٹ میں دو سال رہے۔ ولادت کے وقت آپ کے دانت نکل آئے تھے۔

آپ کی وفات ۱۰۵ھ میں ہوئی۔ قالہ ابن کثیر فی البدایۃ۔

طالوت رحمہ اللہ ۔ قرآن مجید میں طالوت مذکور ہیں۔

طالوت کے قصہ کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب بنیامین بن یعقوب بن اسحٰق علیہما السلام تک پہنچتا ہے۔ آپ کے زمانے میں نبی شموئیل علیہ السلام تھے اور بعض نے ان کا نام شمعون بتایا ہے۔ طالوت بہت نیک اور صالح تھے۔ آپ کی وجہ سے بنی اسرائیل کو بہت فائدے پہنچے چنانچہ آپ کی وجہ سے وہ تابوت بنی اسرائیل کو واپس ملا جو دشمنوں نے چھین لیا تھا اور جس کی برکت سے بنی اسرائیل جنگ میں دشمنوں پر فتح حاصل کرتے تھے۔ وہ تابوت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی باقیاتِ صالحات میں سے تھا۔ قال اللہ تعالیٰ۔ وقال لھم نبیھم ان اٰیۃ ملکہ ان یأتیکم التابوت فیہ سکینۃ من ربکم وبقیۃ مما ترک اٰل موسیٰ واٰل ھارون تحملہ الملئکۃ۔ قیل السکینۃ طست من ذھب کان یغسل فیہ صدور الانبیاء علیھم السلام۔ یہ تابوت بنی اسرائیل سے عمالقہ چھین کر لے گئے تھے اور مدت تک ان کے قبضہ میں رہا۔

بنی اسرائیل کو عمالقہ نے بہت ذلیل کیا تھا ان کو اپنے گھروں سے نکال دیا تھا۔ پھر بنی اسرائیل نے اپنے نبی یعنی شموئیل علیہ السلام سے بادشاہ مقرر کرنے کی درخواست کی تاکہ وہ عمالقہ وغیرہ اعداء سے اس بادشاہ کے جھنڈے تلے جمع ہو کر لڑیں۔ قرآن مجید میں ہے قال ھل عسیتم ان کتب علیکم القتال الا تقاتلوا قالوا وما لنا الا نقاتل فی سبیل اللہ وقد اُخرجنا من دیارنا وابنائنا۔ قرآن مجید میں یہ قصہ تفصیلاً مذکور ہے۔ وقال لھم نبیھم ان اللہ قد بعث لکم طالوت ملکاً قالوا انّی یکون لہ الملک علینا ونحن احق بالملک الآیۃ۔

طالوت کے عجیب فضائل میں سے ایک فضیلت یہ ہے کہ جالوت کے ساتھ جنگ میں ان کے رفقاء صالحین کی تعداد وہ تھی جو جنگِ بدر میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد تھی یعنی ۳۱۳۔ طالوت نے اعلان کیا تھا کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے گا میں اس سے اپنی لڑکی کا نکاح کر دوں گا۔ اور اس کو امور سلطنت میں شریک کروں گا۔ چنانچہ داؤد علیہ السلام نے جو اس وقت نوجوان تھے میدان جنگ میں جالوت کو قتل کیا اور جالوت کی فوج بھاگ گئی۔ طالوت نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنی لڑکی کا نکاح داؤد سے کر دیا اور امورِ مملکت میں بھی شریک کرلیا۔ داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل میں طالوت کی بہ نسبت زیادہ محبوب ہوگئے۔ طالوت کو حسد ہوا۔ کئی لوگوں کو قتل کیا پھر توبہ کی اور اپنی سلطنت داؤد علیہ السلام کے حوالے کرکے خود جہاد وغزاء پر چلے گئے اور اپنے تیرہ بیٹوں سمیت شہید ہوگئے کذا ذکرہ ابن کثیر فی البدایۃ والنہایۃ ج ۲ ص۶ قال عکرمۃ کان طالوت اوّلاً قبل صیرورتہ ملکاً سقاءً وقال وھبُ بن منبہ کان دباغاً۔

وفی کتاب محاضرۃ الاوائل ص۳۲ اوّلُ من عمِل الدباغۃ من انواع الادم وکان شھیرًا بحرفتھا طالوت الملك لبنی اسرائیل کان دباغاً اوّلاً قبل الملك ثم اصطفاہ اللہ تعالیٰ ملکاً فی زمَنِ داؤد علیہ السلام اھ۔ معارف لابن قتیبۃ ص ۲۰ پر طالوت کے مختصر احوال مذکور ہیں۔

طاووس رحمہ اللہ تعالیٰ۔ بیانِ آیت ذلك لمن لم یکن اھلُہ حاضری المسجد الحرام الآیۃ میں مذکور ہیں۔

ھو طاووس بن کیسان الیمانی الحمیری مولاھم۔ رحمہ اللہ۔ طاووس کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے۔ شہر جَنَد کے باشندے ہیں۔ جند بفتح جیم یمن میں ایک شہر کا نام ہے۔ آپ کبارِ تابعین فضلاء صالحین، محدثین مفسرین اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ ابن عباس وابن عمر وجابر وابوہریرہ وعائشہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے آپ کے بیٹے عبداللہ ومجاہد وعمرو بن دینار وغیرہ ائمہ دین روایت کرتے ہیں۔ آپ کے تثبت وجلالت وامامت وصلاح وحفظ ووفورِ علم پر علماء کا اتفاق ہے۔ عمرو بن دینارؒ فرماتے ہیں ما رأیتُ مثلَ طاووس۔ کذا فی تھذیب النووی ج ۱ ص۲۵۱۔ عبدالرزاق اپنے والد سے روایت کرتے ہیں قال کان طاووس یصلّی فی غداۃ باردۃ مغیمۃ فمر بہ محمد بن یوسف اخو الحجاج بن یوسف و ایّوب وھو ساجد فی موکبہ فامر بساجٍ وطیلسان مرتفع فطرح علیہ فلم یرفع رأسہ حتی فرغ من حاجتہ فلما سلّم نظر فاذا الساج علیہ قال فانتفض ولم ینظر الیہ ومضیٰ الی منزلہ۔

عطاء بن ابی رباحؒ ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کرتے ہیں قال ابن عباس رضی اللہ عنھما انّی لأظُنّ طاووسًا من اھل الجنّۃ۔ حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۳ تا ۲۲ میں آپ کے اقوال واحوال تفصیلاً درج ہیں۔

ایک شخص نے طاووسؒ سے دعا کی درخواست کی تو فرمایا ما اجد فی قلبی خشیۃً فادعولک۔ سفیان ثوریؒ نے ابن طاووسؒ سے پوچھا کہ تمہارے والد طاووس سواری پر سوار ہوتے وقت کیا دعا پڑھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ دعا پڑھتے ہیں اللّٰھم لک الحمدُ ھذا من فضلک ونعمتک علینا فلک الحمدُ ربّنا سبحان الذی سخّرلنا ھذا وما کنّا لہ مقرنین۔ اور رعد کی آواز سن کر یہ دعا پڑھتے تھے سبحان من سبّحت لہ۔ کذا فی الحلیۃ ج ۴ ص ۵۔

طاووسؒ بوقت سحر ایک شخص سے ملنے گئے تو گھر والوں نے بتایا کہ وہ سویا ہوا ہے تو فرمایا ماکنتُ اریٰ ان احداً ینام فی السحر۔ نیز فرمایا کرتے تھے لا یتمّ نسکُ الشاب حتّٰی یتزوّج۔ وعن ابراھیم بن میسرۃ قال قال لی طاووس لتنکحنّ اولأقولنّ ما قال عمر بن الخطاب لابی الزوائد ما یمنعک من النکاح الّا عجزٌ او فجورٌ۔

عمران بن خالد خزاعیؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت عطاءؒ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور حضرت عطاءؒ سے کہا یا ابا محمد انّ طاووساً یزعم انّ من صلّی العشاءَ ثم صلّی بعدھا رکعتین یقرأ فی الاولیٰ تنزیل السجدۃ وفی الثانیۃ تبارک الذی بیدہ الملک کُتب لہ مثل وُقوف لیلۃ القدر۔ فقال عطاء صدق طاووس ما ترکتُھا۔ طاووسؒ اکثر یہ دعا کرتے تھے اللّٰھم احرمنی کثرۃَ المال والولد وارزقنی الایمان والعمل۔

طاووسؒ نے وفات کے وقت اپنے بیٹے سے فرمایا اذا اقبرتنی فانظر فی قبری فان لم تجد فاحمد اللہ تعالیٰ وان وجدتنی فانا للہ وانا الیہ راجعون قال الراوی فاخبرنی بعض ولدہ انہ نظر فلم یجد شیئاً ورأی فی وجھہ السرور۔ آپ نے پچاس صحابہؓ کی زیارت کی ہے۔ عبداللہ بن صالح مکیؒ کہتے ہیں کہ میں بیمار ہوا تو طاووس عیادت کے لیے میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا یا ابا عبدالرحمٰن ادعُ اللہ لی فقال ادعُ لنفسک فانہ یجیب المضطرّ اذا دعاہ۔ طاووس نے ایک دن ایک شخص سے فرمایا تُرید ان اجمع لک فی مجلسی ھذا التوراۃ والانجیل والزبور والفرقان۔ قال نعم۔ قال خَفِ اللہ تعالیٰ مخافۃً لا یکون عندک شئ اخوف منہ وارجُہ رجاءً ھو اشدّ من خوفک ایاہ واَحِبّ للناس ما تُحبّ لنفسک۔ سفیان ثوریؒ طاووسؒ کا یہ قول نقل فرماتے ہیں ان الموتی یفتنون فی قبورھم سبعاً فکانوا یستحبّون ان یُطعم عنھم تلک الایام۔ آپ نے ایک دن بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا یا بُنیّ صاحِب العقلاءَ تُنسب الیھم وان لم تکن منھم ولا تُصاحِب الجھّالَ فتُنسب الیھم وان لم تکن منھم واعلم انّ لکل شئ غایۃً وغایۃ المرء حسنُ خلقہ۔

طاووسؒ کی وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ آپ نے چالیس حج کیے۔ وفات بھی سفرِ حج میں ہوئی۔ وفات کے وقت لوگوں کے ازدحام سے نظام درہم برہم ہوگیا اور انتظام کے لیے پولیس بلائی گئی۔ کتاب حلیہ میں ہے تُوفّی طاووس بالمزدلفۃ اوبمنیٰ فلما حُمل اخذ عبداللہ بن الحسن بن علی بن ابی طالب بقائمۃ السریر فما زایل حتی

بلغَ القبرواضعًا السریرعلی کاھلہ قال الراوی فلقد رأیتُ سقطت قلنسوۃ کانت علیہ ومُزّق ردآؤہ من خلفہ

تاریخ وفات ۷ر ذوالحجہ ۱۰۶ھ ہے۔ آپ کی عمر ۷۰ سال سے زیادہ تھی۔ کذا فی التہذیب للنووی۔

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ۔ آیت ولا تجعلوا اللہ عُرضۃً لایمانکم ان تبرّوا وتتّقوا و تُصلحوا الآیۃ کے بیان میں مذکور ہیں۔

ھو عبد اللہ بن رواحۃ بن ثعلبۃ الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ۔ آپ کی کنیت ابو محمد یا ابو رواحہ یا ابو عمرو ہے۔ عبداللہ بن رواحہؓ بے اولاد تھے۔ سابقین اولین انصار اور نقباء لیلۃ العقبہ میں سے ہیں۔ بدری ہیں تمام مغازی میں موجود تھے۔

ابن سعد لکھتے ہیں کہ آپ نبی علیہ السلام کے کاتب تھے۔ جنگِ بدر میں فتح کی خوش خبری مدینہ منورہ والوں کو دینے والے آپ ہی ہیں۔ روی احمد ان النبی علیہ السلام قال رحم اللہ عبداللہ بن رواحۃ انہ یحبّ المجالس التی تتَباھی بھا الملائکۃُ۔

روایت ہے کہ عبداللہ بن رواحہؓ مسجد میں داخل ہو رہے تھے کہ نبی علیہ السلام نے منبر پر خطبہ میں فرمایا اِجلِسُوا۔ فجلس مکانہ خارجًا من المسجد فلما فرغ قال لہ زادک اللہ حرصًا علی طواعیۃ اللہ وطواعیۃ رسولہ آپ فتح مکہ میں شریک نہ تھے کیونکہ اس سے قبل جنگِ موتہ میں شہید ہو گئے تھے۔ جنگِ موتہ ماہ جمادی الاولیٰ ۸ھ میں ارضِ شام میں ہوئی تھی۔ جنگِ موتہ پر جاتے ہوئے لوگوں نے آپ کے لیے بعافیت واپس آنے کی دعا کی تو آپ نے کہا میری تمنا ہے کہ اسی غزوہ میں شہید ہو جاؤں اور یہ شعر کہے ؎

لٰکنّنی اسألُ الرحمٰنَ مغفرۃً — وضربۃً ذاتَ فرغٍ تقذفُ الزبدا

اوطعنۃً بیدی حرّان مجھزۃ — بحربۃ تنفذ الاحشاء والکبدا

حتی یقولوا اذا مرُّوا علی جدثی — یا ارشد اللہ من غازٍ وقد رشدا

جنگِ موتہ میں آپ زید و جعفر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد امیرِ لشکر ہوئے اور لڑتے لڑتے شہید ہوئے جنگ کے دوران شعر پڑھتے ہوئے لڑتے رہے۔ پھر تھوڑی دیر کے لیے گھوڑے سے اُترے تو آپ کے ابنِ عم نے گوشت پیش کرتے ہوئے کہا شُدَّ بھذا ظھرک فانک قد لقیتَ فی ایّامک ھذہ ما لقیتَ فاخذ من یدہ فانتھش منہ نھشۃ ثم سمع الحطمۃ فی الناس فقال وانت فی الدنیا فالقاہ من یدہ ثم اخذ بسیفہ فتقدّم فقاتل حتی قُتِل۔

آپ نبی علیہ السلام کے شعراء میں سے ہیں اور بڑے شاعر ہیں۔ صحیح روایت ہے انہ مشی لیلۃً الی اَمۃٍ لہ فنالھا وفطنت لہ امرأتہ فلامتہ فجحدھا وکانت قد رأت جماعہ لھا فقالت لہ ان کنت صادقًا فاقرأ

القرآن فالجنب لا یقرأ القرآن فقال عبد اللہ ؎

شہدتُ بأنّ وعد اللہ حقٌ | وانّ النار مثوی الکافرینا
وانّ العرش فوق الماءِ حقٌ | وفوق العرش ربُّ العالمینا
وتحملہ ملائکۃ غلاظٌ | ملائکۃُ الالٰہِ مُسوِّمینا

فقالت امرأتہ صدق اللہ وکذبت عینی وکانت لا تحفظ القرآن ولا تقرؤہ۔

عمرو بن قرہ رضی اللہ عنہ ۔ آپ ایک غیر معروف صحابی ہیں۔ صرف ایک حدیث میں آپ کا ذکر آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ذریعۂ معاش گانا طبل و دف بجانا تھا۔ اصابہ میں ہے اخرج حدیثہ عبد الرزاق فی مصنفہ من روایۃ مکحول قال حدثنا یزید بن عبد ربہ عن صفوان بن امیۃ قال کنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجاءہ عمرو بن قرۃ فقال یا رسول اللہ ان اللہ قد کتب علیّ الشقوۃ وما ارانی اُرزق الامن دفی بکفی فائذن لی بالغناء من غیر فاحشۃ فقال لا اٰذن لک ولا کرامۃ ولا نعمۃ اِسع علی نفسک وعیالک حلالاً فانّ ذلک جہادٌ فی سبیل اللہ واعلم ان عون اللہ تعالیٰ مع صالحی التجار۔ ابن حجر نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا۔ آیت ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم ان تبرّوا الخ و کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیراً الخ اور دیگر کئی جگہوں میں مذکور ہیں۔ ھی عائشۃ ام المؤمنین بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما۔ والدہ کا نام ام رومان ہے بضم را یا بفتح را۔ ام رومان کی وفات ماہ ذوالحجہ ۶ھ میں ہوئی۔ قالہ الواقدی۔ حضرت عائشہؓ نے بچپن میں اس وقت اسلام قبول کیا تھا جب کہ صرف اٹھارہ انسان مسلمان ہوئے تھے۔ نبی علیہ السلام سے آپ کا نکاح ہجرت سے دو سال قبل ہوا تھا جب کہ آپ کی عمر چھ سال تھی یا سات سال کما قیل۔ اور رخصتی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جنگِ بدر کے فوراً بعد ماہ شوال ۲ھ میں ہوئی جب کہ آپ کی عمر نو سال تھی۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کے سوا کسی کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی۔ آپ کی بہت سی خصوصیات ہیں اوّل یہ جس کا بیان ابھی ہوا۔

دوم یہ کہ آپ اُن صحابہ میں سے ہیں جن سے احادیثِ کثیرہ مروی ہیں اور وہ چھتے ہیں عند بعض العلماء اور عند بعض العلماء سات ہیں۔ آپ سے کل دو ہزار دو سو دس احادیث مروی ہیں جن میں ۱۷۴ متفق علیہ ہیں بخاری و مسلم کے مابین اور ۵۴ پر بخاری اور ۶۸ پر امام مسلم منفرد ہیں۔

سوم۔ آپ کی وسعتِ علمی صحابہ میں مسلّم تھی اور بڑے بڑے صحابہ مختلف فیہ مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

چہارم۔ بوقتِ وفات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سرِ مبارک آپ کی گود میں تھا۔
پنجم اور آپ ہی کے گھر میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دفن کیا گیا۔
ششم۔ نبی علیہ السلام پر اس وقت بھی وحی نازل ہوتی تھی جب کہ آپؓ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لحاف میں ہوتے تھے باقی ازواج کو یہ شرف حاصل نہیں تھا۔
ہفتم۔ آپ کی برات کے بارے میں آیتیں نازل ہوئیں جن کی تلاوت قیامت تک کی جاتی رہے گی۔
ہشتم۔ آپ حبیبۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بنتِ خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
نہم۔ آپ کے بارے میں یہ حدیث وارد ہے فضل عائشۃ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام۔
اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث آپ کے مناقب میں مروی ہیں۔
دہم۔ ایک سفر میں آپ کا ہار گم ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنی افواج کے ہار تلاش کرنے کے لیے ٹھہر گئے اس اثنا میں صبح کی نماز کا وقت ہوا اور اس مقام پر پانی نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے جوازِ تیمم کے بارے میں آیتیں نازل فرمائیں تو تیمم کا نزول آپ کی برکات میں سے ایک برکت ہے کل امتِ محمدیہ کے لیے۔
یازدہم۔ شریعتِ محمدیہ میں عورت کے بلوغ کی اقل مدت ۹ سال ہے کیونکہ حضرت عائشہ نو سال کی عمر میں بالغہ ہوئی تھیں۔
دوازدہم۔ حنفی مذہب میں اکثر مدتِ حمل دو سال ہے۔ اور اس قول کا مدار حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث ہے کہ بچہ ماں کے پیٹ میں دو سال سے زیادہ ہرگز نہیں رہ سکتا۔ آپ کی وفات منگل کی رات کو ۱۸ رمضان ۵۷ھ میں ہوئی وقیل سنۃ ثمانی وخمسین۔ نمازِ جنازہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

عباس رضی اللہ عنہ۔ آپ عمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ نبی علیہ السلام سے آپ کی عمر دو یا تین سال زیادہ تھی۔ آپ کی والدہ کا نام نُتَیلہ ہے۔ آپ کی ماں پہلی عربی عورت ہے جس نے بیت اللہ شریف پر ریشم کا غلاف چڑھایا۔ کیونکہ بچپن میں عباسؓ گم ہو گئے تھے تو ماں نے یہ نذر مانی تھی۔ عباسؓ قریش میں اسلام سے قبل رئیس جلیل شمار ہوتے تھے۔

عمارتِ مسجدِ حرم اور سقایتِ آبِ زمزم آپ کے سپرد تھی۔ اسلام لانے سے قبل آپ لیلۃ العقبہ میں حضور علیہ السلام کے رفیق تھے جس میں انصار نے حضور علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ جنگِ بدر میں مشرکین کے ساتھ آپ بادلِ ناخواستہ مجبوری سے گئے تھے اور پھر قیدی ہو گئے تھے اور فدیہ دے کر اپنی خلاصی حاصل کی۔ بعد میں آپ مسلمان ہوئے۔
بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے تھے۔ اسلام کو چھپا کر مکہ میں مقیم تھے اور مکہ میں کمزور مسلمانوں

کی نصرت کرتے ہوئے مشرکین کے احوال سے نبی علیہ السلام کو مطلع کرتے تھے۔ آپ کی آواز اتنی بلند تھی کہ کئی کئی میل تک سنائی دیتی تھی۔ ۸ میل تک رات کو آپ کی آواز اور باتیں واضح طور پر سنی جا سکتی تھیں۔ ذکر الحازمی فی کتاب المؤتلف عن الضحاک قال کان عباسؓ یقف علی سلع فینادی غلمانہ فی آخر اللیل وھم فی الغابۃ فیسمعھم قال و بین السلع والغابۃ ثمانیۃ امیال۔

مدینہ منورہ میں بروز جمعہ ۱۲ رجب ۳۲ھ میں اور بقول بعض ۳۴ھ ہجری میں وفات ہوئی جب کہ آپ کی عمر ۸۸ سال تھی۔ جنت البقیع میں آپ کی قبر مشہور ہے۔ آپ سے کل ۳۵ احادیث مروی ہیں۔ ان میں ایک حدیث متفق علیہ ہے اور ایک پر بخاری اور تین پر مسلم منفرد ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے ان عمر رضی اللہ عنہ کان اذا قحطوا استسقیٰ بالعباس فقال انا کنا نتوسل الیک بنبینا فتسقینا وانا نتوسل الیک الیوم بعم نبینا فاسقنا فیسقون

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ۔ آیت الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا منّا ولا اذًی کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ ھو عبدالرحمٰن بن عوف بن عبد عوف بن الحارث القرشی رضی اللہ عنہ آپ جلیل القدر صحابی ہیں۔ جاہلیت میں آپ کا نام عبد عمرو یا عبدالکعبہ تھا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عبدالرحمٰن رکھا۔ آپ کئی اوصاف و احوال میں ممتاز ہیں۔

اوّلاً یہ کہ آپ قدیم الاسلام ہیں۔ آپ اُن آٹھ میں سے ایک ہیں جو سابقین الی الاسلام تھے۔

ثانیاً، آپ ان پانچ میں سے ایک ہیں جنھوں نے صدیق اکبرؓ کی ترغیب پر اسلام قبول کیا۔

ثالثاً۔ آپ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔

رابعاً۔ آپ ان چھے اہل شوریٰ میں سے ہیں جو حضرت عمرؓ نے شہادت کے وقت خلیفہ منتخب کرنے کے لیے مقرر فرمائے تھے اور پھر سب نے آپ کو اختیار دیا اور آپ ہی نے انصار و مہاجرین سے مشورہ کے بعد حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بنا دیا۔

خامساً۔ آپ مہاجرین اوّلین میں سے ہیں اور صاحب ہجرتین ہیں۔ تمام مغازی بدر و اُحد وغیرہ میں آپ شریک رہے۔ ہجرت کے بعد نبی علیہ السلام نے آپ کو سعد بن ربیع کا بھائی بنایا تھا۔

سادساً۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غزوۂ تبوک کے سفر میں آپ کے پیچھے صبح کی نماز کی ایک رکعت پڑھی تھی اور یہ فضیلت تمام صحابہ میں صرف عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور صدیق اکبرؓ ہی کو حاصل ہے۔

سابعاً۔ آپ بہت زیادہ صدقات کرتے تھے اور خدا کی راہ خوب مال دیتے تھے۔ ایک بار ایک دن میں ۳۱ غلام آزاد کیے۔

ثامناً۔ فی الحدیث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انّ عبدالرحمٰن بن عوف امین فی السماء امینٌ فی الارض

امام زہریؒ کی روایت ہے کہ ایک بار آپ نے نصف مال یعنی چار ہزار درہم خدا کی راہ میں دیے۔ پھر ۴۰ ہزار درہم دیے پھر ۴۰ ہزار دینار دیے۔ پھر خدا کی راہ میں ۵۰۰ گھوڑے دیے پھر ۵۰۰ اونٹ دیے۔

تاسعًا۔ آپ صحابہؓ میں بہت زیادہ دولتمند تھے اور ساتھ ہی بہت زیادہ مال خدا کی راہ میں دیتے رہتے تھے۔

وفی الترمذی اوصی لامھات المؤمنین بحدیقۃٍ بیعت باربع مائۃ الف۔ وفات کے وقت آپ نے وصیت کی تھی کہ میرے مال میں سے ہر بدری صحابی کو ۴۰۰ دینار دیے جائیں اس وقت اہلِ بدر میں سے ۱۰۰ صحابہ زندہ تھے چنانچہ سب نے اپنا حصہ لے لیا۔ اس کے علاوہ ہزار گھوڑے خدا کی راہ میں دینے کی بھی وصیت کی تھی۔ اپنے پیچھے بہت زیادہ مال چھوڑا۔ سونے کی اتنی بڑی بڑی اینٹیں تھیں کہ تقسیمِ وراثت کے لیے کاٹتے کاٹتے لوگوں کے ہاتھوں میں چھالے پڑگئے۔ آپ کی چار بیویاں تھیں۔ قانونِ وراثت کے پیشِ نظر چاروں بیویوں میں ہر ایک کو بتیسواں حصہ ملتا ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ ان چار میں سے ایک بیوی نے اپنے پورے حصے لینے کی بجائے صرف ۸۰ ہزار لینے پر اکتفا کیا۔

عاشرًا۔ حدیث میں ہے کہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فقرائے مہاجرین سے ۵۰۰ سال بعد میں جنت میں داخل ہوں گے۔ آپ کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی اور بقیع میں دفن ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۵ سال تھی۔

عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ۔ یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ کے بیان میں مذکور ہیں۔ ھو ابو عبد اللہ بن جحش بن رئاب بن یعمر رضی اللہ عنہ۔ آپ کی والدہ کا نام آمنہ بنت عبد المطلب ہے۔ ابنِ جحش قدیم الاسلام اور صاحبِ ہجرتین ہیں۔ آپ زینب بنت جحش ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔ نبی علیہ السلام نے آپ کو بعد الہجرۃ ایک سریہ یعنی چھوٹی سی فوج کا امیر بنا کر بھیجا۔ کہتے ہیں کہ آپ اوّل امیر ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا۔ اور آپ کی واپسی پر لائی ہوئی غنیمت اسلام میں اوّل غنیمت ہے۔ آپ بدر و احد کی جنگ میں شریک تھے۔ احد میں شہید ہوئے اور اپنے ماموں حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں مدفون ہوئے۔

وکان من دعائہ یوم احد ان یقاتل ویستشھد ویقطع انفہ واذنہ ویمثّل بہ فی اللہ تعالیٰ۔ فاستجاب اللہ دعائہ واستشھد وعمل الکفار بہ ذلک۔ وکان یقال لہ المجدّع فی اللہ تعالیٰ بوقتِ شہادت آپ کی عمر ۴۰ سال سے کچھ زیادہ تھی۔ کذا قال النووی فی تہذیب الاسماء۔

علیؓ رضی اللہ عنہ۔ آیت فتمنوا الموت ان کنتم صٰدقین اور دیگر کئی مواضع میں مذکور ہیں۔ ھو علیّ بن ابی طالب عمّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابوطالب کا نام عبد مناف تھا۔ کما ھو المشھور علی رضی اللہ عنہ کی

والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ عنہا مسلمان تھیں اور انہوں نے ہجرت الی المدینہ کی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی والدہ فاطمہؓ کی وفات ہوئی۔ فصلی علیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونزل فی قبرھا۔ حضرت علیؓ کی کنیت ابو الحسن وابو تراب تھی۔ آپ عشرہ مبشرہ اور خلفائے اربعہ راشدین وعلمائے ربانیین میں سے تھے۔ بڑے شجاع وزاہد احد السابقین الی الاسلام تھے۔

اوّل مسلم میں علماء کا اختلاف ہے۔ عند البعض خدیجہؓ ہیں اور عند البعض ابو بکرؓ ہیں اور عند البعض علیؓ ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ اول مسلم خدیجہ ہیں پھر ابو بکر پھر علی ہیں رضی اللہ عنہم۔ امام ثعلبیؒ فرماتے ہیں کہ علماء کا اجماع ہے اس بات پر کہ اوّل مسلم خدیجہؓ ہیں۔ البتہ اس کے بعد اول میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے یہ محاکمہ کیا ہے کہ اوّل مسلم رجالِ احرار میں ابو بکرؓ ہیں اور بچوں میں علیؓ اور عورتوں میں خدیجہؓ اور آزاد شدہ غلاموں میں زید بن حارثہؓ اور غلاموں میں بلالؓ ہیں۔ اسلام لاتے وقت حضرت علیؓ کی عمر ۱۰ سال تھی اور بقول بعض ۱۵ سال تھی۔ ابو الاسود کا قول ہے کہ علیؓ اور زبیرؓ نے اس وقت اسلام قبول کیا جب کہ دونوں کی عمر ۸ سال کی تھی۔ ہجرت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مکہ میں اپنا خلیفہ بنایا تھا تاکہ آپ امانتیں اور ودائع ان کے مالکوں تک پہنچا دیں۔ آپ تبوک کے سوا تمام مغازی میں شریک تھے۔ غزوۂ تبوک میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑ دیا تھا۔

آپ کی شجاعت مسلّم ومشہور ہے اسی طرح آپ کا بحرِ علم ہونا بھی مسلّم ہے۔ نبی علیہ السلام کے حبیب تھے۔ آپ کی احادیثِ مرویہ ۵۸۶ ہیں جن میں سے ۲۰ متفق علیہ ہیں اور ۹ پر بخاری اور ۱۵ پر مسلم منفرد ہیں۔ آپ کے فضائل بے شمار ہیں۔ آپ کی اولاد جو حضرت فاطمہؓ کے بطن سے ہے اولادِ نبی علیہ السلام کہلاتی ہے اور آپ ہی کے واسطے سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کا سلسلۂ تناسل جاری ہے۔ حدیث شریف ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انّ اللہ امرنی بحبّ اربعۃ واخبرنی انہ یحبّھم قیل یا رسول اللہ سمّھم لنا قال علیّ منھم یقول ذلک ثلثا وابو ذر والمقداد وسلمان رضی اللہ عنھم۔ رواہ الترمذی۔ آپ ۱۷ رمضان شریف جمعہ کی رات کو ابن ملجم کے ہاتھ سے زخمی ہوئے اور اتوار کی رات ۱۹ رمضان المبارک سنہ ۴۰ھ کو شہر کوفہ میں وفات پا گئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال اور بقول بعض ۶۵ سال تھی۔

عمر رضی اللہ عنہ۔ تفسیر بیضاوی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر متکرر ہے ھو ابو حفص عمر بن الخطاب بن نفیل القرشی العدوی امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ۔ آپ کی والدہ کا نام حنتمہ بنت ہاشم ہے۔ آپ کی ولادت واقعۂ فیل سے ۱۳ سال مؤخر ہے۔ اشرافِ قریش میں آپ کا شمار تھا۔ جاہلیت میں سفارت آپکے سپرد تھی۔ جنگوں میں اور اہم بڑے واقعات میں فیصلے اور گفتگو کے لیے اہلِ مکہ کی طرف سے آپ ہی سفیر ہوتے تھے۔

اسلام لانے سے قبل مسلمانوں کے بارے میں آپ کا رویہ بڑا سخت تھا۔ قدیم الاسلام ہیں۔ ۴۰ مردوں اور ۱۱ عورتوں کے بعد آپ اسلام لائے تھے۔ اور بقول بعض ۳۹ مردوں اور ۲۳ عورتوں کے بعد اور عند البعض ۴۵ مردوں اور ۱۱ عورتوں کے بعد۔ وعن سعید بن المسیب قال اسلم عمر بعد اربعین رجلاً وعشرۃ نسوۃ فما هو الا ان اسلم فظهر الاسلام بمکۃ اھ۔

آپ کے اسلام لانے سے قبل مسلمان چھپے چھپے رہتے تھے۔ آپ کے اسلام لانے سے اسلام کو بڑی تقویت وقوت حاصل ہوئی۔ اسلام لانے کے بعد فوراً آپ قریش کی مجلسوں میں گئے اور اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ پھر قریش اور آپ میں مقابلہ شروع ہوا۔ وہ آپ کو اور آپ انہیں مارتے رہے تا آنکہ اسلام ظاہر ہوا۔

آپ کی ہجرت وخلافت وامامت بڑی رحمت تھی۔ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال کان اسلام عمر فتحاً وکانت هجرته نصراً وکانت امامته رحمة ولقد رأیتنا وما نستطیع ان نصلی فی البیت حتی اسلم عمر فلما اسلم قاتلهم حتی ترکونا فصلینا۔ آپ نبوت کے چھٹے سال میں اسلام لائے۔ نبی علیہ السلام نے آپ کو فاروق کا لقب دیا۔

حدیث مرفوع ہے کہ شیطان عمر رضی اللہ سے ڈرتا ہے۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں باسنادہ یہ روایت ذکر کی ہے عن عائشة رضی اللہ عنها قالت کان بینی وبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلام فقال بمن ترضین ان یکون بینی وبینك ؟ اترضین بابی عبیدة بن الجراح ؟ قلتُ ذاك رجل لین یقضی لك علیّ قال اترضین بعمر بن الخطاب ؟ قلتُ لا انی لأفرق من عمر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والشیطان یفرق منه فقال اترضین بابی بکر؟ قلت نعم فبعث الیه فجاء فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقص بینی وبین هذه قال انا یا رسول اللہ ؟ قال نعم فتکلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلتُ له اقصد یا رسول اللہ قالت فرفع ابو بکر یده فلطم وجهی لطمة بدر منها انفی ومنخرای دماً وقال لا أمّ لكِ فمن یقصد اذا لم یقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال صلی اللہ علیہ وسلم ما اردنا هذا وقام فغسل الدم عن وجهی ثوبی بیده۔ تاریخ بغداد۔ ج ۱۱ صفحہ ۲۲ قال علیہ السلام ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبه وهو الفاروق فرق اللہ به بین الحق والباطل۔ سب سے پہلے آپ ہی کو امیر المؤمنین کہا گیا۔

آپ عشرہ بشرہ میں سے ہیں۔ آپ کی مروی احادیث ۵۳۹ ہیں۔ ۲۶ متفق علیہ ہیں اور ۳۴ پر بخاری اور ۲۱ پر مسلم متفرد ہیں۔ آپ بڑے عالم ہیں۔ قال ابن مسعود حین توفی عمر ذهب بتسعة اعشار العلم۔

سب صحابہ رضی اللہ عنہم مخفی طور پر ہجرت کرتے تھے مگر عمر رضی اللہ عنہ نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو پہلے طواف کیا اور نماز پڑھی پھر قریش کے مجمع میں جا کر اعلان کیا کہ میں ہجرت کر رہا ہوں۔ لہٰذا جو شخص اپنے بچوں کو یتیم اور بیوی کو بیوہ اور

ماں کو غمگین کرنا چاہے وہ مکہ سے باہر آکے میرا راستہ روکے۔ لیکن کوئی بھی آپ کے مقابلہ پر آنے کی جرأت نہ کر سکا آپ کا زہد و تقویٰ مشہور ہے۔ فعن طلحة بن عبد اللہ کان عمر أزهدنا فی الدنیا۔ وعن انس قال رأیتُ فی قمیص عمر اربع رقاع بین کتفیه وعن غیرہ ان قمیص عمر کان فیه اربع عشرة رقعةً إحداها من ادم۔ عموماً آپ کی رائے کے مطابق قرآن نازل ہوتا تھا۔ وعن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللّٰھم أعزّ الاسلام بأحبّ ھذین الرجلین الیك بابی جهل او بعمر بن الخطاب وکان أحبّهما الیه عمر۔ رواہ الترمذی۔ وعن عقبة بن عامر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان بعدی نبیّ لکان عمر بن الخطاب۔ رواہ الترمذی۔

وعن عمر رضی اللہ عنہ قال استأذنتُ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فی العمرة فأذِن لی وقال لا تنسانا یا اخی من دعائك فقال کلمةً ما یسرّنی ان لی بها الدنیا وفی روایة قال أشرکنا یا اخی فی دعائك رواہ ابوداؤد والترمذی۔ آپ شہادت کے طالب رہتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینہ منورہ میں شہادت نصیب فرمائی۔ ایک دن جب آپ نے صبح کی نماز کی نیت باندھی تو ابولؤلؤ فیروز نے جو مغیرۃ بن شعبہ کا غلام تھا آپ پر زہر میں بجھے ہوئے خنجر سے حملہ کیا چھے ضربات آپ کو لگیں اور آپ شدید زخمی ہو گئے۔ یہ ابولؤلؤ مجوسی کافر تھا۔ لوگوں نے جب قاتل کو پکڑنا چاہا تو اس نے مزید ۱۳ مسلمانوں کو زخمی کر دیا جن میں سے سات مر گئے۔ پھر آپ نے انتخابِ خلیفہ کے لیے چھے صحابہ کی کمیٹی قائم فرمائی یعنی عبد الرحمٰن بن عوف۔ علی۔ عثمان۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد رضی اللہ عنہم۔ کیونکہ عشرہ مبشرہ میں سے یہی چھے اصحاب زندہ تھے۔

آپ بروز بدھ ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ کو زخمی ہوئے چند دن زندہ رہ کر وفات پا گئے اور بروز اتوار یکم محرم ۲۴ھ کو آپ دفنائے گئے۔ مدتِ خلافت ۱۰ سال ۵ ماہ اور ۲۱ دن ہے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔

فائدہ۔ مسلمانوں میں لقبِ امیر المؤمنین سے سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملقب ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ اوّلیت کا شرف عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے جنھیں نبی علیہ السلام نے اسلام کے پہلے سریّہ کا امیر مقرر کر کے ان کو امیر المؤمنین کہا۔ عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے احوال میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔ علماء محققین کہتے ہیں کہ مطلق اولیت کا شرف ابن جحش رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔ البتہ خلفاء میں اوّلیتِ لقبِ امیر المؤمنین کا شرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہی حاصل ہے۔ وفی السیرة الحلبیة ج ۳ ص۱۵۲ عند بعث عبد اللہ بن جحش علی سریّة قبل بدر بشهرین او ثلاثة قال فیها فبعث علیهم عبد اللہ بن جحش وسماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امیر المؤمنین فهو اول من تسمّی فی الاسلام بامیر المؤمنین

ثم بعدہ عمر رضی اللہ عنہ ولا ینافی ذلك قول بعضهم اوّل من تسمّی فی الاسلام بامیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ لانّ المراد اوّل من تسمی بذلك من الخلفاء اوان هذا امیر جمیع المؤمنین وذالك امیر من معه من المؤمنین خاصّۃً فقد جاء انّ عمرؓ كان یكتب اوّلاً من خلیفة ابی بكر فاتفق ان عمر رضی اللہ عنہ ارسل الیٰ عامل العراق اَن یبعث الیہ برجلین جلدین یسألهما عن اهل العراق فبعث الیہ بعبد بن ربیعۃ و عدی بن حاتم فقدما المدینۃ ودخلا المسجد فوجدا عمرو بن العاصؓ فقالا استأذن لنا علی امیر المؤمنین فقال عمرو انتما واللہ اَصبتما اسمه فدخل علیه عمرو وقال السلام علیك یا امیر المؤمنین فقال مابدالك فی هذا الاسم فاَخبَرہ الخبر وقال انتَ الامیر ونحن المؤمنون فاوّلُ من سمّاہ بذلك عبد بن ربیعۃ عدیؓ ابن حاتم وقیل اوّل من سماہ بذلك المغیرۃ بن شعبۃؓ وحینئذٍ صار یكتب من عبداللہ عمر امیر المؤمنین اھ

عِتبان بن مالک رضی اللہ عنہ۔ یسئلونك عن الخمر والمیسر کے بیان میں مذکور ہیں۔ عتبان ابن مالکؓ صحابی ہیں۔ انصار میں قبیل خزرج سے ہیں۔ جمہور کے نزدیک آپ بدری ہیں۔ لیکن ابن اسحٰق نے آپکو شرکاء جنگِ بدر میں ذکر نہیں کیا۔ آپ اپنی قوم بنی سالم کے امام تھے۔ صحیحین میں آپ کی حدیث مذکور ہے۔ ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ اور عمر رضی اللہ عنہ کے مابین مواخاۃ قائم فرمائی تھی۔ خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ میں انتقال ہوا۔ کذافی الاصابہ۔

عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ۔ آیت ویسئلونك ماذا ینفقون قل العفو کے بیان میں مذکور ہیں۔ ھو عمرو بن الجموح بن زید بن حرام رضی اللہ عنہ۔ آپ انصاری خزرجی ہیں۔ جَموح بفتح جیم ہے۔ بیعتِ عقبہ کے شرکاء میں سے ہیں۔ آپ کے بدری ہونے میں اختلاف ہے۔ عند البعض آپ بدری ہیں اور بعض اس کے منکر ہیں۔ ساداتِ انصار میں سے ہیں جنگِ احد میں شہید ہوئے۔ آپ اور عبداللہ بن عمرو بن حرام والدِ جابرؓ ایک ہی قبر میں دفن ہوئے۔ شہادت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا لقد رأیتہ فی الجنۃ۔

ابن کلبی لکھتے ہیں کان عمرو بن الجموح اٰخر الانصار اسلامًا۔ آپ کا قبیلہ بنو سلمہ ہے۔ حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا کہ تمہارا سردار کون ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ جد بن قیس ہمارا سردار ہے لیکن وہ بہت بخیل ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بطور ناراضگی ہاتھ لمبا کرتے ہوئے فرمایا وَ اَیّ داءٍ ادوأمن البخل بل سیّدکم عمرو بن الجموح۔ وفی روایۃ بل سیدکم الابیض الجعد عمرو بن الجموح۔ کذا فی الادب المفرد للبخاری وغیرہ۔ چنانچہ بعض انصار نے کہا ؎

وقال رسولُ اللہ والقول قولُہ — لمن قال منّا مَن تُسمّون سیّدًا

فقالوا الجدّ بن قیس علی التی — نبخّلہ منها وإن کان اسودا

فسوّد عمرو بن الجموح الجود ہ   وحقّ لعمرو بالندیٰ ان یسوّدا

آپ ایک ٹانگ سے لنگڑے تھے۔ ایک حدیث ہے عن ابی قتادۃ اتی عمرو بن الجموح الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال یا رسول اللہ ارایت ان قاتلت حتی اُقتل فی سبیل اللہ ترانی امشی برجلی ھذہ فی الجنۃ قال نعم وکانت عرجاء فقتل یوم احد ھو وابن اخیہ فمرّ النبی علیہ السلام بہ فقال فانی اراک تمشی برجلک ھذہ صحیحۃ فی الجنۃ۔

آپ کے اسلام لانے کا قصہ بڑا عجیب ہے۔ چنانچہ ابن اسحٰق نے مغازی میں لکھا ہے کہ اسلام لانے سے قبل آپ نے گھر میں لکڑی کا ایک بُت رکھا ہوا تھا جس کی آپ بڑی تعظیم کرتے تھے۔ جب بنو سلمہ کے چند نوجوان مسلمان ہوگئے جن میں آپ کے بیٹے معاذ بن عمرو و معاذ بن جبل بھی شامل تھے تو وہ رات کو چپکے سے عمرو بن جموحؓ کے اس بُت کو اٹھا کر کسی گڑھے میں اوندھا ڈال دیتے۔ صبح اٹھ کر عمرو اپنے بت کو گندگی میں پڑا ہوا پاتے اور پھر اسے اٹھا کر لاتے اسے دھوکر خوشبو لگاتے اور بطور افسوس یہ کہتے کہ کاش مجھے پتہ چل جائے کہ تیری یہ بے عزتی کس نے کی ہے تاکہ میں اسے سخت سزا دوں۔ کئی دن تک یہ نوجوان ایسا ہی کرتے رہے۔ آخر ایک دن عمروؓ نے اپنی تلوار بت کے گلے میں ڈال دی اور کہا کہ اگر تجھ میں کچھ طاقت و قدرت ہے تو اپنی حفاظت آپ ہی کر۔ لیکن رات کو نوجوانوں نے ایک مردہ کتے کو اس بت کے گلے میں باندھ کر لٹکا دیا اور تلوار نکال کر لے گئے۔ جب صبح کو عمروؓ نے اپنے بت کی یہ درگت بنی دیکھی تو اب ان کے دل کی آنکھیں کھل گئیں اور سمجھ گئے کہ اگر یہ بت خدا ہوتا تو ایسا ذلیل نہ ہوتا۔ پھر اسلام لاتے ہوئے چند اشعار پڑھے جن میں سے ایک شعر یہ ہے ؎

تاللہ لو کنت الٰھاً لم تکن   انت وکلبٌ وسط بئرٍ فی قرن

مفسرین لکھتے ہیں کہ آپ نے نبی علیہ السلام سے پوچھا ماذا ننفق من اموالنا واین نضعھا تو یہ آیت نازل ہوئی یسئلونک ماذا ینفقون قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین الآیۃ۔ اور نیز آپ ہی کے سوال پر یہ آیت بھی نازل ہوئی ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو۔

عمّار رضی اللہ عنہ۔ بیان آیت فتمنّوا الموت ان کنتم صادقین میں مذکور ہیں۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ ھو عمار بن یاسر بن عامر بن مالک الشامی الدمشقی۔ آپ اور آپکے والدین قدیم الاسلام اور سابقین الی الاسلام میں سے ہیں۔ عمارؓ و صہیبؓ ایک ہی وقت میں اسلام لائے۔ آپ سے قبل تیس سے کچھ زیادہ لوگ مسلمان ہوچکے تھے۔

مجاہد کی روایت ہے اوّل من اظہر اسلامہ ابوبکر و بلال و خباب و صھیب و عمار و اُمّہ سُمیّۃ رضی اللہ عنھم۔ عمار اور ان کے والدین کو اسلام لانے پر مشرکین مکہ نے بڑی سخت اذیتیں دیں۔ عمارؓ متعدد اوصاف و

خصائص میں ممتاز ہیں۔

اوّلاً یہ کہ آپ مع والدین کے سابقین الی الاسلام ہیں۔

ثانیًا۔ آپ کو اور آپ کے والدین کو خدا کی راہ میں مشرکین نے بڑا عذاب دیا۔ نبی علیہ السلام جب ان پر اس حالتِ عذاب میں گزرتے تو فرماتے صبرًا آل یاسر فانّ موعدکم الجنّۃ۔

ثالثًا۔ آپ کی والدہ سمیّہ رضؓ کو ابوجہل نے قتل کیا فہی اوّل شہیدۃ فی الاسلام۔ آپ کے والد تو عربی الاصل ہیں لیکن والدہ سمیّہؓ ابو حذیفہؓ کی باندی تھیں جن سے یاسرؓ کی شادی ہوئی تھی تو ابو حذیفہؓ نے عمارؓ کو آزاد کر دیا۔

رابعًا۔ عن علیؓ قال استأذن عمار علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال إئذنوا لہ مرحبًا بالطیّب المطیّب۔ وعن علیؓ قال سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان عمارًا مُلِئَ ایمانًا الی مشاشہ اخرجہ الترمذی وابن ماجہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ عمار رضی اللہ عنہ کی قوتِ ایمانی بڑی مضبوط تھی۔ و جاء ان عمارًا دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال مرحبًا بالطیب المطیب ان عمار بن یاسر حشی ما بین اخمص قدمیہ الی شحمۃ اذنہ ایمانًا وفی روایۃ ملئ ایمانا من قرنہ الی قدمہ واختلط الایمان بلحمہ ودمہ کذا فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۲ ص ۷۳۔

خامسًا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ سے عداوت کو اللہ تعالیٰ کی عداوت قرار دیا ہے۔ ایک مرتبہ خالد بن ولیدؓ اور عمارؓ میں کسی بات پر اختلاف ہوا۔ خالدؓ نے انہیں سخت الفاظ کہہ دیے۔ عمارؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من عادیٰ عمارًا عاداہ اللہ ومن ابغض عمارًا ابغضہ اللہ وفی روایۃ عمار یزول مع الحق حیث یزول۔

سادسًا۔ عن عائشۃؓ مرفوعًا ما خیّر عمار بین امرین الا اختار أیسرہما۔ رواہ الترمذی۔

سابعًا۔ جمہور علماء امت کے نزدیک علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کی مخاصمت و نزاع میں حق علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔ تاہم معاویہ رضی اللہ عنہ بھی جلیل القدر و واجب التعظیم صحابی ہیں لہٰذا ان کے بارے میں برا عقیدہ رکھنا یا ناپسندیدہ الفاظ کہنا سخت گناہ ہے۔ ان کی یہ اجتہادی غلطی ہوگی۔ ان کی نیت بری نہیں تھی وہ محض دنیا و حکومت کے طالب نہ تھے وہ مجتہد تھے اور مجتہد اگر خطا بھی کرے تو بھی اسے ثواب ملتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے اختلافات میں عوام کو بحث نہیں کرنی چاہیے کیونکہ گناہ اور زوالِ ایمان کا سخت خطرہ ہے۔

جمہور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حقانیت و تصویب کے لیے ایک یہ دلیل بھی ذکر کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے رفقاء میں سے عمار رضی اللہ عنہ بھی تھے اور معاویہؓ کی فوج نے عمارؓ کو شہید کیا تھا اور حدیث مرفوع ہے

ان عمارًا تقتلہ الفئة الباغیة۔ صحیحین میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ویح عمار تقتلہ الفئةُ الباغیةُ۔ نبی علیہ السلام نے عمار کو بتا دیا تھا کہ دنیا میں تمہارا آخری طعام دودھ ہوگا۔ چنانچہ دوران جنگِ صفین میدانِ حرب میں عمارؓ کی خدمت میں رفقاء نے دودھ پیش کیا تاکہ اس سے کچھ قوت حاصل ہوجائے تو عمارؓ خوشی سے مسکرانے لگے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد شہید ہوگئے۔ کتب سیرت میں ہے ان عمار لما برز للقتال قال اللّٰھم لو اَعلمُ رضاك عنی ان اُوقِدَ نارًا فاَرمی نفسی فیہا لفعلتُ او اُغرِق نفسی لفعلتُ وانی لا اُرید قتال ھٰؤلاء الّا لوجھك الكريم وانا ارجوان لا تُخیّبنی وجعلت ید عمار ترتعش علی الحربة لانّ عمرہ یومئذ کان ثلاثا وسبعین سنةً وقد کان جئ لہ بلبن فضحك فقیل لہ ما یُضحِكك قال سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لی اٰخر شرابٍ تشربہ حین تموت لبن وفی رِوایة اٰخر زادِك من الدنیا مذیقةٌ من اللبن ثم نادی عمار (ای من شدّة سرور الموت) الیوم زُخرِفتِ الجنانُ وزُیِّنَتِ الحورُ الحِسانُ الیوم نلقی الاحبّة محمدًا وحزبہ وعن ابی العالیة سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول قاتلُ عمارٍ فی النار۔

ولما قُتِل عمارُ جرّد خُزیمةُ بن ثابت رضی اللہ عنہ سیفَہ وقاتل مع علی ای صار رفیقہ فی الحربُ کان خزیمة قبل ذلك اعتزل عن الفریقین وقال سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول تقتل عمارًا الفئة الباغیة وکان ذوالکلاع رضی اللہ عنہ مع معاویة وقال لہ یومًا ولعمرو بن العاص کیف نقاتل علیًّا وعمار بن یاسر فقالا لہ ان عمارًا یعود الینا ویقتل معنا فقتل ذوالکلاع رضی اللہ عنہ قبل قتل عمار ولما قُتِل عمار قال معاویة لو کان ذوالکلاع حیًّا لمال بنصف الناس الی علیّ لانّ ذا الکلاع کان ذروہ عشرة الاف اھل بیت۔ ولما قُتِل عمارؓ ندم ابن عمرؓ علی عدم نصرة علیؓ والمقاتلة معہ وقال عند موتہ ما اسفی علی شیٔ ما اسفی علی ترك قتال الباغیة

ولما قتل عمار دخل عمرو بن العاص علی معاویة فزعًا وقال قُتِل عمار وسمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول تقتل عمارًا الفئة الباغیة فقال لہ معاویة دحضت ای زلفت فی بولك انحن قَتَلناہ انما قَتَلہ مَن اخرجہ وفی رِوایة انما قتلہ علیؓ واصحابہ جاؤابہ حتی القوہ بیننا وذکران علیًّا رضی اللہ عنہ لما احتج علیٰ معاویة رضی اللہ عنہ بھذا الحدیث ولم یسع معاویة انکارہ قال انما قَتَل مَن اَخرجہ من دارہ یعنی بذلك علیًّا فقال علی رضی اللہ عنہ فرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذن قَتَل حمزةَ حین اخرجہ کذا فی کتب السیرة۔

قال فی السیرة الحلبیة ج ۲ ص ۲ فی حدیث ویح عمار تقتلہ الفئة الباغیة یدعوھم الی الجنة ویدعونہ الی النار۔ الی الجنة ای الی سببھا وھو اتباع الامام الحق لانّہ کان یدعوالی اتباع علیؓ وطاعتہ وھو الامام الواجب طاعتہ۔ وقولہ الی النار ای الی سببھا وھو عدم اتباع علیؓ وطاعتہ واتباع معاویة وطاعتہ وفیہ

ان تلك الفئة التی کان فیہا قاتلہ کان فیہا جمع من الصحابۃ وہم معذورون بالتأویل الذی ظہر لہم وقال بعضہم وفئۃ معاویۃ وان کانت باغیۃ لکنہ بغی لا فسق فیہ لانہ انما صدر عن تأویل یعذر بہ اصحابہ انتہی۔

ثامنًا۔ وعن حذیفۃؓ مرفوعًا، اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر واھتدوا بھدی عمار۔ اخرجہ الترمذی۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ جنگِ صفّین میں بماہِ ربیع الاول ۳۷ھ میں شہید ہوئے جب کہ آپ کی عمر ۹۳ سال تھی۔ وقیل عمرہ ۳،سنۃً۔

تاسعًا۔ آپ نے سب سے اوّل اسلام میں مسجد بنائی ہے۔ امام نوویؒ تہذیب میں لکھتے ہیں وکان عمار بنیٰ مسجدًا للہ تعالیٰ فی الاسلام بنیٰ مسجد قبا۔ جنگِ یمامہ میں آپ شریک تھے جس میں آپ کا کان کٹ گیا تھا۔

علقمہ رضی اللہ عنہ۔ علقمہ فاخر آیت قالوا سبحٰنک لا علم لنا الا ما علمتنا کی شرح میں مذکور ہیں۔ ھو علقمۃ بن عُلاثۃ بن عوف بن الاحوص العامری رضی اللہ عنہ۔ اسلام لانے سے قبل علقمہ اور عامر بن طفیل میں تفاخر کا بڑا سخت مقابلہ تھا۔ دونوں اپنی اپنی قوم کے سردار تھے۔ عامر کہتا تھا کہ میں تم سے بڑا انسان ہوں اور مجھ میں کمالات اور مکارمِ اخلاق تم سے زیادہ ہیں۔ اور علقمہ بن علاثہ کہتے تھے کہ میں بڑا ہوں اور کمالات و مناقبِ حسنہ میرے اندر تجھ سے زیادہ ہیں۔ اور یہ مقابلہ تمام عرب میں مشہور تھا۔ اور بہت سے لوگوں نے اس سلسلے میں حکم و ثالث بننے سے انکار کر دیا تھا کیونکہ ہر ایک شخص دونوں کے شر سے ڈرتا تھا۔ آخر میں ہرم بن قطبہ فزاری نے حکم بننا منظور کر لیا اور ایک سال کی مہلت مانگی۔ ایک سال کے بعد ہرم نے دونوں کو اپنا یہ فیصلہ سُنایا لقد تحاکمتما الیّ وانتما کرُکبتَی البعیر تقعان معًا وکلا کما سیّد کریم ولم یُفضّل احد ھما۔ اعشٰی ولبید عامر کے طرفدار تھے اور حطیئہ علقمہ کا طرفدار تھا۔ اور علقمہ کی مدح اور عامر کی مذمت میں شعر کہتا تھا۔ علقمہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہو کر ملکِ شام چلا گیا۔ بعدہٗ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پھر مسلمان ہوا۔

ابوعبیدہ لکھتے ہیں کہ علقمہ نے شراب پی لی تو حضرت عمرؓ نے ان پر حد جاری کی۔ علقمہ ناراض ہو کر مرتد ہوئے اور ملکِ شام چلے گئے۔ شاہِ روم نے ان کا اکرام کیا اور کہا انتَ ابن عمّ عامر بن الطفیل فغضب علقمۃ وقال لا ارانی أُعرف الا بعامر فرجع واسلم۔

علقمہ تابعیؒ، تلمیذ ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ آیت یا ایھا الناس اعبدوا ربکم کے تحت مذکور ہیں۔ ھو ابوشبل علقمۃ بن قیس بن عبد اللہ بن مالک النخعی الکوفی رحمہ اللہ۔ علقمہ موصوف تابعی جلیل، فقیہ کبیر ہیں۔ آپ اسود بن یزید کے عمّ ہیں اور اسود بن یزید ابراہیم نخعی کے خال ہیں۔ علقمہ بن قیس نے عمر و عثمان و علی و ابن مسعودؓ

وسلمان فارسی وحذیفہ رضی اللہ عنہم سے سماع حدیث کیا ہے۔ ابن مسعودؓ کے خاص تلمیذ ہیں اور ابن مسعودؓ کے علوم کے حامل ہیں۔ آپ کی توثیق پر علماء کا اتفاق ہے۔ آپ سے ابراہیم نخعی وابن سیرین وشعبی وغیرہ نے سماع کیا ہے۔

قال ابراهيم النخعي كان علقمة يشبه بابن مسعود وقال ابو اسحٰق السبيعي كان علقمة من الربانيّين وقال ابو سعد السلمانی كان علقمة اكبر اصحاب ابن مسعود واشبههم هديا ودلا ۔ وفات ۶۲ھ وعند البعض ۶۲ھ میں ہوئی۔ حافظ ابونعیمؒ نے حلیۃ الاولیاء میں علقمہ کے احوال تفصیلاً ذکر کیے ہیں فذکر باسناده عن قابوس بن ابی ظبیان قال قلتُ لأبی لِاَیّ شیٍٔ كنتَ تأتی علقمةَ وتدَعُ اصحابَ النبیّ صلی الله علیه وسلم قال رأیتُ اصحابَ النبی صلی الله علیه وسلم یسألون علقمة ویستفتونه ۔ وعن عبد الرحمٰن بن عبد الرحمٰن بن یزید قال قال ابن مسعود رضی الله عنه ما اقرأ شیئًا ولا اعلم شیئًا الا علقمة یقرؤه ویعلمه قیل یا اباعبد الرحمٰن والله ما علقمة بأقرئنا قال بلیٰ إنه والله لاَقرأُكم ۔ وكان علقمة بن قیسؒ یقول كنتُ رجلًا قد اعطانی الله حسنَ الصوتِ بالقرآن وكان عبد الله بن مسعود یرسل الیّ فاقرأُ علیه القرآن قال فكنتُ اذا فرغتُ مِن قراءتی قال زِدنا من هذا وعن ابراهیم انّ علقمة قرأ علی ابن مسعود وكان حسن الصوت فقال له رجل رتّل فداك ابی وامّی فانه زَینُ القرآنِ ۔ كذا فی الحلیة ج ۲ ص ۹۹ ۔ وكان علقمة یَختِمُ القرآنَ كل خمیسٍ وعن المسیب بن رافع قال كانوا ایدخلون علی علقمة وهو یفرع غنمَه ویحلِب و یعلِف وعن ابن یزید قال قیل لعلقمة الا تدخل المسجد فیجتمع الیك وتُسئَل فنجلس معك فانه یُسئَل من هو دونك ؟ قال انی اكرهُ اَن یُوطأ عقبی فیقال هذا علقمة ولما مات علقمة لم یترك الّا دارة وبرذونًا و مصحفًا واَوصیٰ به لمولًی له كان یقوم علیه فی مرضه وكان علقمة یتزوّج الی اهل بیتٍ دون اهل بیته یرید بذلك التواضع وعن ابراهیم عن علقمة انه قال لامرأتِه فی مرضِه تزیَّنی واقعُدِی عندَ رأسی لعلّ الله یرزقُكِ بعض عُوّادی وعن عابسؒ قال قال علقمة إحیاءُ العلم المذاكرة وعن ابراهیم عن علقمة قال تذاكروا الحدیث فان حیاته ذكره وعن علیّ بن مدرك قال قال علقمة لاسود إن اَنا متُّ فلَقِّنی لا اله الّا الله فاذا انا متُّ فلا تنعی لاحدٍ فانی اخافُ ان یكون نعیًا كنعی الجاهلیة فاذا اخرجتم بجنازتی من الدار فاغلقوا الباب حین یخرج آخر الرجال وعلی اوّل النساء فانه لا اَرب لی فیهن وكان علقمة یقول فی قوة حفظه ما حفظتُ وانا شابٌّ كأنی انظر الیه فی ورقة اوقرطاس وروی علقمة عن ابن مسعود رض مرفوعًا انّ الله یحب ان تقبل رخصه كما یحب ان توتی عزائمه وایضًا روی عنه مرفوعًا الخلق كلهم عیال الله واحبّكم الی الله من احسن الی عیاله ۔

عثمان رضی اللہ عنہ۔ آیت الذین ینفقون اموالہم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا مناً ولا اذًی کی شرح اور دیگر کئی مواضع میں مذکور ہیں۔ ھو عثمان بن عفان بن ابی العاص القرشی الاموی رضی اللہ عنہ والدہ کا نام اروی بنت کریز ہے۔ آپ خلیفہ ثالث، قدیم الاسلام و صاحب ہجرتین ہیں۔ دونوں ہجرتوں میں آپکی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ساتھ تھیں۔ آپ کو ذوالنورین اس لیے کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی دو صاحبزادیوں سے یکے بعد دیگرے آپ کا عقدِ نکاح ہوا۔ قال النووی ولا یعرف احدٌ تزوّج بنتی نبی غیرہ۔ اوّلاً رقیہ رضی اللہ عنہا سے عقد ہوا۔ وہ غزوۂ بدر کے ایام میں ماہ رمضان ۲ھ میں وفات پاگئیں۔ اور انھیں کی تیمارداری کی وجہ سے بحکم نبی علیہ السلام آپ جنگِ بدر میں شریک نہ ہوسکے۔ اس کے بعد ام کلثوم بنتِ نبی علیہ السلام سے عقد نکاح ہوا۔ ام کلثومؓ کا ۹ھ میں انتقال ہوا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی احادیث مرویہ ۱۴۶ ہیں۔ ان میں تین متفق علیہ ہیں اور آٹھ میں امام بخاری اور پانچ میں امام مسلم منفرد ہیں۔ آپ جمعہ کے دن ۱۹ ذوالحجہ ۳۵ھ کو شہید ہوئے۔ کل عمر ۹۰ سال تھی۔ اور عند البعض ۸۸ سال تھی۔ محرم کی ابتدا ۲۴ھ میں خلیفہ ہوئے۔ خلافت کی کل مدت تقریباً ۱۲ سال ہے بقیع میں مدفون ہیں آپکے چند خصوصی احوال و مناقب یہ ہیں۔

اوّلاً۔ ذوالنورین کے لقب سے مشہور ہیں جس کی وجہ تسمیہ و تلقیب ابھی گزری ہے۔

ثانیاً۔ نبی علیہ السلام کی دو صاحبزادیوں سے آپ کا عقدِ نکاح ہوا۔ یہ شرف اولادِ آدم میں کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔

ثالثاً۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے آپ کی شہادت اور آزمائش کی طرف کئی بار اشارے فرمائے۔ فروی البخاری عن انس قال صعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحدًا ومعہ ابوبکر وعمر وعثمان فرجف فقال اسکن فلیس علیک الا نبی وصدیق وشہید۔

رابعاً۔ جیشِ عسرۃ یعنی جنگِ تبوک کی تیاری کے لیے نبی علیہ السلام نے جب چندہ دینے کا اعلان کیا تو آپنے تین سو اونٹ کل سامان سمیت اور ہزار دینار پیش کیے۔ قال عبد الرحمن بن حباب فانا رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عن المنبر وھو یقول ما علی عثمان ما عمل بعد ھذہ رواہ الترمذی۔ وفی روایۃ قال ما ضرّ عثمان ما عمل بعد الیوم مرتین۔ امام نووی تہذیب میں لکھتے ہیں کہ آپ نے جیشِ عسرۃ کے لیے ۹۵۰ اونٹ اور پچاس گھوڑے دیے تھے۔

خامساً۔ نبی علیہ السلام نے بیعتِ رضوان میں درخت کے نیچے جب صحابہ سے بیعت لی تو عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے اپنا دستِ مبارک اپنے ہاتھ پر رکھا کیونکہ عثمانؓ اہلِ مکہ کے پاس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر بن کر

گئے تھے۔ وعن انس فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عثمان فی حاجۃ اللہ وحاجۃ رسولہ فضرب باحدے یدیہ علے الاخری فکانت ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعثمان خیرًا من اید یھم لانفسھم رواہ الترمذی

سادسًا۔ عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یاعثمان انہ لعل اللہ یقمصک قمیصًا فان ارادوک علی خلعہ فلاتخلعہ حتی یخلعوہ رواہ الترمذی۔ وعن ابن عمر قال ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتنۃً فقال یُقتل فیھا ھذا مظلومًا لعثمان۔ رواہ الترمذی۔

سابعًا۔ آپ بڑے غنی تھے اور خدا تعالے کی راہ میں بہت زیادہ خرچ کرنے والے تھے۔ بڑے سخی اور رحم دل تھے۔

ثامنًا۔ آپ جامع قرآن ہیں۔ آپ نے قرآن مجید کی سورتوں کو اس ترتیب سے جمع کرایا جو لوح محفوظ میں ہے اور جس کی تصریح نبی علیہ السلام نے کی تھی۔ اس کام کے لیے آپ نے ایک کمیٹی قائم فرمائی تھی۔

تاسعًا۔ عن طلحۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکل نبی رفیقٌ ورفیقی فی الجنۃ عثمان رواہ الترمذی۔

عاشرًا۔ بہت زیادہ حیادار تھے۔ یہاں تک کہ ملائکۃ اللہ بھی آپ سے حیا کرتے تھے۔ اور نبی علیہ السلام بھی آپ سے حیاکرتے تھے۔ وفی الصحیحین عن عائشۃ رضی اللہ عنہا فی الحدیث الطویل ان النبی علیہ السلام جمع ثیابہ حین دخل عثمان وقال الا استحیی من رجلٍ تستحیی منہ الملائکۃُ۔

عبدان الحضرمی۔ وہ تفسیر ولاتأکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بھا الی الحکام الآیۃ میں مذکور ہیں۔ شراح نے اس کے احوال ذکر نہیں کیے۔ بلکہ غلطی میں مبتلا ہوگئے۔ انہوں نے عبدان بالباء الموحدہ سمجھتے ہوئے بروزن عطشان لکھاہے۔ قال الشیخ المحقق الشہاب الخفاجی فی شرح ھذا التفسیر ج ۲ ص ۲۸۳ وعبدان بوزن عطشان علم اھ۔ یہاں پر ایک اور بات بھی یاد رکھیں وہ یہ کہ تنازعہ زمین میں امرؤ القیس کا خصم ربیعۃ بن عیدان تھا نہ کہ عیدان بن اسوع اور نہ عیدان بن ربیعہ کما ذکرہ البعض۔ ہم نے ترجمہ امرؤ القیس صحابی رضی اللہ عنہ میں اس پر بحث کی ہے وہاں پر ملاحظہ کیا جائے۔

عناق۔ آیت ولاتنکحوا المشرکٰت حتی یؤمن کے بیان میں مذکور ہے۔ عناق مکہ مکرمہ میں قبل الفتح ایک زانیہ عورت تھی۔ اسلام سے قبل مرثد رضی اللہ عنہ سے اس کی دوستی تھی۔ آیت مذکورہ عناق ومرثد کے بارے میں نازل ہوئی۔ اسی کتاب میں مرثد رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں اس قصہ کی تفصیل ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

قاری **عثمان** بن سعید المصری رحمہ اللہ تعالیٰ۔ عثمان مذکور کا لقب ورش ہے۔ یہ لقب آپ کے شیخ حضرت نافع بن ابی نعیم مدنی نے رکھاہے وکان یقول لہ نافع ھاتِ یاورشان اقرأ یاورشان۔ قیل القبہ بہ لشدۃ بیاض

آپ کی کنیت ابوسعید ہے۔ عثمان مذکور مصر میں پیدا ہوئے۔ آپ قاری نافع مدنی احد القراء السبعہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ حضرت نافعؒ سے پڑھنے کے لیے مصر سے مدینہ منورہ گئے۔ حضرت نافعؒ سے مدت تک قرآن با قراءۃ پڑھتے رہے تا آں کہ اس فن کے ماہر و امام بن گئے اور امام نافع کی قراءت کی اشاعت کا ذریعہ بنے۔ اپنے زمانے میں مرجع علماء و فضلاء تھے۔ پست قامت تھے۔ ۱۵۵ھ میں امام نافعؒ سے قراءت پڑھنی شروع کی اور ان کے پاس کئی بار اجراء قراءت کے ساتھ قرآن مجید ختم کیا۔ ۱۱۰ھ میں مصر میں پیدا ہوئے اور وفات بھی مصر میں ۱۹۹ھ اور عند البعض ۱۹۷ھ میں ہوئی۔

عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ هو عكرمة مولى ابن عباس رضي الله عنهما الهاشمي المدني۔ عکرمہؒ کی اصل بربر ہے اہل مغرب میں سے ہیں۔ آپ کبار تابعین، مفسر کبیر، فقیہ، متقی، ورع حامل علوم ابن عباسؓ تھے۔ آپ نے ابن عباس وابو قتادہ وابن عمر وابن عمرو وابوہریرہ ومعاویہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے۔ اور آپ سے امام شعبی، نخعی، ابن سیرین وغیرہ رحمہم اللہ نے سماع کیا۔ قال ابن معين عكرمة ثقة قال واذا رأيت من يتكلم في عكرمة فاتهمه على الاسلام وقال ابو حاتم هو ثقة وانما انكر عليه مالك ويحيى بن سعيد لرأيه وقال محمد ابن سعد كان كثير العلم بحرا من البحور وليس يحتج بحديثه ويتكلم الناس فيه قال البيهقي روى له البخاري دون مسلم۔ كذا ذكره النووي في تهذيب الاسماء واللغات۔ ج ا ص ۳۴۱ عکرمہ ابن عباسؓ کے غلام تھے اور ان سے پڑھتے تھے۔ عکرمہؒ خود فرماتے ہیں كان ابن عباس يجعل في رجلي الكبل ويعلمني القرآن والسنن۔

حافظ ابو نعیمؒ نے حلیۃ الاولیاء میں آپ کے احوال تفصیل سے ذکر کیے ہیں۔ حبیب بن ابی ثابتؒ فرماتے ہیں اجتمع عندي خمسة لا يجتمع عندي مثلهم ابدا عطاءؒ طاوسؒ ومجاهدؒ وسعيد بن جبيرؒ وعكرمةؒ فاقبل مجاهد وسعيد يلقيان على عكرمة التفسير فلم يسألاه عن آية الا فسرها لهما فلما نفد ما عندهما جعل عكرمة يقول انزلت آية كذا في كذا وانزلت آية كذا في كذا قال ثم دخلوا الحمام ليلا۔ جابر بن زید کہتے تھے هذا عكرمة مولى ابن عباس هذا اعلم الناس۔

وعن الشعبيؒ انه كان يقول ما بقي احد اعلم بكتاب الله تعالى من عكرمة وقال قتادة اعلمهم بالتفسير عكرمة۔ ایوبؒ فرماتے ہیں قدم علينا عكرمة فاجتمع الناس عليه حتى اصعد فوق ظهر بيت۔ عمر بن مسلم وغیرہ کہتے ہیں کہ عکرمہ طاؤس کے پاس حیرہ میں تشریف لائے فحمله طاوس على نجيب ثمنه ستين دينارا وقال الا نشتري علم هذا العالم بستين دينارا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی حیات میں انہیں فتویٰ دینے کی اجازت دیدی تھی بلکہ اسی کام پر مامور فرمایا تاکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما پر سے لوگوں کا ازدحام کچھ کم ہو جائے۔ سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے خذوا التفسير عن اربع عن سعيد بن جبير ومجاهد وعكرمة والضحاك وفي رواية عطاء بدل

الضحاك كذا فی الحلیۃ ج ۳ ص ۳۲۹ ۔ وفیھا عن عبد العزیز بن ابی رواد قال قلت لعکرمۃ بنیسابور الرجل یدخل الخلاء وفی اصبعہ خاتم فیہ اسم اللہ قال یجعل فصّہ فی باطن کفہ ثم یقبض علیہ وعن معبد بن مسروق عن عکرمۃ قال کانت الخیل التی شغلت سلیمان بن داؤد علیھما السلام عشرین الفًا فعقرھا۔

وعن ابی یزید المدنی ان عکرمۃ حدث ثم قال لما زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ رضی اللہ عنھا کان ما جھزھا بہ سریرًا مشروطًا ووسادۃ من ادم حشوھا لیف وتورًا من اقط قال وجاؤا ببطحاء فنثروھا فی البیت ۔ وعن عکرمۃ قال قال لقمان لابنہ قد ذقت المرارۃ فلیس شئ امر من الفقر وحملت الحمل الثقیل فلیس شئ اثقل من جار السوء ولو ان الکلام من فضۃ لکان الصمت من ذھب ۔ وکان یقول من قرأ یٰسٓ والقراٰن الحکیم لم یزل ذلک الیوم فی سرور حتی یمسی ویقول لکل شئ اساس واساس الاسلام الخلق الحسن ۔ عکرمہؒ اور شاعر کثیر عزۃ کی وفات ایک ہی دن میں ہوئی فاخرجت جنازتھما فقال الناس مات افقہ الناس واشعر الناس ۔ عکرمہ رحمہ اللہ کی وفات ۱۰۴ھ یا ۱۰۵ھ میں ہوئی۔

عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ ھو عطاء بن ابی رباح المکی القرشی مولی ابن خثیم الفھری ۔ ابو رباح کا نام اسلم تھا ۔ عطاء تابعین کبار میں شمار ہوتے ہیں ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری ایام میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے تھے ۔ مکہ مکرمہ میں ہی جوان ہوئے ۔ عبادلہ اربعہ یعنی ابن عباس وابن زبیر وابن عمر وابن عمرو وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ۔ آپ سے بہت سے تابعین وغیرہ روایت کرتے ہیں مثل زہری وقتادہ وغیرہما ۔ حضرت عطاء امام تفسیر ۔ محدث ۔ فقیہ ۔ عابد ۔ کثیر العبادۃ تھے ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما مکہ مکرمہ تشریف لائے تو لوگوں نے بہت سے مسائل دریافت کرنا شروع کر دیے تو آپ نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں عطاء بن ابی رباح کی موجودگی میں مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے ۔ کذا فی الحلیۃ ج ۳ ص ۳۱۱ ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بعد مکہ مکرمہ کے مفتی آپ تھے ۔ ابراہیم بن عمر بن کیسان کہتے ہیں اذکرھم فی زمان بنی امیۃ یأمرون فی الحاج صائحًا یصیح لا یفتی الناس الا عطاء بن ابی رباح ۔ کذا فی التھذیب للنووی ج ۱ ص ۳۳۳ ۔ سلمۃ بن کہیلؒ فرماتے ہیں ما رأیت احدًا یطلب بعلمہ ما عند اللہ تعالیٰ الا ثلاثۃ عطاء وطاوسًا ومجاھدًا ۔ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں ۔ مات عطاء وھو ارضی اھل الارض ۔ حلیہ میں ہے کان عطاء یطیل الصمت فاذا تکلم یخیل الینا انہ یؤید ۔ وکان عطاء یقول من جلس مجلس ذکر کفر اللہ عنہ بذلک المجلس عشرۃ مجالس من مجالس الباطل وان کان فی سبیل اللہ کفر اللہ بذلک المجلس سبعمائۃ مجلس من مجالس الباطل قال ابو ھزان الراوی عنہ قلت لعطاء ما مجلس الذکر؟ قال مجلس الحلال والحرام وکیف تصلی وکیف تصوم وکیف تنکح وکیف تطلق وتبیع وتشتری ۔

وکان یقول ماقال عبدٌ قط یارب یارب یارب ثلاث مرات الا نظر اللہ الیہ قال الراوی عنہ فذکرت ذلک للحسنؒ فقال اما تقرؤن القراٰن؟ ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان اٰمنوا بربکم فاٰمنا ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیئاتنا وتوفنا مع الابرار ربنا واٰتنا ما وعدتنا علی رسلک ولا تخزنا یوم القیٰمۃ انک لا تخلف المیعاد فاستجاب لھم ربھم۔ ابن جریجؒ عطاءؒ سے نقل کرتے ہیں النظر الی العابد عبادۃ۔ عمر بن الوردؒ نقل کرتے ہیں قال لی عطاء ان استطعت ان تخلو بنفسک عشیۃ عرفۃ فافعل۔ عطاءؒ سے کسی نے پوچھا ما افضلُ ما اُعطی العباد؟ قال العقلُ عن اللہ عزوجل وھو المعرفۃ بالدین۔ وکان یقول اذا انتا ھفت الحُمُر من اللیل فقولوا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں عطاءؒ سے ملا فقال من این انت قلتُ من اھل الکوفۃ قال انت من اھل القریۃ الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا؟ قلتُ نعم قال لمن ای الاصناف انت؟ قلتُ ممن لا یسُبُّ السلفَ ویؤمن بالقدر ولا یکفر احدًا بذنب فقال لی عطاء عرفت فالزم۔ حضرت عطاءؒ نے یہ سوال اس لیے کیا کہ کوفہ میں اہل تشیع وخوارج کی کثرت تھی اور یہ دونوں فرقے گمراہ ہیں۔ عطاءؒ نے ستر حج کیے۔ امام شافعیؒ کا قول ہے لیس فی التابعین احد اکثر اتباعًا للحدیث من عطاء۔ عطاءؒ کی توثیق وجلالت وامامت پر محدثین کا اتفاق ہے۔ وفات مکہ مکرمہ میں ۱۱۵ھ میں ہوئی۔

ومن غرائب عطاء انہ قال اذا اراد الانسان سفرًا فلہ القصرُ قبل خروجہ من البلد وخالفہ الجمھور۔ و من غرائبہ ما حُکی عنہ کما فی تھذیب الاسماء للنووی انہ قال اذا کان یوم العید یوم الجمعۃ وجبت صلاۃُ العید ولا یجب بعدھا لا جمعۃ ولا ظھر ولا صلاۃ بعد العید الا العصر۔

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ۔ بحث آمین میں مذکور ہیں۔ ھو عبد اللہ بن مغفل بن عبد غنم بن عفیف المزنی المدنی۔ آپ مشہور صحابی ہیں۔ کنیت ابوعبدالرحمٰن وابوزیاد وابوسعید تھی۔ اصحاب بیعت رضوان میں سے ہیں وکان یقول انی لممن رفع اغصان الشجرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مدنی ہیں۔ اوّلاً مدینہ منورہ میں رہائش تھی پھر بصرہ میں رہنے لگے اور جامع مسجد کے قریب گھر بنایا۔ آپ ان بکّائین (رونے والوں میں) سے ایک ہیں جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ولا علی الذین اذا ما اتوک لتحملھم قلت لا اجد ما احملکم علیہ تولوا و اعینھم تفیض من الدمع حزنًا الا یجدوا ما ینفقون اور ان دس افراد میں آپ بھی تھے جنھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل بصرہ کو تعلیم دینے کے لیے بصرہ بھیجا تھا۔ جب مشہور شہر تستر کو مسلمانوں نے فتح کیا تو اس میں سب سے پہلے داخل ہونے والے آپ ہی تھے۔ آپ سے کل ۴۳ حدیثیں مروی ہیں۔ ان میں چار متفق علیہ ہیں اور ایک ایک پر مسلم وبخاری منفرد ہیں۔ کذا قال النووی فی تھذیب الاسماء واللغات ج ۱ ص ۲۹۱۔ بصرہ میں ۶۰ھ یا ۵۹ھ میں وفات پائی۔

آپ کی وصیت کے مطابق ابوبرزہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ کذا فی الاصابہ ج ۲ ص ۲۷۲۔

قاری عاصم رحمہ اللہ تعالیٰ۔ تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔ هو ابوبکر عاصم بن ابی النجود بهدلة مولی بنی جذیمة بن مالك بن نضر بن قعین بن اسد۔ امام عاصم رحمہ اللہ قاری و مقری ہیں سید القراء متقی۔ ورع۔ عابد۔ خاشع۔ ثقہ و نورِ اسلام ہیں۔ قراء سبعہ میں سے ایک ہیں۔ قراء سبعہ میں آپ کو یہ امتیازی شان حاصل ہے کہ اس زمانے میں بلکہ ابتداء سے لے کر آج تک ساری دنیا میں یا دنیا کے اکثر حصہ میں آپ ہی کی قرارت بروایت حفص پڑھی جاتی ہے۔ کیونکہ آپ کی قرارت سہل ہے۔ اس میں تصرفات مشکلہ مثل امالہ و اشمام و تسہیل وغیرہ نہیں ہیں یعنی بہت کم و نادر ہیں۔ والنادر کالمعدوم۔ امام احمد رحمہ اللہ آپ کی قرارت پسند کرتے تھے اور اسی کے مطابق قرآن پڑھتے تھے۔ کما حکی عنہ ابنہ عبداللہ بن احمد۔ وفیات الاعیان ج ۳ ص ۹ پر ابن خلکان لکھتے ہیں۔ اخذ القراءة عن ابی عبدالرحمن السلمی و زر بن حبیش واخذ عنه ابوبکر بن عیاش و ابو عمر البزار واختلفوا اختلافا شدیدا فی حروف کثیرة والنجود بفتح النون وضم الجیم وسکون الواو وبعد ها دال مهملة وهی الحمارة الوحشیة التی لا تحمل وقیل هی المشرفة انتهی۔ نجود کا معنی الحمارة الوحشیة الخ کرنا مشکوک ہے۔ والصواب ما فی الاجناس ان النجود الطویلة من الحمر وقیل هی الناقة التی لا تبرك الا علی مکان مرتفع اھ وبهدلة بفتح باء موحدة وسکون ها وفتح دال مهملة۔ یہ ابو النجود کا نام ہے۔ بعض علماء کی رائے میں یہ ان کی والدہ کا نام ہے۔

امام عاصم کا انتقال شہر کوفہ میں ۱۲۷ھ کو ہوا۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں بهدلة هو ابو النجود وقال عمرو بن علی وغیره هو اسم امه وخطأه ابوبکر بن داؤد۔ کذا فی تهذیب التهذیب ج ۵ ص ۳۸۔ آپ نے علم القراءة زر ابن حبیشؒ و ابی عبدالرحمن سلمیؒ سے حاصل کیا۔ نیز ان دو اساتذہ کے علاوہ ابو وائل و ابو صالح السمان و ابو رزین و مسیب بن رافع و مصعب بن سعد وغیرہ رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور آپ سے امام اعمش و منصور و عطاء بن ابی رباح (حالانکہ عطاء آپ سے عمر میں بڑے ہیں) و شعبہ و سفیان ثوری و سفیان بن عیینہ و سعید بن ابی عروبہ و زائدہ و شریک و ابو عوانہ و حفص بن سلیمان و ابوبکر بن عیاش وغیرہم رحمہم اللہ روایت حدیث کرتے ہیں اکثر محدثین نے آپ کی توثیق کی ہے اور بعض نے غیر ثقہ کہا ہے۔ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں۔ کان ثقة الا انه کثیر الخطأ فی حدیثه۔ وقال الامام احمد کان عاصم رجلا صالحا قارئا للقرآن واهل الکوفة یختارون قراءته وانا اختارها وکان خیرا ثقة والاعمش احفظ منه وکان شعبة یختار الاعمش علیه فی تثبت الحدیث نیز امام احمدؒ فرماتے ہیں عاصم صاحب قرآن وحماد صاحب فقه وعاصم احب الینا وقال ابن معین لا بأس به وقال العجلی کان صاحب سنة وقراءة وکان ثقة رأسا فی القراءة وعن ابی زرعة انه ثقة۔ ابن ابی

حاتم اپنے والد حافظ ابو حاتم سے یہ نقل کرتے ہیں قال ابی حاتم ان عاصما صالح دمحلہ عندی محل الصدق صالح الحدیث ولیس محلہ ان یقال ھو ثقۃ ولم یکن بالحافظ وقد تکلم فیہ ابن عُلیّۃ فقال کل من اسمہ عاصم سیئ الحفظ وقال النسائی لیس بہ بأس وقال ابن خراش فی حدیثہ نکرۃ وقال العقیلی لم یکن فیہ الا سوء الحفظ قال ابو بکر بن عیاش سمعتُ ابا اسحٰق یقول ما رأیت اقرأ من عاصم۔

وقال ابن عیاش دخلت علی عاصم وقد احتضر فجعلتُ اسمعہ یردد ھذہ الاٰیۃ یُحققھا کانہ فی المحراب ثم ردّوا الی اللّٰہ مولاھم الحق الا لہ الحکم وھو اسرع الحاسبین۔ آپ کی وفات عند البعض ۱۲۷ھ میں اور عند ابن سعد ۱۲۸ھ میں ہوئی۔ کذا قال ابن حجر فی التھذیب وقال فیہ اخرج لہ الشیخان مقروناً بغیرہ۔ ابو عوانہ فرماتے ہیں صحیح مسلم میں آپ کی صرف ایک حدیث موجود ہے وہ لیلۃ القدر کے بارے میں ابی بن کعبؓ کی حدیث ہے۔ حماد بن سلمہؒ فرماتے ہیں اخیر عمر میں امام عاصم کی عقل میں کچھ خلط واقع ہوگیا تھا۔

فائدہ۔ امام عاصمؒ کے قرارت میں معروف دو راوی ہیں اوّل ابو بکر شعبۃ بن ابی عیاش کوفی۔ دوم۔ ابو عمر حفص بن سلیمان کوفی۔ دونوں کے احوال اسی کتاب میں اپنی جگہ ملاحظہ کریں۔

فائدہ۔ قرارت کا معاملہ چونکہ بہت اہم ہے اور تفسیر بیضاوی میں کثیر الدوران وکثیر الذکر ہے اور ان قراء کے نام مکرر الذکر ہیں لہٰذا بطور اتمام افادہ امام عاصم کے دونوں شیوخ قرارت کا مختصر ترجمہ ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

شیخ اوّل ابو عبد الرحمٰن سلمی ہیں وھو عبد اللّٰہ بن حبیب بن ربیعۃ بتشدید الباء وبالتصغیر ابو عبد الرحمٰن السلمی الکوفی القاریؒ۔ کذا فی تھذیب التھذیب لابن حجر۔ حبیب بن ربیعہؓ صحابی ہیں۔ ابو عبد الرحمٰن سلمی روایت کرتے ہیں عمر وعثمان وعلی وسعد وخالد بن الولید وابن مسعود وحذیفہ وابو موسیٰ الاشعری وابو ہریرہ وغیرہ رضی اللّٰہ عنہم سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابراہیم نخعی وعلقمۃ بن مرثد وسعید بن جبیرؒ عاصم بن بہدلہ وغیرہم رحمہم اللّٰہ۔ قال ابو اسحاق اقرأ ابو عبد الرحمٰن القراٰن فی المسجد اربعین سنۃ وقال العجلی کوفی تابعی ثقۃ وکان اعمی۔ واقدیؒ فرماتے ہیں شھد مع علیّ صفین ثم صار عثمانیاً اھ آپ اصحاب ابن مسعود میں سے ہیں بہ عمر ۹۰ سال ۸۵ھ میں انتقال ہوا۔ کذا فی التھذیب ج ۵ ص ۱۸۴۔

شیخ دوم زِرّ بن حُبیش بن حُباسۃ بن اوس الاسدی الکوفی۔ زِرّ بکسر زاء وتشدید راء ہے۔ آپ کی کنیت ابو مریم وابو مطرف ہے مخضرمین میں سے ہیں۔ زمانہ جاہلیت پایا ہے تابعی ہیں صحابیت سے محروم رہے۔ عمر وعثمان وعلی وابن مسعود وابو ذر وعبد الرحمٰن بن عوف وعباس وحذیفہ وابی بن کعب وصفوان بن عسال وعائشہ رضی اللّٰہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ اور آپ سے ابراہیم نخعی وعاصم بن بہدلہ ومنہال بن عمرو وعیسیٰ بن عاصم وعدی بن ثابت وشعبی وغیرہ رحمہم اللّٰہ روایت کرتے ہیں۔ زر بن حبیش ثقہ۔ کثیر الحدیث وعظیم محدث وحافظ ہیں۔ آپ علقمہ واسود

کی طرح ابن مسعودؓ کے خصوصی تلامذہ واصحاب میں سے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ زرؒ سے عربیت ولغت کے بارے میں گاہے گاہے سوال کرتے تھے کیونکہ آپ فصیح اعراب میں سے تھے۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ آپ کے علم قرارت کا منبع ابن مسعودؓ ہیں۔ حضرت ابی بن کعبؓ سے بھی کچھ مدت تک استفادہ کیا۔ تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۲۱ میں ہے عن عاصم عن زرؒ قال خرجتُ فی وفد من اهل الکوفة وایم الله ان حرّضنی علی الوفادة الالقاءُ اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم المهاجرین والانصار فلما قدمتُ المدینة اتیتُ ابیّ بن کعب وعبد الرحمٰن بن عوف فکانا جلیسیّ وصاحبیّ فقال اُبیّ یا زرّ ما تُرید ان تدعَ اٰیة من القراٰن الا سألتنی عنها قال فقلتُ فی ایّ شئ اٰیتهُ فقلتُ یا ابا المنذر رحمك الله اخفض لی جناحك فانما اتمتّع منك تمتعًا انتهی بزیادة من تهذیب الکمال. حرص قرارت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی محنت بارآور کرنے اور عام کرنے کے لیے آپ کو امام عاصم جیسے تلمیذ نصیب فرمائے جنھوں نے کل دنیا تک قرارت پہنچائی اور احد القراء السبعة کا مرتبہ اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا۔

مذکورہ صدر حوالہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ زرؒ کوفہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی صحبت سے پوری طرح فیض یاب ہونے کے بعد مدینہ منورہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مزید علم قرارت حاصل کرنے کے لیے تشریف لے گئے تھے۔

نیز اس بیان سے ثابت ہوا کہ جس طرح فقہ حنفی کا مدار علم ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتاوے واحادیث اس کے مآخذ ہیں اسی طرح امام عاصم کی قرارت کا مأخذ بھی قرارت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے۔ کیونکہ عاصم کوفی ہیں اور ابن مسعودؓ بھی کوفی ہیں اور قرارت میں امام عاصم کے دونوں شیوخ زر بن حبیش وابو عبد الرحمٰن سلمی علقمہ واسود کی طرح ابن مسعودؓ کے تلامذہ بلکہ خصوصی اصحاب اور دائمًا آپ کی صحبت میں رہنے والے ہیں۔

قال العجلی کان زرّ من اصحاب علیؓ وعبد اللهؓ ثقة وقال ابن سعد کان ثقة کثیر الحدیثؒ قال ابن البرکان زرٌّ عالمًا بالقراٰن قارئًا فاضلًا۔ زر کی وفات ۸۳ھ میں ہوئی۔ کل عمر ۱۲۷ سال تھی۔

عبد اللہ بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ۔ هو عبد الله بن کثیر الداری المکی ابو معبد القاری المقری مولی عمرو بن علقمة الکنانی۔ ابن کثیر احد القراء السبعہ ہیں۔ مکہ مکرمہ میں رہتے تھے۔ نسبت داری میں اختلاف ہے۔ عند البعض آپ مکہ مکرمہ میں عطار تھے۔ اہل مکہ عطار کو داری کہتے ہیں۔ اور عند بعض العلماء آپ تمیم داریؓ کے قبیلہ یعنی دار بن ہانی کی اولاد میں سے ہیں۔ اور بقول ابو نعیم آپ بنو عبد الدار کے مولیٰ یعنی عتیق ہیں۔

ابن کثیرؒ روایت کرتے ہیں ابو الزبیر ومجاہد وابو المنہال عبد الرحمٰن بن مطعم وعکرمہ مولی ابن عباسؓ وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں ایوب وجریر بن حازم وابن جریج وحماد بن سلمۃ وابن عیینہ وغیرہ

رحمہم اللہ۔ ابن المدینی وابن سعد فرماتے ہیں ھو ثقۃ ولہ احادیث صالحۃ۔ ابوعمرو بن العلاء جو قراء سبعہ میں سے ہیں آپ سے قرات پڑھتے تھے۔ ابن عیینہ فرماتے ہیں مکہ میں ابن کثیر سے بڑا قاری نہ تھا۔ جریر بن حازم فرماتے ہیں کان فصیحا بالقرآن۔ ابوعمرو دانی فرماتے ہیں ابن کثیر نے قرات مشہور صحابی عبداللہ بن السائب مخزومی رضی اللہ عنہ سے اخذ کی ہے۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ مجاہد بن جبیر سے اخذ قرات کیا ہے۔ امام بخاری کی رائے ہیں ابن کثیر قریش کے قبیلہ بنو عبدالدار میں سے ہیں۔ ابن حجر نے بخاری کے اس قول کی تردید کی ہے۔ وعن ابن معین انہ قال ابن کثیر القاری ثقۃ۔ اہل مکہ نے آپ کی قرات اختیار کی تھی۔ ابن کثیر حدیث میں بھی امام تھے۔ آپ سے امام شافعیؒ وخلیل بن احمدؒ بھی نقل و روایت کرتے ہیں۔ ابن کثیرؒ تابعی ہیں۔ ابوایوب انصاری وانس وعبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہم کو پایا ہے۔ ملا علی قاریؒ وغیرہ لکھتے ہیں ابن کثیرؒ ان اہل فارس کی اولاد میں سے ہیں جنھیں کسریٰ نے کشتیوں میں یمن بھیجا تھا جب کہ اہل حبشہ یمن سے نکالے گئے۔ ابن کثیر کی ولادت مکہ مکرمہ میں خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ میں ۴۵ھ میں ہوئی۔ کچھ مدت عراق میں مقیم رہے لیکن پھر مکہ مکرمہ کی طرف واپس آئے اور یہاں مقیم رہے۔

سالِ وفات ۱۲۰ھ ہے۔ اس تاریخ وفات پر ابی جعفر احمد بن علی ابن الباذش متوفی ۵۴۶ھ نے اپنی کتاب الاقناع فی القراءات میں یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ تاریخ صحیح نہیں ہے لان عبد اللہ بن ادریس الاودی قرأ علیہ ومولد ابن ادریس ۱۱۵ھ فکیف تصح قراءتہ علیہ لو لا ان ابن کثیر تجاوز ۱۲۰ھ وانما الذی مات فیہا عبد اللہ بن کثیر القرشی وھو غیر القاری واصل الغلط فی ھذا من ابی بکر بن مجاھد انتھی ماحکاہ ابن خلکان فی الوفیات ج ۳ ص ۴۱۔ علامہ جزری ابن الباذش کی یہ رائے ذکر کر کے فرماتے ہیں وھو معذور فیما قال غیر ان الصواب فی ذلک ان ابن ادریس الاودی لم یقرأ علی ابن کثیر، ھذا واللہ اعلم۔ ابن کثیرؒ کے احوال کے لیے مندرجہ ذیل کتب ملاحظہ کریں۔ طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۴۸۴ غایۃ النہایۃ ص ۴۴۳ وفیات الاعیان، ج ۳ ص ۴۱۔ تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۶۷۔ العقد الثمین ج ۵ ص ۲۳۶۔ شذرات ج ۱ ص ۱۵۷

فائدہ۔ ابن کثیر رحمہ اللہ کے رواۃ بہت ہیں۔ مشہور دو ہیں اول ابوالحسن احمد بن محمد البزی۔ دوم ابوعمر محمد قنبل۔

فائدہ۔ ابن کثیر کی قرات کا زیادہ تر ماخذ قراءتِ ابی بن کعب وزید بن ثابت رضی اللہ عنہما ہے کیونکہ آپ نے قرات عبداللہ السائب مخزومی صحابیؓ ومجاہد سے پڑھی ہے اور ابن السائب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی سے حاصل کی ہے۔ اور مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور ابن عباسؓ نے زید بن ثابت و ابی رضی اللہ عنہما سے علم قرات حاصل کیا ہے۔ ابن السائبؓ وہ شخص ہیں جنھیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحف کے مکتوبہ نسخوں میں سے ایک نسخہ دے کر اہل مکہ کے پاس بھیجا تھا تاکہ وہ یہ نسخہ اہل مکہ کو پڑھائیں۔ نو

عبداللہ بن کثیر مکی ان لوگوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے ابن السائب رضی اللہ عنہ سے مصحف پڑھا۔

عبداللہ بن عامر بن یزید بن تمیم بن ربیعۃ الیحصبی الدمشقی رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ ابن عامر تابعی و قرار سبعہ میں سے ہیں آپ ابن عامر دمشقی کے نام سے معروف ہیں۔ آپ کی متعدد کنیتیں ہیں ابو عمران۔ ابو عبید اللہ۔ ابو عامر۔ ابو نعیم۔ ابو عثمان۔ ابو سعید۔ ابو محمد۔ ابو موسیٰ۔ آپ نے قرآن مع القراءۃ مغیرۃ بن ابی شہاب سے پڑھا۔ اور آپ سے متعدد علماء نے علم قرارت حاصل کیا مثل اسمٰعیل بن عبداللہ بن ابی المہاجر۔ و ابو عبید اللہ مسلم بن مشکم و یحیی بن الحارث الذماری رحمہم اللہ۔ ابن عامر تابعی ہیں۔ ابن عامر دمشقی روایت کرتے ہیں معاویہ رضی اللہ عنہ و نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ و ابو امامہ و فضالۃ بن عبید و واثلۃ بن الاسقع و ابو ادریس خولانی و قیس بن الحارث رحمہم اللہ سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں آپ کے بھائی عبدالرحمٰن اور ربیعۃ بن یزید و عبداللہ بن العلاء و عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر و جعفر بن ربیعہ و محمد بن الولید الزبیدی وغیرہ رحمہم اللہ۔ قاری ابن عامر دمشق میں قاضی و خطیب تھے۔

آپ نے قرآن مجید مغیرۃ بن ابی شہاب سے اور مغیرہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اور عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام سے پڑھا۔ نیز ابن عامر نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے اور ابوالدرداء نے نبی علیہ السلام سے پڑھا۔ بقول بعض علماء ابن عامر نے بلا واسطہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پڑھا ہے۔ قال الهيثم بن عمران كان عبد الله بن عامر رئيس اهل المسجد زمان الوليد بن عبد الملك وكان يزعم انه من حمير وكان يغمز فی نسبه وقال النسائی هو ثقة۔ قرار سبعہ میں باعتبار زمانہ آپ سب سے مقدم ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کی سند بھی سب سے اعلیٰ ہے۔ قال محمد بن سعد مات ۱۱۸ھ وکان قلیل الحدیث۔ آپ کی ولادت نبی علیہ السلام کی وفات سے دو سال قبل قریہ رحاب میں ہوئی۔ پھر دمشق منتقل ہوئے۔ آپ کی وفات بروز عاشوراء ۱۱۸ھ محرم کو ہوئی۔

فائدہ۔ ابن عامر قاری کے تلامذہ بہت ہیں مثل ولید بن عتبہ۔ ولید بن مسلم۔ عبدالرزاق الوراق وغیرہ۔ مگر مشہور دو ہیں۔ ابوالولید ہشام بن عمار سلمی دمشقیؒ اور ابو عمرو عبداللہ بن احمد بن بشر بن ذکوانؒ۔

عیسیٰ بن مینا ابو موسی المدنی النحوی ربیب نافع القاری الامام رحمہما اللہ۔ عیسیٰ بن مینا کا لقب قالون ہے۔ اسی لقب سے مشہور ہیں۔ قالون عجمی لفظ ہے اس کے معنی ہیں جید یعنی اچھا۔ جودتِ قرارت کی وجہ سے آپ کا یہ لقب نافع نے یا امام مالکؒ نے رکھا۔ قالون سبی روم میں سے تھے۔ لفظ قالون غیر منصرف ہے علمیت و عجمہ کی وجہ سے۔ قالون اصم یعنی بہرے تھے۔ اپنا کان قاری کے منہ کے قریب کرکے تحصیلِ علم کرتے تھے۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ آپ اتنے بہرے تھے کہ ڈھول وغیرہ کی آواز بھی نہیں سن سکتے تھے لیکن قرآن مجید بلا تکلف سنتے تھے اور یہ عجیب کرامت و سعادت ہے قیل لم یکن یسمع البوق واذا قریٔ القرآن علیه یسمعه

آپ امام نافعؒ جو قراء سبعہ میں سے ہیں کے مشہور تلمیذ ہیں۔ سال ولادت ۱۲۰ھ ہے۔ امام نافع کے علوم وقرارت کے حامل ہیں۔ وفات مدینہ منورہ میں ۲۲۰ھ میں ہوئی۔

عبداللہ بن احمد بن بشیر بن ذکوان البہرانی الدمشقی المقریٔ رحمہ اللہ۔ عبداللہ بن احمد مشہور قاری ہیں۔ قراء سبعہ میں سے قاری ابن عامر شامیؒ کے راوی ہیں۔ ابن ذکوان کے نام سے مشہور ہیں۔ ذکوان آپ کے جد کے والد ہیں۔ عبداللہ بن احمد کی کنیت ابوعمرو وعند البعض ابومحمد ہے۔ آپ دمشق کی جامع مسجد میں جمعہ کے سوا پانچوں نمازوں کے امام تھے۔ ابن عامر سے بالواسطہ قرارت کے راوی ہیں کیونکہ عبداللہ بن احمد نے ایوب بن تمیم مقریٔ سے اور ایوب نے یحیٰی سے اور یحیٰی نے ابن عامر شامی سے قرارت پڑھی۔

عبداللہ بن احمدؒ ایوب بن تمیم مقری وبقیۃ وضمرۃ بن ربیعہ ومروان بن محمد وولید بن مسلم ومروان بن معاویہ ووکیع وغیرہ ائمہ دین رحمہم اللہ سے روایت حدیث کرتے ہیں۔ اور آپ سے ابوداؤد وابن ماجہ وابوزرعہ رازی ویعقوب ابن سفیان وابوحاتم اور آپ کے بیٹے احمد بن عبداللہ وغیرہ ائمہ کبار رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں۔ ابن معین فرماتے ہیں لیس بہ بأس وقال ابوحاتم صدوق وقال الولید بن عتیبۃ ما بالعراق اقرأ منہ وقال ابوزرعۃ الدمشقی ولا بالحجاز ولا بالشام ولا بمصر ولا بخراسان فی زمنہ عندی اقرأ منہ وذکرہ ابن حبان فی الثقات کذا قال ابن حجر فی تھذیب التھذیب ج ۵ ص ۱۴۰۔ آپ روز عاشوراء ۱۷۳ھ کو پیدا ہوئے اور وفات حسب قول ابوزرعہ وغیرہ ۲۴۲ھ اور بقول ابن حبان ۲۴۳ھ میں ہوئی۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ۔ قالوا انؤمن کما اٰمن السفھاء کے بیان میں مذکور ہیں۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جلیل القدر ومشہور صحابی ہیں۔ اولاً یہودی تھے پھر ہجرت نبی علیہ السلام کے بعد مسلمان ہوئے۔ بقول عام محدثین آپ مدینہ منورہ میں نبی علیہ السلام کی تشریف آوری کے فوراً بعد مسلمان ہوئے اور بقول بعض علماء ۸ھ میں مسلمان ہوئے۔ آپ کا نام حصین تھا پھر نبی علیہ السلام نے تبدیل کرکے عبداللہ رکھا۔ سلسلۂ نسب یہ ہے عبداللہ بن سلام بن الحارث ابو یوسف من ذریۃ یوسف النبی علیہ السلام۔ آپ کا تعلق قبیلہ بنی قینقاع سے تھا۔ مدینہ منورہ کے باشندہ تھے۔ عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں جب نبی علیہ السلام مدینہ شریفہ میں داخل ہوئے تو میں ایک جماعت کے ساتھ آپ کو دیکھنے کے لیے گیا۔ جب نبی علیہ السلام کے چہرے کو دیکھا تو مجھے آپ کے نبی ہونے کا یقین ہوگیا۔ فعلمتُ ان لیس بوجہ کذاب وکان اول شیٔ سمعتہ منہ ایھا الناس افشوا السلام واطعموا الطعام وصلوا الارحام وصلوا باللیل والناس نیام تدخلوا الجنۃ بسلام۔

نبی علیہ السلام نے آپ کو جنتی ہونے کی بشارت دی تھی فعن معاذ رضی اللہ عنہ یقول سمعتُ النبی علیہ السلام یقول لعبد اللہ بن سلام انہ عاشر عشرۃ فی الجنۃ۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت وشھد شاھد من بنی اسرائیل علی مثلہ فاٰمن واستکبرتم سے عبداللہ بن سلام مراد ہیں۔ اسی طرح اس آیت

ومن عندہ علم الکتاب میں بھی عبداللہ بن سلام مراد ہیں۔ واخرج البغوی باسنادہ عن عبداللہ بن معقل قال نھی عبداللہ بن سلام علیاً رضی اللہ عنھما عن خروجہ الی العراق وقال الزم منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان ترکتہ لا تراہ ابداً فقال علیؓ انہ رجل صالح منا۔ آپ کی وفات مدینہ شریفہ میں ۴۳ھ میں ہوئی۔ آپ کی احادیث مرفوعہ جو آپ سے مروی ہیں ۲۵ ہیں۔ ان میں ایک متفق علیہ ہے اور ایک پر بخاری منفرد ہیں۔

عمرو بن عبداللہ الحضرمی۔ آیت یسئلونک عن الشھر الحرام الآیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ عمرو بن عبداللہ الحضرمی کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے قتل کیا تھا صحابہ کی اس جماعت کے امیر عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ غزوہ رجب ۲ھ میں واقع ہوا تھا۔ عبداللہ بن جحشؓ سابقین الی الاسلام میں سے ہیں جنگ احد میں شہید ہوئے۔ بقول بعض مورخین یہ غزوہ جس میں ابن الحضرمی قتل ہوا تھا جمادی الآخرہ ۲ھ میں واقع ہوا تھا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے سریہ یعنی صحابہ کی ایک جماعت بطرف نخلہ بھیجی۔ نخلہ مکہ مکرمہ سے ایک دن کی مسافت پر طائف و مکہ مکرمہ کے مابین ایک مقام کا نام ہے اور عبداللہ بن جحشؓ کو امیر مقرر فرمایا قال سعد بن ابی وقاص بعثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سریۃ و بعث علینا عبداللہ بن جحش وسماہ امیر المؤمنین قال اھل التاریخ فھو اول من تسمیٰ فی الاسلام بامیر المؤمنین ولا ینافیہ القول بان عمر رضی اللہ عنہ اول من تسمیٰ بامیر المؤمنین لان المراد اول من تسمی بذلک من الخلفاء۔ وکتب لہ صلی اللہ علیہ وسلم کتاباً وامرہ ان لا ینظر فیہ حتی یسیر یومین فلما سار یومین فتح الکتاب فاذا فیہ اذا نظرت فی کتابی ھذا فامض حتی تنزل نخلۃ فترصد بھا قریشاً وتعلم لنا من اخبارھم وکان معہ ثمانیۃ من المھاجرین وقیل اثنا عشر وکان یعتقب کل اثنین منھم بعیراً۔ مقام بحران میں سعد بن ابی وقاص اور عتبۃ بن غزوان کا اونٹ گم ہوگیا وہ دونوں اپنے اونٹ کی تلاش میں نکل گئے اور عبداللہ بن جحش مقام نخلہ پہنچ گئے۔ اتفاق سے ان پر قریش کا ایک قافلہ گزرا جس کے ساتھ اونٹوں پر تجارت کا بہت سا سامان تھا۔ کفار قریش کے اس قافلہ میں عمرو بن الحضرمی وعثمان بن عبداللہ و نوفل بن عبداللہ و حکم بن کیسان وغیرہ تھے۔ یہ رجب کی آخری تاریخ تھی اور بقول بعض رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ رجب اشہر حرم میں سے ہے جس میں جنگ کرنا عرب حرام سمجھتے تھے۔ صحابہؓ نے پہلے تو تردد کیا کہ اشہر حرم میں حملہ نہیں کرنا چاہیے لیکن مشورہ کے بعد انہوں نے حملہ کر ہی دیا۔ عمرو بن الحضرمی قتل ہوا اور عثمان و حکم کو گرفتار کرکے قیدی بنایا اور باقی کفار بھاگ گئے۔ یہ اسلام کی پہلی غنیمت تھی اور عمرو بن الحضرمی کا قتل اسلام میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے پہلا قتل تھا۔ وہ یہ مال مدینہ میں لے آئے اور غزوہ بدر کے بعد نبی علیہ السلام نے ان میں تقسیم فرمایا (وقال لھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما امرتکم بقتال فی الشھر الحرام وتکلمت قریش فقالوا ان محمداً سفک

الدماء واخذ المال فی الشھر الحرام وقالت الیھود تتفاءل بذلك علیہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرو قتل واقد بن عبد اللہ عمرو عمرت الحرب والحضرمی حضرت الحرب وواقد وقدت الحرب فکان ذلك علیھم لا علی المسلمین فانزل اللہ تعالیٰ یسئلونك عن الشھر الحرام قتال فیہ الآیۃ وبعث قریش الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی فداء الاسیرین فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا نفدیکموھما حتی یقدم صاحبانا یعنی سعد بن ابی وقاص وعتبۃ بن غزوان فان تقتلوھما نقتل صاحبیکم فقدم سعد عتبۃ بعدھا بایام۔

بعض مؤرخین نے اس کا نام عیینۃ بن غزوان لکھا ہے کما فی الحلبیۃ ج ۳ ص ۱۵۷۔ اور بعض نے عتبۃ بن غزوان لکھا ہے کما فی سیرۃ احمد زینی دحلان ج ۱ ص ۳۶۲ والاستیعاب ج ۳ ص ۱۱۳۔ عتبہ کا سالِ وفات ۱۷ھ ہے یا ۱۵ھ۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۷۰ میں بھی اس کا نام عتبۃ بن غزوان مکتوب ہے۔ یہی عمرو بن الحضرمی جنگِ بدر کا سبب بنا۔ کیونکہ جب بدر میں مسلمان اور کفار آمنے سامنے آئے تو بعض کفار نے جنگ روکنے اور قریش کو واپس کرنے کی کوشش کی اور قریب تھا کہ جنگ ٹل جائے لیکن ابوجہل نے جنگ کرنے کی ضد کی اور حکیم بن حزام وغیرہ جنگ روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔

قال حکیم بن حزام لعتبۃ بن ربیعۃ یا ابا الولید انك کبیر قریش وسیدھا ھل لك ان تذکر بخیر الی آخر الدھر بان تحمل دم حلیفك عمرو بن الحضرمی وتتحمل ما اصاب محمد من تلك العیر فانھم لا یطلبون من محمد الا ذلك فقال عتبۃ نعم قد فعلتُ ھو حلیفی فعلیّ عَقله وما اُصیبَ من المال ونعم ما قلت ونعم ما دعوت الیہ ورکِب عتبۃ جملًا لہ وصار یُجیله فی صفوف قریش یقول یا قوم اَطیعونی فانکم لا تَطلُبون غیر دم ابن الحضرمی وما اخذ من العیر وقد تحملت ذلك وھذا یضعف قول من زعم انہ علیہ السلام عقل ابن الحضرمی ای اعطی دینہ وقد کان صلی اللہ علیہ وسلم لما رأی قریشًا اَقبلتْ وعتبۃ علی جمل احمر ان یکن فی احد من القوم خیر فعند صاحب الجمل الاحمر اِن یُطیعوہ یرشد واکذا فی کتب السیرۃ۔ حکیم بن حزام وعتبہ نے ابوجہل کو سمجھایا اور جنگ سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن ابوجہل اپنی ضد پر اَڑا رہا اور آخر کار جنگ شروع ہوگئی۔

ابوجہل نے جب لوگوں کا میلان حکیم وعتبہ کی طرف دیکھا تو عمرو بن عبد اللہ حضرمی مقتول کے بھائی عامر بن الحضرمی سے کہا ھذا حلیفك عتبۃ یرجع بالناس وقد تحمّل دیۃَ اخیكَ من مالہ یزعم انك قابلھا الا تستحی ان تقبل الدیۃَ من مال عتبۃ وقد رأیتَ ثارَك بعینك فقُم فاذکر مقتل اَخیك فقام عامر بن الحضرمی فکشف استہ وحثا علیہ التراب وحثا علی رأسہ ایضًا التراب ثم صرخ واعمراہ واعمراہ فثارت النفوس وحمیت الحرب وتھیؤا للقتال والشیطان معھم فی صورۃ سراقۃ ثم کان ما کان وفی الاستیعاب ان عامر بن الحضرمی قتل یوم بدر کافرًا۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ عمرو بن الحضرمی کے قتل کی وجہ سے رؤسا کفارِ مکہ نے لوگوں کو بدر میں جنگ پر اُبھارا اللہ تعالیٰ کو جنگ منظور تھی تاکہ اعلاء کلمۃ اللہ ہوجائے اور عمرو بن الحضرمی کا قتل جنگ کا سببِ ظاہری بنا۔

فائدہ۔ اس دنیا میں تقسیمِ شقاوت وسعادت کا معاملہ بڑا عجیب ہے۔ عمرو بن الحضرمی اور عامر بن الحضرمی کے حصہ میں شقاوت آئی دونوں کفر پر قتل ہوئے اور دوسری طرف ان کے تیسرے بھائی علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ عظیم القدر صحابی وصاحبِ کراماتِ مشہورہ ہیں۔

سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۱۵۹ پر علامہ برہان الدین حلبی شافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں واما اخوہما العلاء لمن فضلاء الصحابة رضی الله عنہم وقد کان یقال اِنّه مُجابُ الدعوة وانه خاضَ البحر هو وسریّته التی کان امیرًا علیها وذلك فی زمن خلافة عمر رضی الله عنه یقال یَبِس حتی رُئیَ الغبار من حوافر الخیل بکلمات قالها ودعا بها وهی یا علیّ یا حکیم یا علیّ یا عظیم انا عَبِیدُكَ وفی سبیلِكَ نُقاتِلُ عدوّكَ اللهم فاجعل لنا الیهم سبیلا۔

وقد وقع نظیر ذلك ای دخول البحر لابی مسلم الخولانی التابعی فانه لما غزا الروم مع جیشه مرّوا بنهرٍ عظیم بینهم وبین العدوّ فقال ابومسلم اللهم اَجزتَ بنی اسرائیل البحرَ وانّا عبادُكَ وفی سبیلكَ فلَجِزنا هذا النهر الیوم ثم قال اعبُرُوا بسم الله فعبَرُوا فلم یبلغ الماء بطونَ الخیل۔

وکذا وقع نظیر ذلك لابی عبید الثقفی التابعی امیر الجیوش فی ایام سیّدنا عمر رضی الله عنه فانّ دجلةَ حالت بینه وبین العدوّ فتلا قوله تعالیٰ وما کان لنفسٍ ان تموتَ الّا باذن الله کتٰبًا مؤجّلا ثم سَمّی الله تعالیٰ واقتحم بفرسه الماء واقتحم الجیشُ وراءَهُ ولما نظر الیهم اعاجم صاروا یقولون دیوانا دیوانا ای مجانین ثم ولّوا مدبرین فقتلهم المسلمون وغنموا اموالهم، انتهی ما فی السیرة۔

وفی کتاب الدعاء للعلامة ابی بکر محمد بن الولید الفهری الطرطوشی المتوفی بالاسکندریة سنة ۵۰۲ھ عن مطرف بن عبد الله بن ابی مصعب المدنی انه قال دخلتُ علی الخلیفة المنصور فوجدته مغمومًا حزینًا قد امتنع من الکلام لفقد بعض اَحِبّته فقال لی یا مطرف طرقَنی من الهم ما لا یکشِفُه الا الله الذی بلابه فهل من دعاءٍ اَدعُو به عسی یکشِفُه الله عنّی فقلتُ یا امیر المؤمنین حدّثنی محمد ابن ثابت عن عمر بن ثابت البصری قال دَخلتْ فی اذن رجل من اهل البصرة بعوضةٌ حتی وصلت الی صماخه فانصبتْه واسهرتْه لیله ونهاره فقال له رجل من اصحاب الحسن البصری یا هذا اُدعُ بدعاء العلاء بن الحضرمی صاحب رسول الله صلی الله علیه وسلم الذی دعا به فی المفازة وفی البحر فخلّصه الله تعالیٰ۔

فقال له الرجل وما هو ؟ فقال قال ابوهریرة رضی الله عنه بُعِثَ العلاء بن الحضرمی فی جیش کنتُ فیهم الی البحرین فسلکنا مفازةً فعطشنا عطشًا شدیدًا حتی خِفنا الهلاكَ فنزل العلاء بن الحضرمی وصلی رکعتین ثم قال یا حلیم یا علیم یا علیّ یا عظیم اسقِنا فجاءت سحابةٌ کانّها جناحُ طائرٍ فقعقعتْ علینا وامطرتْنا حتی ملأنا الآنیة وسَقَینا الرکاب ثم انطلقنا حتی اتینا علی خلیجٍ من البحر ما خیضَ قبل ذلك

الیوم ولا خیض بعدہ فلم نجد سُفناً فصلی العلاءُ بنُ الحضرمی رکعتین ثم قال یاحلیم یاعلیم یاعلیّ یاعظیم اَجزنا ثم اَخذ بعنانِ فرسہ ثم قال بسم اللہ جُوزُوا قال ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ فمشینا علی الماءِ فواللہ ما ابتلّ لنا قدمٌ ولاخفٌّ ولاحافرٌ وکان الجیش اربعۃَ الاف قال فدعا الرجل بھا فواللہ ما بَرِحنا حتی خرجتْ من اذنہٖ لھا طنینٌ حتی صکّت الحائطَ وبَرأَ الرجلُ قال فاستقبل المنصورُ القبلۃَ ودعا بھذا الدعاءِ ساعۃ ثم اَقبل بوجھہ الیّ فقال یامطرف قد کشف اللہ عنّی ماکنتُ اَجِدُہٗ من الھم ودعا بالطعام فاَجلسنی فاکلتُ معہ۔

علاء بن الحضرمی رضؓ کی وفات خلافتِ عمرؓ میں ۱۴ھ میں ہوئی اور بعض علماء کے نزدیک خلافتِ عثمانؓ میں ۲۱ھ میں ہوئی۔

علامہ کمال الدین دمامیری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب حیاۃ الحیوان ج ا ص ۱۹۱ پر بحث بعوض میں قصہ مذکورہ سے مشابہ ایک اور قصہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ویقرب من ھذا ماحکاہ ابن خلکان فی ترجمۃ موسی الکاظم بن جعفر الصادق ان ھارون الرشید حبسہ فی بغداد ثم دعا صاحب شرطتہ ذات یوم فقال رأیتُ فی منامی حبشیًّا اَتانی ومعہ حربۃٌ وقال ان لم تُخلِّ عن موسی بن جعفر والّا نحرتُک بھذہ الحربۃ فاذھب فخلِّ عنہ واَعطِہ ثلاثین الف درھم وقل لہ اِن اَحببتَ المقام عندنا فلک عندی ماتُحبُّ وان احببتَ المضی الی المدینۃ فامضِ قال صاحب الشرطۃ ففعلتُ ذلک وقلتُ لموسٰی لقد رأیتُ من امرک عجبًا فقال انا اُخبرک بینما انا نائم اذ اتانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یاموسی حُبستَ مظلومًا فقل ھذہ الکلمات فانک لا تبیتُ ھذہ اللیلۃ فی السجن قل "یاسامعَ کلّ صوتٍ ویاسابقَ کل فوتٍ ویاکاسی العِظام لحمًا ومُنشِرھا بعدَ الموتِ اَسألک باَسمائک العِظام وباسمِک الاَعظم الاکبر المخزونِ المکنونِ الذی لم یَطّلِع علیہ احدٌ من المخلوقین یاحلیمًا ذا اَناۃٍ لایقدِرُ علےٰ اَناتہ یاذا المعروف الذی لا ینقطع معروفہ ابدًا ولاتحصی لہ عددًا فرِّج"۔ فکانَ ماتریٰ۔ توفی موسی الکاظم فی رجب ۱۸۳ھ ببغداد مسمومًا اھ۔

بعض دعائیں قبولیتِ دعا کے لیے مجرب ہوتی ہیں۔ بعض الفاظ خاص نورانیت کے حامل ہوتے ہیں جن کی برکت سے دعا قبولیت کے قریب ہوجاتی ہے۔ یہاں پر ہم چند ایسی دعائیں ذکر کرتے ہیں جو قبولیتِ دعا وقضاء حاجات وشفاء امراض میں مجرب ہیں۔

فمن ذلک ماروی عن عون بن عبداللہ بن عتبۃ قال بینما عبداللہ بن مسعودؓ یدعو بدعاءٍ اذ مرّ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما فلما جاز بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع دعاءہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایعرفہ فقال من ھذا؟ سل تعطہ فرجع ابوبکر الی عبداللہ فقال الدعاءُ الذی کنت تدعوبہ اٰنفًا اَعدہ علیّ فقال حمدتُ اللہ ومجّدتہ ثم قلتُ لا الٰہ الا انت وعدک حق ولقاؤک حق

الجنّة حق والنار حق ورسلك حق وکتابك حق والنبيّون حق ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم حق. کذا فی الحلیۃ ج ۱ ص ۱۲۸ -

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کسی حاکم یا افسر وغیرہ کے شر اور سزا سے بچنے کے لیے مندرجہ ذیل دعا تین مرتبہ پڑھنی چاہیے ۔ اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے الفاظ یہ ہیں ذکر الحافظ ابو نعیم باسنادہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال اذا اتیت سلطانا مھیبًا تخاف ان یسطو علیك فقل " اللہ اکبر اللہ اعز من خلقه جمیعًا اللہ اعز مما اخاف واحذر اعوذ باللہ الذی لا الٰه الا ھو الممسك للسماوات السبع ان تقع علی الارض الا باذنه من شر عبدك فلان وجنودہ واتباعه واشیاعه من الجن والانس اللھم کن لی جارًا من شرھم جلّ ثناؤك وعزّ جارك وتبارك اسمك ولا الٰه غیرك . ثلاث مرات . کذا فی الحلیۃ ج ۱ ص ۳۲۲ -

ومن ذلك ما نقل عن الشیخ الاجل ابی القاسم القشیری رحمه اللہ تعالیٰ ان ولدہ مرض مرضًا شدیدًا حتی اشرف منه علی الموت واشتد علیه الامر قال فرأیت النبی علیه السلام فی المنام فشکوت الیه ما بولدی فقال این انت من اٰیات الشفاء فانتبھت نفکرت فیھا فاذا ھی فی ستة مواضع من کتاب اللہ وھی قوله تعالیٰ (۱) ویشف صدور قوم مؤمنین (۲) وشفاء لما فی الصدور (۳) یخرج من بطونھا شراب مختلف الوانه فیه شفاء للناس (۴) وننزل من القراٰن ما ھو شفاء ورحمة للمؤمنین (۵) واذا مرضت فھو یشفین (۶) قل ھو للذین اٰمنوا ھدی وشفاء قال فکتبتھا ثم حللتھا بالماء وسقیته ایاھا فکأنما انشط من عقال -

ومن ذلك ما روی الترمذی وغیرہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لصاحب الوجع ضع یدك علی موضع الوجع وقل بسم اللہ ثلاثًا واعوذ بعزة اللہ وقدرته من شر ما اجد احاذر سبع مراتٍ ففعل فاذھب اللہ تعالیٰ عنه ما کان -

اسی قبیل سے ہیں مندرجہ ذیل اشعار امام سہیلیؒ مکفوف متوفی ۵۸۱ھ ۔ کئی علماء نے لکھا ہے کہ ان کا پڑھنا قضاء حاجات کے لیے مجرب ہے ان کے الفاظ و معانی میں بڑا سوز اور درد ہے ۔ قال ابو الخطاب بن دحیة انشدنی السھیلی ابیاتًا وقال ما سأل اللہ تعالیٰ بھا احد حاجة الا قضاھا واعطاہ اللہ تعالیٰ ایاھا وکذلك من استعمل انشادھا وھی ؎

یا مَن یری ما فی الضمیر ویسمَع — انتَ المعدُّ لکلّ ما یتَوقَّع

یا مَن یُرجّٰی للشدائدِ کلّھا — یا مَن الیه المشتکیٰ والمفزَع

یا مَن خزائنُ رزقِه فی قول کُن — امنُن فانّ الخیرَ عندك اجمع

مالِی سوی فَقرِی الیك وسیلةٌ — فبالافتقار الیك فقری ادفع

مالی سوی قرعِی لبابك حیلةٌ — فلَئن رُددتُّ فایَّ بابٍ اَقرَع

ومَنِ الذی اَدعُو واَھتِفُ باسمِه — اِن کان فضلُك عن فقیرك یُمنَع

حاشا لجودك اَن تُقَنِّطَ عاصیاً فالفضلُ اَجزَلُ والمواھِبُ اَوْسَعُ

اسی طرح درج ذیل قصیدے کا پڑھنا قضائے حاجات کے لیے مجرّب و معروف ہے بڑے بڑے علماء اسلام اور ائمۂ دین خاص حاجات کے لیے اسے پڑھتے تھے۔ علامہ تاج الدین عبدالوہاب بن علی سبکیؒ طبقات کبریٰ ج ۸ ص ۶۰ پر لکھتے ہیں کہ میرے والد امام سبکی قاضی القضاۃ مفتی مصر و شام معاصر امام ابن تیمیہؒ بوقتِ مشکلات و حوادث و آفات یہ پڑھا کرتے تھے۔ علامہ تاج الدین نے یہ بھی لکھا ہے کہ بقول بعض علماء یہ قصیدہ اسمِ اعظم پر مشتمل ہے اور جو شخص اسے پڑھ کر دعا مانگے اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے۔ بہت سے علماء وغیرہ نے اس قصیدے کی برکات کا مشاہدہ کیا ہے۔ یہ قصیدہ ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابراہیم قرشی اندلسی عارف باللہ ولی اللہ۔ زاہد متقی صاحبِ کراماتِ شہیرہ کا ہے۔ یہ ابو عبداللہ قرشی استاذ و شیخ ہیں محمد بن حسین ابو الطاہر مصری زاہد ولی اللہ عارفِ کبیر متوفی ۶۳۳ھ کے۔

اس قصیدے کا نام "الفَرَجُ بعدَ الشِّدَّۃ" ہے۔ مشہور فقیہ محدث شیخ زکریا انصاری نے اس کی شرح لکھی ہے جس کا نام ہے "الأضواء البھجۃ فی إبراز دقائق المنفرجۃ" بقول بعض علماء یہ قصیدہ ابو الفضل یوسف ابن محمد نحوی توزری افریقی کا ہے۔

علامہ تاج الدینؒ اس اختلاف کا ذکر کرنے کے بعد قصیدۂ ہذا کی ایک برکتِ عظیمہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وذلك ان بعض المتغلبين عدا على أموال ابی الفضل التوزری الافریقی المذکور اخذها فبلغه ذلك وكان بغير مدينة توزر فانشأها فرأى ذلك الرجل الظالم فی نومه تلك الليلة رجلاً فی يده حربة وقال له إن لم تردَّ على فلان أمواله والا قتلتك بهذه الحربة فاستيقظ مذعورًا وأعاد عليه أمواله ثم قال الشيخ العلامة تاج الدين السبكی۔

وكثيرمن الناس يعتقد ان هذه القصيدة مشتملة على الاسم الاعظم وانه مادعا بها احدٌ الا استجيب له وكنتُ اسمع الشيخ الوالد رحمه الله اذا اصابته ازمة ينشدها. طبقات ج ۸ ص ۶۰۔

قصیدۂ مبارکہ مجربہ لکشف الکروب یہ ہے۔ اس کے الفاظ بڑے فصیح و بلیغ و منتظم اور معانی سوز و گداز اور عشق و محبت کے حامل ہیں۔ اہلِ ذوق جانتے ہیں کہ اس کے پڑھنے سے روحِ شوق و محبت اور ایمان کو خاص کیف و حال حاصل ہوتا ہے۔

۱- اِشْتَدِّی أزمۃُ تَنْفَرِجی قَدْ آذَنَ لیلُكِ بالبَلَجِ

۲- وظلامُ اللیلِ له سُرُجٌ حتی یَغشاہ ابو السُّرُجِ[۱]

۳- وسَحابُ الخیرِ لها مَطَرٌ فإذا جاءَ الإبّانُ تَجی

[۱] یعنی بأبی السرج الشمس۔

٤- وفَوائِدُ مَولانا جُمَلٌ ... لِسُروحِ الأَنفُسِ بِالمُهَجِ

٥- ولها أَرَجٌ مُحْيٍ أَبَدًا ... فَاقْصِدْ مَحْيَا ذاكَ الأَرَجِ

٦- ولَرُبَّتَمَا فاضَ المَحْيَا ... بِبُحُورِ المَوْجِ من اللُّجَجِ

٧- والخَلْقُ جميعا في يَدِهِ ... فَذَوُو سَعَةٍ وذَوُو حَرَجِ

٨- ونُزُولُهُمُ وطُلوعُهُمُ ... فإلى دَرَكٍ وعلى دَرَجِ

٩- ومَعايِشُهُمْ وعَواقِبُهُمْ ... لَيسَتْ في المَشْيِ على عِوَجِ

١٠- حِكَمٌ نُسِجَتْ بِيَدٍ حَكَمَتْ ... ثم انْتَسَجَتْ بِالمُنْتَسِجِ

١١- فإذا اقْتَصَدَتْ ثم انْعَرَجَتْ ... فَبِمُقْتَصِدٍ وبِمُنْعَرِجِ

١٢- شَهِدَتْ بِعَجائِبِها حُجَجٌ ... قامَتْ بِالأَمْرِ على الحُجَجِ

١٣- ورِضًا بِقَضاءِ اللهِ حَجًى ... فَعَلى مَرْكُوزَتِهِ فَعُجِ[1]

١٤- وإذا انْفَتَحَتْ أَبوابُ هُدًى ... فاعْجَلْ لِخَزائِنِها ولِجِ

١٥- وإذا حاوَلْتَ نِهايَتَها ... فاحْذَرْ إذْ ذاكَ من العَرَجِ

١٦- لِتَكونَ من السُّبَّاقِ إذا ... ما سِرْتَ إلى تِلكَ الفَرَجِ

١٧- فَهُناكَ العَيْشُ وبَهْجَتُهُ ... فَلِمُبْتَهِجٍ ولِمُنْتَهِجِ

١٨- فَهِجِ الأَعمالَ إذا رَكَدَتْ ... فإذا ما هِجْتَ إذًا تَهِجِ

١٩- ومَعاصِي اللهِ سَماجَتُها ... تَزْدانُ لِذِي الخُلُقِ السَّمِجِ[2]

٢٠- ولِطاعَتِهِ وصَباحَتِها ... أَنْوارُ صَباحٍ مُنْبَلِجِ

٢١- مَن يَخْطُبْ حُورَ الخُلْدِ بِها ... يَظْفَرْ بِالحُورِ وبِالغُنُجِ

٢٢- فَكُنِ المَرْضِيَّ لَها بِتُقًى ... تَرْضاهُ غَدًا وتَكُونُ نَجِي[3]

٢٣- واتْلُ القُرآنَ بِقَلْبٍ ذِي ... حُزْنٍ وبِصَوْتٍ فيهِ شَجِي

٢٤- وصَلاةُ اللَّيلِ مَسافَتُها ... فاذْهَبْ فيها بِالفَهْمِ وجِي

٢٥- وتَأَمَّلْها ومَعانِيَها ... تَأْتِ الفِرْدَوسَ وتَنْفَرِجِ

٢٦- واشْرَبْ تَسْنِيمَ مُفَجَّرِها ... لا مُمْتَزِجًا وبِمُمْتَزِجِ

٢٧- مُدِحَ العَقْلُ الآتِيهِ هُدًى ... وهَوًى مُتَوَلٍّ عنهُ هُجِي[4]

[1] قال الشيخ زكريا الانصاري حجى بفتح الحاء مع فتح الجيم وكسرها، اى حقيق على كل مؤمن ـ [2] من سمج اى قبح. [3] قال الانصاري نجى بالوقف بحذف الحركة والالف على لغة ربيعة اى نجيًا من المكروهات ـ [4] قال الانصاري مدح العقل الآتيه هدى اى الذى اتى بامر من الطاعة وغيرهما من الطاعات

٢٨- وكتابُ اللهِ رياضتُه لعقولِ الخلقِ بمُندرِجِ

٢٩- وخيارُ الخلقِ هُداتُهمُ وسِواهُم مِن هَمَجِ الهَمَجِ

٣٠- فإذا كنتَ المِقدامَ فلا تَجزَعْ في الحربِ من الرَّهَجِ [1]

٣١- وإذا أبصرتَ منارَ هُدًى فاظهرْ فَردًا فوقَ الثَّبَجِ [2]

٣٢- وإذا اشتاقتْ نفسٌ وجدتْ ألمًا بالشوقِ المُعتلِجِ

٣٣- وثنايا الحسنا ضاحكةٌ وتمامُ الضِّحكِ على الفَلَجِ [3]

٣٤- وعِيابُ الأسرارِ اجتمعتْ بأمانتِها تحتَ الشَّرَجِ [4]

٣٥- والرِّفقُ يدومُ لصاحبِه والخُرقُ يصيرُ إلى الهَرَجِ [5]

٣٦- صلواتُ اللهِ على المهدِي الهادِي الناسَ إلى النَّهَجِ

٣٧- وأبي بكرٍ في سيرتِه ولِسانِ مقالتِه اللَّهِجِ

٣٨- وأبي حفصٍ وكرامتِه في قِصّةِ سارِيَةَ الخُلُجِ [6]

٣٩- وأبي عمرٍو ذي النُّورَينِ الـ ـمُستَحْيِي المُستَحْيَى البَهِجِ [7]

٤٠- وأبي حَسَنٍ في العلمِ إذا وافى بسَحائبِه الخُلُجِ [8]

[1] الرهج: الغبار. [2] قال الانصارى الثبج: اى الوسط او المعظم من منار الهدى. [3] الفلج: تباعد منابت الأسنان، وهو حسن فيها.

[4] قال الانصارى: وعياب: جمع عيبة وهى وعاء من جلد تصان فيه الامتعة كالثياب. والشرج: اى عرى العياب. [5] قال الانصارى، والخرق: بفتح الخاء مصدر خرق بضم الراء ويقال بكسرها: ضد الرفق، وبضم الخاء اسم للحاصل بالفعل.

[6] قال الانصارى: فى قصة سارية بن حصن او الحصين او زنيم الديلى، من انه كان يوم الجمعة يخطب بالمدينة، فرأى العسكر بنهاوند، وجعل يصيح: ياسارية، الجبلَ الجبلَ، فصعد سارية وجنده الجبل وقاتلوا الكفار فهزموهم، وكتبوا بذلك الى عمر، وجاءه البشير بعد شهر. واضاف سارية الى الخلج، بضم الخاء واللام: قوم من العرب من عدوان.

[7] قال الانصارى: المستحيي المستحيى، بكسر ياء احدهما وفتح ياء الاخرى، لان النبى صلى الله عليه وسلم كان جالسًا بحافة بئر وهو مكشوف الفخذ، فدخل ابوبكر فلم يغط فخذه، ودخل عمر فلم يغطه، ودخل عثمان فغطاه، وقال: الا نستحى ممن استحيت منه الملائكة . . . وفى نسخة: المستهدى المستحيى. وفى اخرى: المستحيى المحيى. بكسر ياء الاول اوفتحه وفتح ياء الثانى، اشارة الى انه شهيد فهو حى بنص القرآن.

[8] قال الانصارى: الخلج، بضم الخاء واللام: جمع خلوج. بفتح الخاء: السحاب المتفرق، ويقال السحابة المنفردة الكثيرة الماء.

فرعون ۔ قرآن شریف میں متکرر الذکر ہے ۔ فرعون موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں مصر کا بادشاہ تھا۔ اس نے خدا ہونے کا دعویٰ کر رکھا تھا چنانچہ قرآن مجید میں اس کا یہ دعویٰ منقول ہے ۔ اس کی عمر و زمانۂ حکومت بہت طویل تھا بحرِ قلزم میں اپنی افواج سمیت غرق ہوا۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر بار بار آیا ہے ۔ قرآن و حدیث میں اس کے کفر کی تصریح ہے ۔ اسی مناسبت سے ہر بڑے کافر کو فرعون کہا جاتا ہے ۔ ابوجہل کے بارے میں نبی علیہ السلام نے فرمایا، هٰذا فرعونُ هٰذه الامّة ۔ محی الدین ابن عربیؒ کی طرف بعض لوگ یہ نسبت کرتے ہیں کہ آپ فرعون کو مؤمن کہتے ہیں اور فتوحاتِ مکیہ میں ایمانِ فرعون کی تصریح موجود ہے ۔ لیکن امام شعرانیؒ یواقیت وغیرہ میں لکھتے ہیں کہ ابنِ عربیؒ فرعون کو کافر کہتے ہیں ۔ فتوحاتِ مکیہ وغیرہ متعدد کتب میں ابن عربیؒ نے فرعون کو کافر کہا ہے ۔ ابن عربیؒ کے بعض دشمنوں نے آپ کو بدنام کرنے کی نیت سے آپ کی کتابوں میں یہ عبارات داخل کی ہیں جن میں فرعون کے مؤمن ہونے کا ذکر ہے ۔ امام شعرانیؒ لکھتے ہیں کہ فتوحاتِ کے قدیم و صحیح نسخوں میں یہ عبارات نہیں ہیں ۔

قنبل بن عبدالرحمٰن بن محمد بن خالد المکی رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ قُنبل قراء سبعہ میں ابن کثیرؒ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں ۔ قنبل لقب ہے نام محمد اور کنیت ابوعمر ہے ۔ ابن کثیرؒ کی قراءت آپ کے ذریعہ پھیلی قنبل بالواسطہ ابن کثیر کے راوی ہیں ۔ آپ کی سندِ قراءت یہ ہے قرأ قنبل علی احمد القواس علی ابی الاخریط وھب بن واضح علی اسمٰعیل علی شبل و معروف بن مشکان علی ابن کثیر ۔ معجم الادباء میں یاقوت لکھتے ہیں وقُنبل لقب غلب علیہ وانما سمی بذلك لانہ کان یستعمل دواءً یقال لہ قنبیل یُسقی للبقر معروف عند العطارین لمرض کان بہ فسُمّی بذلك وقیل بل ھو من قوم یقال لھم القنابلۃ من اھل مکۃ ولو کان کذلك لقیل لہ قُنبلی اھ معجم الادباء ج ۱۷ ص ۱ وقیل القنبل الشدید الغلیظ ۔

قنبلؒ بہت بڑے قاری ہیں ۔ آپ کا قراءت میں بڑا حلقہ تھا جس میں لوگ شریک ہوتے تھے ۔ وفات سے دس سال قبل تدریسِ قراءت ترک کر دی تھی ۔ قنبل مکہ مکرمہ میں محکمۂ پولیس کے سربراہ تھے ۔ اُس زمانے میں اِس محکمہ کے لیے لازم تھا کہ اس کا سربراہ بڑا عالم و فاضل ہوتا کہ اس کی ذمہ داری مطابق شرع ادا کی جا سکے ۔ اخیر عمر میں کمزوری اور بڑھاپے کی وجہ سے آپ کی قراءت میں کچھ خلل واقع ہو گیا تھا ۔ ابن مجاہد نے آپ سے اجراء قراءت کے ساتھ کچھ قرآن اخیر عمر میں پڑھا تھا ۔ ابن شنبوذ نے بھی آپ سے اخذِ قراءت کیا ۔ یاقوت لکھتے ہیں ۔ واما ابن شنبوذ فانہ جاور سنتین بمکۃ وقرأ علیہ ختمتین اھ ۔ ابن شنبوذ اس بات سے منکر ہیں کہ ابن مجاہد نے قنبل سے کچھ پڑھا ہو ۔ ابن مجاہد کہتے تھے قرأت القرآن علیہ ۔ علماء و مؤرخین کہتے ہیں کہ ابن مجاہد نے قنبل سے ضرور قرآن پڑھا ہے البتہ سارا قرآن نہیں پڑھا ۔ قنبل کی وفات مکہ مکرمہ میں ۲۹۱ھ میں ہوئی اور ولادت ۱۹۵ھ میں ہوئی ۔

قطرب رحمہ اللہ تعالیٰ۔ بحث الٓمٓ وحروفِ مقطعات کے وسط میں مذکور ہیں۔ ھو محمد بن المستنیر ابو علی النحوی اللغوی البصری المعروف بقطرب رحمہ اللہ۔ قطرب مشہور امام نحو ہیں سیبویہ کا تلمیذ ہے۔ مدت تک سیبویہ کی صحبت میں رہا۔ حرصِ علم وشوقِ نحو کے باعث آپ پڑھنے اور استاد کی خدمت کی غرض سے فجر سے پہلے جب تاریکی چھائی ہوئی ہوتی تھی سیبویہ کے دروازے پر کھڑے ہوجاتے تھے جب سیبویہ باہر نکل کر دروازے پر انھیں کھڑا دیکھتے تو فرماتے تھے ما انت الا قطرب اسی سے ان کا لقب قطرب مشہور ہوگیا۔ قطرب عقیدہ کے لحاظ سے معتزلی نظامی تھا۔ نظام معتزلی سے عقائدِ مذہب لیے۔ ابودُلف عجلی کی اولاد کے مؤدب ومعلم تھے۔ عیسیٰ بن عمر سے بھی سے اخذِ علوم کیا۔ قطرب ضعیف الروایۃ تھے یعنی ثقہ نہ تھے۔ ابن سکیت کہتے ہیں کتبت عنہ قمطرًا ثم تبینت انہ یکذب فی اللغۃ فلم اذکر عنہ شیئًا، کذا فی البغیۃ ص۱۰۴۔

ان کی تصانیف کے نام یہ ہیں المثلث۔ النوادر۔ الصفات۔ الاصوات۔ العلل فی النحو۔ الاضداد۔ الھمز۔ خلق الانسان۔ خلق الفرس۔ اعراب القرآن۔ المصنف الغریب فی اللغۃ۔ مجاز القرآن وغیرہ۔ یہ دو شعر آپ کی طرف منسوب ہیں ؎

ان کنتَ لستَ معی فالذکر منک معی یراک قلبی وان غُیّبتَ عن بصری

فالعینُ تبصِرمَن تھوی وتفقدہ وناظرُ القلبِ لا یخلو مِنَ النظر

سال وفات ۲۰۶ھ ہے۔

قطرب کے احوال کی تفصیل وفیات الاعیان لابن خلکان ج ۳ ص ۳۱۲۔ کتاب نور القبس، ص ۳۴۷۔ انباہ الرواۃ ج ۳ ص ۲۱۹ میں درج ہے۔ ابن خلکان لکھتے ہیں۔ وکان حریصًا علی الاشتغال والتعلم وکان یبکّر الی سیبویہ قبل حضور احد من التلامذۃ فقال لہ یومًا ما انتَ الا قُطربُ لیلٍ فبقی علیہ ھذا اللقب وقطرب اسم دویبۃ لا تزال تدِبُّ ولا تفتر۔ انتھی۔

قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت ولا تُباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد کے بیان میں مذکور ہیں۔ ھو قتادۃ بن دعامۃ بن قتادۃ بن عزیز ابو الخطاب السدوسی البصری رحمہ اللہ عزوجل ولد اکمہ۔ حضرت قتادہ محدث کبیر حافظ الحدیث مفسر القرآن وامام عظیم الشان وکثیر العبادۃ تابعی ہیں۔

قتادہ رحمہ اللہ روایتِ حدیث کرتے ہیں انس بن مالک وعبداللہ بن سرجس وابوالطفیل وابو سعید خدری رضی اللہ عنہم وسعید بن المسیب وعکرمہ وحسن بصری وابن سیرین وعطاء بن ابی رباح و ابو عثمان نہدی وشعبی وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ اور قتادہ سے روایت کرتے ہیں ایوب سختیانی وسلیمان

تیمی وشعبہ ومسعر وہشام دستوائی ومعمر وسعید بن ابی عروبہ وامام اوزاعی وغیرہ رحمہم اللہ۔

قتادہ حصول علم کے بڑے حریص اور قوی حافظہ والے تھے۔ عن معمر عن قتادة انہ اقام عند سعید ابن المسیب ثمانیۃ ایام فقال لہ فی الیوم الثامن ارتحل یا اعمی فقد انزفتنی۔ وعن عمرو بن عبد اللہ قال لما قدم قتادة علی سعید بن المسیب فجعل یسألہ ایامًا واکثر فقال لہ سعید کل ماسألتنی عنہ تحفظہ ؟ قال نعم سألتك عن كذا فقلت فیہ كذا وسألتك عن كذا فقلت فیہ كذا وقال فیہ الحسن كذا حتی رد علیہ حدیثًا کثیرًا فقال سعید ماکنت اظن ان اللہ خلق مثلك۔ كذا فی تهذیب التهذیب ج ۸ ص ۳۵۲۔

حافظ ابو نعیم حلیہ میں لکھتے ہیں قال بکر بن عبد اللہ المزنی من اراد ان ینظر الی احفظ اھل زمانہ فلینظر الی قتادة فما ادرکنا الذی هو احفظ منہ وعن ابی عوانة عن قتادة قال لزمت سعید بن المسیب اربعة ایام یحدثنی فقال یومًا الست تكتب فهل یصیر فی یدك شیء مما احدثك بہ ؟ قلت لہ ان شئت حدثتك بما حدثتنی بہ قال فاعدتها علیہ قال فبقی ینظر الیّ ویقول انت اهل ان تحدث فسل فاقبلت اسألہ وکان قتادة یقول ماسمعت اذنای شیئًا قط الا وعاہ قلبی وعن معمر جاء رجل الی ابن سیرین فقال رأیت فی المنام کأن حمامة التقمت لؤلؤة فقذفتها سواء فقال ذاك قتادة ما رأیت احفظ من قتادة وعن مطر قال کان قتادة فارس العلم۔

قتادہ اہل بدعت کے بہت مخالف تھے اور برسرعام ان کی مذمت کرتے تھے۔ فعن عاصم الاحول قال جلست الی قتادة فذکر عمرو بن عبید فوقع فیہ ونال منہ فقلت لہ یا ابا الخطاب الا اری العلماء یقع بعضهم فی بعض فقال یا احیول الا تدری ان الرجل اذا ابتدع بدعة فینبغی لها ان تذکر حتی یحذر۔ وقال مطر کان قتادة عبد العلم ومازال قتادة متعلمًا حتی مات وکان قتادة یقول یستحب ان لا تقرأ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا علی طهارة ویقول فی قولہ تعالی انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ کان یقال کفی بالرهبة علمًا وکان یقول یا ابن ادم لا تعتبر الناس باموالهم .... ولا اولادهم ولکن اعتبرهم بالایمان والعمل الصالح اذا رأیت عبدًا صالحًا یعمل فیما بینہ وبین اللہ خیرًا ففی ذلك فسارع وفی ذلك فنافس ما استطعت الیہ قوة ولا قوة الا باللہ ان الذنب الصغیر یجتمع الی مثلہ علی صاحبہ حتی یهلکہ ولعمری انا لنعلم ان اهیبكم للصغیر من الذنب اورعكم للكبیر۔

وکان قتادة یقول علیکم بالوفاء بالعهود لا تنقضوا هذه المواثیق فان اللہ قد نهی عن ذلك وقدم فیہ اشد التقدمة وذکرہ فی بضع وعشرین آیة نصیحة لكم وتقدمة الیكم وحجة علیكم قال اللہ ولنسكننكم الارض من بعدهم۔ وعدهم اللہ النصر فی الدنیا والجنة فی الاخرة فبین اللہ من یسكنها من عبادہ فقال۔ ذلك لمن خاف مقامی وخاف وعید۔ وقال ولمن خاف مقام ربہ جنتان۔ وکان قتادة یقول قلما ساهر اللیل (ای فی العبادة) منافق۔

وعن سلام بن ابی مطیع عن قتادة انہ کان یختم القرآن فی کل سبع لیال مرة فاذا جاء رمضان ختم فی کل ثلاث لیال مرةً فاذا جاء العشر ختم فی کل لیلةٍ مرةً۔ ویقول قتادة وکان یقال فی الحکمة ان العمل الصالح یرفع صاحبہ اذا ما عثر واذا صرع وجد متکأ وعن قتادة فی قولہ تعالیٰ والباقیات الصالحات قال کل ما ارید بہ وجہ اللہ وعن قتادة قال لم یتمنّ الموت احدٌ قط لا نبی ولا غیرہ الا یوسف علیہ السلام حین تکاملت علیہ النعم وجمع لہ الشمل اشتاق الی لقاء اللہ عز وجل ربّ قد اٰتیتنی من الملک وعلّمتنی من تأویل الاحادیث الاٰیة وعن قتادة انہ قال من یتق اللہ یکن معہ ومن یکن اللہ معہ فمعہ الفئة التی لا تُغلَب والحارس الذی لا ینام والهادی الذی لا یَضِلّ ویقول من اطاع اللہ فی الدنیا خلصت لہ کرامة اللہ فی الاٰخرة۔

وعن معمر قال صَکّ رجلٌ ابنًا لقتادة فاستعدیٰ علیہ بلال بن ابی بردة فلم یلتفت الیہ فشکاہ الی القسری فکتب الیہ انک لم تنصف ابا الخطاب قتادة فدعاہ ودعا وجوہ اهل البصرة یتشفّعون .... فابی ان یشفّعهم فقال لہ صکّہ کما صکّک فقال لابنہ یا بُنیّ احسِر عن ذِراعیک وارفع یدیک وشدّ قال فحسر عن ذراعیہ رفع یدیہ فأمسک قتادة یدہ وقال قد وهبناہ للہ فانہ کان یقال لا عفو الا بعد قدرة وقال قتادة ان فی الجنة کُوًی الی النار فیطلع اهل الجنة من تلک الکُوی الی النار فیقولون ما بال الاشقیاء وانما دخلنا الجنة بفضل تادیبکم قالوا انّا کنّا نأمرکم ولا نأتمر وننهاکم ولا ننتهی۔

وکان قتادة یقول فی قولہ تعالیٰ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب قال مخرجا من شبهات الدنیا ومن الکرب عند الموت وفی مواقف یوم القیامة ویرزقہ من حیث یرجو ومن حیث لا یرجو وکان قتادة یقول باب من العلم یحفظہ الرجل یطلب بہ صلاح نفسہ وصلاح الناس افضل من عبادةِ حولٍ کامل وکان یقول المؤمن لا یعرف الا فی ثلاثة مواضع بیت یسترہ او مسجد یعمرہ او حاجة من الدنیا لیس بها بأس. کذا فی الحلیة ج ۲ ص ۲۴۱ -

وکان طاؤس یفرّ من قتادة وکان قتادة یرمی بالقدر. قتادہ کی وفات شہر واسط ۱۱۷ھ میں ہوئی۔ فصل حیوانات میں بیان نملہ میں ایک حکایت ہم نے ذکر کی ہے جس میں امام ابوحنیفہؒ نے قتادہؒ سے نملۂ سلیمان علیہ السلام کا یہ سوال کیا کہ وہ مادہ تھی یا نر۔ فراجع ذلک الفصل۔

کعب احبار۔ کَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فبعث اللّٰہ النبیّین مبشّرین ومنذرین کے بیان میں مذکور ہیں۔ هو ابو اسحاق کعب بن ماتع بن هینوع الحمیری۔ معروف بہ کعب احبار ہیں۔ آپ مشہور تابعی ہیں۔ نبی علیہ السلام کا زمانہ پایا لیکن رؤیت حاصل نہیں ہے۔ خلافتِ ابی بکر رضی اللہ عنہ میں اور بقولِ بعض خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں مسلمان ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں زیادہ رہے آپ سے کئی صحابہ مثل ابن عمر و ابن عباس و ابن زبیر و ابوہریرہ رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں۔ آپ کتبِ الٰہیہ متقدمہ کے بڑے عالم تھے۔ امام نوویؒ تہذیب الاسماء ج ۳ ص ۶۹ میں لکھتے ہیں اتّفقوا علیٰ کثرة علمہٖ وتوثیقہ اسلام سے قبل دین یہود پر تھے۔ یمن کے رہنے والوں میں سے تھے۔ آپ کے مناقب بہت ہیں۔ علوم وحکم کثیرہ

آپ سے مروی ہے۔ حلیۃ الاولیاء میں آپ کا طویل ترجمہ مذکور ہے۔ کعب فرماتے ہیں اذا اشتکی الی اللہ عبادہ الفقراءُ الحاجۃ قیل لہم ابشروا ولا تحزنوا فانکم سادۃُ الاغنیاءِ والسابقون الی الجنۃ یوم القیامۃ۔ کعب فرمایا کرتے تھے کانت الانبیاءُ علیہم السلام بالفقر البلاء اشدَّ فرحًا منہم بالرخاءِ وکان البلاء علیہم مضعفًا حتی ان کان احدہم لیقتلہ القمل فاذا رأی رخاءً ظنَّ انہ قد أصاب ذنبًا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ سے ہمیشہ امورِ آخرت کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔ ایک بار عمر رضی اللہ عنہ نے کعب سے موت کا حال پوچھا تو انہوں نے کہا۔ یا امیر المؤمنین غصنٌ کثیرُ الشوک یدخل فی جوف الرجل فتأخذ کلُّ شوکۃٍ بعرقٍ یجذبہ رجلٌ شدیدُ الجذب فاخذ ما اخذ وابقی ما ابقی۔ کعب فرمایا کرتے تھے ما استقرّ لعبدٍ ثناءٌ فی الارضِ حتی یستقرّ فی السماء۔ ویقول کعبٌ لودِدتُ انی کبشُ اھلی فاخذونی فذبحونی فاکلوا واطعموا اضیافہم۔ کعب فرماتے ہیں انیروا بیوتکم بذکر اللہ واجعلوا فی بیوتکم حظًا من صلاتکم فوالذی نفسُ کعب بیدہ انہم لمسمّون علی افواہ وانہم لمعروفون فی اھل السماء فلان بن فلان یعمر بیتہ بذکر اللہ۔ نیز فرماتے تھے قلۃ النطق حکمۃٌ فعلیکم بالصمتِ فانہ رِعۃٌ حسنۃ وقلۃ وزرٍ وخفۃ من الذنوب فاحیوا بابَ الحلم فان بابہ الصمتُ والصبرُ فان اللہ تعالی یُبغض الضحاکَ من غیر عجب والمشاءَ الی غیر ارب نیز فرماتے تھے وجدت فی التوراۃ من خرج من عینہ مثل الذباب من الدمع من خشیۃ اللہ امنہ اللہ من عذاب جھنم۔

نیز فرماتے ہیں طلبُ العلم مع السمت الحسن والعمل الصالح جزءٌ من النبوۃ۔ وقال ایضًا طالبُ العلم کالغادی والرائح فی سبیل اللہ۔ وکان یقول من حسّن صوتہ بالقرآن فی دار الدنیا اعطاہ اللہ فی الجنۃ قُبّۃً من لؤلؤۃ مُعطیہ اللہ من حسن الصوتِ فی الجنۃ مایزور اھلُ الجنۃ فیستمعون الیہ۔ وکان یقول مامن اربعینَ رجلاً یمدّون ایدیہم الی اللہ یسألونہ لایسألونہ ظلمًا ولا قطیعۃَ رحمٍ الا اَعطاہم اللہ ماسألوہ۔ وکان یقول فاتحۃ التوراۃ فاتحۃ الانعام وخاتمۃ التوراۃ خاتمۃ سورۃ ھود وکان یقول اذا خرج الرجل من بیتہ فقال بسم اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ توکلتُ علی اللہ قیل لہ ھُدِیتَ وحُفِظتَ وکُفِیتَ قال اذا خرج استقبلہ الشیطان قال فیقول لاسبیل لکم علی ھذا وقد ھُدِی وحُفِظ وکُفی فالتمسوا غیرہ فیصدعون عنہ۔ وکان یقول قبرُ اسماعیل علیہ السلام بین المقام والرکنِ وزمزم وکان یقول ماخرج رجل فی طلب العلم الاضمن اللہ السموات والارض رزقہ۔ کعب نے خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ میں جہاد پر جاتے ہوئے ۳۲ھ میں وفات پائی شہر حمص میں مدفون ہیں۔

کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ وہ آیت فمن کان منکم مریضًا اوبہ اذًی من رأسہ الآیۃ کے تحت مذکور ہیں۔ ھو کعب بن عجرۃ بن امیۃ بن عدی القضاعی حلیف الانصار رضی اللہ عنہ۔ اور بقول امام واقدی آپ انصاری ہیں۔ امام بخاری نے بھی آپ پر انصاری کا اطلاق کیا ہے۔ وقال مدنی لہ صحبۃ۔ آپ

متاخر الاسلام ہیں۔ بیعۃ الرضوان میں موجود تھے۔ آپ سے ۴۷ احادیث مروی ہیں۔ دو متفق علیہ ہیں اور دو میں مسلم منفرد ہیں۔ بعض مغازی میں آپ کا ایک ہاتھ کٹ گیا تھا۔ آخر میں کوفہ کی سکونت اختیار کر لی تھی۔ آپ کے بارے میں آیت فَفِدیۃٌ من صیامٍ او صدقۃٍ او نُسُکٍ نازل ہوئی۔ کما ذکرہ البیضاوی روی الطبرانی عن کعب بن عجرۃ قال اَتَیتُ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یومًا فرأیتُہ متغیرًا فذہبتُ فاذا یَہودی یَسقِی ابلًا لہ فسَقَیتُ علی کل دلو بتمرۃ فجمعتُ تمرًا فاتیتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ الحدیث۔

آپ کا انتقال مدینہ منورہ میں ۵۱ھ یا ۵۳ھ میں ہوا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۷ سال تھی۔

کسائی القاری النحوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ھو علی بن حمزۃ بن عبد اللہ الامام ابو الحسن الکسائیؒ۔

امام کسائی لغت و نحو و عربیت میں کوفیین کے امام اور سبعہ قرّاء میں سے ایک قاری ہیں۔ کسائی کی وجہ تسمیہ یہ ہے جو ابن خلکان نے ذکر کی ہے قال انہ دخل الکوفۃ وجاء الی حمزۃ بن حبیب الزیات وھو ملتفّ بکساء فقال حمزۃ من یقرأ؟ فقیل لہ صاحبُ الکساءِ فبقی علیہ وقیل بل اَحرم فی کساء فنُسِبَ الیہ۔ وقیل سبب ذلک انہ کان یحضر مجلس حمزۃ باللیل ملتفًا فی کساءٍ۔ کسائی دراصل کوفی ہیں بعدہ بغداد میں رہائش اختیار کی۔

آپ نے قرأت حمزہ زیاتؒ سے حاصل کی چار مرتبہ ان سے سارا قرآن اجراء قرأت کے ساتھ پڑھا۔ نیز قرأت محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ و عیسیٰ بن عمر و اعمش و ابوبکر بن عیاش سے بھی پڑھی ان سے علم حدیث بھی پڑھا اسی طرح علم حدیث سلیمان بن ارقمؒ و جعفر صادقؒ و ابن عیینہؒ سے بھی پڑھا۔ پھر بصرہ تشریف لے گئے اور خلیلؒ سے اخذ کیا۔ خلیل سے پوچھا کہ آپ نے یہ علم کہاں سے اخذ کیا۔ انہوں نے کہا عرب کے صحراء و بوادی نجد و تہامہ کے باشندوں سے میں نے یہ علم اخذ کیا ہے۔ چنانچہ کسائی بھی دیہات میں اخذ علم عربیت کے لیے جانے لگے۔ حجاز گئے اور ایک مدت تک بوادی میں گھومتے رہے حتی حصل ماذکرانہ اَفنی علیہ خمسَ عَشرۃَ قنینۃ من الحبر غیر ماحفظہ۔ واپسی پر صدر علماء بن کر یونس بن حبیب وغیرہ سے مناظرے شروع کیے۔ واختار لنفسہ قراءۃً حُمِلَتْ عنہ وعُرِفَتْ بہ کذا فی تھذیب التھذیب ج ۷، ص ۳۱۳۔

اپنے زمانے میں کسائی بڑے ذوجاہ و ذو مقام عالی تھے۔ امام شافعیؒ نحو میں آپ کی تعریف کرتے تھے۔ ابن الانباریؒ فرماتے ہیں کان اَعلم الناس بالنحو والعربیۃ والقراءات وکانوا یکثرون علیہ فی القراءات فجمعھم وجَلَس علی کرسی وتلا القرآن من اوّلہ الی آخرہ وھم یستمعون ویضبطون عنہ حتی الوقف والابتداء وقال اسحاق بن ابراھیم سمعتُہ یقرأ القرآنَ مرتین وقال خلف بن ھشام کنتُ احضرُ قراءتہ والناسُ ینقطون مصاحفھم علی قراءتہ۔ امام کسائی کے ترجمہ و احوال کے لیے دیکھیے کتاب انباہ الرواۃ ج۲ ص ۲۵۶ و کتاب نور القبس ص ۲۸۳ و بغیۃ الوعاۃ ص ۳۳۶۔

خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں تعلّم النحو علی کبر وسببہ انہ جاء الی قوم وقد اَعیی فقال قد عییتُ

فقالوا الله تجالسنا وانت تلحن قال وکیف لحنت قالوا ان کنت اردت من انقطاع الحیلة فقل عییتُ وان اردت من التعب فقل اَعییتُ فاَنِفَ من هذہ الکلمة وقام من فورہ وسأل عمّن یعلم النحو فاُرشِد الی معاذ الهراء فلزمه حتی انفد ما عندہ ثم خرج الی البصرۃ فلقی الخلیل وجلس فی حلقته فقال له رجل من الاعراب ترکت اسد الکوفة وتمیما وعندها الفصاحة وجئت الی البصرۃ فقال للخلیل من این اخذت علمك هذا فقال من بوادی الحجاز ونجد وتهامة فخرج ثم ذکر ما قد مناذکرہ قال فقدم البصرۃ فوجد الخلیل قد مات وفی موضعه یونس فجرت بینهما مسائل اقرّله فیها یونس وصدّرہ فی موضعه۔ اھ بتصرف۔ امام کسائی اولاً حضرت حمزہؒ کی قرارت پڑھتے تھے بعدہ ایک اور قرارت اپنے لیے منتخب کی۔ آپ ہارون رشید کے بیٹے امین کے معلم ومؤدب تھے۔

وفیات الاعیان ج ۳ ص ۲۹۶ پر ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ہارون کی مجلس میں ایک مرتبہ کسائی وامام محمد حنفی جمع ہوئے فقال الکسائی من تبحّر فی علم تهدّی الی جمیع العلوم فقال له محمد ما تقول فیمن سها فی سجود السهو هل یسجد مرۃً اُخری؟ قال الکسائی لا قال لماذا؟ قال لانّ النحاۃ تقول التصغیر لا یُصغّر فقال محمد فما تقول فی تعلیق الطلاق بالملك قال لا یصحّ قال لم؟ قال لانّ السیل لا یسبق المطر اھ۔ قال العبد الضعیف محمد موسٰی اَصاب الکسائی فی الجواب الاول واخطأ فی الثانی وما ذکر من المثال ایضاً خطأ لانه مثال لایقاع الطلاق قبل الملك فصح ان یقال لا یصح هذا الایقاع قبل الملك لانّ السیل لا یسبق المطر واما تعلیق الطلاق بالملك فیصح عندنا کما یصح ان یسبق تعلیق السیل بالمطر بان یقال لو جاء المطر جاء السیل ولهذا فی النحو غیرہ احد من الامثال هذا۔ تاریخ بغداد میں ہے کہ یہ قصہ امام محمد حنفی وفراء نحوی کے مابین واقع ہوا تھا۔ یہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے۔ دیکھیے تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۱۵۱۔

امام یزید مؤدبِ مأمون وکسائی کے مابین کئی مسائل میں مناظرے ہوئے۔ سیبویہ وکسائی کا مناظرہ مشہور ہے جس کا ذکر ترجمۂ سیبویہ میں مذکور ہے۔ کسائی وامام محمد حنفی ہارون رشید کے ساتھ شہر رَے گئے۔ اسی شہر میں دونوں کی وفات ایک ہی دن میں ہوئی۔ سالِ وفات میں متعدد اقوال ہیں عند البعض ۱۸۹ھ اور عند البعض ۱۸۲ یا ۱۸۳ھ ہے۔ ویقال ان الرشید کان یقول دفنتُ الفقهَ والعربیةَ بالریّ وقال ابن الجوزی فی شذور العقود توفی الکسائی برنبویه قریة من قری الریّ اھ۔ وقال السمعانی وقیل مات بطوس فی ۱۸۲ھ او ۱۸۳ھ وقال سلمة بن عاصم ۱۸۱ھ وقیل ۱۸۵ھ کذا فی التهذیب ج ۷، ص ۳۱۴۔ کسائی فارسی الاصل ہیں اور تبع تابعی ہیں۔

فائدہ۔ کسائی کی قرارت کا مأخذ زیادہ تر قرارت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہے۔ لانّه قرأ علی عیسی بن عمر وعلی طلحة بن مصرف علی النخعی علی علقمة علی ابن مسعود علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

فائدہ۔ قرارۃ کسائی رحمہ اللہ کے رواۃ بہت ہیں۔ قال ابن حجر روی عنه القراءات ابو عمر الدوری و

ابوالحارث اللیث بن خالد ونصیر بن یوسف وقتیبۃ بن مهران و احمد بن سریج وابو عبید ویحیی الفراء وخلف بن هشام وغیرھم رحمہم اللہ تعالی ورووا عنہ الحدیث اھ ۔ مگر مشہور ومعروف عند القراء والعلماء دو راوی ہیں اوّل ابوالحارث اللیث بن خالد۔ دوم ابوعمر حفص ازدی نحوی مشہور بہ دوری رحمہ اللہ ۔ حفص دوری قاری ابوعمرو بن العلاء کے راوی بھی ہیں ۔

لیث بن خالد المروزی البغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ حضرت لیث قاری امام ابوالحسن علی بن حمزہ کسائی احدالقراء السبعہ کے دوراویوں میں سے ایک ہیں ۔ دوسرے راوی ابوعمر حفص دوری ہیں ۔ لیث بہت بڑے قاری عابد ورع متقی وشیخ القراء تھے ۔ لیث موصوف کی کنیت ابوالحارث ہے ۔ حدثنا اللیث عن یحیی بن المبارك الیزیدی عن ابی عمرو عن الحسن عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال القراٰن غِنیً لا فقر بعدہٗ و ولاغنی دونہ ۔ لیث مذکور کی وفات ۲۴۰ھ میں ہوئی ۔ کذا فی التہذیب لابن حجر وغیرہ ۔

مرثد رضی اللہ عنہ ۔ آیت ولا تنکحوا المشرکٰت حتی یؤمنّ کی تفسیر میں مذکور ہیں ۔ ھو مرثد بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہما ۔ مرثد وابومرثد دونوں صحابی ہیں ۔ ابومرثد کا نام کناز بن حصن ہے ۔ مہاجرین میں سے ہیں اور دونوں بدری ہیں ۔ مرثدؓ اور اَوس بن صامتؓ کے مابین نبی علیہ السلام نے مواخاۃ قائم فرمائی تھی اَوسؓ مشہور صحابی عبادۃ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں ۔ استیعاب میں ہے قُتِل مرثد یوم الرجیع شہیدًا اَمَّرہٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی السریّۃ التی وجّھھا معہ الی مکۃ وذلك فی صفر علی رأس سنۃ و ثلاثین شہرًا من الھجرۃ وزعم ابن اسحٰق ان مرثد بن ابی مرثد اَمّرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی تلك السریّۃ التی بعث فیھا عاصم بن ثابت الی عضل والقارۃ وبنی لحیان وذلك فی اٰخر سنۃ ثلاث من الھجرۃ وکانوا سبعۃً منہم مرثد ھذا وھو کان الامیر علیھم فیما ذکر ابن اسحٰق وذکر معمر عن ابن شھاب انّ امیرَھم کان عاصم بن ثابت فقُتِل مرثد وعاصم وغیرھما من الرفقاء بعد ما قاتلوا واُسر خُبیبُ عبداللہ وزید ۔

وروی انّ مرثد بن ابی مرثد کان یحمل الاَسرٰی من مکۃ حتی یأتی بھم المدینۃ وکان بمکۃ بغیٌ اسمھا عناق وکانت صدیقۃ لہ قبل الاسلام وکان وعد رجلا ان یحمل من اَسرای مکۃ قال فجئتُ حتی انتھیتُ الی حائطٍ من حیطان مکۃ فی لیلۃ قمراء قال فجاءت عناق فابصرتْ سوادَ ظلّی بجانب الحائط فلمّا انتھت الیّ عرفتنی فقالت مرثدٌ ؟ قلتُ مرثد قالت مرحبًا واھلاً ھلم فبِتْ عندنا اللیلۃَ قال قلتُ یا عناق انّ اللہ حرّم الزنا قالت یا اھل الخباء ھذا الذی یحمل الاسرٰی قال فاتبعنی ثمانیۃ رجال وسلکتُ الخندمۃَ حتی انتھیتُ الی کھفٍ فدخلتُہ وجاء وا حتی قاموا علی رأسی واَعماھم اللہ عنّی ثم رجعوا ورجعتُ الی صاحبی فحملتُہ حتی قدمت المدینۃ فاتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلتُ یا رسول اللہ انکح عناق فامسك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی نزلت ھذہ الاٰیۃ الزانی لاینکح الا زانیۃ اومشرکۃ الاٰیۃ فقرأھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

علیؔ وقال لا انکحہا۔

محمد رحمہ اللہ تعالیٰ۔ بحث تسمیہ کی ابتداء میں مذکور ہیں۔ امام محمدؒ امام ابوحنیفہؒ کے جلیل القدر شاگرد ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی۔ آپ کا خاندان دراصل ملکِ شام کا رہنے والا ہے۔ آپ کے والد عراق میں تشریف لائے تو شہر واسط میں امام محمد پیدا ہوئے پھر کوفہ میں پلے اور بڑھے۔ پھر حدیث کی طلب شروع کی اور امام مالکؒ و مسعرؒ و اوزاعیؒ و ابوحنیفہؒ و سفیان ثوریؒ سے علم حدیث حاصل کیا اور علم فقہ امام ابوحنیفہؒ سے حاصل کیا اور ابوحنیفہؒ کی صحبت میں مدتِ طویلہ تک رہے یہاں تک کہ آپ ترجمانِ فقہِ حنفی ہوئے۔ آپ سے امام شافعیؒ و ابوحفص کبیر احمد بن حفص و ابوسلیمان جوزجانی و موسیٰ رازی و محمد بن سماعہ و ابراہیم بن رستم و عیسیٰ بن ابان وغیرہ نے علوم حاصل کیے۔

امام صَیمری متوفی ۴۳۶ھ کتاب اخبار ابی حنیفہ واصحابہ میں ص۱۲۰ پر لکھتے ہیں محمد بن الحسن صاحب ابی حنیفۃ مولی لبنی شیبان وکان موصوفاً بالکمال وکانت منزلتہ فی کثرۃ الروایۃ والرأی والتصنیف لفنون علوم الحلال والحرام منزلۃً رفیعۃ یُعَظِّمُہ اصحابُہ جدّاً۔ قدم بغداد فسمع۔ واخرجہ ھارون الرشید فولاہ القضاء بالرِقّۃ ثم عزلہ وقدم ونزل فی ناحیۃ باب الشام۔

ابوعبید قاسم بن سلّام کہتے ہیں کہ ہم علماء امام محمد کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اتنے میں خلیفہ ہارون رشید آئے تو ان کے لیے امام محمد کے سوا سب لوگ کھڑے ہوگئے۔ امام محمد بیٹھے رہے۔ اس مجمع میں امام محمد کے چند مخالفین بھی تھے مثل امام حسن بن زیاد تلمیذ امام ابوحنیفہ وغیرہ۔ وہ خوش تھے کہ آج خلیفہ امام محمد کو سزا دیں گے۔ خلیفہ اندر چلے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد خلیفہ نے امام محمد کو اندر بلایا تو امام محمد کے تلامذہ و معتقدین غمگین ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد امام محمد خوش وخرم باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ ہارون رشید نے مجھ سے پوچھا کہ آپ لوگوں کے ساتھ کیوں نہیں کھڑے ہوئے۔ فرمایا میں نے جواب دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ عام خدام کھڑے ہوئے اور آپ نے مجھے علم کی وجہ سے امتیازی مقام دیا ہے تو میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ کے دیے ہوئے بلند مرتبہ سے نکل کر عام خدام کے طبقہ میں داخل ہو جاؤں۔ امام محمدؒ کے الفاظ یہ ہیں کرھتُ ان اخرج عن طبقۃ الذین جعلتنی فیھم انک اھّلتنی للعلم وکرھتُ ان اُخرج منہ الی طبقۃ الخدمۃ التی ھی خارجۃ منہ وان ابن عمّک صلی اللہ علیہ وسلم قال مَن اَحبّ ان یتمثّل لہ قیاماً فلیتبوّأ مقعدہٗ من النار وانما اراد بذلک العلماء ممن قام بحق الخدمۃ واعزاز الملک فھو ھیبۃ للعدوّ ومن قعد فلاتباع السنۃ التی منکم اُخِذَت وھو دینٌ لکم۔ قال صدقت یا محمد۔ انتھی۔

اہل دنیا و متکبرین کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرنا چاہیے جس طرح امام محمدؒ نے ہارون رشید کے ساتھ کیا۔ لیکن علماء و صالحین و والدین و شیوخ علم کے لیے قیام کرنا مندوب و سنت ہے۔ چنانچہ نبی علیہ السلام نے انصار کو اپنے

سید سعد بن معاذؓ کے لیے کھڑے ہونے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ فرمایا قوموا للسید کم او الی سیدکم۔ امام نوویؒ وغیرہ نے لکھا ہے سلف کا عمل اساتذہ وصالحین کے لیے قیام کا ہے۔ جو طالبِ علم اساتذہ کے لیے قیام نہ کرے وہ سخت بے ادب ہے اور بے ادب برکاتِ علم سے محروم رہتا ہے۔

امام محمد اعلم بکتاب اللہ۔ عربیت ونحو ولغت وحساب وفقہ میں امام تھے۔ آپ کی تصانیف کے ذریعہ علمِ ابوحنیفہ ظاہر ہوا۔ بعض کتابوں میں ہے کہ فقہ وعلوم حدیث وغیرہ میں آپ کی تصانیف تین سو سے زیادہ ہیں۔ درمختار کے اوائل میں ہے کہ امام محمد کی تصانیف کی تعداد ۹۹۹ ہے۔

امام شافعیؒ کی والدہ آپ کے عقدِ نکاح میں تھیں۔ امام شافعیؒ کے والد کے بعد امام محمد سے والدۂ شافعی کا نکاح ہوا تھا۔ اس قریبی تعلق کی وجہ سے امام شافعیؒ نے امام محمد کی کتابوں اور فقہِ ابوحنیفہ سے بہت زیادہ استفادہ کیا۔ اور ان کتب کی برکت سے امام شافعیؒ فقیہ ہوئے۔ درمختار علی ہامش الشامی ص۳۷ میں ہے وقد ظھر علمہ بتصانیفہ کالجامعین والمبسوط والزیادات والنوادر حتی قیل انہ صنّف فی العلوم الدینیۃ تسع مائۃ وتسعۃ وتسعین کتابًا ومن تلامذتہ الشافعی وتزوّج بام الشافعی وفوّض الیہ کتبہ ومالہ فبسببہ صار الشافعی فقیھًا ولقد انصف الشافعی حیث قال من اراد الفقہ فلیلزم اصحاب ابی حنیفۃ فانّ المعانی قد تیسّرت لھم واللہ ما صرتُ فقیھًا الا بکتب محمد بن الحسن۔ انتہی۔ امام شافعیؒ کا مقصد اس کلام سے یہ ہے کہ ان کتابوں کے طفیل میری فقاہت واستخراجِ مسائلِ دقیقہ میں اضافہ ہوا۔ یہ مطلب نہیں کہ نفسِ فقاہت ان کتابوں کی وجہ سے حاصل ہوئی۔ کیونکہ امام شافعیؒ بغداد آنے سے قبل ہی فقیہ ومجتہد ہو چکے تھے۔

شامی میں ہے وروی عن الشافعی انہ قال ایضًا حملتُ من علم محمد بن الحسن وقر بعیر کتبًا وقال امنّ الناس علیّ فی الفقہ محمد بن الحسن۔ امام صیمری اپنی کتاب میں لکھتے ہیں عن حرملۃ قال سمعت الشافعیؒ یقول ما رأیتُ احدًا قط اذا تکلم رأیتُ القراٰنَ نزل بلغتہ الا محمد بن الحسن فانّہ کان اذا تکلم رأیتُ القراٰن نزل بلغتہ ولقد کتبتُ عنہ حمل بعیر ذکرہ۔ قال الشافعی وانما قلت ذکرلانّہ بلغنی انہ یحمل اکثر مما تحمل الانثی وقال الشافعی ما رأیتُ رجلًا اعلم بالحلال والحرام والعلل والناسخ والمنسوخ من محمد بن الحسن۔ وکان الشافعی یقول لو انصف الفقھاء لعلموا انھم لم یروا مثل محمد بن الحسن۔ ما جالست فقیھًا قط افقہ منہ ولا فتق لسان بالفقہ مثلہ لقد کان یحسن من الفقہ واسبابہ شیئًا یعجز عنہ الاکابر۔

امام شافعیؒ کی ان عبارات سے امام محمدؒ کی توثیق ثابت ہوئی۔ محدثین کبار امام محمد کی توثیق کرتے ہیں۔ اگر آپ ثقہ نہ ہوتے تو امام شافعی آپ کے علوم پر اعتماد نہ کرتے۔ امام احمدؒ ویحیی بن معین بھی آپ کی توثیق کرتے تھے امام صیمری اپنی کتاب کے ص۱۲۵ پر ذکر کرتے ہیں عن عباس الدوری قال سمعت یحیی بن معین یقول کتبتُ

الجامع الصغیر عن محمد بن الحسن وعن ابراھیم الحربی قال سألت احمد بن حنبل قلت ھذہ المسائل الدقاق من این لك قال من کتب محمد بن الحسن۔

امام محمدؒ فرماتے تھے کہ مجھے والد سے بطور وراثت تیس ہزار درہم ملے تھے ان میں سے پندرہ ہزار میں نے علوم عربیت، نحو وشعر کے حصول میں خرچ کیے اور پندرہ ہزار حدیث وفقہ کی تحصیل پر خرچ کیے۔

ہارون رشید نے آخر میں امام محمدؒ کو قاضی القضاۃ بنا دیا اور شہر رَے کی طرف سفر میں آپ کو اپنے ساتھ رکھا اور شہر رَے میں امام محمدؒ اور امام کسائیؒ نے ایک ہی دن میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ فقال ھارون الرشید دفنت الفقہ والنحو بالری فی یوم واحد۔

ابو رجاء قاضی کہتے ہیں کہ وفات کے بعد میں نے امام محمدؒ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ رب تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسے معاملہ فرمایا امام محمد نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جنت میں داخل فرمادیا۔ وقال لی لم اُصیّرك وعاء للعلم وانا ارید ان اعذّبك۔ قال قلتُ فابو یوسف؟ قال ذالك فوقی اوفوقنا بدرجۃ۔ قال قلتُ فابو حنیفۃ قال ذالك فی اعلیٰ علیین۔ امام محمدؒ کی وفات ۱۸۹ھ میں ہوئی۔ کما فی تہذیب الاسماء للنووی وغیرہ

معقل بن یسار رضی اللہ عنہ۔ آیت فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن میں آپ مذکور ہیں

ھو معقل بن یسار بن عبد اللہ بن معبر المزنی الصحابی رضی اللہ عنہ۔ معقل کی کنیت ابو علی تھی وقیل کنیتہ ابو عبد اللہ وقیل ابو یسار۔ حدیبیہ سے قبل اسلام لائے۔ بیعتِ رضوان میں موجود تھے۔ آخر زمانے میں بصرہ میں مقیم ہوئے اور بصرہ ہی میں وفات پائی۔ بصرہ کے بڑے دولتمندوں میں آپ شمار ہوتے تھے۔ یونس بن عبید کا قول ہے ماکان بالبصرۃ احد من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اھنأ من معقل بن یسار مرضِ وفات میں گورنر عبید اللہ بن زیاد آپ کی عیادت کے لیے آیا تو آپ نے اسے وہ حدیث سنائی جس میں ظالم حاکم کی مذمت مذکور ہے۔

احمد بن عبد اللہ العجلی فرماتے ہیں کہ صحابہؓ میں معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور کی کنیت ابو علی نہیں تھی۔ مگر احمد بن عبد اللہ کا یہ قول درست نہیں ہے۔ کیونکہ طلق بن علی رضی اللہ عنہ کی کنیت بھی ابو علی تھی۔ اسی طرح حاکم نے ذکر کیا ہے کہ قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو علی تھی۔ بصرہ میں مشہور نہر معقل نامی آپ کی طرف منسوب ہے اسی طرح بصرہ میں تمر معقلی بھی آپ کی طرف منسوب ہے۔ معقل بن یسارؓ سے ۳۴ احادیث مروی ہیں۔ ان میں ایک حدیث متفق علیہ ہے۔ ایک میں امام بخاری منفرد اور دو میں امام مسلم منفرد ہیں۔ روی معقل بن یسار مرفوعًا اقرؤا علیٰ موتاکم یٰس رواہ ابو داؤد وابن ماجہ وعنہ قال لقد رأیتنی یوم الشجرۃ والنبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یُبایع الناس وانا رافعٌ غصنًا من اغصانہا من رأسہ ونحن اربع عشرۃ مائۃ ولم نبایعہ علی الموت ولکن بایعناہ علیٰ ان لا نفرّ۔ رواہ مسلم۔ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی وفات بصرہ میں آخر خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ میں

اور بعض کے نزدیک خلافتِ یزید میں ہوئی۔

معاذ رضی اللہ عنہ۔ آیت یسئلونک عن الاھلۃ قل ھی مواقیت میں مذکور ہیں۔ ھو ابو عبد الرحمن معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس الانصاری الخزرجی رضی اللہ عنہ۔ حضرت معاذؓ فقیہ وفاضلِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔ ۱۸ سال کی عمر میں اسلام لائے۔ بیعتِ عقبۂ ثانیہ میں ۷۰ صحابۂ انصار کے ساتھ تھے۔ بدری ہیں اور تمام مغازی میں شریک رہے۔ نبی علیہ السلام نے ابن مسعودؓ اور آپ کے درمیان مواخاۃ قائم فرمائی تھی آپ سے ۱۷۵ احدیثیں مروی ہیں۔ دو متفق علیہ ہیں اور تین پر بخاری اور ایک پر مسلم منفرد ہیں۔ جنگِ بدر کے وقت آپ کی عمر ۲۱ سال کی تھی۔ آپ نہایت جمیل، حسین، عاقل، صاحبِ علم وحلم وحیاء وسخا تھے مستجاب الدعا تھے۔ فعن ابن کعب بن مالک کان معاذٌ شاباً جمیلاً سمحاً لا یسأل اللہ شیئاً الا اعطاہ۔

وعن انس قال جمع القرآن علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعۃ کلھم من الانصار ابی بن کعب ومعاذ بن جبل وزید بن ثابت وابو زید۔ رواہ البخاری ومسلم۔ نبی علیہ السلام نے معاذؓ کے بارے میں فرمایا اَعلمُھم بالحلال والحرام معاذ بن جبل واَفرضُھم زید بن ثابت۔ وروی ابوداؤد والنسائی عن معاذ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَخذ بیدہ وقال یا معاذ واللہ انی لاُحِبّک وقال اُوصیک یا معاذ لا تدعنّ فی دبر کل صلاۃ تقول اللھم اَعِنّی علیٰ ذکرک وشکرک وحسن عبادتک۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے علمی مقام کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ اُن چھے صحابہ میں سے ہیں جو نبی علیہ السلام کی حیات میں فتویٰ دیا کرتے تھے ان میں تین مہاجر ہیں یعنی عمر وعثمان وعلی اور تین انصار ہیں یعنی اُبی بن کعب ومعاذ بن جبل وزید بن ثابت رضی اللہ عنہم۔ وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاتی معاذ یوم القیامۃ امام الناس برتوۃ۔ کذا فی الاصابۃ وفی تھذیب الاسماء ج ۱ ص ۱۰۰ امام العلماء یوم القیامۃ برتوۃ او رتوتین۔ الرتوۃ رمیۃ الحجر۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔

آپ کی وفات کا سبب طاعون تھا۔ ملکِ شام میں طاعون میں مبتلا ہو کر ۱۸ھ میں وفات پائی۔ بوقتِ وفات آپ کی عمر ۳۴ سال تھی۔ جب شام میں طاعون پھیلا تو معاذؓ نے دعا مانگی کہ میرے خاندان کو بھی طاعون کا کچھ حصہ مل جائے۔ امام نووی تہذیب الاسماء واللغات میں لکھتے ہیں ولما وقع الطاعون بالشام قال معاذ اللھم ادخل علی آل معاذ نصیبھم من ھذا فطعنت لہ امرأتان فماتتا ثم طعن ابنہ عبد الرحمن فمات ثم طعن معاذ فجعل یغشی علیہ فاذا افاق قال ربّ غمّنی غمّک فوعزّتک انک لتعلم انی اُحبّک ثم یغشی علیہ فاذا افاق قال مثلہ ولما حضرتہ الوفات قال مرحباً بالموت مرحباً زائر حبیب جاء علی فاقۃ اللھم انک تعلم انی کنت اخافک وانا الیوم ارجوک انی لم اکن احب الدنیا وطول البقاء فیھا لکری الانھار ولا لغرس الاشجار لکن لظمأ الھواجر ومکابدۃ الساعات ومزاحمۃ العلماء بالرکب عند حلق الذکر۔

مجاھد رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ آیت فقلنا لھم کونوا قِردۃً کی شرح میں مذکور ہیں۔ ھو مجاھد بن جبر ویقال ابن جبیر بالتصغیر بدل ابن جبر المکی المخزومی۔ مجاہد تابعی ہیں۔ آپ امام جلیل و مفسر کبیر تھے آپ کی امامت وجلالت متفق علیہ ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۸۳ پر لکھتے ہیں واتفق العلماء علی امامتہ وجلالتہ وتوثیقہ وھو امام فی الفقہ والتفسیر والحدیث اھ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مخصوص تلمیذ ہیں آپ نے ابن عمر و جابر بن عبد اللہ وعبد اللہ بن عمرو وابوہریرہ وعائشہ وغیرہم رضی اللہ عنہم سے سماع کیا ہے اور آپ سے طاوس وعکرمہ واعمش ومنصور وحماد بن ابی سلیمان وایوب سختیانی وغیرہ رحمہم اللہ نے سماع کیا ہے۔

حضرت خصیفؒ فرماتے ہیں کان اعلمھم بالتفسیر مجاھد وقال ابوحاتم لم یسمع من عائشۃ وقال مجاھد عرضت القرآن علی ابن عباس ثلاثین مرۃً۔ کذا ذکر النووی۔ حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ نے حلیۃ الاولیاء میں آپ کے اقوال واحوال بسط سے ذکر کیے ہیں۔ وعن ابان بن صالح عن مجاھد قال عرضت القرآن علی ابن عباس ثلاث عرضات اقفہ علی کل آیۃ اسألہ فیما نزلت وکیف کانت؟ کذا فی الحلیۃ ج ۳ ص ۲۸۰۔ مجاہدؒ فرمایا کرتے تھے الفقیہ من یخاف اللہ تعالیٰ۔ نیز فرماتے تھے انّ العبد اذا اقبل علی اللہ بقلبہ اقبل اللہ عزّ و جلّ بقلوب المؤمنین الیہ۔ آیت سیماھم فی وجوھھم کے معنی مجاہد کے نزدیک خشوع فی الصلاۃ ہے۔ نیز فرمایا کرتے تھے ما مِن میّتٍ یموت الا عُرِض علیہ اھلُ مجلسہ ان کان مِن اھل الذکر فمن اھل الذکر وان کان من اھل اللھو فمن اھل اللھو۔ نیز فرمایا کرتے تھے لابن آدم جلساء من الملائکۃ فاذا ذکر الرجل المسلم اخاہ بخیر قالت الملائکۃ ولک مثلہ واذا ذکرہ بسوء قالت الملائکۃ یا ابن آدم المستور عورتہ اربع علی نفسک واحمد اللہ الذی ستر علیک۔ نیز فرماتے ہیں قال ابلیس اِن یُعجزنی ابن آدم فلن یُعجزنی من ثلاث خصال اَخذِ مال بغیر حقہ واضاعۃِ انفاقہ فی غیر حقہ ومنعہ عن حقہ۔ نیز فرماتے ہیں کہ رعد ایک فرشتہ ہے جو گرج وکڑک کے بادل کو چلاتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ بندے کی نیکی اور صلاح کی برکت سے اس کی اولاد و اولادِ اولاد تک کو اللہ تعالیٰ محفوظ و خوش حال رکھتے ہیں۔ اور ان کی طرف اللہ تعالیٰ متوجہ ہوتے ہیں۔ آپ کے علم وتقویٰ کی وجہ سے آپ کے اساتذہ یعنی صحابہؓ بھی آپ کی تعظیم کرتے تھے چنانچہ خود مجاہدؒ فرماتے ہیں کنتُ اصحب ابن عمر رضی اللہ عنہما فی السفر فاذا اردتُ ان ارکب یأتینی فیمسک رکابی واذا رکبتُ سوّی ثیابی فجاءنی مرۃ فکأنی کرھتُ ذلک فقال یا مجاھد انّک ضیّق الخُلق۔ وقال ایضاً ربما اخذ لی ابن عمر بالرکاب وربما ادخل ابن عباس اصابعہ فی ابطی۔ وقال ایضاً صحبتُ ابن عمر وانی ارید ان اخدمہ فکان ھو یخدمنی۔ فرماتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک خراب یعنی اُجڑے ہوئے گھر پر گزرا تو فرمایا یہ آواز دے دینا یا خربۃ ما فعل اھلُکِ

این اهلك ؟ میں نے آواز دی تو ابن عمرؓ نے خود ہی یہ جواب دیا ذھبوا و بقیت اعمالھم۔ بلال بن خباب کہتے ہیں کہ میں مجاہدؒ کے ساتھ مکہ مکرمہ کے سفر پر گیا۔ ہر قبرستان پر گزرتے وقت مجاہد یہ کہا کرتے تھے السلام علیکم یا اھل الدیار المؤمنین والمسلمین یرحم اللہ المستقدمین منکم وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔ کذا فی الحلیۃ ج ۳ ص۲۸۶۔ مجاہد کا قول ہے کہ یہ علم دین دو قسم کے آدمی نہیں سیکھ سکتے ایک شرم و حیا کرنے والا اور دوسرا متکبر۔

حضرت لیث رحمہ اللہ مجاہدؒ سے یہ روایت کرتے ہیں قال یؤتی بثلاثۃ نفر یوم القیامۃ بالغنیّ و بالمریض والعبدِ فیقول للغنی ما منعك عن عبادتی ؟ فیقول اکثرتَ لی من المال فطغیت فیؤتی بسلیمان بن داؤد علیھما السلام فی ملکہ فیقال لہ انتَ کنتَ اشدّ شُغلًا ام ھذا؟ قال بل ھذا قال فان ھذا لم یمنعہ شغلُہ عن عبادتی۔ قال فیؤتی بالمریض فیقول ما منعك عن عبادتی ؟ قال یا ربّ اَشغلتَ علیّ جسدی قال فیؤتی بایّوب علیہ السلام فی ضُرِّہ فیقول لہ انتَ کنتَ اشدّ ضُرًّا ام ھذا ؟ قال فیقول لا بل ھذا قال فان ھذا لم یمنعہ ذلك ان یَعبُدنی قال ثم یؤتی بالمملوك فیقال لہ ما منعك عن عبادتی ؟ فیقول جعلتَ علیّ اربابًا یملکوننی قال فیؤتی بیوسف الصدیق علیہ السلام فی عبودیتہ فیقال انت اشدّ عبودیّۃ ام ھذا ؟ قال بل ھذا قال فانّ ھذا لم یشغلہ شئ عن عبادتی۔ مجاہدؒ کا قول ہے انّ الروح خلق علی صورۃ ابن اٰدم۔ وعن مجاھد قال ما من مؤمن یموت الا تبکی علیہ الارض اربعین صباحًا۔ وقال مجاھد کان یحجّ من بنی اسرائیل مائۃ الف فاذا بلغوا انصاب الحرم قلعوا نعالھم ثم دخلوا الحرم حُفاۃً۔ کذا فی الحلیۃ لابن نعیم الحافظ۔

مجاہدؒ نے ۱۰۱ھ میں وعند بعض العلماء ۱۰۲ھ میں بعمر ۸۳ سال وفات پائی۔

مبرِّد رحمہ اللہ۔ آپ آیت انّ الذین کفروا سواءٌ علیھم الخ کی تفسیر میں مذکور ہیں۔ ھو محمد بن یزید ابن عبد الاکبر الازدی البصری ابو العباس المبرد۔ مبرد نحو و علوم عربیت کے امام ہیں۔ بغداد میں رہتے تھے۔ امام مازنی و ابو حاتم سجستانی وغیرہ سے اخذ علوم کیا۔ آپ سے اسماعیل صفار و نفطویہ و امام صولی روایت کرتے ہیں۔ بقول سیرافی آپ قبیلہ ثمالہ سے ہیں۔ ثمالہ ازد میں ایک قبیلہ ہے۔ ایک شاعر مبرد کی مذمت میں کہتا ہے ؎

سألنا عن ثمالۃ کلّ حیٍّ ۔۔۔ فقال القائلون ومَن ثمالہ

فقلتُ محمد بن یزید منھم ۔۔۔ فقالوا زِدتَنا بھم جَھالہ

مبرد حسین و جمیل صوت والے اور بلیغ و ثقہ۔ علامہ۔ صاحب نوادر و ظرائف۔ وسیع العلم لغوی تھے۔ اہل بصرہ کہتے تھے مبرد نے اپنی نظیر علماء میں نہیں دیکھی۔

تسمیہ بالمبرد کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے شیخ مازنی نے جب کتاب الف ولام تصنیف کی تو مبرد سے بطور امتحان اس کے دقیق و عمیق مسائل پوچھے۔ مبرد نے سب کا صحیح جواب دیا تو مازنی نے فرمایا قم فانتَ المبرِّد بکسر الراء

ای المثبت للحق۔ مبرِد بکسرِ را ہے لیکن اہلِ کوفہ نے عداوت سے را کو فتح دیا۔ نفطویہ فرماتے ہیں ما رأیتُ احفظ للاخبار بغیر اسانید منہ۔ مبرد کی تصانیف یہ ہیں۔ معانی القرآن۔ الکامل۔ المقتضب۔ الروضۃ المقصور و الممدود۔ الاشتقاق۔ القوافی۔ اعراب القرآن۔ نسب عدنان وقحطان۔ الرد علی سیبویہ۔ شرح شواہد الکتاب۔ ضرورۃ الشعر۔ العروض۔ ما اتفق لفظہ واختلف معناہ۔ طبقات النحاۃ البصریین وغیرہ وغیرہ۔

مبرد و ثعلب آپس میں معاصر ہیں۔ دونوں میں بڑا اختلاف تھا۔ اکثر علماء مبرد کو ثعلب سے افضل سمجھتے ہیں۔ ثعلب بھی امام نحو وعربیت تھے۔ دونوں کی باہمی مخالفت کی شہرت کی وجہ سے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

نروح ونغدو لا تزاور بیننا — ولیس بمضروب لنا عند موعد

فابدانُنا فی بلدۃ والتقاؤنا — عسیر کأنّا ثعلبٌ والمبرّد

ایک اور شاعر کہتا ہے ؎

ایا طالب العلم لا تجہلن — وعُذ بالمبرد او ثعلب

تجد عند ہذین علم الوری — فلا تک کالجمل الاجرب

علوم الخلائق مقرونۃ — بہذین بالشرق والمغرب

مبرد کی ولادت ۲۱۰ھ میں اور وفات ۲۸۵ھ میں ہوئی۔

مالک الامام رحمہ اللہ تعالیٰ۔ تفسیر بیضاوی میں متکرر الذکر ہیں۔ ھو ابو عبد اللہ مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر المدنی امام دار الھجرۃ واحد الائمۃ الاربعۃ اصحاب المذاہب۔ آپ تبع تابعی ہیں۔ آپ نے علمِ حدیث کا سماع نافع مولیٰ ابن عمرؓ و محمد بن المنکدرؒ و زہریؒ وغیرہ سے کیا ہے اور آپ سے ابن جریجؒ و اوزاعیؒ و ثوریؒ و ابن عیینہؒ و شعبہؒ و ابن المبارکؒ و شافعیؒ وغیرہ ائمہ روایت کرتے ہیں۔ آپ کی جلالت و امامت و حفظ و تثبت و تعظیمِ حدیثِ نبی علیہ السلام معروف و مسلم ہیں۔ انتقادِ رجالِ حدیث میں آپ کا قول مسلم ہے۔ قال ابو حاتم مالک ثقۃ وھو امام اھل الحجاز وھو اثبت اصحاب الزھری وقال الشافعی اذا جاء الاثر فمالک النجم ولولا مالک وسفیان بن عیینۃ لذھب علم الحجاز۔ وقال مالک معلمی وعنہ اخذنا العلم۔ بشر بن عمرؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ سے ایک راوی کے بارے میں سوال کیا فقال رأیتہ فی کتبی؟ قلتُ لا قال لو کان ثقۃ لرأیتہ فی کتبی۔

خلف بن عمرؒ کہتے ہیں کہ میں امام مالکؒ کے پاس بیٹھا تھا اتنے میں ابن کثیر قاری المدینہ آئے اور امام مالکؒ کو ایک رقعہ دیا۔ امام مالکؒ نے وہ مصلے کے نیچے رکھا۔ جب وہ اٹھا تو امام مالکؒ نے وہ رقعہ مجھے پڑھنے کے لیے دیا۔ اس رقعہ میں یہ لکھا تھا رأیتُ اللیلۃ فی منامی کانہ یقال لی ھذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس

والناس حولہ یقولون لہ یا رسول اللہ اعطنا یا رسول اللہ مُر لنا فقال لھم انی قد کنزت تحت المنبر کنزاً کبیراً وقد امرت المالک ان یقسمہ فیکم فاذھبوا الی مالک فانصرف الناس وبعضھم یقول لبعض ما ترون مالکاً فاعلاً؟ فقال بعضھم ینفذ ما امرہ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرق مالک وبکی۔

ایک حدیث میں امام مالک کے بارے میں پیش گوئی ہے۔ حدیث یہ ہے عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشک ان یضرب الناس اباط المطی فی طلب العلم فلا یجدون عالماً اعلم من عالم المدینۃ رواہ الترمذی وقال حدیث حسن۔ علماء وائمہ مذاہب کہتے ہیں کہ اس حدیث کا مصداق امام مالک ہیں۔ کتاب تزیین الممالک بمناقب مالک ص۶ پر حافظ سیوطیؒ اس حدیث کے بعد لکھتے ہیں قال اسحٰق بن موسیٰ فبلغنی عن ابن جریج انہ کان یقول انہ مالک بن انسؒ۔ انتہی۔ امام نوویؒ تہذیب الاسماء ج ۲ ص ۷۶ پر اس حدیث کے بعد لکھتے ہیں وقد روی عن سفیان بن عیینۃ قال ھو مالک بن انسؒ۔ امام مالکؒ درس حدیث کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ ابو سلمہ خزاعی کی روایت ہے کہ امام مالکؒ جب درس حدیث کا ارادہ کرتے تھے تو پہلے وضو کرتے اور عمدہ کپڑے پہن کر داڑھی کو کنگھی کرتے۔ کسی نے پوچھا یہ کیوں؟ امام مالکؒ نے فرمایا اُوقر بہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور معن بن عیسیٰ کی روایت میں ہے کہ درس حدیث سے پہلے امام مالکؒ غسل بھی کرتے نیز بخور و خوشبو استعمال کرتے اور پھر نہایت ادب سے درس حدیث کے لیے بیٹھتے تھے۔ اور لوگوں کو آواز بلند کرنے سے روکتے تھے اور اگر کوئی مجلس میں اونچی آواز سے بولتا تو امام مالکؒ یہ آیت پڑھ کر منع فرماتے تھے یا ایھا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبیؐ۔ قال مالک فمن رفع صوتہ عند حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکانما رفع صوتہ فوق صوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

تزیین الممالک میں حافظ سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ امام مالکؒ کے نزدیک ماں کے پیٹ میں حمل کبھی تین سال تک بھی رہتا ہے۔ خود امام مالکؒ فرماتے تھے کہ میں تین سال ماں کے پیٹ میں رہا ہوں قال الواقدی وسمعت غیر واحد یقول حُمل بمالک بن انس ثلث سنین۔

امام مالکؒ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور عند البعض ربیع الاول ۹۴ھ میں اور عند البعض ۹۵ھ میں اور عند البعض ۹۷ھ اور بقول ابی مسہر ۹۰ھ میں آپ کی ولادت ہوئی ہے۔ امام مالکؒ بہت سے مسائل میں لا ادری کہہ دیا کرتے تھے۔ یہ بات ان کے تقویٰ اور ورع کی علامت ہے۔ عن الھیثم بن جمیل قال شھدت مالکاً سئل عن ثمان واربعین مسئلۃ فقال فی اثنتین وثلاثین منھا لا ادری۔ وعن ابن مھدی قال سفیان الثوری امام فی الحدیث ولیس بامام فی السنۃ والاوزاعی امام فی السنۃ ولیس بامام فی الحدیث ومالک بن انس امام فیھما جمیعاً۔ ایک قریشی آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تعلم الادب قبل ان تتعلم العلم۔ زبیر بن حبیب

کی روایت ہے کہ امام مالکؒ ہر ماہ کی پہلی رات کا احیاء کرتے تھے اسی طرح ہر جمعہ کی رات کا احیاء کرتے تھے۔
ابن وہب کہتے ہیں لوشئتُ ان املأ الواحًا من قول مالك لاادری فعلت۔ ابن وہب کی روایت ہے
قال مالك العلم نور یجعله الله حیث شاء لیس بکثرة الروایة۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں فلما کان الرجل صادقًا
لایکذب الا مُتّع بعقله ولم یُصبه ما اصاب غیرہ من الهرم والخرف۔ آپ کثرت سے نبی علیہ السلام کو خواب
میں دیکھتے تھے روی ابونعیم باسناده عن المثنی بن سعد قال سمعتُ مالکًا یقول ما بِتُّ لیلةً الا رأیتُ رسول الله
صلی الله علیہ وسلم۔

وکان مالك یأتی المسجد ویَشهد الصلوات والجمعة والجنائز ویعود المرضٰی ویقضی الحقوق ویجلس
فی المسجد ویجتمع له اصحابه ثم ترك الجلوس فی المسجد وکان یُصلی ثم ینصرف الی منزله وترك شهود الجنائز
وکان یأتی اصحابه فیُعزیهم ثم ترك ذلك کله فلم یکن یَشهد الصلوات فی المسجد ولا یأتی احدًا یُعزیه و
لا یقضی له حقًّا واحتمل الناسُ ذلك کله له وکانوا ارغب ما کانوا فیه واشدّه له تعظیمًا حتی مات
علی ذلك وکان ربما کُلِّم فی ذلك فقال لیس کل الناس یقدر ان یتکلم بعذره۔ محمد بن رمح کہتے ہیں:۔
رأیت النبیّ علیه السلام من اربعین سنة فی المنام فقلت له یا رسول الله مالك واللیث یختلفان فی
مسئلة فقال النبی علیه السلام مالك مالك مالك ورث جدّی یعنی ابراهیم علیه السلام۔
امام مالکؒ نے موطا میں ۱۰ ہزار احادیث درج کی تھیں پھر وقتاً فوقتاً کم کرتے کرتے یہ تعداد رہ گئی جو اب ہمارے سامنے
موجود ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں مَن سَبَّ ابابکر جُلِد ومَن سَبَّ عائشة قُتِلَ قیل لم؟ قال من رماها فقد خالف
القرآن۔

امام مالکؒ سے روایت کرنے والوں میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ بھی داخل ہیں۔ بعض احناف انکار کرتے ہیں
اور کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ امام مالکؒ سے عمر میں زیادہ ہیں۔ مگر صحیح اثبات روایت ہے۔ اور کبھی کبار بھی
صغار سے روایت کرتے ہیں۔ قال الزرکشی فی نکتة صنّف الدارقطنی جزءً فی الاحادیث التی رواها ابوحنیفة وقال ابوحنیفة
اجلّ من روی عن مالك۔ امام مالکؒ کی وفات ماہ صفر ۱۷۹ھ میں ہوئی اور بقول بعض علماء ۱۴ ربیع الاول کو
بوقت صبح آپ کا انتقال ہوا۔ مدینہ منورہ بقیع میں مدفون ہیں۔
مسطح رضی اللہ عنہ۔ آیت ولا تجعلوا الله عُرضةً لایمانکم ان تبرّوا وتتقوا وتصلحوا بین
الناس کی شرح میں مذکور ہیں۔ ھو مسطح بن اثاثة بن عباد القرشی۔ مسطح صحابی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام سلمیٰ
بنت ابی رہم ہے رضی اللہ عنہا۔ سلمیٰؓ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ کی بیٹی ہیں۔ سلمیٰ کی والدہ رائطہ بنت
صخر حضرت صدیقؓ کی خالہ ہے۔ سلمیٰؓ کا ذکر احادیث واقعہ افک عائشہ رضی اللہ عنہا میں موجود ہے۔ حضرت
عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگانے والوں میں سے ایک مسطح بھی تھے۔ عائشہؓ کی برات نازل ہونے کے بعد

انھیں حد قذف کے طور پر سزا دی گئی تھی۔ مسطح کی وفات ۳۴ھ میں ہوئی۔

مسروق رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آیت تجری من تحتھا الانھار کی شرح میں مذکور ہیں۔ ھو مسروق بن الاجدع بن مالک بن امیۃ بن عبد اللہ بن مر الھمدانی الوادعی الکوفی العابد ابو عائشۃ الفقیہ المحدث الکبیر الشان رحمہ اللہ تعالیٰ۔ مسروق جلیل القدر تابعی۔ محدث۔ راوی الاحادیث۔ فقیہ۔ کثیر العبادۃ ہیں۔

مسروق روایت حدیث کرتے ہیں ابوبکر صدیق و عمر و عثمان و علی و معاذ بن جبل و ابن مسعود و عائشہ و ام سلمہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے۔

اور آپ سے روایت کرتے ہیں ابو وائل۔ شعبی و ابراہیم نخعی و ابو اسحاق سبیعی و ابو الشعثاء محاربی و مکحول شامی وغیرہ رحمہم اللہ۔

مسروق فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ میں نے کہا مسروق بن اجدع فقال عمر الاجدع شیطان انت مسروق بن عبد الرحمٰن۔ قال الشعبی ما رأیتُ أطلبَ للعلم منہ وقال ابو السفر ما ولدت ھمدانیۃٌ مثل مسروق وذکرہ ابراھیم فی اصحاب ابن مسعود الذین کانوا یعلِّمون الناس السنۃ وقال الشعبی کان مسروق اعلم بالفتوی من شریح و کان شریح اعلم بالقضاء۔

وقال شعبۃ عن ابی اسحاق حج مسروق فلم ینم الا ساجدًا وقال انس بن سیرین عن امرأۃ مسروق انہ کان یصلی حتی تورّم قدماہ۔ کذا فی التھذیب لابن حجر۔

حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں آپ کے احوال تفصیلاً ذکر کیے ہیں۔ مسروق کا قول ہے۔ کفی بالمرء علمًا ان یخشی اللہ وکفی بالمرء جھلًا ان یعجب بعلمہ۔ امام شعبی فرماتے ہیں خرج مسروق الی البصرۃ الی رجل یسألہ عن آیۃ فلم یجد عندہ فیھا علمًا فاخبر عن رجل من اھل الشام فقدم علینا ھھنا ثم خرج الی الشام الی ذلک الرجل فی طلبھا۔ مسروق فرمایا کرتے تھے من سرّہ ان یعلم علم الاولین وعلم الآخرین وعلم الدنیا والآخرۃ فلیقرأ سورۃ الواقعۃ۔

وعن العلاء بن ھارون قال حج مسروق فما افترش الا جبھتہ حتی انصرف۔ کذا فی الحلیۃ ج ۲ ص ۹۵۔ وعن سعید بن جبیر قال لقینی مسروق فقال یا سعید ما بقی شیٔ یرغب فیہ الّا ان نُعفِّر وجوھنا فی التراب وکان مسروق یقول لاھلہ ھاتوا کلّ حاجۃٍ لکم فاذکروھا لی قبل ان اقوم الی الصلاۃ وکان مسروق یُرخی الستر بینہ وبین اھلہ ویُقبِل علی صلاتہ ویخلیھم و دنیاھم۔

وعن ابراهیم بن محمد قال کان مسروق یرکب کل جمعۃ بغلۃً ویحملنی خلفہ ثم یأتی کناسۃً بالحیرۃ قدیمۃ فیحمل علیھا بغلتہ ویقول الدنیا تحتنا ویقول ھذہ الدنیا اکلوھا فافنوھا۔ لبسوھا فابلوھا۔ رکبوھا فانضوھا سفکوا فیھا دماءھم واستحلّوا فیھا محارمھم وقطعوا فیھا ارحامھم وکان مسروق یقول مامن شی خیر للمومنین من لحد قد استراح من ھموم الدنیا و اٰمن من عذاب اللہ۔

وکان یقول انّی احسن ما اکون ظنًّا حین یقول لی الخادم لیس فی البیت قفیز ولا درھم و کان مسروق یتمثل بقول الشاعر ؎

ویکفیک مما اغلق الباب دونہ　　واَرضٰی علیہ الستر ملحٌ وجردق
وماءُ فراتٍ باردٍ ثم تَغتدِی　　تُعارِض اصحابَ الثرید الملبّق
تجشّأ اذا ما ھم تَجشّوا کانّما　　غُذِیتَ بالوان الطعامِ المفتّق

الثرید الملبّق الملیّن بالدسم والطعام المفتّق الکثیر الخصب۔ کذا فی الحلیۃ ج ۲ ص ۹۷۔

سفیان بن عیینہ سے امام احمد روایت کرتے ہیں کہ اصحاب ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں علقمہ کے بعد مسروق سے کوئی افضل نہیں تھا۔ علی بن المدینی فرماتے ہیں ما اقدّم علی مسروق من اصحاب ابن مسعود رضی اللہ عنہ احدًا۔ صلّی خلف ابی بکر ولقی عمرؓ وعلیًّا ولم یروعن عثمان شیئًا۔ اسحاق بن منصور کا قول ہے لا یسئل عن مثلہ قال العجلی کوفی ثقۃ وکان احد اصحاب ابن مسعود الذین یُقرئون ویُفتون قال ابن سعد کان ثقۃ ولہ احادیث صالحۃ۔

علامہ کلبی فرماتے ہیں شلّت یدُ مسروقٍ یوم القادسیۃ واصابتہ اٰمۃ وقال ابوالضحی عن مسروق انہ کان یقول ما احبّ انھا یعنی الاٰمۃ لیست لی لعلّھا لولم تکن لی کنت فی بعض ھذہ الفِتن۔ وکیع وغیرہ کہتے ہیں لم یتخلّف مسروق عن حروب علیّ رضی اللہ عنہ ذکرہ ابن حبّان فی الثقات وقال کان من عُبّاد اھلِ الکوفۃ۔

وَلّاہ زیاد علی السلسلۃ ومات بھا سنہ ۶۲ھ وقیل مات سنہ ۶۳ھ وقال الفضل بن عمرو مات مسروق ولہ ثلاث وستون سنۃ وقال ابوالضحی سئل مسروق عن بیت شعر فقال اکرہ ان اریٰ فی صحیفتی شعرًا۔ وکان مسروق لا یأخذ علی القضاء اجرًا ویتأوّل ھذہ الاٰیۃ ان اللہ اشترٰی من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ۔ وکان مسروق یقول اقرب ما یکون العبد الی اللہ تعالٰی وھو ساجد۔

قال النووی فی تھذیب الاسماء ج ۲ ص ۸۸ قال ابوداؤد کان ابومسروق افرس فارس

فی الیمن وھو ابن اخت عمرو بن معدیکرب وسألہ عمر رضی اللہ عنہ عن اسمہ فاخبرہ فقال عمر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاجدع شیطان انت مسروق بن عبد الرحمٰن قال الشعبی فرأیتہ فی الدیوان مسروق بن عبد الرحمٰن ۔

قال ابو سعد السمعانی کان مسروق سُرِق فی صغرہ فغلب علیہ ذٰلک یعنی بچپن میں انھیں کسی نے اغوا کرلیا تھا ۔ اسی وجہ سے انھیں مسروق (چوری شدہ) کہتے ہیں ۔ وحکی عبد الحق عن ابن عبد البر انہ قال لم یلق مسروق معاذاً قال ابن حجر فعلی ھذا یکون حدیثہ عنہ مرسلاً لکن تعقّب ذلک ابن القطان علی عبد الحق فانہ لم یجد ذلک فی کلام ابن عبد البر بل الموجود فی کلامہ ان الحدیث الذی من روایۃ مسروق عن معاذ متصل ۔

محمود الزمخشری ۔ تفسیر بیضاوی میں کشاف سے اخذ کیا گیا ہے ۔ اس کی تدریس کے وقت تقریباً ہر صفحہ میں زمخشری کا ذکر ضمناً بار بار آتا ہے ۔ اس واسطے ترجمۂ زمخشری ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے ۔

فھو محمود بن عمر بن محمد بن احمد الزمخشری ابو القاسم جار اللہ ۔ زمخشری وسیع العلم، کثیر الفضل بڑے ذکی ادیب لغوی نحوی اور مفسر تھے ۔ آپ مختلف علوم وفنون کے ماہر تھے ۔ اعتقاداً معتزلی تھے ۔ اور فروع میں حنفی تھے ۔ اپنے مذہب اعتزال میں قوی متعصب مجاہر تھے ۔ بغداد کئی بار گئے ۔ ابو الحسن علی بن مظفر نیسابوری وابو مضر اصبہانی وشیخ الاسلام ابو منصور فارسی وغیرہ علماء سے تحصیل علم وادب کی ۔ ایک مدت تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے ۔ آپ کا لقب جار اللہ وفخر خوارزم ہے ۔ زمخشر اعمال خوارزم میں سے ایک قریہ کا نام ہے ۔ یہ زمخشری کا مولد ہے ۔

قال ابن اختہ وُلد خالی بزمخشر من اعمال خوارزم یوم الاربعاء السابع والعشرین من رجب سنۃ سبع وستین واربع مائۃ کذا فی معجم الادباء ج ۱۹ ص ۱۲۷ فما فی البغیۃ للسیوطی انہ ولد سنۃ سبع وتسعین واربع مائۃ خطأ ولعلہ من اغلاط الکاتب ۔

قریۂ زمخشر کے بارے میں یہ عجیب حکایت کتب تاریخ میں مذکور ہے حکی انہ اجتاز اعرابی بزمخشر فسأل عن اسمھا واسم کبیرھا فقیل زمخشر والرداد فقال لا خیر فی شرٍ ورَدٍّ ولم یُلمم بھا اخذ شراً من زمخشر وردّاً من الرداد ۔ زمخشری کی ایک ٹانگ کٹی ہوئی تھی ۔ کہتے ہیں کہ کوئی زہریلا پھوڑا آپ کی ٹانگ پر نکل آیا تھا جس کی وجہ سے ٹانگ کاٹنی پڑی اور لکڑی کی ٹانگ بنوادی ۔ اور بعض کہتے ہیں کہ بعض سفروں میں سخت سردی اور برف باری کی وجہ سے آپ کی ٹانگ ساقط ہوگئی تھی ۔

فقیہ دامغانی نے آپ سے قطع رجل کا سبب پوچھا فقال الزمخشری دعاء الوالدۃ وذلک انی امسکت عصفوراً وانا صبیّ صغیر و ربطت برجلہ خیطاً فافلت من یدی ودخل خرقاً فجذبتہ فانقطعت رجلہ فتألمت لہ والدتی وقالت قطع اللہ رجلک کما قطعت فلمّا رحلتُ الی بخاری فی طلب العلم سقطت عن الدابّۃ فی اثناء الطریق فانکسرت رجلی واصابنی من الالم ما اوجب قطعہا۔ وکان اذا مشیٰ القی علی رجلہ من الخشب ثیابہ الطوال فیظنّ من یراہ انہ اعرج۔

ایک بار زمخشری حج پر جاتے ہوئے بغداد میں ٹھیرے تو مشہور ادیب نحوی ہبۃ اللہ ابن شجریؒ آپ سے ملے اور یہ شعر پڑھے زمخشری کی مدح میں ؎

کانت مُسائلۃ الرکبان تخبرنی
عن احمد بن داودٍ اطیبَ الخبر
حتی التقینا فلا واللہ ما سمعتْ
اذنی باحسن مما قد رای بصری

اور پھر یہ شعر پڑھا ؎

واَستکبرِ الاخبار قبل لقائہ
فلمّا التقینا صغّر الخَبَرَ الخُبُرُ

زمخشری نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا ان زید الخیل دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما بصر بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم رفع صوتہ بالشہادتین فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا زید الخیل کل رجل وصف لی دون الصفۃ الّا انت فانک فوق ما وُصفت وکذلک سیدنا الشریف ثم دعا لہ و اثنی علیہ۔

زمخشری کی تفسیر کشاف بے نظیر تفسیر ہے۔ کہتے ہیں کہ اپنے موضوع میں نہ اس سے پہلے کسی نے ایسی تفسیر لکھی ہے اور نہ ان کے بعد اور شاید قیامت تک کوئی ایسی تفسیر نہ لکھ سکے گا۔ تفسیر بیضاوی درحقیقت تفسیر کشّاف سے ماخوذ ہے اور احناف کے لیے یہ بات موجب مسرت ہے کیونکہ زمخشری فروع میں حنفی تھے۔ بعض علماء کا قول ہے الناس عیال فی التفسیر علی الکشاف۔ زمخشری خود اپنی تفسیر کشاف کی مدح میں لکھتے ہیں ؎

اِنّ التفاسیر فی الدنیا بلا عددٍ
ولیس فیہا لعمری مثل کشّافی

ان کنت تبغی الهدی فالزم قراءته　　فالجهل کالداءِ والکشاف کالشافی

زمخشری نے کشاف کے علاوہ بھی متعدد تصانیف کی ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں :۔

الفائق فی غریب الحدیث۔ نکت الاعراب فی غریب الاعراب۔ فی غریب اعراب القرآن۔ کتاب متشابہ اسماء الرواۃ۔ مختصر الموافقۃ بین اھل البیت والصحابۃ۔ الاثر لابی سعید الرازی اسماعیل۔ الکلم النوابغ فی المواعظ۔ اطواق الذھب فی المواعظ۔ نصائح الکبار۔ نصائح الصغار۔ مقامات فی المواعظ۔ نزھۃ المستانِس۔ الرسالۃ الناصحۃ۔ رسالۃ المسامۃ۔ الرائض فی الفرائض۔ معجم الحدود۔ المنہاج فی الاصول۔ ضالۃ الناشد۔ کتاب عقل الکلّ۔ النموذج فی النحو۔ المفصل۔ شرح المفصّل۔ المفرد و المؤلف فی النحو۔ صمیم العربیۃ۔ الامالی فی النحو۔ اساس البلاغۃ فی اللغۃ۔ جواہر اللغۃ۔ کتاب الاجناس۔ مقدمۃ الادب فی اللغۃ۔ کتاب الاسماء فی اللغۃ۔ القسطاس فی العروض۔ حاشیۃ المفصل۔ شرح مقامات۔ شرح المسائل۔ سوائر الامثال۔ المستقصیٰ فی الامثال۔ ربیع الابرار فی الادب والمحاضرات۔ تسلیۃ الضریر۔ رسالۃ الاسرار۔ اعجب العجب فی شرح لامیۃ العرب۔ دیوان التمثیل۔ دیوان الخطب۔ دیوان رسائل۔ دیوان شعر۔ شرح کتاب سیبویہ۔ کتاب الجبال والامکنۃ۔ شافی العیّ من کلام الشافعیؒ۔ شقائق النعمان فی حقائق النعمان فی مناقب الامام ابی حنیفۃؒ۔ المحاجاۃ فی الاحاجی والالغاز۔

زمخشری کی وفات خوارزم میں ہوئی بشب عرفہ ۵۳۸ھ کذا فی معجم الادباء۔ زمخشری کے چند اشعار سن لیجیے۔

؎ العلم للرحمٰن جلّ جلالہ　　وسواہ فی جھلاتہ یتغمغم
ما للتراب و للعلوم وانما　　یسعیٰ لیعلم انہ لا یعلم

نیز کہتے ہیں ؎

کثر الشکُّ والخلافُ وکلٌّ　　یدّعی الفوزَ بالصراط السوِیّ
فاعتصامی بلا الٰہ سواہ　　ثم حُبّی لاحمدٍ وعلیّ
فاز کلبٌ بحبِّ اصحاب کھفٍ　　کیف اَشقیٰ بحبِّ اٰل نبیّ

شیخ ابو حفص عمر بن محمد نسفیؒ متوفی ۵۳۷ھ استاذ صاحب ہدایہ اور مصنف عقائد نسفیہ زمخشری کے معاصر تھے زمخشری اور نسفی کے بارے میں یہ عجیب حکایت کتب تاریخ میں مذکور ہے۔ حکی ان النسفی دق باب الزمخشری فقال الزمخشری مَن بالباب؟ قال النسفی عمر۔ قال الزمخشری انصرف۔ قال عمر لا ینصرف۔ قال الزمخشری

اذا نُکِّرَ صُرِف ۔ ھذا واللہ اعلم ۔

نافع بن عبد الرحمن بن ابی نعیم القاری المدنی مولی بنی لیث وقیل مولی جعونۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ۔ نافعؒ قراء سبعہ میں سے ہیں ۔ امام جلیل ، ثقہ ، عابد ، قاری مقری ، سید القراء والفقہاء تھے ۔ کنیت ابو رویم یا ابو عبد الرحمن ہے کبھی جدّ کی طرف نسبت ہوتی ہے اور یوں کہتے ہیں نافع بن ابی نعیم ۔ آپ روایت کرتے ہیں فاطمہ بنت علی بن ابی طالب و زید بن اسلم و ابو الزناد و عامر بن عبد اللہ بن الزبیر و محمد بن یحیی و نافع مولی ابن عمر و اعرج و صفوان ابن سلیم و ربیعہ وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے ۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں اسمٰعیل بن جعفر و اصمعی و خالد بن مخلد و سعید بن ابی مریم و محمد بن مسلم و ابو قرہ موسی بن طارق و عیسی بن مینار قالون و قعنبی وغیرہ وغیرہ رحمہم اللہ ۔

نافع اصفہانی الاصل تھے ۔ تابعی ہیں ۔ سیاہ رنگ والے تھے ۔ طبیعت مزاحی تھی ۔ صحابہ میں سے ابو الطفیلؓ وابن ابی انیسؓ کو دیکھا ہے ۔ قاری نافع کے ترجمہ و احوال کی تفصیل ان کتب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے ۔ کتاب المعارف ، ص ۵۸۲ ۔ تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۰۷ ۔ مرآۃ الجنان ۔ ج ۱ ص ۳۶۸ ۔ شذرات ، ج ۱ ص ۲۷۰ میزان الاعتدال للذہبی ج ۴ ص ۲۴۲ ۔ عبر الذہبی ج ۱ ص ۲۵۷ ۔ غایۃ النہایہ ج ۲ ص ۳۳۰ ۔ نافع جلیل القدر و خاشع و کثیر العبادۃ والتلاوۃ تھے ۔ ابن خلکان لکھتے ہیں کان امام اھل المدینۃ والذی صار الناس الی قراءتہ و رجعوا الی اختیارہ وھو من الطبقۃ الثالثۃ بعد الصحابۃ رضوان اللہ علیھم وکان محتسبا فیہ دعابۃ وکان اسود شدید السواد قال ابن ابی اویس قال لی مالک رضی اللہ عنہ قرأت علی نافع ۔ کذا فی الوفیات ج ۵ ص ۳۶۸ ۔

آپ نے قرات ابو میمونہ مولی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پڑھی ۔ نیز ان کے علاوہ ستر تابعین سے قرأت پڑھی ۔ منھم ابو جعفر یزید بن القعقاع مولی عبد اللہ بن عباس ؓ ۔ نافع کنتُ اقرأ علیہ انا ابن تسع و منھم شیبۃ بن نصاح و عبد الرحمن بن ھرمز الاعرج وھم قرؤا علی ابن عباس و ابی بن کعب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کان یؤخذ عنہ القرآن ولیس فی الحدیث بشیٔ وقال ابن معین ثقۃ وقال النسائی لیس بہ بأس وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال ابن عدی لم ار فی احادیثہ شیئا منکرا وارجو انہ لا بأس بہ ۔ کذا فی تھذیب التھذیب لابن حجر ج ۱۰ ص ۴۰۷ حضرت نافعؒ کی وفات کا وقت جب قریب ہوا تو آپ کے دونوں بیٹوں نے وصیت و نصیحت کی درخواست کی قال لہ ابناہ اوصنا قال تقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مؤمنین ۔

حضرت نافع کے منہ سے بوقتِ گفتگو مشک کی مہک آتی تھی فقیل لہ اتطیّبُ کلما قعدتَ تُقرئ الناسَ قال لا اَمَسّ طیبًا ولکنی رأیتُ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام یقرأ فی فِیّ فمن ذلک الوقت یوجد ھذہ الرائحۃ وقال رجل لنافع ما اَصبح وجھک واحسن خلقک قال کیف وقد صافحنی رسول اللہ صلی اللہ

علیہ سلم ای فی المنام۔ نافع کی وفات مدینہ منورہ میں ۱۶۹ھ میں ہوئی۔ وقال ابن سعد عن شہاب بن عباد مات بمکۃ ۱۶۹ھ۔

فائدہ۔ قاری نافع کے رواۃ ثقات بہت ہیں مثل امام مالک واصمعی واسماعیل والمسیبی وابن جمان وغیرہ لیکن علماء وقراء کے نزدیک مشہور دو ہیں۔ اوّل قالون ابوموسیٰ عیسیٰ بن مبینا المدنی۔ دوم ابوسعید عثمان ابن سعید ضبطی مصری معروف بہ ورش۔

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ۔ آمین کے بیان میں مذکور ہیں۔ ھو ابو ھُنَیدۃ وائل بن حجر بن ربیعۃ الحضرمی رضی اللہ عنہ۔ آپ شہزادہ بلکہ بادشاہ تھے یمن میں حمیر کے۔ اصابہ میں ہے قال ابن حبان کان بقیۃ اولاد الملوک بحضرموت اھ۔ نووی تہذیب الاسماء میں لکھتے ہیں کان من ملوک حمیر ویقال للملک منھم قَیل بفتح القاف وسکون الیاء وجمعہ اقیال وکان ابوہ من ملوکھم مدینہ میں آپ کے پہنچنے سے پہلے نبی علیہ السلام نے آپ کے آنے کی خوش خبری سناتے ہوئے فرمایا یأتیکم وائل بن حجر من ارض بعیدۃ من حضرموت طائعا راغبا فی اللہ تعالیٰ وفی رسول اللہ۔ مدینہ منورہ پہنچ کر وائل نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی علیہ السلام نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا اور انہیں مرحبا کہتے ہوئے اپنے قریب کیا ان کے لیے چادر بچھائی اور اوس پر اپنے ساتھ ان کو بٹھایا وقال اللھم بارک فی وائل وولدہ وولد ولدہ واصعدہ معہ علی المنبر واثنی علیہ واستعملہ علی بلادہ واقطعہ ارضا۔ اور اپنی طرف سے معاویہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ بھیجا۔

ابتداء میں اسلام لانے کے بعد بھی جیسا کہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے دماغ میں کچھ کچھ شاہی غرور موجود تھا چنانچہ قدرتِ خداوندی کے کرشموں سے متعلق ایک عجیب واقعہ سنیے کہ واپسی پر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی رفیقِ سفر تھے۔ وہ اُس وقت ابتداء میں بڑے غریب و مسکین تھے اس لیے پیدل چل رہے تھے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ننگے پاؤں تھے کوئی جُوتا بھی ان کے پاس نہیں تھا۔ چنانچہ وائل سے کہا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ اونٹنی پر سوار کرلیں۔ وائل نے کہا تم اس قابل نہیں کہ شہزادوں اور بادشاہوں کے ردیف بن کران کے ساتھ سوار ہوجاؤ۔ البتہ میری اونٹنی کے سائے میں چل سکتے ہو۔

پھر جس زمانے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین بنے تو دولت کے انبار تقسیم کرتے اور اس میں حسبِ منشاء تصرف فرماتے تھے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے تشریف لائے معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی بڑی تعظیم وتکریم کی اور سفر کا وہ پُرانا قصہ یاد دلایا۔ اس وقت حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے افسوس کرتے ہوئے کہا فوددتُ لوکنتُ حملتہ بین یدیّ۔ اصابہ ج ۳ ص ۶۲۹۔ ابنِ عبدالبر مذکورہ صدر قصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں فخرج معاویۃ راجلاً ووائلُ بن حجر علی ناقۃ راکباً فشکا الیہ معاویۃُ حرّ الرّمضاء فقال لہ انتعِل ظلّ الناقۃ فقال لہ معاویۃُ ومایغنی ذلک لوجعلتنی ردفک فقال وائلُ اسکت

فلستَ من أرداف الملوك وعاش وائل رضي الله عنه حتى ولي معاويةُ الخلافة فدخل عليه وائل بن حجر فعرفه معاوية واذكره بذلك ورحّب به وأجازه لو فودِه عليه فابى من قبول جائزته وحبائه واراد ان يرزقَ فابى من ذلك وقال يأخذه من هو أولى به مِني فاني في غنيٍ عنه ـ كذا في الاستيعاب ج ۳ ص۶۴۲ علی هامش الاصابۃ۔

وائل رضی اللہ عنہ سے ۷۱ حدیثیں مروی ہیں مسلم نے ان میں سے چھ کی روایت کی ہے۔ اور بخاری نے ان کی کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ آخر وقت کوفہ میں سکونت اختیار کی۔ خلافتِ معاویہؓ تک زندہ رہے جنگِ صفین میں آپ کے ساتھ تھے۔ کذا فی تہذیب النوویؒ۔

ولید بن مغیرہ ۔ آیت ان الذین کفروا سواء علیھم ءانذرتھم الآیۃ کے بیان میں مذکور ہے۔

ولید بن مغیرہ قریشِ مکہ کے رؤسا و اہل ثروت میں سے تھا۔ وھو الولید بن المغیرۃ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم۔ قریش کے شرفاء میں شمار ہوتا تھا اور عدل میں معروف و مشہور تھا۔ وانما عرف بالعدل لانہ کان یعدل قریش کلھا فکانت قریش تکسو الکعبۃ جمیعھا ویکسوھا الولید وحدہ وذلک لثرائہ وغناہ کذا فی المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام۔ ولید کا مال طائف وغیرہ کئی شہروں میں پھیلا ہوا تھا۔ طائف میں کئی لوگوں پر تجارت کے لیے اس کا مال پھیلا ہوا تھا۔ اور طائف میں بہت بڑے باغ اور زمین کا مالک تھا جس میں پھل دار درخت بہ کثرت تھے اس پر ولید کو بڑا فخر تھا چنانچہ جب اسلام ظاہر ہوا تو اس نے تکبر و فخر کرتے ہوئے انکار کیا اور کہا کہ مالدار شخص مسکین و غریب کا تابعدار نہیں بن سکتا۔

ولید اُن کفار میں سے تھا جو مستہزئین تھے۔ یعنی جو نبی علیہ السلام کا مذاق اُڑاتے اور استہزاء کرتے تھے اور پھر ان مستہزئین کے بارے میں آیات نازل ہوئی تھیں۔ نیز ولید ان لوگوں میں ہے جنہوں نے جاہلیت میں اپنے اوپر شراب کو حرام کر لیا تھا اور اپنے بیٹے ہشام کو شراب پینے پر سزا دی تھی۔ ولید ہجرت کے تقریباً ایک ماہ بعد بڑی ذلت سے مر گیا۔ حجون میں مدفون ہے۔ ولید حضرت خالد بن الولید سیف اللہ رضی اللہ عنہ کا باپ ہے۔

ابن حبیب محبر ص۱۰۸ پر لکھتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ نبی علیہ السلام کے سالفین میں سے تھا۔ سالف سالی کے خاوند کو کہتے ہیں۔ ولید کی بیوی لبابۃ الصغری بنت الحارث بن حزن تھی اور یہ بہن ہے میمونہ بنت الحارث زوج النبی علیہ السلام کی۔ ابن حبیب لکھتے ہیں کہ مشرکینِ مکہ میں زنادقہ یعنی بڑے شیطان آٹھ تھے ابو سفیان بن حرب وعقبۃ بن ابی معیط واُبی بن خلف ونضر بن حارث ومنبہ ونبیہ ابنا الحجاج وعاص بن وائل و ولید بن مغیرہ۔ قال تعلّموا الزندقۃ من نصاری الحیرۃ فلم یُسلم منھم غیرُ ابی سفیان اھ۔ المحبر ص۱۶۱۔

ہشام بن عمار بن نُصَیر بن میسرۃ بن ابان السلمی ویقال الظفری ابو الولید الدمشقی رحمہ اللہ۔ ہشام موصوف قاری ابن عامر دمشقی احد القراء السبعہ کے دو راویوں میں سے ایک ہیں۔ جامع مسجد دمشق کے خطیب تھے۔ کذا قال ابن حجر۔ آپ دمشق کے قاضی و محدث و مفتی و مقری و مشہور بالحدیث والقراءۃ ہیں

قالہ القاری وغیرہ۔ ہشام روایتِ حدیث کرتے ہیں معروف الخیاط ابوالخطاب دمشقی وصدقۃ بن خالد وربیع بن عطیہ وحاتم بن اسمٰعیل وعبدالرحمٰن بن زید ومسلم بن خالد زنجی ومالک بن انس وابن عیینہ وعیسٰی بن یونس ومسلمۃ بن علی وغیرہ خلق کثیر رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں بخاری وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ ویحیی بن معین وابوعبید قاسم بن سلام وابوحاتم وابوزرعہ ومحمد بن عوف وزکریا ساجی وغیرہ خلق کثیر رحمہم اللہ تعالیٰ۔

ہشام بے شمار محدثین کرام کے شیخ ہیں۔ بہت بڑے محدث حجۃ وضابط وثبت ہیں قال ابن معین والعجلی ثقۃ وقال عبدان ماکان فی الدنیا مثلہ۔ آخر عمر میں دماغ مختلط ہوگیا تھا اور عقل میں کچھ فتور آگیا تھا۔ ہشام گاہے گاہے عندالضرورۃ تحدیثِ احادیث پر اجرت لیتے تھے اور بغیر اجرت تحدیث وروایت سے انکار کر دیتے تھے۔ قال ابن وارۃ عزمت زمانًا ان اُمسِك عن حدیث ہشام لانہ کان یبیع الحدیث وقال صالح بن محمد کان یاخذ علی الحدیث ولا یحدّث مالم یاخذ وکان یاخذ علی کل ورقتین درھمین۔

ہشام بڑے حیادار تھے ہروقت سرخوفِ خدا وشرم وحیا سے نیچے رکھتے تھے قال ابوالمستضیئ رایتُ ھشام ابن عمار اذا مشٰی اطرق فی الارض حیاءً من اللہ تعالیٰ۔ ابوعلی مقری کہتے ہیں کہ جب ایوب بن تمیم کی وفات ۱۹۰ھ سے چند سال بعد ہوئی تو علم کی جلالت وامامت دو شخصوں کے حصے میں آئی احدُھما مشتھر بالقرآن والضبط وھو عبداللہ بن ذکوان والآخر مشتھر بالعقل والفصاحۃ والروایۃ والعلم والدرایۃ وھو ھشام بن عمار وقد رُزق کبرالسنّ وصحّۃ العقل والرأی فاخذ الناسُ عنہ قدیمًا منھم ابوعبید القاسم بن سلام وکان عبداللہ بن ذکوان یفضلہ ویری مکانہ فلما مات ابن ذکوان اجتمع الناس علی ھشام۔

ہشام اپنی ولادت ۱۵۳ھ کی بتاتے تھے۔ آپ کی وفات دمشق میں ماہ محرم ۲۴۵ھ میں ہوئی۔ کذا فی تہذیب التہذیب۔ ہشام بالواسطہ قاری ابن عامر دمشقی کی قرات کی روایت کرتے ہیں۔ ہشام نے قرات عراک مروزی وایوب بن تمیم سے اور انہوں نے یحیی زماری سے اور یحییٰ نے ابن عامر دمشقی سے پڑھی۔

الہذلی الشاعر رحمہ اللہ تعالیٰ اولٰئك علٰی ھدًی من ربھم کے بیان میں مذکور ہیں۔ ان کا نام خویلد بن مرۃ ہذلی ہے۔ وھو احد بنی قِرد بن عمرو بن معاویۃ بن تمیم بن سعد بن ھذیل۔ خویلد قبیلۂ ہذیل کا فرد تھا۔ اس کی کنیت ابوخراش تھی۔ قال الخفاجی وابوخراش کان من فرسان العرب وفصحاء شعرائھا وکان یَعدُو علٰی قدمیہ فیسبق الخیل ثم اَسلم وحَسن اسلامہ ومات فی زمن عمر رضی اللہ عنہ من نھش حیّۃ انتہی مافی عنایۃ القاضی ج۱ ص۲۴۹۔

ابوخراش ہذلی تابعی ہیں۔ مرزبانی لکھتے ہیں ادرك الاسلام شیخًا کبیرًا ووَفد علی عمر رضی اللہ وقد اسلم وقُتِل اخوہ عروۃ قتلتہ ثمالۃ من الازد واَسروا ابنہ خراشًا فدعا الذی اَسرہ رجلًا للمنادمۃ فرأی خراشًا موثقًا فی القید فالقٰی علیہ رداءہ فاَجارہ فلما اُطلق قدِم علی ابیہ فقال لہ مَن اَجارك قال لا ادری

واللہ۔ فقال ابو خراش بمدح صاحب الرداء ؎

حمدتُ الٰھی بعد عروۃ اذ نجا — خراشٌ وبعضُ الشرِ اھونُ من بعض

ولم ادرِ من ألقیٰ علیہ رداءہ — ولکنہ قد سُلّ عن ماجدٍ محض

ویقال انہ لایُعرف مَن مَدح مَن لایعرف غیرُ ابی خراش۔

ابو الفرج اصبہانی اصمعی سے نقل کرتے ہیں کہ ابو خراش ہذلی زمانہ جاہلیت میں مکہ مکرمہ میں آئے، ولید بن مغیرہ سے ملاقات ہوئی۔ ولید کے دو بہترین گھوڑے تھے جو گھڑ دوڑ کے مقابلے کے لیے تیار کیے گئے تھے اور وہ ان دونوں کو مقابلے میں شریک کروانے والے تھے فقال ابو خراش لہ ما تجعل لی ان سبقتھما عدواً قال ان فعلتَ فھما لک فسبقھما۔ شاید ولید کو اس واقعہ سے قبل ان کی تیز رفتاری کا علم نہ تھا ورنہ وہ یہ مقابلہ نہ کراتا۔ فتح مکہ کے ایام میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب عُزّیٰ کو گرا کر اس کے خادم و نگراں دبیہ سلمی کو قتل کر دیا تو ابو خراش نے جو اس وقت کافر تھے عزیٰ پر روتے ہوئے دبیہ کے مرثیہ میں اشعار پڑھے۔

ابو خراش کی موت سانپ کے ڈسنے سے ہوئی۔ موت کا سبب بے مروّت مہمانوں کی آمد اور ابو خراش کی مروّت و اخلاص ہے۔ چنانچہ اصمعیؒ و ابن کلبیؒ لکھتے ہیں مرّ علی ابی خراش نفرٌ من الیمن وکانوا حُجّاجاً فنزلوا علیہ فقال ابو خراش ما أمسیٰ عندی ماءٌ ولکن ھذہ بُرمۃٌ وشاۃٌ وقربۃٌ فردٌ وافانہ غیرُ بعید ثم اطبخوا الشاۃ وذروا البرمۃ والقربۃ عند الماء حتی ناخذھا فامتنعوا وقالوا لانبرح فاخذ ابو خراش القربۃ وسعیٰ نحو الماء تحت اللیل فاستقیٰ ثم اقبل فنھشتہ حیۃٌ فاقبل مسرعاً حتی اعطاھم الماء ولم یُعلمھم ما اصابہ فباتوا یاکلون فلما اصبحوا وجدوہ فی الموت فاقاموا حتی دفنوہ فبلغ عمرؓ خبرُہ فقال واللہ لولا ان یکون سنۃً لامرتُ ان لایضاف یمانیٌ بعدھا ثم کتب الی عاملہ ان یاخذ النفر الذین نزلوا بابی خراش فیغرمہم دیتہ۔

خراش بن ابی خراش بھی مسلمان ہیں اور بڑے مجاہد و غازی ہیں۔

ابو عبیدہ وغیرہ کہتے ہیں کہ بنو فہم نے ابو خراش کے بھائی عروۃ بن مرہ کو گرفتار کرلیا تو ابو خراش نے اپنے بیٹے خراش کو ان کے پاس یرغمال رکھ کر اپنے بھائی کو چھڑالیا پھر مال دے کر اپنے بیٹے کو بھی چھڑالیا۔ وقال الاصمعی ھاجر خراش بن ابی خراش فی عھد عمرؓ وغزا واوغل فی بلاد العدو فقدم ابو خراش المدینۃ فجلس بین یدی عمرؓ وشکا الیہ شوقہ الی خراش وانہ انقرض الیہ وقُتل اخوتُہ ولم یبق لہ غیرہ قال فکتب عمرؓ بان یقفل خراش وان لایغزو من کان لہ ابٌ شیخ الا بعد ان یأذن لہ اھ۔

ابو خراش کے ترجمہ و احوال کی تفصیل کے لیے دیکھیں اصابہ ج ۱ ص ۴۶۲ و ۴۶۵ ۔ وکتاب الشعر والشعراء لابن قتیبۃ ج ۲ ص ۵۵۴ وسمط ۲۱۶ وخزانہ ج ۱ ص ۲۱۱ و اغانی ج ۲۱ ص ۳۸۔ اور ان کے اشعار کے لیے ملاحظہ ہو دیوان الہذلیین ج ۲ ص ۱۵۷ وغیرہ۔

ہابیل رحمہ اللہ۔ بحث الم کے آخر میں مذکور ہیں۔ هو هابیل بن اٰدم علیه السلام۔ ہابیل و قابیل دونوں آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے بیٹے ہیں۔ نوعِ انسانی میں ہابیل پہلا شخص ہے جو ظلماً قتل ہوا اور قابیل پہلا قاتل ہے۔ قرآن مجید میں دونوں کا قصہ تفصیلاً مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ واتل علیهم نبأ ابنی اٰدم بالحق اذ قربا قربانا فتقبل من احدهما ولم یتقبل من الاٰخر قال لاقتلنك قال انما یتقبل الله من المتقین لئن بسطت الی یدك لتقتلنی ما انا بباسط یدی الیك لاقتلك انی اخاف الله رب العالمین انی ارید ان تبوء باثمی و اثمك فتکون من اصحٰب النار وذلك جزاء الظّٰلمین فطوّعت له نفسه قتل اخیه فقتله فاصبح من الخاسرین۔

قتل کا سبب شادی اور عورتوں پر نزاع تھا۔ فعن ابن مسعود رضی اللہ عنه ان اٰدم کان یزوج ذکر کل بطن بانثی الاخریٰ وان هابیل اراد ان یتزوّج باخت قابیل وکان اکبر من هابیل واخت قابیل احسن فاراد قابیل ان یستأثرها علی اخیه وامرہ اٰدم علیه السلام ان یزوّجه ایاها فابی فامرهما ان یقربا قربانًا وذهب اٰدم لیحج الی مکة واستحفظ السمٰوات علی بنیه فابین والارضین والجبال فابین فتقبل قابیل بحفظ ذلك فلما ذهب قربا قربانهما فقرب هابیل جذعة سمینة وکان صاحب غنم وقرب قابیل حزمة من زرع من ردیٔ زرعه فنزلت نار فأکلت قربان هابیل وترکت قربان قابیل فغضب وقال لاقتلنك حتی لا تنکح اختی فقال انما یتقبل الله من المتقین۔

وعن عبد الله بن عمرو وایم الله ان کان المقتول لاشدّ الرجلین ولکن منعه التحرّج ان یبسط الیه یدہ۔ وقیل فی قتله انه ضربه بحدیدة کانت معه فقتله وقیل انه انما قتله بصخرة رماها علی رأسه وهو نائم فشدخته وقیل بل خنقه خنقًا شدیدًا وعضا کما تفعل السباع فمات والله اعلم کذا فی البدایة لابن کثیر ج ۱ ص ۹۳۔ وعن ابن مسعود رضی الله عنه مرفوعًا لا تقتل نفس ظلمًا الا کان علی ابن اٰدم الاوّل کفل من دمها لانه کان اول من سنّ القتل رواہ احمد وغیرہ۔ ذکر ابن کثیر وبجبل قاسیون شمالی دمشق مغارة یقال لها مغارة الدم مشهورة بانها المکان الذی قتل قابیل اخاہ هابیل عندها ثم اٰدم علیه السلام حزن علی هابیل حزنًا شدیدًا وانه قال فی ذلك شعرًا وهو قوله فیما ذکرہ ابن جریر ؎

تغیّرتِ البلادُ ومَن علیها ۔۔۔ فوجهُ الارض مغبرّ قبیحٌ

تغیّر کلُّ ذی لونٍ وطعمٍ ۔۔۔ وقلّ بشاشةُ الوجهِ الملیحِ

فاجیب اٰدم علیه السلام۔

اباهابیل قد قُتلا جمیعًا ۔۔۔ وصار الحیّ کالمیتِ الذبیحِ

وجاء بشرّةٍ قد کان منها ۔۔۔ علی خوف فجاء بها یصیحُ

هذا الشعر فیه نظر لعله الّف بعض الناس فنسبه الیه۔ والله اعلم۔

قال الامام ابو اسحٰق الثعلبی فی کتابہ العرائس م۲۹ عن الضحاک عن ابن عباس قال لما قُتِل ھابیلُ و آدم بمکۃ اشتاک الشجرُ وتغیرتِ الاطعمۃُ وحمضتِ الفواکہُ ومَرَّ الماءُ واغبرَّتِ الارضُ فقال آدم قد حدث فی الارض حدث وکان لھابیل یوم قُتِل عشرون سنۃ واختلفوا فی مصرعہ فقیل علی جبل نود بالھند وقال بعضھم علی عقبۃ حراء وحکی ابن جریر قال جعفر الصادق رحمہ اللّٰہ بالبصرۃ فی موضع المسجد الاعظم۔ اھ۔

یعقوب بن اسحٰق بن زید بن عبد اللّٰہ الحضرمی بالولاء البصری المقریُ المشھور رحمہ اللّٰہ وھو احد القراء العشرۃ وھو المقریُ الثامن کذا فی الوفیات لابن خلکان ج ۶ ص۲۷۔ یعقوب موصوف امام قراءت، زاہد، صالح، ورع، امام نحو وعربیت وفقہ وقراءت ہیں۔ کنیت ابو محمد یا ابو یوسف ہے۔ حافظ سیوطی بغیہ ص ۴۱۸ میں لکھتے ہیں کان اعلم الناس فی زمانہ بالقراءات والعربیۃ وکلام العرب والروایۃ والفقہ فاضلاً تقیاً ورعاً زاھداً سرق رداؤہ وھو فی الصلاۃ ورُدَّ الیہ ولم یشعر لشغلہ بالصلاۃ وبلغ من جاھہ بالبصرۃ انہ کان یحبس ویطلق۔ آپ روایت کرتے ہیں اپنے جد زید بن عبد اللہ واسود بن شیبان وسلیمان بن معاذ الضبی وسلیم بن حیان وعبد الرحمٰن بن میمون وابو عقیل دورقی وشعبہ وحماد بن سلمہ وہمام وغیرہ رحمہم اللہ سے۔ اور آپ سے روایت کرتے ہیں عمرو بن علی الفلاس وابو الربیع الزہرانی وعبد اللہ بن محمد بن یحیی طرسوسی وعقبۃ ابن مکرم وحسین بن علی الصدائی واحمد بن ثابت جحدری رحمہم اللہ۔

امام احمدؒ وابو حاتمؒ فرماتے ہیں ہو صدوق۔ ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ کذا فی التہذیب لابن حجر ج ۱۱ ص ۳۸۲۔ عبد الرحمٰن بن ابی حاتمؒ فرماتے ہیں سئل احمد بن حنبل رضی اللّٰہ عنہ عن یعقوب الحضرمی فقال صدوق وسئل ابو حاتم الرازی عنہ فقال صدوق وقال ابو حاتم کان یعقوب الحضرمی اعلم من ادرکنا ورأینا بالحروف والاختلاف فی القرآن الکریم وتعلیلہ ومذاھب النحو فی القرآن الکریم۔ ابو عمرو بن العلاءؒ کے بعد عام اہل بصرہ نے آپ کی قراءت کی پیروی کی۔ طاہر بن عبد المنعم بن غلبون امام جامع مسجد بصرہ صرف یعقوبؒ کی قراءت پڑھتے تھے۔ یعقوبؒ نے ایک کتاب مسمی بہ الجامع تصنیف کی جس میں آپ نے تمام وجوہ قراءت اور ان کا اختلاف ذکر کرکے ہر حرف اپنے اپنے قاری کی طرف منسوب کیا۔

ابن خلکان کہتے ہیں وھو من اھل بیتِ العلم بالقراءات والعربیۃ وکلام العرب والروایۃ الکثیرۃ للحروف والفقہ وکان من اقرأ القراء واخذ عنہ عامۃ حروف القرآن مسنداً وغیر مسند من قراء الحرمین والعراقین واھل الشام وغیرھم اھ۔

آپ کا خاندان علمی خاندان تھا۔ آپ کے جدِّ اعلیٰ عبد اللہ بن ابی اسحاق حضرمی ائمہ کبار میں سے تھے۔ ابو عبیدؒ لکھتے ہیں اول من وضع العربیۃ ابو الاسود الدؤلی ثم میمون الاقرن ثم عنبسۃ الفیل ثم عبد اللّٰہ بن ابی اسحٰق

الحضرمی آھ۔ابن ابی اسحاق حضرمی عیسی بن عمر ثقفی وابوعمرو بن العلاء کے معاصر ہیں اور دونوں سے پہلے وفات پائی۔ بصرہ کے گورنر بلال بن ابی بردہ بن ابی موسی الاشعری نے عبداللہ موصوف وقاری ابوعمرو بن العلاء کو اپنے پاس بلاکر مناظرہ کرایا توعبداللہ غالب ہوئے قال ابوعمرو فغلبنی ابنُ ابی اسحاق بالھمز فنظرتُ فیہ بعد ذلك وبالغتُ فیہ۔ یہ عبداللہ موصوف وہی ہیں جو عموماً فرزدق کے اشعار پر تنقید کرتے اور ان میں لغوی اغلاط کی نشان دہی کرتے تھے۔ چنانچہ ان کی مذمت میں فرزدق نے یہ شعر کہا جو بعد میں علماء کے مابین بہت مشہور ہوا ؎

فلوکان عبداللہ مولیً ھجوتُہ ولکن عبدَاللہ مولی موالیا

جب عبداللہ موصوف تک یہ شعر پہنچا توفرمایا اس میں بڑی لغوی غلطی ہے۔ موالیا کہنا غلط ہے صحیح مولی موال ہے۔

مبرد فرماتے ہیں اجمعتِ العلماء باللغۃ انّ اولَ مَن وَضع العربیۃ ابوالاسود الدؤلی وانہ لقن ذلك عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ثم اخذ النحو عن ابی الاسود عنبسۃ بن معدان المھری واخذ عن عنبسۃ میمون الاقرن واخذ عن میمون عبداللہ بن ابی اسحٰق الحضرمی واخذہٗ عنہ عیسی بن عمر واخذ عن عیسی الخلیل واخذ عنہ سیبویہ واخذ عن سیبویہ الاخفش اھ۔ بہرحال قاری تامن یعقوب بن اسحاق علمی خاندان کے فرد جلیل ہیں۔ آپ کے والد بھی بڑے عالم وقاری تھے۔ بعض نے آپ کی مدح میں کہا ہے ؎

ابوہ من القراء کان وجدُّہ ویعقوب فی القراء کالکوکب الدری

تفرّدہ محض الصواب ووجھُہ فمن مثلہ فی وقتہ والی الحشر

ابن خلکان وفیات الاعیان میں لکھتے ہیں اخذ یعقوبُ القراءۃَ عرضاً عن سلام بن سلیمان الطویل ومھدی بن میمون وابی الاشھب العطاردی وغیرھم وروی عن حمزۃ حروفاً وسمع الحروف من الکسائی وسمع من جدّہ زید بن عبداللہ وشعبۃ واما اسنادُہ فی القراءۃ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ قرأ علی سلام المذکور وقرأ سلام علی عاصم بن ابی النجود وقرأ عاصم علی ابی عبدالرحمٰن السلمی وقرأ ابوعبدالرحمٰن علی علیّ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وقرأ علیّ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وروی القراءۃ عن یعقوب المذکور عرضاً جماعۃٌ منھم روح بن عبد المؤمن ومحمد بن المتوکل وابوحاتم السجستانی وغیرھم وسمع منہ الزعفرانی انتھی وفیات ج ۶ ص ۳۹۱۔

قاری یعقوبؒ کے ترجمہ کی تفصیل کے لیے دیکھیے معجم الادباء ج ۲۰ ص ۵۲۔ النجوم الزاہرہ ج ۲ ص ۱۷۹۔ بغیۃ الوعاۃ ص ۴۱۸۔ طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۳۰۴۔ عبر الذہبی ج ۱ ص ۳۴۸۔ شذرات ج ۲ ص ۱۴۔ و تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۳۸۲۔ غایۃ النہایہ ج ۲ ص ۳۸۶۔ طبقات زبیدی ص ۵۱ وغیرہ وغیرہ۔ قاری یعقوبؒ کی وفات بقول اصح ماہ ذوالحجہ یا جمادی الاولی ۲۰۵ھ میں ہوئی۔

فائدہ لطیفہ۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ قاری یعقوب کی کل عمر ۸۸ سال تھی اسی طرح آپ کے والد اسحاق

بھی بعمر ۸۸ سال انتقال کر گئے تھے اور جد زید کی بھی کل عمر ۸۸ سال تھی۔

فائدہ۔ قاری یعقوبؒ کے رواۃ بہت ہیں۔ لیکن مشہور دو ہیں۔ اول رویسؒ۔ دوم ابوالحسن رَوحؒ

یحییٰ بن المبارک بن المغیرۃ العدوی المعروف بالیزیدی المقرئ النحوی اللغوی مولی بنی عدی بن مناۃ البصری رحمہ اللہ تعالیٰ۔ یحییٰ بن المبارک یزیدیؒ قراء سبعہ میں سے قاری ابوعمرو بن العلاء کے قرارت میں تلمیذ و خلیفہ ہیں۔ ابن العلاء کی وفات کے بعد آپ ان کے جانشین ہوئے۔ دراصل بصرہ کے ہیں۔ پھر بغداد میں سکونت اختیار کی۔ بغداد میں ابن العلاء وابن جریج سے تحدیث کی۔ قاری ابوعمرو بن العلاء کی قرارت کے مدار آپ ہی ہیں کیونکہ علماء وقراء کے نزدیک قاری ابوعمرو کے دو راوی مشہور ہیں اول دوری دوم سوسی۔ اور دونوں نے بلاواسطہ ابوعمرو سے اخذ قرارت نہیں کیا بلکہ دونوں نے یحییٰ یزیدی مذکور سے اخذ قرارت کیا اور یحییٰ یزیدی نے ابوعمرو سے اخذ کیا ہے۔

یحییٰ یزیدیؒ سے اخذ کرنے اور روایت کرنے والے یہ علماء ہیں۔ آپ کے بیٹے محمد بن یحییٰ بن المبارک وابوعبید قاسم بن سلام واسحاق بن ابراہیم موصلی وابوعمرو دوری وابوحمدون الطیب بن اسماعیل وابوشعیب سوسی صالح ابن محمد وعامر بن عمر موصلی وابوخلاد وسلیمان بن خلاد وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ وخالف الیزیدی ابا عمرو فی حروف یسیرۃ من القراءۃ اختارھا لنفسہ۔

یحییٰ مذکور کے احوال کے لیے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کریں۔ طبقات ابن المعتز، ص ۲۷۳۔ الاغانی ج ۲۱ ص ۹۲ ومعجم مرزبانی ص ۴۸۷ وشرح المرزوقی للحماسۃ ومعجم الادباء ج ۲۰ ص ۳ ونور القبس ص ۸۰ ونزہۃ الالباء ص ۵۳ وعبر الذہبی ج ۱ ص ۳۳۸ والشذرات ج ۲ ص ۴ وغایۃ النہایۃ ج ۲ ص ۳۸۵ ومرآۃ الجنان ج ۲ ص ۳ وبغیۃ الوعاۃ ص ۴۱۴ وخزانۃ الادب ج ۴ ص ۲۲۶ وغیرہ۔

یحییٰ یزیدیؒ یزید بن منصور خال مہدی کی اولاد کے معلّم و مؤدِّب تھے اور اسی تعلق سے انہیں یزیدی کہتے ہیں بعدہٗ ہارون رشید کے مقرب ہو کر اس کے بیٹے مامون کے مؤدّب مقرر ہوئے۔ اور اس کے دوسرے بیٹے امین کے مؤدب امام کسائی تھے۔ اسی وجہ سے یزیدی اور کسائی ہارون رشید کے دربار میں آتے جاتے تھے۔ ہارون نے کسائی سے کہا تھا کہ امین کو قرارتِ حمزہ سکھایئے اور یحییٰ یزیدی کو کہا کہ مامون کو قرارتِ ابوعمرو بن العلاء پڑھایئے۔ کذا فی وفیات الاعیان ج ۶ ص ۱۸۴۔ یحییٰ یزیدی کی کنیت ابو محمد ہے۔ یزیدی سے مشہور ہیں یزیدی اور کسائی میں مناظرے ہوا کرتے تھے۔ دونوں بڑے نحوی ولغوی وماہر قرارت جبر الامۃ تھے۔ تاہم کسائی کا مقام بلند ہے۔ کیونکہ کسائی امام نحو ہونے کے ساتھ قراء سبعہ میں سے ایک ہیں اور یزیدی صرف راوی ہیں قراء سبعہ میں سے ایک قاری ابوعمرو بن العلاء کے۔

یزیدی فرماتے ہیں ایک دن میں خلیفہ مامون رشید کی مجلس میں گیا جہاں ہر قسم کا سامان عیش و مسرت

موجود تھا۔ اس کی جمیل و حسین ترین و خوش آواز باندی نُعم نامی نے گانا شروع کیا اور یہ شعر پڑھے ؎

وزعمتِ اَنّی ظالم فهجرتِنی   ورمیتِ فی قلبی بسهم نافذ

فنعم هجرتُكِ فاغفری وتجاوزی   هذا مقام المستجیر العائذ

هذا مقام فتیً اضرّبه الهوٰے   قرح الجفون بحسن جهك لائذ

ولقد اَخذتم من فؤادی اُنسه   لاشلّ ربّی كفّ ذاك الاٰخذ

مامون نے بار بار یہ اشعار سنانے کا حکم دیا پھر کہا یا یزیدی اَیکون شئ احسنَ مما نحن فيه ؟ قلتُ نعم یا امیرَ المؤمنین قال وماهو ؟ قلتُ الشكر لمن خوّلك هذا الانعامَ العظیم الجلیل. فقال اَحسنتَ وصدقتَ و وَصَلَنی وامر بمائة الف درهم یتصدق بها فکانّی انظر الی البِدَر وقد اخرجت والمال یُفرّق ۔ یزیدی کے پانچ بیٹے تھے سب علماء ادبا شعراء تھے۔ ان کے نام یہ ہیں ابو عبداللہ محمد و ابراہیم و ابو القاسم اسمٰعیل و ابو عبدالرحمٰن عبداللہ و ابو یعقوب اسحاق رحمہم اللہ تعالیٰ ۔ سب نے لغت و عربیت میں تصانیف کیں۔

قاری یزیدی رحمہ اللہ نے متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں مثل کتاب المقصوُ والممدُود وکتاب مختصر نحو میں وکتاب النقط والشکل وکتاب النوادر۔ آپ کا خراسان میں ۲۰۲ھ میں بعمر ۷۴ سال انتقال ہوا۔ ابو عمرو دانیؒ فرماتے ہیں کہ یزیدیؒ کی وفات شہر مرو میں ہوئی اور عند البعض بصرہ میں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ کی عمر سو سال سے کچھ کم تھی۔

فصل

اس فصل میں ہم اُن حیوانات کے احوال ذکر کرتے ہیں جو تفسیر بیضاوی کے حصہ اوّل یعنی تا آخر سورۂ بقرہ میں مذکور ہیں۔

۱۔ **الاسد** شیر۔ آیت الذین ینقضون عهد الله کے تحت اسد کا ذکر موجود ہے۔ اُسود۔ اُسُدٌ و آسُدٌ و آساد اسد کی جموع ہیں۔ مؤنث اَسَدۃٌ ہے۔ شیر کے لغت عربی میں پانچ سو اسماء و صفات ہیں۔ کما قال ابن خالویہ۔ علی بن قاسم لغوی نے ۱۳۰ نام اور بڑھائے ہیں۔ چند مشہور نام یہ ہیں۔ اُسامہ۔ جخدب۔ بَیهس۔ حارث۔ جیدرۃ۔ دواس۔ رِئبال۔ زفر۔ سبعہ۔ صعب۔ ضِرغام۔ ضیغم۔ طیثار۔ عنبس۔ غضنفر۔ فرافِصہ۔ قسوَرۃ۔ کهمس لیث متأنس۔ قهیب۔ ہرماس۔ وَرد۔ لِحم۔ قشعم۔ اَقدم۔ عِضام۔ عَرزم۔ عَراہم۔

علماء ادب کا قانون ہے ان کثرة الاسماء تدل علی شرف المسمّٰی۔ یہ قانون تقریباً ہر ادبی کتاب میں موجود ہے

اور ادبار، وعلماء کے نزدیک تقریباً مجمع علیہ ہے۔ لیکن میرے خیال ناقص میں یہ قانون مخدوش ہے۔ اس لیے کہ لغتِ عربی میں سانپ کے بھی بہت سے نام ہیں ابن خالویہ جو مشہور نحوی و ادیب ہیں فرماتے ہیں کہ سانپ کے دو سو نام ہیں۔ حالانکہ سانپ میں کوئی شرافت موجود نہیں ہے سانپ انسان کا دشمن ہے اور انسان کے لیے بے شمار خطرات کا موجب ہے۔ اسی طرح مصائب و آفات کے نام بھی لغتِ عربی میں بہت زیادہ ہیں۔ امام ثعلبی فرماتے ہیں کہ مصائب کے ۴۰۰ نام ہیں اور یہ کثرتِ اسما بھی ایک مصیبت ہے قال وھذہ احدی المصائب۔ اور کوئی ذی عقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ مصائب شرافت سے موصوف ہیں۔

لہذا میری رائے میں یہ قانون ان کثرۃ الاسماء تدل علی شرف المسمّٰی صحیح نہیں ہے اور اس کا کلّی و عام ہونا محلِ نظر ہے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ یوں کہا جائے ان کثرۃ الاسماء تدُلّ علی عظمۃ المسمّٰی وکونہ ممّا یُخاف منہ اور بعد ازیں اس قانون کی کلّیت وصحت میں شک باقی نہیں رہتا کیونکہ شیر اور سانپ اور اسی طرح مصائب کی ہیبت مسلّم ہے۔ نیز ان کے خوفناک ہونے میں شک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام بھی کثیر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ عظیم ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام بھی زیادہ ہیں اور قرآن کریم کے نام بھی زیادہ ہیں اور دونوں کی عظمت میں شک نہیں ہے۔ اسی طرح ان تینوں کی یعنی اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی ہیبت و خوف ہر مسلمان کے دل میں موجود ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ و رسول کی مخالفت موجب عذاب ہے لہذا ان کی مخالفت سے ڈرنا اور بچنا ضروری ہے۔ شیر کے چند اوصاف مشہور ہیں۔

اوّل یہ کہ اس میں بھوک اور پیاس برداشت کرنے اور صبر کرنے کی قوت بہ نسبت اور درندوں کے بہت زیادہ ہے۔

دوم یہ کہ وہ کسی اور درندے کا شکار نہیں کھاتا۔

سوم یہ کہ شیر وہ پانی نہیں پیتا جسے کُتّے نے منہ لگایا ہو۔

چہارم یہ کہ وہ شجاعت اور بزدلی دونوں سے متّصف ہے۔ اس کی بزدلی یہ ہے کہ وہ مرغ کی آواز سے ڈرتا ہے۔ اسی طرح بلّی سے بھی ڈرتا ہے اور لوہے پیتل وغیرہ دھات کے بنے ہوئے برتن بجانے کی آواز سے بھی خوف کھاتا ہے اور آگ دیکھ کر حیران ہوتا ہے۔

پنجم یہ کہ وہ دائماً محموم یعنی بخار میں مبتلا رہتا ہے۔ ایک حدیث مرفوع ہے جو ابن ابی حاتم نے روایت کی ہے عن زید بن اسلم عن ابیہ انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لما حمل نوح علیہ السلام فی السفینۃ من کل زوجین اثنین قال لہ اصحابہ کیف نطمئنّ او تطمئنّ مواشینا ومعنا الاسد فسلّطَ اللہ علیہ الحمّی فکانت اول الحمّی نزلت فی الارض فھو لا یزال محموماً۔ وروی محمد بن المنکدر عن سفینۃ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال رکبتُ سفینۃً فی البحر فانکسرت فرکبتُ لوحاً فاخرجنی الی اجمۃٍ فیھا اسدٌ فاقبل الیّ فقلتُ

انا سفینۃ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا تائہ فجعل یغمزنی بمنکبہ حتی اقامنی علی الطریق ثم ھمہم فظننت انہ السلام۔ وفی دلائل النبوۃ للبیہقی عن ابن المنکدر ایضًا ان سفینۃ مولی رسول اللہ اخطأ الجیش بارض الروم وأسر فی ارض الروم فانطلق ھاربًا یلتمس الجیش فاذا ھو بالاسد فقال لہ یا ابا الحارث انا سفینۃ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان من امری کیت وکیت فاقبل الاسد یبصبص حتی قام الی جنبہ وکلما سمع صوتًا اھوی الیہ ثم یمشی الی جنبہ فلم یزل کذلک حتی بلغ الجیش فرجع الاسد۔

۲۔ **الإبل** ۔ بکسر ہمزہ وباء ۔ اُونٹ ۔ آیت یا ایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ کے تحت ابل مذکور ہے۔ ابل اسم جنس ہے۔ قالہ ابن سیدہ ۔ بعیر کا اطلاق بھی ابل کی طرح مذکر ومؤنث دونوں پر ہوتا ہے۔ ابل کی جمع آبال ہے سُمّی بذلک لانہا تبول علی افخاذھا۔ کذا فی کتب الفقہ ۔ یہ وجہ تسمیہ اشتقاق اکبر یا کبیر پر متفرع ہوسکتی ہے۔ کیونکہ ابل مہموز الفاء اور بول معتل العین ہے۔

ابل عجیب وغریب خصائص لفظیہ وشرعیہ وخُلقیہ وتکوینیہ کا حامل ہے لیکن کثرتِ رؤیت کی وجہ سے اس کے عجائب کی طرف بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔ مثلاً

(۱) یہ حیوان عظیم الجثہ وطویل العُنُق ہے۔ (۲) سریع الانقیاد ہے۔ وزنِ کثیر اٹھاتا ہے اور اسی کے ساتھ بیٹھ بھی سکتا ہے۔ اس کی طاقت کا منبع اس کی طویل گردن ہے جس کی حرکت ومعاونت سے وہ وزنِ کثیر اٹھاتا ہے۔

(۳) اس کی پشت پر باقاعدہ چھوٹا سا گھر بنایا جا سکتا ہے کما کانت عادۃ العرب فی الاسفار (۴) بغیر آرام کے طویل سفر کرسکتا ہے (۵) سخت پیاس اور بھوک کی قوتِ برداشت رکھتا ہے حتی کہ دس دن تک وہ پیاسا رہ سکتا ہے اسی وجہ سے عرب اسے سفینۃ البر کہتے ہیں قال اللہ تعالیٰ وعلیھا وعلی الفلک تحملون سفینۂ برّ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے کشتی کے ساتھ جمع فرمایا ہے۔

(۶) بہ نسبت دیگر حیوانات کے اس پر نظرِ بد کا اثر بہت جلد ہوتا ہے ولذا قال علیہ السلام استعیذوا باللہ من العین فان العین حق فانہا تدخل الرجلَ القبرَ والجملَ القدرَ (۷) اس کا رحمتِ خداوندی سے تعلق زیادہ ہے قال علیہ السلام لا تسبّوا الابل فانہا من نفس اللہ تعالیٰ۔ حکاہ ابن سیدہ۔ ولا ادری حال سندہ۔

(۸) شیطان سے بھی اس کا رابطہ قوی ہے۔ پس اونٹ مجمع الاضداد ہے وھذا من عجائب قدرۃ اللہ تعالیٰ فعن عبد اللہ بن مغفل مرفوعًا ان الابل خُلقت من الشیاطین ۔ اخرجہ ابن حبان والنسائی ۔ ایک اور حدیث ہے علی سنام کل بعیر شیطان۔

(۹) اونٹوں کے ٹھیرانے کی جگہ یعنی مبارک میں نماز پڑھنا مکروہ ہے عند بعض الائمۃ ۔ وفی الحدیث

لا تصلوا فی مبارك الابل فانہا ماوی الشیاطین۔

(۱۰) سُہیل تارے پر نظر پڑ جانے سے بیمار ہوتا یا مر جاتا ہے۔ اسی وجہ سے طلوع سہیل کے بعد اونٹ سہیل کی طرف رات کو منہ نہیں کرتے۔

(۱۱) اس کا گوشت قوتِ باہ میں اضافہ کرتا ہے۔ کما قال الاطباء۔

(۱۲) اس کا گوشت کھانا ناقضِ وضوء ہے عند احمد و اسحٰق والشافعی فی قولہ القدیم۔

(۱۳) بوقتِ مستی اس کے منہ سے شقشقہ ظاہر ہوتا ہے وھی الجلدۃ الحمراء التی یخرجھا من جوفہ وینفخ فیھا فتظھر من شدقہ۔

(۱۴) اس کا بڑا کوہان ہوتا ہے اور بُختی کے دو کوہان ہوتے ہیں۔

(۱۵) سیبویہ فرماتے ہیں وزن اِبِل یعنی فِعِل بکسر فا و عین پر لغتِ عربی میں صرف ایک ہی لفظ یعنی لفظِ ابل ثابت ہے۔ عند البعض بلز کا وزن بھی یہی ہے۔ والتفصیل فی کتبنا الادبیۃ۔ شاید ان عجائبات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت۔ وعن سعید بن جبیر قال لقیتُ شریحًا القاضی ذاھبًا فقلتُ این ترید فقال اُرید الکناسۃ فقلت وما تصنع بالکناسۃ قال انظر الی الابل کیف خلقت

۳۔ **ابنِ دایہ**۔ یہ کنیت ہے کوّے کی۔ شھر رمضان الذی انزل فیہ القراٰنُ کے بیان میں ابن دایہ مذکور ہے۔ کوے کی بہت سی کنیتیں ہیں جو حیاۃ الحیوان وغیرہ میں مذکور ہیں۔ ابن دایہ کے علاوہ ابن الابرص۔ ابن بریح۔ ابو حاتم۔ ابو جحادف۔ ابو الجراح۔ ابو حذر۔ ابو زیدان۔ ابو زاجر۔ ابو الشوم۔ ابو غیاث۔ ابو القعقاع۔ ابو المرقال بھی کوے کی کنیتیں ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

انّ الغراب وکان یمشی مشیۃ   فیما مضیٰ من سالف الاجیال

حَسَدَ القطاۃ ورام یمشی مِشیہا   فاَصابہ ضرب من العقال

فاَضلّ مشیتہ و اَخطأ مشیہا   فلذاك سَمّوہ ابا المرقال

اردو میں بھی ایسا محاورہ موجود ہے چنانچہ کہتے ہیں کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا۔ اہل عرب جس طرح انسان کی کنیت مقرر کرتے تھے اسی طرح انہوں نے کئی جانوروں کی بھی کنیتیں مقرر کی ہیں۔ کوا چونکہ بہت معروف پرندہ ہے اس لیے انہوں نے اس کی بہت سی کنیتیں وضع کیں جو ابھی مذکور ہوئیں۔

۴۔ **بَعُوضَۃٌ**۔ مچھر۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر موجود ہے قال اللہ مثلًا ما بعوضۃً۔ بعوضۃ مفرد ہے اور بعوض اسم جنس ہے جس کا اطلاق قلیل و کثیر پر ہوتا ہے۔ عربی میں مچھر کو بَق بھی کہتے ہیں۔ مچھر کی بہت سی انواع ہیں اور یہ نہایت تیز رفتار ہوتا ہے۔ صغیر الجثہ ہونے کے باوجود مچھر کی شکل و صورت ہاتھی کی شکل سے مشابہ ہے۔ کچھ فرق ہے وہ یہ کہ اس کے اعضاء ہاتھی کے اعضاء سے زیادہ ہیں۔ کیونکہ ہاتھی کے اعضاء چار

ٹانگیں، دُم اور خُرطوم یعنی سُونڈ ہیں ۔ اور مچھر کے ان اعضاء کے علاوہ دو ٹانگیں زائد ہیں ۔ اسی طرح اس کے چار پَر ہوتے ہیں ۔ نیز ہاتھی کی سونڈ ٹھوس ہے اور مچھر کی سونڈ مجوّف یعنی اس میں سوراخ ہے جو مچھر کے لیے بمنزلۂ حلقوم ہے اس سوراخ کے ذریعہ وہ خون اپنے پیٹ تک پہنچاتا ہے ۔ عجیب بات یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ اس کی یہ سونڈ نرم و نازک ہے وہ اسے حیوان کی سخت کھال میں داخل کر دیتا ہے ۔ مچھر کی انواع میں ایک نوع وہ ہے جس کے کاٹنے سے ملیریا بخار پیدا ہوتا ہے ۔ مچھر اور مچھر کا پَر حقارت میں ضرب المثل ہے یقال اضعف من بعوضۃ قرآن واحادیث میں اس کا متعدد جگہ ذکر آیا ہے ۔

مچھر کا جُثّہ اگرچہ چھوٹا ہے لیکن یہ دستِ قدرت کی صنّاعی کا عجیب و بدیع مظہر ہے ۔ اگر ان اوصاف پر کوئی شخص غور کرے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مچھر میں تخلیق فرمایا ہے تو اسے معلوم ہوگا کہ یہ اللہ کی عظمت و قدرت اور حکمت کی بڑی دلیل ہیں ۔ مثلاً صغیر الجثہ ہونے کے باوجود اس کی آواز بڑی تیز ہے اور نہایت تیزی سے اڑنے والا ہے اور اپنی خوراک پوری طرح پہچانتا ہے چنانچہ وہ انسان و حیوان کی تلاش میں رہتا ہے اور ان کا خون چُوستا ہے تو وہ جانتا ہے کہ اس کی خوراک حیوانی خون ہے اس کی خرطوم نرم و نازک ہونے کے باوجود سخت کھال میں سوراخ کر لیتی ہے ۔ نیز ماہرینِ حیوانات لکھتے ہیں کہ مچھر جب انسانی اعضاء پر بیٹھ جاتا ہے تو وہ خرطوم کے ذریعہ ان مسامات کو تلاش کرتا ہے جن سے پسینہ نکلتا ہے ۔ کیونکہ یہی انسانی جلد کا نرم ترین حصہ ہوتا ہے تو وہ اس میں اپنی سونڈ داخل کر کے خون چوستا ہے ۔ نیز ماہرین کہتے ہیں کہ مچھر کے مقدم دماغ میں قوتِ حفظ اور وسط میں قوتِ فکر اور مؤخر میں قوتِ ذکر ہے ۔ اور اسی سر میں اس کی آنکھیں بھی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حاسۂ لمس و حاسۂ شم بھی دیا ہے اور غذا کا منفذ اور فضلات کا مخرج بھی اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمایا ہے اس کا پیٹ بھی ہے انتڑیاں اور ہڈیاں بھی ہیں وغیرہ وغیرہ بہت سی چیزیں اللہ تعالیٰ نے اس جثۂ صغیرہ میں تخلیق کی ہیں ۔

بہرحال مچھر کے اس جثۂ صغیرہ میں قدرت کا عظیم الشان کارخانہ موجود ہے جو اسرار و رموز کا حامل ہے اس لیے زمخشری نے کہا ہے ؎

یا مَن یَرٰی مدّ البعوض جَناحَھا ۔۔۔ فی ظلمۃِ اللیل البھیم الالیل
ویَرٰی مناطَ عُرُوقِھا فی نحرِھا ۔۔۔ والمخ فی تلک العظام النحّل
اُمنُن علیَّ بتوبۃٍ تَمحو بھا ۔۔۔ ماکان مِنّی فی الزمان الاوّل

ابن خلکان بعض فضلاء سے روایت کرتے ہیں کہ زمخشری نے وصیت کی تھی کہ میری موت کے بعد میری قبر پر یہ ابیات لکھی جائیں ۔

۵ ۔ البقرۃ ۔ بیل ۔ گائے ۔ سورۂ بقرہ میں بیل ۔ گائے کا قصہ مذکور ہے ۔ بقرہ کے معنی صرف گائے یعنی صرف اُنثیٰ پر اس کا اطلاق صحیح نہیں ہے بلکہ لغۃً بقرۃ کا اطلاق ذکر و انثیٰ یعنی نر و مادہ دونوں پر ہوتا ہے اور

بقرہ میں تاء تانیثِ معنوی کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ وحدت کے لیے ہے۔ بقرہ کے معنی ہیں ایک بیل یا گائے۔ اور بقر بحذفِ تاء اسمِ جنس ہے۔ اسمِ جنس کا اطلاق قلیل پر بھی ہوتا ہے اور کثیر پر بھی مثل تمرۃ وتمر و بعوضۃ وبعوض قال المبرد اذا اردت التمییز قلت ھذا بقرۃ للذکر وھذہ بقرۃ للانثیٰ کما تقول ھذا بطّۃٌ للذکر وھذہ بطّۃٌ للانثیٰ۔ بقرہ کی جمع بقرات ہے قال اللہ تعالیٰ سبع بقراتٍ سمانٍ بقیر وبقران وباقر کا اطلاق جماعتِ بقر چرواہوں سمیت پر ہوتا ہے۔ بقر کو باقورۃ بھی کہتے ہیں۔ حدیث ہے فی کل ثلاثین باقورۃ بقرۃ۔ بقر کے معنی شق (چیرنا) ہے۔ یقال بقر اذا شقّ سمی بذلک لانہ یبقر الارض ویشقّھا بالحراثۃ۔ محمد بن علی بن العابدین ابن حسین کا لقب باقر تھا۔ لانہ بقر العلم ای شقّہ ودخل فیہ مدخلاً بلیغا۔

اس بات میں علماء کا اختلاف ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے لحمِ بقر کھایا ہے یا کہ نہیں کسی حدیث میں صراحۃً اکل ثابت نہیں۔ البتہ تضحیہ بقر ثابت ومروی ہے۔ ففی الصحیح عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ضحّیٰ عن نسائہ بالبقر۔ اور ظاہر ہے کہ آپ نے بقر کا گوشت کھایا ہوگا کیونکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قربانی کا گوشت ضرور تناول فرماتے تھے اور امت کے لیے بھی اس کا کھانا سنت قرار دیا ہے۔ طبرانی میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال البانھا شفاءٌ وسمنُھا دواءٌ ولحمھا داء۔ مگر یہ حدیث صحیح نہیں اس میں ایک راوی مجہول الاسم عورت ہے۔

۶۔ **الجراد**۔ ٹڈی۔ ملخ۔ اس کا ذکر آیت انما حُرّم علیکم المیتۃُ کے ذیل میں ہے۔ جراد اسمِ جنس ہے واحد جرادۃ ہے۔ مذکر ومؤنث اس میں برابر ہیں۔ یہ مشتق ہے جرد سے یقال ثوب جرد ای املس قال اللہ تعالیٰ یخرجون من الاجداث کانھم جراد منتشر ای فی کل مکان وقیل وجہ الشبہ انھم حیاری فزعون لایھتدون والجراد لاجھۃ لہ۔ جراد عجائب مخلوقات میں سے ہے۔ وہ مختلف الانواع مختلف الجثہ ومختلف الالوان ہیں انڈے اور بچے پیدا کرتے وقت سخت ترین زمین میں جثہ کا پچھلا حصہ مشابہ بہ دُم داخل کر دیتا ہے۔ جب کہ اس زمین پر سخت لکڑی بھی اثر انداز نہیں ہوتی۔ جراد کی چھے ٹانگیں ہوتی ہیں۔ ان میں انسانوں کی طرح نظم اور امیر کی اطاعت کا جذبہ ہوتا ہے۔ رئیس جدھر اڑنے لگے سارے کے سارے اُس کے ساتھ ہی اڑتے ہیں۔

روی الطبرانی والبیھقی مرفوعًا لاتقتلوا الجراد فانہ جند اللہ الاعظم۔ یہ حکم اس وقت ہے جب وہ فسادِ زرع وغیرہ نہ کرے اور اگر کھیت وغیرہ کو نقصان پہنچائے تو ان کا قتل جائز ہے۔ چنانچہ طبرانی میں ایک روایت ہے حسن بن علیؓ سے عن الحسن بن علی قال کنا علی مائدۃ نأکل انا واخی محمد بن الحنفیۃ وبنو عمّی عبد اللہ وقثم والفضل اولاد العباس فوقعت جرادۃ علی المائدۃ فاخذھا عبد اللہ وقال لی ما مکتوب علی ھذہ فقلت سالتُ ابی عن ذلک فقال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لی مکتوب علیھا انا اللہ لا الٰہ الا انا ربّ الجراد ورازقھا ان شئتُ بعثتھا رزقًا لقوم وان شئتُ بعثتھا بلاءً علی قومٍ

فقال عبد اللہ ھذا من العلم المکنون۔ قیامت کے قرب کی علامات میں سے ٹڈیوں کا فقدان ہے قیامت سے کچھ قبل تمام انواع مخلوق میں سب سے پہلے یہ نوع ختم ہوگی۔

۷۔ **الحمار** ۔ گدھا۔ آیت فقلنا لھم کونوا قردۃ کے ذیل میں حمار مذکور ہے۔ اس کی جمع حمیر و حُمُر و اَحمِرۃ ہے۔ نر و مادہ دونوں پر حمار کا اطلاق ہوتا ہے۔ مادہ کو بالخصوص آتان و حمارۃ کہتے ہیں. زیادہ تر حمار کا اطلاق نر پر ہوتا ہے. کنیت ابو صابر۔ ابو زیاد اور مادہ کی کنیت امّ محمود و ام تولب و ام جحش و ام نافع و ام وہب ہے. قرآن مجید میں اس کی آواز کو انکر الاصوات کہا ہے۔

گدھا بزدلی و غباوت میں ضرب المثل ہے کما ورد فی الصحیحین ان النبی علیہ السلام قال اما یخشے الذی یرفع راسہ قبل الامام ان یجعل اللہ صوتہ صورۃ حمار او یحوّل راسہ راس حمار۔ حکایت ہے کہ ایک شخص نے قصداً و عمداً امام سے پہلے رکوع سے سر اٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا سر گدھے کی صورت میں بدل دیا۔ ابن حجر وغیرہ نے لکھا ہے حکی عن بعض المحدثین انہ رحل الی دمشق لاخذ الحدیث عن شیخ مشہور بھا فقرأ علیہ جملۃ لکنہ کان یجعل بینہ و بینہ حجاباً ولم یر وجھہ فلما طالت ملازمتہ لہ و رای حرصہ علی الحدیث کشف الستر فرای وجھہ وجہ حمار فقال لہ احذر یا بنیّ ان تسبق الامام فانی لما مرّ بی ھذا الحدیث استبعدت وقوعہ فسبقت الامام فصار وجھی کما تریٰ۔ حاشیہ ترمذی ج ۱ ص ۱۳۰۔

وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا سمعتم نہاق الحمیر فتعوذوا باللہ من الشیطان فانھا رات شیطاناً و اذا سمعتم صیاح الدیکۃ فاسالوا اللہ من فضلہ فانھا رات ملکاً۔ فقہاء و علماء لکھتے ہیں یہ حکم اُس وقت ہے جب کہ گدھا اور مرغ کسی ظاہری وجہ کے بغیر آواز نکالے۔ اور اگر گدھے نے دوسرے گدھے کو دیکھ کر رینکنا شروع کر دیا تو وہ اس حدیث مذکور کے مصداق سے خارج ہے۔ وفی تاریخ نیسابور و کامل ابن عدیؔ من حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما مرفوعاً قال شر الحمیر الاسود القصیر۔ گدھا حقیر جانور سمجھا جاتا ہے اور اسے بعض لوگ کام لیتے وقت بہت مارتے ہیں لیکن بے جا اور حد سے زیادہ مارنا شرعاً ممنوع ہے۔

رسالہ قشیریہ باب الکرامات میں ہے سمعت اباحاتم السجستانی یقول سمعت ابانصر السراج یقول سمعت الحسین بن احمد الرازی یقول سمعت اباسلیمان الخواص یقول کنت راکباً حماراً یوماً وکان الذباب یؤذیہ فیطأطئ راسہ وکنت اضرب راسہ بخشبۃ فی یدی فرفع الحمار راسہ الیّ وقال اضرب فانک ھکذا علی راسک تضرب قال الحسین نقلت لابی سلیمان لک وقع ھذا قال نعم کما تسمعنی۔ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام گدھے کی سواری کرتے تھے وعن ابن مسعود کانت الانبیاء علیھم السلام یرکبون الحمر و یلبسون الصوف و یحلبون الشاۃ۔

حدیث شریف میں گدھے کی سواری اور بکری کا دودھ دوہنا تواضع کی علامت بتائی ہے۔ ایک بڑے استاذ ومفتی جو اس وقت (۱۴۰۱ھ میں) زندہ ہیں نے اپنے تلامذہ سے کہا کہ کہیں سے گدھا تلاش کرو اور اس کے مالک سے اجازت لو تاکہ میں ایک دفعہ اس پر سوار ہو جاؤں (کیونکہ وہ کبھی بھی گدھے پر سوار نہیں ہوئے تھے) تاکہ سنتِ انبیاء علیہم السلام پر عمل ہونے کے ساتھ اس علامتِ تواضع سے محروم نہ رہ جاؤں۔ چنانچہ ان کے لیے گدھا لایا گیا اور وہ اس پر سوار ہو کر پڑھانے کے لیے مدرسہ تک گئے۔ بہرحال متکبر آدمی گدھے پر لوگوں کے سامنے سوار ہونا پسند نہیں کرتا۔

اس بندہ کے نزدیک تکبر کے ازالہ وحصولِ علامتِ تواضع آج کل کی سواریوں میں سائیکل کی سواری کرنا ہے بس سائیکل آج کل کا گدھا ہے۔ چنانچہ اِس زمانے میں متکبر لوگ کاروں وغیرہ میں سواری کرنا پسند کرتے ہیں۔ اور سائیکل پر سوار ہونا اپنی ذلت سمجھتے ہیں۔ جس طرح عہدِ قدیم میں اُمراء و متکبرین گھوڑے، خچر، اونٹ کی سواری اختیار کرتے ہوئے گدھے پر سواری کو معیوب اور اپنی ہتک سمجھتے تھے چونکہ ہمارے زمانے میں سواریوں کا نظام بدل گیا ہے اب اسی طرح عرفِ عام میں سائیکل گدھے کی طرح غرباء ومساکین کی سواری ہے۔

گدھے کا گوشت باتفاقِ ائمہ حرام ہے قالہ ابن عبد البر وانما رویت الرخصۃ فیہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ البتہ جنگلی گدھا حلال ہے صحیح احادیث میں اس کا شکار کرنا اور کھانا ثابت ہے۔

۸۔ **الثَّور**۔ بیل۔ تابوتِ بنی اسرائیل کے بیان میں یعنی ان اٰیۃ ملکہ ان یاتیکم التابوت الآیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ ثور کا معنی ہے بیل۔ ای الذکر من البقر۔ مادہ کو ثورۃ کہتے ہیں۔ جمع ثیران وثیرۃ ہے۔ سمّی بذالک لانہ یثیر الارض کما سمیت البقرۃ بقرۃ لانہا تبقرہا۔ ثور کا ذکر کئی احادیثِ مرفوعہ میں ثابت ہے۔ نسائی وصحیح مسلم میں ہے مرفوعاً عن ثوبان ان اھل الجنۃ حین یدخلونہا ینحر لہم ثور الجنۃ الذی کان یاکل من اطرافہا ویاکلون من زیادۃ کبد الحوت۔ وعن ابی ھریرۃ مرفوعاً ان الشمس والقمر ثوران فی النار یوم القیامۃ۔ رواہ البزار وفی روایۃ ثوران عقیران فی النار۔

۹۔ **الحمامۃ**۔ کبوتر۔ قال فخذ اربعۃً من الطیر کی شرح میں مذکور ہے۔ حمامہ کا اطلاق ذکر و اُنثیٰ دونوں پر ہوتا ہے۔ اس کی جمع حمام وحمائم وحمامات ہے۔ حمام عند المحققین مطلق کبوتر کا نام ہے خواہ جنگلی ہو خواہ مانوس۔ لکن کان الکسائی یقول الحمام ھو البری والیمام الذی یألف البیوت۔ وقال الاصمعی ان الیمام ھو الحمام البری والواحدۃ یمامۃٌ۔ بعض کتبِ اُدباء واہلِ لغت سے معلوم ہوتا ہے کہ حمام صرف کبوتر کا نام نہیں ہے بلکہ ہر وہ پرندہ حمام کہلاتا ہے جو ذوطوق ہو والطوقُ الحُمرۃ اوالخُضرۃ اوالسّواد المحیط بعنق الحمامۃ۔ چنانچہ امام شافعیؒ سے منقول ہے انّ کلّ ما عَبّ وھدَرَ فھو حمام وان تفرّقت اسمائہ وما شرِب قطرۃً قطرۃً کالدجاج فلیس بحمامۃ۔ عبّ کا اطلاق ہوتا ہے پرندے کے پانی پینے پر۔ قال بعض اھل اللغۃ ان الحمام یقع علی الذی

يألف البيوت ويستفرخ فيها وعلى اليمام والقمري والفواخت والدبسي والقطا والوراشين والزاغ وغير ذلك من الطيور۔

وروی ابوداؤد عن ابی هریرةؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای رجلا یتبع حمامۃً فقال شیطان یتبع شیطانۃً۔ وروی الطبرانی ان النبی علیہ السلام کان یُعجبہ النظر الی الاترج والحمام الاحمر۔ ماہرین لکھتے ہیں کہ کبوتر میں انسان کی کئی خصلتیں موجود ہیں منھا انہ لیس من الحیوان ما یستعمل التقبیل عند السفاد الا الانسان والحمام وھو عفیف فی السفاد یجر ذنبہ لیعفی اثر الانثیٰ کانہ قد علم ما فعلت فیجتھد فی اخفائہ۔ ومنھا ما قال المثنیٰ بن ھیرانہ قال لم ار شیئا قط من رجل وامرأۃ الاوقد رایتہ فی الحمام رأیتُ حمامۃً لا ترید الا ذکرھا وذکراً لا یرید الا انثاہ الا ان یھلک احدھما۔ کبوتروں سے کھیلنا اور بطور مشغلہ ان کا اڑانا شرعًا درست نہیں ہے اور یہ موجب فقر ہے روی البیھقی فی الشعب عن سفیان الثوری انہ قال کان اللعبُ بالحمام من عمل قوم لوطٍ وقال ابراھیم النخعی من لعب بالحمام الطیارۃ لم یمت حتی یذوق الم الفقر۔

مسند بزار میں قصہ غار ثور و ہجرت النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان میں ہے ان اللہ تعالیٰ امر العنکبوت فنسجت علی وجہ الغار وارسل حمامتین وحشیتین فوقفتا علی فم الغار وان ذلک مما صدّ المشرکین عنہ صلی اللہ علیہ وسلم وان حمام الحرمین من نسل تینک الحمامتین۔ ابن خلکان نے لکھا ہے ان شرف الدین بن عنین حضر درس فخر الدین الرازی بخوارزم فسقطت بالقرب منہ حمامۃٌ ترتعد وقد طردھا بعض الجوارح فلما وقعت رجع عنھا ولم تقدر الحمامۃ علی الطیران من خوفہ وشدۃ البرد فلما قام الامام الرازی من الدرس وقف علیھا ورق لھا واخذھا بیدہ فانشدہ ابن عنین بدیھًا منھا۔ ؎

مَن نبّأ الورقاءَ انّ محلّکم ... حرمٌ وانک ملجأ للخائف

وفدت علیک وقد تدانی حتفھا ... فحبوتھا ببقائھا المستأنف

لو انھا تُحبیٰ بمال لانثنت ... من راحتیک بنائلٍ متضاعف

۱۰۔ **الدّجاجۃ۔** مُرغی۔ آیت فلا تعضلوھن ان ینکحن الآیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ دجاجۃ کی جمع دجاج مثلث الدال ہے قالہ ابن مالکؒ۔ دجاجۃ کے معنی ہیں مرغی۔ اس میں تاء للوحدۃ ہے مثل حمامۃ۔ اس لیے دجاجۃ کا اطلاق ذکر وانثی دونوں پر ہوتا ہے۔ سُمیت دجاجۃً لکثرۃ اِقبالھا وادبارھا وحرکتھا یقال دجّ القومُ اذا اقبلوا وادبروا۔ دجاجہ کی کنیت اُمّ الولید وام حفصہ وام جعفر وام عقبہ وام احدیٰ وعشرین ام نافع ہے۔ مشہور ہے کہ مرغی بہت کم سوتی ہے اور سوجانے کے بعد بہت جلد بیدار ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کی نیند بمقدار خروجِ نفس ورجوعِ نفس ہے اور اس کا سبب خوف ہے جو ہر وقت اس پر سوار رہتا ہے۔

ماہرین کہتے ہیں کہ نر اور مادہ کا پتہ انڈے سے لگایا جاسکتا ہے۔ اگر انڈا طویل اور نرم اطراف والا ہو

تو اس کے اندر مادہ ہوگی اور اگر انڈا گول اور عریضۃ الاطراف ہو تو اس کے اندر نر ہوگا۔ کہتے ہیں کہ مرغی کا انڈا گندگی میں دبا دیا جائے تو بھی اس کے اندر بچہ بن جاتا ہے۔ ویعرف الفرخ الذکر من الفرخ الانثی بعد عشرۃ ایام بان یعلق بمنقارہ فان تحرک فذکر وان سکن فانثی۔ ابن ماجہ میں ایک روایت ہے عن ابی ھریرۃ مرفوعًا ان النبی علیہ السلام امر الاغنیاء باتخاذ الغنم وامر الفقراء باتخاذ الدجاج وقال عند اتخاذ الاغنیاء الدجاج یأذن اللہ بھلاک القری۔ لیکن یہ حدیث محدثین کے نزدیک موضوع ہے اور بعض اسے ضعیف کہتے ہیں۔ اس کی سند میں علی بن عروہ دمشقی راوی کذاب ہے قال ابن حبان کان یضع الحدیث۔ حدیث شیخین و ترمذی ہے عن ابی موسی رضی اللہ عنہ قال رأیتُ النبیﷺ صلی اللہ علیہ وسلم یأکل دُجاجۃً قال ذالک فی حدیث طویل۔ کتاب کامل میں ہے عن ابن عمرؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اراد ان یأکل دجاجۃً امر بھا فرُبطت ایامًا ثم یأکلھا بعد ذلک۔ قال ابن وحشیۃ ودماغ الدجاجۃ اذا وضع علی لسعۃ الحیۃ خاصۃً ابرأھا۔

۱۱۔ **الدّیك**۔ مرغ۔ آیت فخذ اربعۃ من الطیر کی تفسیر میں مذکور ہے۔ دیک کا معنی ہے مرغ ای ذکر الدجاج۔ اس کی کنیت ہے ابو حسان وابو حماد وابو سلیمان وابو مدلج وابو نبھان وابو یقظان۔ مرغ میں متعدد اچھے اخلاق ہیں۔

اوّلًا یہ کہ وہ رات کے اوقات کو اچھی طرح جانتا ہے اور رات کو تقسیم کرکے اس کے متعدد حصوں میں اذان دیتا ہے اور اس میں اسے کبھی غلطی نہیں لگتی اِلّا نادرًا۔ خواہ رات طویل ہو یا مختصر اور فجر سے کچھ قبل تا طلوعِ فجر مسلسل اذان دیتا رہتا ہے۔ تہذیب میں ترجمہ بزی راوی عن ابن کثیر کی مروی یہ حدیث مذکور ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الدیك الابیض الافرق حبیبی وحبیب حبیبی جبرائیل یحرس بیتہ وستۃ عشر بیتًا من جیرانہ۔ طبریؒ نے یہ حدیث ذکر کی ہے ان النبی علیہ السلام کان لہ دیك ابیض۔ بعض کتابوں میں ہے ان الصحابۃ یسافرون بالدیکۃ لتعرفھم اوقات الصلوات۔

رُوی انہ کان لسعید بن جبیرؒ دیك یقوم فی اللیل بصیاحہ فلم یصح لیلۃً حتی اصبح فلم یصلّ سعیدٌ تلک اللیلۃ فشق ذلک علیہ فقال مالہ قطع اللہ صوتہ فلم یسمع لہ صوت بعد ذلک۔

ثانیًا عن ابی ھریرۃ ان النبی علیہ السلام قال اذا سمعتم صیاحَ الدیکۃ فاسألوا اللہ من فضلہ فانھا رأت ملکًا واذا سمعتم نھاقَ الحمیر فتعوّذوا باللہ من الشیطان فانھا رأت شیطانًا۔ قال القاضی العیاض سببہ رجاء تأمین الملائکۃ علی الدعاء وشھادتھم لہ بالاخلاص والتضرع وفیہ استحباب الدعاء عند حضور الصالحین والتبرک بھم۔

ثالثًا رُوی الثعلبی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلثۃ اصوات یُحبّھا اللہ صوتَ الدیك وصوتَ قاریٔ القرآن

وصوت المستغفرین بالاسحار۔ وروی احمد وابوداؤد عن زید بن خالد الجهنیؓ ان النبی صلی اللہ علیہ سلم قال لا تسبّوا الدیك فانه یوقظ للصلوٰة وفی روایة فانّه یدعوالی الصلوٰة وفیه دلیل علی انّ کل من استفید منه الخیر لا ینبغی ان یُسبّ ویُستهان بل حقّه ان یکرم ویُشکر ویتلقی بالاحسان۔ وروی الحاکم فی المستدرك والطبرانی و رجاله رجال الصحیح عن ابی هریرةؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ اَذِن لی ان اُحدِّث عن دیكٍ رجلاہ فی الارض وعنقه منثنیة تحت العرش وهو یقول سبحانك ما اعظم شانك قال فیردّ علیه مایعلم ذلك من حلف بی کاذبًا۔ وروی الحاکم عن معدان بن ابی طلحة عن عمرؓ انه قال علی المنبر رایتُ فی المنام کان دیکًا نقرنی ثلث نقرات فقلتُ اعجمیّ یقتلنی وانی جعلتُ امری الی هؤلاء الستة الذین توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو عنهم راضٍ عثمان وعلیّ وطلحة والزبیر وعبد الرحمٰن بن عوف وسعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنهم۔

۱۲۔ **الذُّباب** ۔مکھی۔ ذباب اَن یضرب مثلاً ما بعوضةً کی شرح میں مذکور ہے۔ ذباب کا واحد ذُبابۃٌ ہے۔ ذُباب اسم جنس ہے۔ جمع قلت اذِبّۃ ہے مثل اہلّۃ جمع ہلال۔ اور جمع کثرت ذِبّان بکسر ذال وتشدید باء ہے۔ کہتے ہیں اَرضٌ مَذَبّۃ بفتح المیم والذال۔ یعنی وہ زمین جس میں مکھیاں زیادہ ہوں۔ لیکن فرا کہتے ہیں کہ یوں کہنا چاہیے ارض مذبوبۃ ای ذات ذُباب۔ کما یقال ارض موحوشة۔ ای ذات الوحوش۔ ذباب کی کنیت ابوحفص وابوالحکیم وابوالحدرس ہے۔ ذباب کو ذباب اس لیے کہتے ہیں لکثرة حرکته واضطرابه۔ وقیل لانّه کلما ذُبّ آب۔ اولانّه یُذَبّ ای یُدفع۔ افلاطون کا قول ہے کہ ذباب سب چیزوں سے زیادہ حریص ہے۔ مکھی کے اجفان یعنی اَبرو نہیں ہیں اور اَبرو ہی آنکھ کو گرد وغبار سے محفوظ رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اجفان کا کام مکھی کے دو ہاتھوں کے ذمہ لگا دیا ہے اس لیے مکھی ہر وقت اپنے دونوں ہاتھوں سے آنکھیں صاف کرتی رہتی ہے۔

مکھی عفونت اور گندی چیزوں سے پیدا ہوتی ہے۔ مچھر کی طرح اس کی بھی خرطوم ہوتی ہے جو اس کی خوراک کا آلہ ہے۔ ماہرین حیوانات کہتے ہیں کہ یہ عجیب بات ہے کہ مکھی سفید چیز پر سیاہ گندگی اور سیاہ کپڑے پر سفید گندگی ڈالتی ہے اور کدو کی بیل پر مکھی نہیں بیٹھتی یا بہت کم بیٹھتی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام پر کدو کی بیل کا سایہ فرمادیا جب وہ مچھلی کے پیٹ سے نکلے تاکہ مکھیاں اُن پر بیٹھ کر انھیں تکلیف نہ پہنچا سکیں۔ شاعر ابوالعلاء کہتا ہے ؎

یا طالبَ الرزقِ الهنیئ بقوّةٍ　　هیهات انتَ بباطلٍ مشغوفٌ
رعتِ الاُسودُ بقوةٍ جیفَ الفلا　　ورعی الذبابُ الشهدَ وهو ضعیفٌ

مکھی کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کے بڑے اسرار ہیں کما حدث یحیی بن معاذ ان اباجعفر المنصور کان جالسًا فالحّ علی وجهه ذبابٌ حتی اضجرہ فقال انظروا من فی الباب فقالوا مقاتل بن سلیمان فقال علیّ به فلما دخل علیه قال له هل تعلم لماذا خلق اللہ الذباب۔ قال نعم لیُذِلّ به الجبابرة۔ فسکت المنصور۔ مقاتل موصوف مشہور محدث ومفسر

گزرے ہیں: تاریخ ابن نجار میں ہے بسند متصل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لایقع علی جسدہ ولا ثیابہ ذباب اصلاً۔

مرفوع حدیث ہے ان النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام قال اذا وقع الذباب فی اناء احدکم فلیمقلہ فان فی احد جناحیہ داءً وفی الاخر دواءً وانہ یتقی بجناحہ الذی فیہ الداء رواہ ابن ماجہ والبخاری والنسائی۔ بعض علما کہتے ہیں کہ بڑے تامل وتجربہ کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ مکھی بائیں جانب کے پر کے ذریعہ اپنی حفاظت کرتی ہے اس لیے اولاً پانی وغیرہ میں بایاں پر ڈالتی ہے اور یہی جانب مناسب دار ہے اور دائیں جانب مناسب دوا ہے۔ عربی زبان میں مکھی کا بہت ذکر آیا ہے چنانچہ کہتے ہیں اجرأ من ذبابۃ واھون من ذبابۃ واخطأ من ذبابۃ۔

۱۳۔ **الزنبور**۔ بھڑ۔ اس کی جمع زنابیر ہے۔ زنبور آیت ان اللہ لا یستحیی ان یضرب مثلاً ما بعوضۃ کے تحت شرح میں مذکور ہے۔ ابن خالویہ نے کتاب لیث میں لکھا ہے کہ بھڑ کی کنیت ابو علی ہے زنبور کی متعدد انواع ہیں۔ روایت ہے کہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیٹا عبدالرحمٰن ایک دن روتا ہوا باپ کے پاس آیا اس وقت عبدالرحمٰن چھوٹا بچہ تھا فقال لہ حسان ما یبکیک فقال لسعنی طائر کانہ ملتف فی بردی حبر فقال حسان یا بنی قلت الشعر ورب الکعبۃ ای ستقولہ ۔ وما احسن ما قیل ؎

وللزنبور والبازی جمیعا — لدی الطیران اجنحۃ وخفق

ولکن بین ما یصطادُ بازٌ — وما یصطادہ الزنبور فرقٌ

وعن انس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من قتل زنبوراً اکتسب ثلث حسنات ولکن یکرہ احراق بیوتہ بالنار قال الخطابی فی معالم السنن. وسئل امام احمد عن تدخین بیوت الزنابیر فقال اذا خشی اذاھا فلا بأس بہ وھو احب الیّ من تحریقھا۔

۱۴۔ **السُّمانیٰ**۔ بضم السین وفتح النون بروزن حباریٰ۔ بٹیر۔ مَن وسَلویٰ کی تفسیر علامہ بیضاوی ترنجبین و سُمانیٰ سے کرتے ہیں۔ سمانیٰ یعنی بٹیر مشہور پرندہ ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کے بچے انڈوں سے نکلتے ہی فی الفور اڑنے لگتے ہیں۔ اور یہ عجیب بات ہے۔ نیز کہتے ہیں کہ یہ سردی میں خاموش رہتا ہے اور موسم ربیع آتے ہی وہ آواز نکالتا ہے اور شور کرتا ہے۔

بٹیر اُن پرندوں میں سے ہے جن کے بارے میں صحیح طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کہاں سے آتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ بحر مالح سے نکل کر آتے ہیں۔ بٹیر حلال ہے اور اس کا گوشت بڑا لذیذ ہوتا ہے۔ اور اس کا گوشت درد گردہ کے لیے جس کا سبب پتھری ہو مفید ہے۔ کیونکہ اس کا گوشت پتھری کو توڑتا ہے اور پیشاب کی نالی کو صاف کرتا ہے۔ اور اس کے خون کا قطرہ کان میں ڈالیں تو وہ کان کے درد کے لیے مفید ہے۔ سمانیٰ وہی سلویٰ ہے جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا۔ لیکن بعض کہتے ہیں کہ سلویٰ اور پرندہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سلویٰ شہد کا نام ہے۔

۱۵۔ **السّمك** ۔ مچھلی۔ اس کا واحد سَمَکَۃٌ ہے۔ جمع اَسماک وسُموک ہے۔ انما حُرم علیکم المیتۃ کی شرح میں سمک مذکور ہے۔ حدیث شریف میں ہے اُحلّت لنا میتتان ودمان الکبد والطحال والسمك والجراد۔ رواہ الدار قطنی والبیھقی۔ بحری حیوانات میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک صرف مچھلی حلال ہے۔ اور عند الشافعی وغیرہ تمام حیواناتِ بحری حلال ہیں۔ بعض نے کلب وخنزیرِ بحری کا استثناء کیا ہے۔ والتفصیل فی شروح الاحادیث۔ ابوحنیفہ رحمہ اللہ مذکورہ صدر حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں صرف سمک کی حلّت کا ذکر ہے۔ حالانکہ سمندر بے شمار حیوانات کا مسکن ہے۔ حدیث شریف ہے ان النبیّ علیہ السلام قال ان اللہ عزوجل خلق الف اُمّۃٍ منھا ستمائۃ فی البحر واربعمائۃ فی البر۔

قزوینی عجائب المخلوقات میں لکھتے ہیں عن عبد الرحمن بن ھارون المغربی قال رکبتُ بحر المغرب فوصلت الی موضع یقال لہ البرطون وکان مَعَنا غلامٌ صقلیٌّ معہ صنارۃ فالقاھا فی البحر فصاد بھا سمکۃً نحو الشبرِ فَنَظرنا فاذا خلف اُذنھا الیمنیٰ مکتوبٌ لا الٰہ الّا اللہ۔ وفی قفاھا محمدٌ وخلف اُذنھا الیُسریٰ رسول اللہ۔

۱۶۔ **رُخال** ۔ بضم الرا۔ جمع رَخِل ککتِف وہو ولد الضأن۔ ضأن کا اطلاق بھیڑ اور دُنبے پر ہوتا ہے۔ آیت ومن الناس من یقول اٰمنّا باللہ الآیۃ کے تحت الناس کی شرح میں رُخال مذکور ہے۔ بعض ماہرینِ علمِ عربیّت کہتے ہیں کہ فُعال وزن اوزانِ جمع میں معروف نہیں ہے۔ لہذا رخال اسم جمع ہے رَخِل کے لیے نہ کہ جمع۔ اسی طرح اُناس بھی اسم جمع ہے نہ کہ جمع۔

۱۷۔ **الشاۃ** ۔ بکرا۔ بھیڑ۔ آیت ففدیۃ من صیامٍ اوصدقۃ اونسک کے بیان میں مذکور ہے۔ شاۃ میں تار تانیث نہیں بلکہ یہ تار وحدت ہے۔ لہذا ضأن ومعز کے ذکر وانثیٰ دونوں پر شاۃ کا اطلاق ہوتا ہے۔ لفظِ شاۃ اصل میں شاہۃ تھا کیونکہ اس کی تصغیر شویہۃ اور جمع شیاہ بالہا ہے۔

فی سنن ابن ماجہ وکامل ابن عدی فی ترجمۃ ابی رزین بن عبد اللہ من حدیث ابن عمر رضی اللہ عنھما مرفوعًا الشاۃ من دوابّ الجنّۃ وفی البیھقی وغیرہ ان النبی علیہ السلام کان یکرہ من الشاۃ اذا ذُبحت سبعًا الذکر والاُنثیین والدّم والمرارۃ والحیا والغدّۃ والمثانۃ وروی مسلم انہ کان بین مصلّی رسول اللہ وبین الحائط ممر الشاۃ۔

وفی کتاب ربیع الابرار للزمخشری اختلطت غنم البادیۃ بغنم اھل الکوفۃ فسأل ابوحنیفۃ رحمہ اللہ کم تعیش الشاۃ قالوا سبع سنین فترک اکل لحم الغنم سبع سنین۔ شاۃ سے متعلق لقمان حکیم سے ایک عجیب حکایت منقول ہے۔ وہ حکایت یہ ہے ان سیدہٗ اعطاہ شاۃً وامرہ ان یذبحھا ویاتیہ باطیب ما فیھا فذبحھا واتاہ بقلبھا ولسانھا ثم اعطاہ فی یوم اٰخر شاۃً اُخریٰ وامرہ ان یذبحھا ویاتیہ باخبث ما فیھا فذبحھا واتاہ

بقلبہا ولسانہا فسألہ عن ذلک فقال ہما أطیب فیہا إن طابا وأخبث ما فیہا إن خبثا۔

ابن عدی نے ایک اور عجیب وغریب حکایت ذکر کی ہے ان ابا جعفر البصری وکان من اہل الخیر والصلاح قال أضجعت شاۃ لاذبحہا فمر ایوب السختیانی فالقیت الشفرۃ وقمت معہ اتحدث فوثبت الشاۃ فحفرت فی اصل الحائط ودحرجت الشفرۃ فالقتہا فی الحفرۃ والقت علیہا التراب فقال لی ایوب اما تری اما تری فجعلت علی نفسی ان لا اذبح شیئا بعد ذلک الیوم۔

۱۸۔ **طاووس** ۔ آیت فخذ اربعۃ من الطیر کے بیان میں مذکور ہے۔ طاووس حسین ترین پرندہ ہے۔ اس کی کنیت ابو الحسن وابو الوشی ہے۔ طاووس پرندوں میں ایسا ہے جس طرح گھوڑا جانوروں میں۔ یہ گھوڑے کی طرح صاحب عجب وفخر وخود پسند ہے نفی طبعہ العفۃ وحب الزہو بنفسہ والخیلاء والاعجاب بریشہ وعقدہ لذنبہ کالطاق لاسیما اذا کانت الانثی ناظرۃ الیہ واعجب الامور انہ مع حسنہ یتشاءم بہ وفی امثال العرب ازہی من طاووس۔ طاووس کا گوشت حرام ہے اور عند البعض حلال ہے۔

۱۹۔ **عنقاء** ۔ ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم الآیۃ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ عنقاء ایک پرندہ ہے، پہلے زمانے میں موجود تھا لیکن اب معدوم ہے۔ اہل منطق کے نزدیک یہ ایک فرضی پرندہ ہے جو کسی وقت موجود نہ تھا۔ یہ ان کی اصطلاح ہے۔ لیکن اہل تاریخ کی رائے میں عنقاء زمانہ قدیم میں موجود تھا۔ ابو العلاء معری کہتا ہے

الجود والخل والعنقاء ثالثۃ　　اسماء اشیاء لم توجد ولم تکن

اسے عنقاء مغرب وعنقاء مغربۃ بھی کہتے ہیں۔ سمیت بذلک لطول عنقہا۔

وقیل ہو طائر یکون عند مغرب الشمس قال القزوینی انہا اعظم الطیر جثۃ واکبرہا خلقۃ تخطف الفیل کما تخطف الحدأۃ الفأر وکانت فی قدیم الزمان بین الناس فتاذوا منہا الی ان سلبت یوما عروسا بحلیہا فدعا علیہ حنظلۃ النبی علیہ السلام فذہب اللہ بہا الی بعض جزائر البحر المحیط وراء خط الاستواء وعند طیران عنقاء مغرب یسمع لاجنحتہا دوی کدوی الرعد القاصف وتعیش الفی سنۃ وذکرہا ارسطو فی بعض الکتب وذکر طریق اصطیاد الناس لہا وقال ان لہا بطنا کبطن الثور وعظام کعظام السبع وہی من اعظم سباع الطیر اھ۔

وذکر العکبری فی شرح المقامات کان بارض الرس جبل عال فیہ عنقاء وہی عظیمۃ لہا وجہ کوجہ الانسان وفیہا من کل حیوان شبہ وہی من احسن الطیور فذہبت یوما بصبی ثم ذہبت بجاریۃ فشکوا ذلک الی نبیہم حنظلۃ بن صفوان علیہ السلام فدعا علیہا فاصابتہا صاعقۃ فاحترقت وکان حنظلۃ علیہ السلام فی زمن الفترۃ بین عیسی ومحمد علیہما السلام اھ۔

وذکر ابن خلکان وغیرہ ان العزیز بن نزار بن المعز صاحب مصر اجتمع عندہ من غرائب الحیوان ما لم یجتمع عند غیرہ فمن ذلک العنقاء وہو طائر جاءہ من صعید مصر فی طول البلشون لکنہ اعظم جسما منہ لہ لحیۃ وعلی

رأسه وقاية وفيه عدة الوان ومشابهة من طيور كثيرة۔
وفی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص۲ ذکر حنظلۃ النبی علیہ السلام وذکر ان قومہ ابتلاھم اللّٰہ تعالٰی بطیر عظیم ذی عنق طویل کان فیہ من کل لون فکان ینقض علی صبیانھم یخطفھم اذا اعوزہ الصید وکان اذا خطف احداً منھم آغرب بہ ای ذھب بہ الی جھۃ المغرب فقیل لہ لطول عنقہ ولذھابہ الی جھۃ المغرب عنقاء مغرب فشکوا ذلک الی حنظلۃ علیہ السلام فدعا علی تلک العنقاء فارسل اللّٰہ علیھا صاعقۃ فاھلکتھا ولم تعقب اھ حنظلہ علیہ السلام کے زمانے کے بارے میں بعض علماء مثل بیضاوی و زمخشری کہتے ہیں کہ ہمارے نبی و عیسٰی علیہما السلام کے مابین زمانۂ فترۃ میں مبعوث ہوئے تھے۔ لیکن قولِ حق یہ ہے کہ وہ عیسٰی علیہ السلام سے مقدم ہیں۔
عنقا، نسناس وغیرہ بعض حیوانات چونکہ مفقود ہیں اس واسطے لوگوں میں ان کے بارے میں عجیب داستانیں اور غلط باتیں مشہور ہیں۔ نسناس کے بارے میں قزوینی لکھتے ہیں انہ امۃ من الامم لکل واحد منھم نصف بدن ونصف رأس وید ورجل کانہ شق انسان نصفین یقفز علی رجل واحدۃ قفزاً شدیداً ویعدو عدواً شدیداً منکراً وقال المیدانی فی کتاب الامثال ان الناس یأکلون النسناس یقال انھم من نسل ارم بن سام اخی عاد وثمود لیست لھم عقول وھم یتکلمون بالعربیۃ ویتسمون باسامی العرب یقولون الاشعار اھ۔
یہ سب باتیں بے اصل ہیں۔ وروی ابونعیم فی الحلیۃ عن ابن عباس انہ قال ذھب الناس وبقی النسناس قیل ما النسناس قال الذین یتشبھون بالناس ولیسوا منھم۔
بعض نے کہا ہے کہ حیوان ناطق تین قسم پر ہے ناس و نسناس و نسانس۔ اور جن کی دو نوعیں ہیں۔ اول جن جو قوی و اعلٰی ہیں۔ دوم حن اور یہ ضعیف نوع ہے۔ اس قسم کی باتیں اہل علم و اہل تاریخ کے نزدیک صحیح نہیں ہیں۔ مؤرخ مسعودی نے مروج الذہب ج ۱ ص ۳۶۵ پر لکھا ہے کہ عنقاء مغرب کی طرح نسناس سے متعلق حکایات بھی صحیح نہیں ہیں۔ مسعودی فرماتے ہیں وقد زعم کثیر من الناس ان الحیوان الناطق ثلاثۃ اجناس ناس ونسناس ونسانس وھذا محال من القول لان النسناس انما وقع ھذا الاسم علی السفلۃ من الناس والرذال وقد قال الحسن ذھب الناس وبقی النسناس قال الشاعر ؎

ذھب الناس فاستقلوا وصرنا خلفا فی اراذل النسناس

اراد بہ ما وصفنا ای ذھب الناس وبقی من لاخیر فیہ (وقد ذھب) کثیر من الناس الی ان الجن نوعان اعلاھم و اشدھم الجن واضعفھم الحن وانشد الراجز ؎

مختلف سحرھم جن وحن

وھذا التفصیل بین الجنسین من الجن لم یرد بہ خبر ولا صح بہ اثر وانما ذلک من توھم الاعراب علی ما بینا انفا وقد غلب علی کثیر من العوام الاخبار عن معرفۃ النسناس وصحۃ وجودہ فی العالم کالاخبار عن وجود الصین وغیرھا

من الممالك النائية والامصار القاصية فبعضهم يخبر عن وجودهم فی المشرق و بعضهم فی المغرب فاهل المشرق يذكرون كونها بالمغرب واهل المغرب يذكرون انها بالمشرق وكذلك كل صقع من البلاد يسير سلطانه الى ان النسناس فيما بعد عنهم من البلاد وناى عن الديار قد ردوا فی ذلك خبرا مخرجه من طريق الاحاد ان ذلك فی بلاد حضرموت من الشحر وهو ما ذكرناه عن عبدالله بن كثير بن عفير المصری عن ابيه يعقوب بن الحرث بن نجيم عن شيبة بن الحرث التميمی قال قدمت الشحر فنزلت على رئيسها فتذاكرنا النسناس فقلت صيد والنا منها فلما ان رجعت اليه اذا بنسناس منها مع بعض اعوان المهرة فقال لی النسناس انا بالله وبك فقلت لهم حلوه فحلوه فلما حضر الغداء قال هل اصطدتم منها شيئا قالوا نعم ولكن خلاه ضيفك قال استعدوا فانا خارجون فی قنصه فلما خرجنا الى ذلك السحر خرج منها واحد بعدو وله وجه كوجه الانسان وشعرات فی ذقنه ومثل الثدی فی صدره ومثل رجلی انسان رجلاه وقد الظ به كلبان وهو يقول ؎

الويل لی مما به دهانی　　دهری من الهموم والاحزان

قفا قليلا ايها الركبان　　و استمعا قولی و صدقانی

انكما حين تحاربانی　　الفيتمانی حضرا يمانی

لولا سباقی ماملكتمانی　　حتى تموتا او تفارقانی

لست بخوار ولا جبان　　ولا بنكس رعش الجنان

لكن قضاء الملك الرحمن　　يذل ذا القوة و السلطان

قال فالتقيا به كلبان فاخذاه ويزعمون انهم ذبحوا منها نسناسا فقال آخر من شجرة كان ياكل السماق قال فقالوا نسناس آخر خذوه فاخذوه وذبحوه وقالوا لو سكت هذا لم يعلم بمكانه فقال نسناس من شجرة اخرى انا صمت فاخذوه فذبحوه وقالوا لو سكت هذا لم يعلم بمكانه فقال نسناس من شجرة اخرى يا لسان احفظ الراس قالوا نسناس خذوه فاخذوه وزعم من روى هذا الخبر ان المهرة تصطادها فی بلادها وتأكلها (قال المسعودی) وجدت اهل الشحر من بلاد حضرموت وساحلها وهی تسعون مدينة على الشاطئ من ارض الاحقاف وهی ارض الرمل وغيرها مما اتصل بهذه الديار من ارض اليمن وغيرها من عمان وارض المهرة يستظرفون اخبار النسناس اذا ما حدثوها ويتعجبون من وصفه ويتوهمون انه ببعض بقاع الارض مما قد نأى عنهم وبعد كسماع غيرهم من اهل البلاد بذلك عنهم وهذا يدل على عدم كونه فی العالم وانما ذلك من هوس العامة اختلطها كما وقع لهم اخبار عنقاء مغرب وهذا يدل على عدم كونه فی العالم وردوا فيه حديثا عزوه الى ابن عباس ونحن لم نحل وجود النسناس والعنقاء وغير ذلك مما اتصل بهذا النوع من الحيوان الغريب النادر فی العالم من طريق العقل فان ذلك غير ممتنع فی القدرة لكن احلنا ذلك لان الخبر القاطع للعذر لم يرد بصحة وجود ذلك فی العالم و

هذا باب هو داخل فى حيز الممكن الجائز خارج عن باب الممتنع والواجب ويحتمل هذه الانواع من الحيوان النادر ذكرها كالنسناس والعنقاء والعربد وما تصل بهذا المعنى ان تكون انواعا من الحيوان اخرجتها الطبيعة من القدرة الى الفعل ولم تحكمه ولم يتأت فيه الطبع كتأتيه فى غيره من الحيوان فبقى شاذا فريدا متوحشا نادرا فى العالم طالبا للبقاع النائية من البر مباينا لسائر انواع الحيوان من الناطقين وغيرهم للضدية التى فيه لغيره مما قد احكمته الطبيعة وعدم تشاكله والمناسبة التى بينه وبين غيره من اجناس الحيوان وانواعه والله تعالى اعلم بصحة هذا الخبر وليس لنا فى ذلك الا النقل وان نعزوه الى راويه وهو المقلد بعلم ذلك فيما حكاه ورواه فينظمه على حسب ما يأتى نظمه فى ذلك الموضع المستحق له والله ولى التوفيق برحمته (واما ما ذكره) عن ابن عباس فهو خبر يتصل بخبر خالد بن سنان العبسى وقد قدمنا فيما سلف من هذا الكتاب خبر خالد بن سنان العبسى وانه ذكر انه كان فى الفترة بين عيسى ومحمد عليهما الصلاة والسلام وذكرنا خبره مع النار واطفائه لها (فلنذكر الآن خبر العنقاء) على حسب ما رووه فلا بد من اعادة خبر خالد لذكر العنقاء واتساع الخبرين ومخرج هذه الاخبار كلها عن ابن عفير حدثت للحسن بن ابراهيم قال حدثنا محمد بن عبد الله المروزى قال حدثنا اسد بن سعيد بن كثير عن ابن عفير عن عكرمة عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله خلق طائرا فى الزمان الاول من احسن الطير وجعل فيه من كل جنس قسطا وخلق وجهه على مثال وجوه الناس وكان فى اجنحته كل لون حسن من الريش وخلق له اربعة اجنحة من كل جانب منه وخلق له يدين فيهما مخالب وله منقار على صفة منقار العقاب غليظ الاصل وجعل له ابناء على مثاله وسماها بالعنقاء واوحى الله تعالى الى موسى ابن عمران انى خلقت طائرا عجيبا خلقته ذكرا وانثى وجعلت رزقه فى وحش بيت المقدس وآنستك بهما ليكونا مما فضلت به بنى اسرائيل فلم يزالا يتناسلان حتى كثر نسلهما وادخل الله موسى وبنى اسرائيل فى التيه فمكثوا فيه اربعين سنة حتى مات موسى وهارون فى التيه وجميع من كان مع موسى من بنى اسرائيل و كانوا ستمائة الف وخلفهم نسلهم فى التيه ثم اخرجهم الله تعالى من التيه مع يوشع بن نون تلميذ موسى ووصيه فانتقل ذلك الطائر فوقع بنجد والحجاز فى بلاد قيس عيلان ولم يزل هنالك يأكل من الوحوش ويأكل الصبيان وغير ذلك من البهائم الى ان ظهر نبى من بنى عبس بين عيسى ومحمد صلى الله عليهما وسلم يقال له خالد بن سنان فشكا اليه الناس ما كانت العنقاء تفعل بالصبيان فدعا الله عليهما فقطع نسلهما فبقيت صورتهما تحكى فى البسط وغير ذلك (وقد ذهب جماعة) من ذوى الدراية الى ان اقوال الناس فى امثالهم عنقاء مغرب انما هو للامر العجيب النادر وقوعه وقولهم جاء فلان بعنقاء مغرب يريدون انه جاء بامر عجيب قال شاعرهم ـ

وصبحهم بالجيش عنقاء مغرب

والعنق السرعة قال ابن عباس وكان خالد بن سنان نبى بنى عبس بشر برسول الله صلى الله عليه وسلم فلما حضرته

الوفاة قال لقومه اذا انا مت فادفنونی فی حقف من هذہ الاحقاف وھی تلول عظام من الرمل واحرسوا قبری ایاما فاذا رأیتم حمارا اشھب ابتر یدور حول الحقف الذی فیه قبری ایاما فاجتمعوا ثم انبشوا قبری واخرجونی الی شفیر القبر واحضروا لی کاتبا ومعه ما یکتب فیه حتی املی علیکم ما یکون وما یحدث الی یوم القیامة قال فرصدوا قبرہ واجتمعوا علیه لینبشوہ کما امرھم فحضر ولدہ وشھروا سیوفھم وقالوا واللہ لا ترکنا احدا ینبشه اتریدون ان نعیر بذلك غدا وتقول لنا العرب ھؤلاء ولد المنبوش فانصرفوا عنه وترکوہ قال ابن عباس وردت ابنة له عجوز فذ عمرت علی النبی صلی اللہ علیه وسلم فتلقاھا بخیر واکرمھا واسلمت وقال لھا مرحبا بابنة نبی ضیعه اھله انتھی کلام المسعودی بحذف۔

۲۰۔ **العجل**۔ گائے کا چھوٹا بچہ۔ قصہ بنی اسرائیل میں عجل مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ ثم اتخذتم العجل من بعدہ۔ عجل کی جمع عجول ہے۔ مفرد میں عِجّوْل بکسر عین وتشدید جیم بھی مستعمل ہے جمع عجاجیل ہے۔ مادہ کو عجلۃ کہتے ہیں۔ سمی عجلا لاستعجال بنی اسرائیل عبادته وکانت مدة عبادتھم له اربعین یوما فعوقبوا فی التیه اربعین سنة فی مقابلة یوم۔ وعن حذیفة بن الیمان ان النبی علیه السلام قال لکل امة عجل وعجل ھذہ الامة الدینار والدرھم۔

فائدہ۔ اس فائدہ میں ہم تفصیل اولادِ حیوانات پیش کرتے ہیں۔ ولد بقرہ کو جب کہ وہ چھوٹا ہو عجل کہتے ہیں۔ ولد حمار کو جحش۔ ولد فرس کو مُہر۔ ولد ناقہ کو حوار۔ ولد فیل کو دَغفل۔ ولد شاۃ کو حَمل۔ خصوصًا بکری کے ولد کو جدی۔ ولد اسد کو شِبل۔ ولد ظبی کو خشف۔ ولد ضبع کو فُرعُل۔ ولد دُبّ کو دُیسم۔ ولد خنزیر کو خنّاص۔ ولد ثعلب کو ہجرس۔ ولد کلب کو جِرو۔ ولد فارہ کو درص۔ ولد ضَب کو حِسْل۔ ولد قرد کو قشۃ۔ ولد ارنب کو خرنق۔ ولد حیۃ کو حریش۔ ولد دجاج کو فرّوج کہتے ہیں۔ ولد نعام کو رأل۔ ولد عصفور کو فرخ کہتے ہیں۔ کذا قال الثعلبی فی فقہ اللغۃ ص ۹۳۔

۲۱۔ **العنکبوت**۔ مکڑی۔ آیت اَن یضرب مثلاً ما بعوضۃً کے ذیل میں یہ مذکور ہے۔ اس کی جمع عناکب ہے۔ کنیت ابوخیثمہ وابوقشعم اور انثی کی ام قشعم ہے۔ اس کی آٹھ ٹانگیں اور چھے آنکھیں ہوتی ہیں۔ افلاطون لکھتا ہے اشیاء میں حریص تر مکھی ہے اور قانع وصابر تر مکڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حریص تر کو قانع کا رزق مقرر فرما دیا ہے۔ فسبحان اللطیف الخبیر۔ مکڑی کے جالے سے گھر کو صاف رکھنا چاہیے کیونکہ اس سے فقر وافلاس پیدا ہوتا ہے۔ فاسند ابن عطیة وغیرہ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنه انه قال طھروا بیوتکم من نسج العنکبوت فان ترکه فی البیت یورث الفقر۔ وفی مراسیل ابی داؤد عن یزید بن مرثد ان النبی علیه السلام قال ان العنکبوت شیطان فاقتلوہ۔

عنکبوت کا مسلمانوں پر بہت بڑا احسان ہے کیونکہ اس نے غارِ ثور پر فورًا بڑا جالا بنا دیا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو مشرکین کے شر سے محفوظ رکھا۔ وفی الحلیة للحافظ ابی نعیم عن عطاء بن میسرة قال نسجت

العنکبوتُ مرّتین علی نبیّین علی داؤد حین کان جالوت یطلبه وعلی النبی علیه الصلاۃ والسلام فی الغار۔ وفی تاریخ ابن عساکر انّ العنکبوتَ نسجت ایضًا علی عورۃ زید بن علی بن الحسین بن علی رضی اللہ عنہم لما صُلِب عُریانًا فی سنۃ ۱۲۱ فاقام مصلوبًا اربع سنین۔ قرآن میں ہے وانّ اوھن البیوت لبیت العنکبوت لوکانوا یعلمون۔

۲۲۔ **الغُراب**۔ کوّا۔ آیت شھرُ رمضانَ الذی انزل فیہ القراٰن کی تفسیر میں غراب مذکور ہے۔ غراب کو غراب اس لیے کہتے ہیں کہ وہ سیاہ ہوتا ہے اور یہ مادۂ غ رب سیاہی پر دلالت کرتا ہے قال اللہ تعالیٰ وغرابیب سود۔ وروی راشد بن سعد ان النبی علیہ السلام قال انّ اللہ تعالیٰ یبغض الشیخ الغِربیب اس کی تفسیر راشد بن سعد نے یہ کی ہے کہ مراد وہ شیخ ہے جو بالوں کو سیاہ خضاب لگائے۔ غراب کی متعدد جموع مستعمل ہیں جو ابن مالک نے اس شعر میں جمع کی ہیں ؎

بالغُربِ اِجمع غرابًا ثم اَغرِبۃ　　واَغرُبٍ وغرابینٍ وغِربانِ

غراب کی کنیتیں یہ ہیں ابو حاتم۔ ابو بجادف۔ ابو الجراح۔ ابو حذر۔ وغیرہ۔ جن کا بیان لفظ ابن دایہ میں گزر چکا ہے۔ غراب کی متعدد اقسام ہیں۔ مثل غُداف وزاغ واکحل وغراب الزرع۔ ایک قسم کا نام غراب اعصم ہے وہ بہت قلیل الوجود ہے۔ عرب میں مثل ہے اَعزّ من الغراب الاعصم۔ وقال صلی اللہ علیہ وسلم مثل المرأۃ الصالحۃ فی النساء کمثل الغراب الاعصم فی مائۃ غراب۔ رواہ الطبرانی من حدیث ابی امامۃ۔ وفی روایۃ ابن ابی شیبۃ قیل یا رسول اللہ وما الغراب الاعصم؟ قال الذی احدی رجلیہ بیضاء۔ وعن عمرو بن العاصؓ قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمرّ الظہران فاذا بغربان کثیرۃ فیھا غراب اعصم احمر المنقار والرجلین فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل الجنۃ من النساء الامثل ھذا الغراب فی ھذہ الغربان۔ واسنادہ صحیح اخرجہ احمدُ والحاکم۔

کوّوں کی ان اقسام کی حلّت وحرمت پر فقہاء نے بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ بعض حرام، بعض مکروہ اور بعض مباح ہے۔ عرب بلکہ غیر عرب بھی کوّے کو بدشگون سمجھتے ہیں اور کسی سفر وغیرہ میں اگر کوّا ان کے سامنے آجاتا تو وہ اس کا مطلب یہ لیتے تھے کہ اس کام میں، تجارت میں اور سفر میں خسارہ اور نقصان ہوگا۔ اس لیے وہ کوّے کے نام سے غربت واغتراب وغریب کا اشتقاق کرتے تھے۔ کوّے کی ایک قسم شدید السواد ہے۔ اور ایک قسم غراب ابقع ہے جس میں سواد وبیاض دونوں موجود ہوں۔ یہی غراب ابقع غرابِ بَین کہلاتا ہے قال صاحب المجالسۃ سُمّی غرابَ البَین لانہ بان عن نوح علی نبینا وعلیہ افضل الصلاۃ والسلام لما وجّھہ لینظر الی الماء فذھب ولم یرجع ولذلک تشاءموا بہ۔

حدیث میں کوّے کو فاسق کہا ہے اور یہ ان اجناس فواسق میں سے ہے جن کا قتل حِل وحرم میں جائز ہے

غرابِ بین اس لیے کہلاتا ہے کہ جب لوگ اپنی جگہ چھوڑ کر چلے جاتے تو وہ ان کی جگہ پر آکر بیٹھ جاتا تھا۔ بین کا معنی فراق ہے گویا کہ یہ کوا فراق کی اطلاع دیتا ہے۔ اس لیے عرب اس سے تشاؤم کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جہاں پر یہ زیادہ بیٹھتا ہے وہاں پر لوگوں میں فراق آتا ہے اور وہ علاقہ خراب وغیر آباد ہوجاتا ہے۔ حالانکہ یہ غلط عقیدہ ہے اور عقائدِ اسلام کے خلاف ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ کوا واعظ ہے اور لوگوں کو فراق وفناء اور تباہی کی طرف متوجہ کرتا ہے اور گویا کہ کہتا ہے کہ تمہارے فراق کے دن قریب ہیں اور کسی وقت تمہارے یہ گھر غیر آباد ہوجائیں گے کسی نے کوے کی لسانِ حال کے بارے میں کیا خوب کہا ہے ؎

أنوحُ علی ذھابِ العُمرِ مِنّی — وحقٌّ ان أنوحَ وأن أُنادِی
وأندبُ کلما عاینتُ رکباً — حدا بھم لوشكِ البین حادی
یُعنِّفنی الجھولُ إذا رآنی — وقد ألبستُ أثوابَ الحداد
نقلتُ له اتّعظْ بلسان حالی — فانی قد نصحتُك باجتھاد
وھا انا کالخطیبِ ولیس بدعًا — علی الخُطباءِ أثوابُ السواد
أنوحُ علی الطُلولِ فلم یُجبنی — بِساحتِھا سوی خُرسِ الجماد
فاکثر فی نواحیھا نواحی — من البَینِ المفتّت للفؤاد
تَیقظْ یا ثقیلَ السمعِ وافھم — اشارۃ مَن تسیرُ به الغَوادی
فما من شاھدٍ فی الکون إلّا — علیه من شھود الغیب بادی

بعض لوگ کہتے ہیں کہ کوا خوش خبری سناتا ہے کسی مسافر کے آنے کی یا تجارت میں کامیابی کی وغیرہ وغیرہ۔

ابوالہیثم کہتا ہے ان الغراب یُبصِر من تحت الارض بقدر منقارہ۔ قابیل نے جب ہابیل کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اور پرندوں کے بجائے غراب اس لیے بھیجا کہ غراب کا ماخذ غربت ہے۔ غریب کا معنی ہے عجیب ونادر۔ مسافر کو بھی غریب کہتے ہیں۔ اور یہ قتل بھی دنیا میں پہلا قتل تھا اس لیے یہ قتل بھی بڑا غریب ومستغرب تھا تو اس لفظی مشابہت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے غراب ہی کو بھیجا۔ کما صرح بہ القرآن۔

ایک حدیث ہے عن الزھری عن ابی واقد عن روح بن حبیب قال بینما انا عند ابی بکرؓ اذ اُتی بغراب وفیہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما صِید قطّ صیدٌ الا بنقص من تسبیح ولا أنبت اللہ نابتۃ إلا وُکِّل بھا ملکًا یُحصِی تسبیحھا حتی یأتی بہ یوم القیامۃ ولا عضت شجرۃ ولا قطعت الا بنقص من تسبیح ولا دخل علی امریءٍ مکروہ الا بذنب وما عفا اللہ عنہ اکثر یا غراب اعبد اللہ ثم خلّی سبیلہ۔

۲۳۔ **الفرس**۔ گھوڑا۔ آیت واٰتی المال علی حبہ ذوی القربیٰ والیتمیٰ والمسٰکین وابن السبیل

والسائلین الخ کے تحت فرس مذکور ہے۔ فرس کی جمع افراس ہے۔ ذکر و انثیٰ دونوں پر فرس کا اطلاق ہوتا ہے۔ ابن جنی و فراء کے نزدیک مادہ کو فرسۃ کہا جاتا ہے۔ گھوڑے سوار کو فارس کہتے ہیں۔ فرس کی کنیت ابوشجاع و ابوطالب و ابومدرک و ابومضی و ابوالضمار و ابوالمنجی ہے۔

حیوانات میں گھوڑا متعدد اخلاق میں انسان سے مشابہ ہے۔ کیونکہ اس میں انسان کی طرح علو ہمت و شرف نفس وکرم موجود ہوتا ہے۔ بعض عرب کا خیال ہے کہ یہ دراصل وحشی جانور تھا۔ سب سے پہلے اسے رام کرکے اس پر سواری حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کی ہے۔ حدیث شریف ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الشیطان لایخبل احدًا فی دار فیھا فرس عتیق۔ رواہ الطبرانی۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو گھوڑا اعرابی سے خریدا تھا اس کا قصہ مشہور ہے کہ جب اعرابی نے انکار کر دیا تو حضرت خزیمہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گواہی دی تھی اس گھوڑے کا نام مرتجز تھا اور اعرابی کا نام سواد ابن حارث تھا۔ وفیہ فاقبل النبی علیہ السلام علی خزیمۃ فقال بما تشھد؟ قال بتصدیقك یارسول اللہ فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شھادۃ خزیمۃ شھادۃ رجلین۔ اخرجہ ابوداؤد والنسائی۔ ایک روایت میں ہے ھل حضرتنا یاخزیمۃ قال لا قال فکیف تشھد بذلك فقال خزیمۃ بأبی انت و امی یارسول اللہ اصدقك علی اخبار السماء ومایکون فی غد ولا اصدقك فی ابتیاعك ھذا الفرس فقال علیہ الصلاۃ والسلام انك لذو الشھادتین یاخزیمۃ۔ وفی مسند الحارث ان النبی علیہ السلام رد الفرس علی ذلك الاعرابی وقال لابارك اللہ لك فیھا۔ فاصبحت من الغد شائلۃ برجلیھا ای ماتت۔

ایک اور حدیث ہے عن ابن عمر مرفوعًا ان یکن الخیر فی شئ ففی ثلث المرأۃ والدار والفرس۔ وفی روایۃ الشؤم فی ثلث المرأۃ والدار والفرس۔ رواہ ابن ماجۃ۔ وعن سالم عن ابیہ ان النبی علیہ السلام قال البرکۃ فی ثلث فی الفرس والمرأۃ والدار۔ علامہ سہیلیؒ لکھتے ہیں کہ گھوڑے میں بیس اعضاء ایسے ہیں جن میں سے ہر ایک کسی پرندے کے نام سے مسمّٰی ہے۔

۲۴۔ **فَرَاشَۃٌ** ۔ اس کی جمع فراش ہے۔ آیت ان اللہ لا یستحیی ان یضرب مثلًا ما بعوضۃً کے ذیل میں فراشہ مذکور ہے۔ فراش ان اڑنے والی چیزوں کا نام ہے جو رات کو چراغ پر آ کر گرتی ہیں۔ چراغ پر آ کر ان کے گرنے اور روشنی کی طرف اڑنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ چیزیں دن کی روشنی چاہتی ہیں۔ جب رات کو چراغ کی روشنی دیکھتی ہیں تو وہ یہ خیال کرتی ہیں کہ ہم تاریک جگہ میں قید ہیں اور یہ چراغ روشن جگہ کی طرف ایک دریچہ اور سوراخ ہے۔ اس لیے وہ بار بار روشنی کی طرف اڑ کر اپنے آپ کو آگ میں ڈالتی ہیں۔ پھر جب وہ چراغ سے دوسری جانب کو گزر جاتی ہیں تو وہ سمجھتی ہیں کہ ہم عین دریچہ و سوراخ میں ابھی تک نہیں پہنچیں لہٰذا وہ پھر واپس آتی ہیں تا آنکہ وہ جل جاتی ہیں۔

انسان کو ان چیزوں کی جہالت پر ہنسی بھی آتی ہے اور افسوس بھی۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو انسان کی جہالت فراش کی جہالت سے بہت زیادہ ہے اور خسارہ بھی بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ انسان شہواتِ نفسانیہ اور خواہشاتِ شیطانیہ میں اپنے آپ کو شب و روز ڈالتا جارہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ تباہ ہوکر اور اپنی قیمتی زندگی ان میں ختم کرکے اپنے آپ کو آتشِ جہنم کا ایندھن بنالیتا ہے۔ اس لیے امام غزالیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے فلیتَ جهلَ الآدمیّ کان کجهلِ الفراش فانها باغترارها بظاهر الضوء ان احترقت تخلصت فی الحال والآدمیّ یبقی فی النار ابدَ الآباد اومدةً مدیدةً فلذلك کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول انکم تتهافتون فی النار تهافُتَ الفراش وانا اٰخذ بحجزکم۔

قال الله تعالیٰ یوم یکون الناس کالفراش المبثوث ـ هذا التشبیه بالفراش فی الکثرة والانتشار والضعف والذلة۔ وروی مسلم عن جابرؓ قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم ان مثلی ومثلکم کمثل رجل اوقد نارًا فجعل الجنادب والفراش یقعنَ فیها وهو یذبهنّ عنها وانا اٰخذ بحجزکم عن النار وانتم تتفلتون من یدی۔ وروی البیهقی عن النواس بن سمعانؓ ان النبی علیه السلام قال مالی اراکم تتهافتون فی الکذب تهافتَ الفراش فی النار۔ کل الکذب مکتوبٌ الا الکذبِ فی الحرب والکذب فی اصلاح ذات البین وکذب الرجل علی امرأته لیرضیها۔

۲۵۔ **القُراد**۔ چیچڑی۔ فراشہ و قُراد دونوں مذکورہ صدر آیت میں مذکور ہیں۔ قُراد کی جمع قِردان ہے۔ قُراد ایک جاندار ہے جو اونٹوں اور دوسرے جانوروں کا خون چوستا ہے۔ جانوروں کے لیے وہ ایسا ہے جیسے جُوں انسان کے لیے ہے یقال قرّدْ بعیرك تقریدًا ای انزع منه القُراد ویقال اَسمع من قُرادٍ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی قوت شنوائی بہت تیز ہے۔ کہتے ہیں کہ اونٹوں کے قدموں کی آہٹ ایک دن کی مسافت سے سُن لیتا ہے اور پھر وہ ان کی طرف حرکت شروع کر دیتا ہے۔ ویقال اَعمر من قُراد۔

عرب کا یہ خیال تھا کہ قراد سات سو سال تک زندہ رہتا ہے۔ قال الشیخ حمزہ وهذا من اکاذیبهم و انما الضجر منهم به دعاهم الی هذا القول فیه۔

۲۶۔ **القِردة**۔ بندر۔ قال الله تعالیٰ فقلنا لهم کونوا قِردةً خٰسئین۔ اس کی کنیت عرب کے نزدیک ابوخالد۔ ابوحبیب۔ ابوخلف۔ ابوربّہ۔ ابوقشۃ ہے۔ قِردٌ کی جمع قُرودٌ اور قِردَۃٌ ہے۔ بندر ذکی، سریع الفہم اور عجیب جانور ہے۔ وہ ہر قسم کی صنعت سکھانے پر سیکھ جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ سلطانِ نوبہ نے خلیفہ متوکل باللہ کو ایک ایسا بندر دیا تھا جو درزی تھا اور ایک دوسرا بندر تھا جو صائغ یعنی زرگری کا کام کرسکتا تھا۔ بعض لوگ اسے اپنی دکان کی حفاظت سکھاتے ہیں اور بعض لوگ چوری کرنا سکھا دیتے ہیں تو وہ چوریاں کرتا ہے قردہ یعنی بندریا کے پیٹ سے بہ یک وقت دس یا بارہ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ نر بندر اپنی مادہ کے بارے میں بڑے

غیرت مند ہوتے ہیں۔ بندر انسان کی طرح ہنستا کھیلتا اور نقلیں اتارتا ہے۔ انگلیاں اور ناخن بھی رکھتا ہے۔ انسان کی طرح مادہ اپنے بچوں کو اٹھاتی ہے۔

قدیم امتوں میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے نافرمانی کی وجہ سے مسخ کر کے بندر بنا دیا تھا۔ روی الطبرانی عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اٰخر الزمان تأتی المرأۃ فتجد زوجھا قد مسخ قردًا فانہ لایؤمن بالقدر۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ وہ ممسوخ امتیں تین دن سے زیادہ زندہ نہ رہیں۔ لہٰذا موجودہ بندروں کی نوع ان ممسوخین کی نسل سے نہیں ہے۔ لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں تناسل کا سلسلہ جاری رہا۔ ففی صحیح مسلم عن ابی سعید وجابر رضی اللہ عنہما قالا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اُتی بضب فابی ان یاکل وقال لا ادری لعلہ من القرون التی مسخت۔

فائدہ مہمہ۔ بندر کی انسان سے مشابہتِ کثیرہ کے پیشِ نظر ڈارون نے یہ نظریہ پیش کیا جو آج کل یورپ اور یورپی تہذیب یافتہ لوگوں میں مقبول ہے کہ انسان بندر کی نسل سے تعلق رکھتا ہے اور انسان کی موجودہ صورت بندر کی ترقی یافتہ صورت ہے۔ یعنی بندر ترقی کر کے انسان بن گیا۔ یہ نظریۂ ارتقا کہلاتا ہے۔ ڈارون وغیرہ کے نزدیک انسان کی موجودہ ہیئت وصورت دفعۃً پیدا نہیں ہوئی بلکہ بطریقۂ ارتقا یعنی بطریقۂ ترقی آہستہ آہستہ چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑے ہزاروں لاکھوں سال میں ترقی کر کے ان کی شکل بدلتے بدلتے انسانی صورت تک پہنچی ہے۔

مگر یہ نظریہ موجبِ کفر ہے۔ قرآن مجید اور اسلامی عقائد کے خلاف ہے۔ قرآن مجید اور اسلامی نصوص کے مطابق اللہ تعالیٰ نے انسان کو دفعۃً مٹی سے بنایا اور پہلے انسان آدم علیہ السلام ہیں۔ اگر نظریۂ ارتقا صحیح ہو تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ ترقی آج کیوں بند ہے۔ بلکہ لازم ہے کہ اب بھی بعض بندر انسان بنتے جائیں۔ بہرحال اسلامی نقطۂ نظر سے نظریۂ ارتقا باطل اور کفر ہے۔ اسلام میں ایسے گمراہ کن نظریے کی ذرہ بھر گنجائش نہیں ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

ہوئے نیکی سے بیگانہ ترقی اس کو کہتے ہیں   جہاں انسان رہتے تھے وہاں بندر اچھلتا ہے

یہ بندۂ عاجز وخاطی اس قسم کے جدید انکشافات ونظریات وعلوم جدیدہ سے بخوبی واقف ہے اور نظریاتِ جدیدہ وانکشافاتِ حدیثہ کے مکمل پس منظر وتہہ منظر وتفصیلات وجرح وتعدیل، صحیح وخطاء سے باخبر ہے۔ وللہ الحمد ولا فخر۔ لیکن اکثر طلبہ واہلِ علم اس قسم کے نظریات سے آگاہ نہیں ہوتے۔ نیز انہیں علوم جدیدہ سے متعلق کتابیں عموماً دستیاب نہیں ہوتیں۔ چنانچہ اضافۂ معلوماتِ طلبہ وعلماء کی خاطر ہم یہاں پر نظریۂ ارتقاء کے بارے میں کتبِ متعلقہ سے چند چیدہ حوالے وعبارات من وعن ذکر کرتے ہیں نقلِ کفر کفر نہ باشد۔ امید ہے کہ ان حوالوں سے انہیں اہلِ یورپ کی گمراہی کی تفصیل اور اس کے چند اسباب ومبادی کا کچھ پتہ چل سکے گا نیز اس طرح علماء وطلبہ کو

اس گمراہ نظریہ کی تردید آسان ہوجائے گی۔ کتب متعلقہ کے چند حوالوں کے پیشِ نظر نظریۂ ارتقاء کی تشریح یہ ہے بعض ماہرینِ نظریۂ ارتقاء کی عبارات کے کچھ اقتباسات درج ذیل ہیں:

◎ مسئلہ ارتقاء(۱) ◎

اگر غور سے دیکھا جائے تو اس دنیا میں ہر روز کوئی نہ کوئی نئی بات نظر آتی ہے۔ ہر شے میں اس حد تک تبدیلی نظر آتی ہے کہ لوگ دنیا کو تغیر پسند کہنے لگے۔ کسی طرف نظر ڈالیے ہر شے میں جدت محسوس کیجیے گا۔ اگر دنیا فی الحقیقت تغیر پسند واقع ہوئی ہے تو کوئی زمانہ ایسا بھی رہا ہوگا جب کہ موجودہ عالم کی صورت ہی کچھ اور ہوگی۔ اس نقطۂ نظر سے تخلیقِ عالم کے دقیق مسئلہ پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے۔

بالعموم ہر ذی عقل شخص کے دل و دماغ میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دنیا کیونکر پیدا ہوئی؟ کیا جس شکل و صورت میں آج ہم ہر شے کو دیکھتے ہیں بعینہ اسی طرح یا اس سے ملتی جلتی کسی شکل میں یہ پیدا ہوئی تھی؟ آج جو مختلف قسم کے حیوانات، نباتات وغیرہ دکھائی دیتے ہیں کیا دنیا کے شروع میں بھی یہ ایسے ہی تھے؟ لیکن ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ دنیا تغیر پسند ہے۔ ایسی حالت میں آغازِ عالم کے وقت ان کی شکل و صورت کیا تھی؟ اس باب میں دو رائیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ دنیا کو پیدا کرتے وقت خالق نے ہر شے کو اُسی صورت میں خلق کیا جیسی وہ آج نظر آتی ہے۔ دوسری رائے اس کے خلاف ہے کہ دنیا کے آغاز میں کائنات کی شکل و صورت یہی نہ تھی یہ تو اس کی ترقی یافتہ صورت ہے یہ دنیا بعض اجزاء کے اشتراک سے ایک دم وجود میں نہیں آگئی بلکہ اس نے رفتہ رفتہ یہ صورت اختیار کی ہے۔

علماء نے ان دونوں نظریوں کی مکمل تحقیقات بہت زمانہ قبل کی ہے لیکن ہم ان کی پیروی نہ کریں گے بلکہ جدید تحقیقات کے مطابق اس مسئلہ پر غور کریں گے۔ دنیا کے وجود پذیر ہونے سے قبل ہماری زمین بھی نہ تھی تمام دنیا میں ایک نادیدنی مادہ پھیلا ہوا تھا جس کو قدرت کا نام دیا گیا ہے۔ رفتار اور حرارت میں تغیر ہوتے ہوتے تمام سیارے اور ہماری زمین پیدا ہوئی۔ زمین بتدریج سرد ہوتی گئی اور حسبِ قانون ہوا، پانی وغیرہ وجود میں آئے بعدازاں کائنات کا ارتقاء شروع ہوگیا۔

بعض لوگوں کو اس کی سچائی میں شک ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ بیان صحیح ہے تو ہم تک یہ کیوں کر پہنچا؟ کیا اس ارتقاء کو کسی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا؟ کیا کسی نے کائنات کی پیدائش کی یہ کیفیت اسی صراحت کے ساتھ قلم بند کی تھی؟ اگر یہ نہیں ہوا ہے تو ہم کیونکر یقین کر سکتے ہیں کہ دنیا اسی طریقہ سے وجود میں آئی ہے۔ اس کے جواب میں پنڈت جواہر لال نہرو کی کتاب "باپ کے خطوط بیٹی کے نام" کا مندرجہ ذیل حوالہ کافی ہوگا:

"خواہ ہمارے پاس اُس قدیم زمانہ کی تحریر شدہ کتب نہ ہوں تاہم خوش قسمتی سے ہمارے پاس کئی ایسی چیزیں موجود ہیں جو اس باب میں کتاب ہی کی طرح ہمیں بہت سی باتیں بتاتی ہیں۔ پہاڑ، چٹانیں، سمندر، ندیاں، کواکب،

ریگستان اور قدیم زمانے کے جانداروں کے پنجر اور اسی قبیل کی دیگر اشیاء ہمارے لیے وہ کتابیں ہیں جن سے آغازِ آفرینش کی کیفیت واضح ہو جاتی ہے۔ کائنات کی کہانی کو سمجھنے کا صحیح طریقہ یہی نہیں ہے کہ دوسروں کی تحریریں پڑھ لی جائیں، بلکہ خود قدرت کی کتاب کو پڑھنا چاہیے۔

آگے چل کر وہ لکھتا ہے ..... " سڑک پر یا پہاڑ کے دامن میں چھوٹے موٹے پتھروں کو ہم دیکھتے ہیں وہ گویا قدرت کی کتاب کا ایک ایک ورق ہے اور اگر ہم اس کو پڑھ سکیں تو تھوڑی بہت باتیں ہم کو معلوم ہو سکتی ہیں..... اگر کسی بڑی چٹان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دیے جائیں تو ہر ٹکڑا کھُردرا اور بے ڈول ہوگا سڑک پر پڑے ہوئے گول پتھر سے وہ بالکل متفرق ہوگا۔ فرض کرو وہ کسی پہاڑ کے دامن میں پڑا رہا۔ برسات کے دنوں میں بارش کا پانی اس کو وادی میں بہا کر کسی چشمے تک لے گیا جہاں سے دھکے کھاتے کھاتے وہ ایک چھوٹی ندی میں جا پہنچا۔ چھوٹی ندی نے اس کو بڑی ندی میں پہنچا دیا۔ اس دَوران میں رگڑیں کھاتے کھاتے اس کی نوکیں جھڑ گئیں اور کھُردراپن مٹ گیا۔ اب وہ چکنا اور چمک دار ہو گیا اس طرح وہ چکنا چمک دار گول مول بن گیا۔ کسی طرح وہ ندی سے خشکی میں پہنچ گیا اور اب ہم اسے سڑک وغیرہ پر دیکھتے ہیں۔ اگر وہ ندی کے باہر نہ ہو جاتا بلکہ اسی کے ساتھ بہتا رہتا تو وہ اور بھی چھوٹے سے چھوٹا ہوتا جاتا اور آخر میں ریت کا ذرّہ بن کر اپنے اور ساتھیوں کے ساتھ سمندر کے اس ساحل کو خوشنما بناتا جہاں چھوٹے چھوٹے بچے ریت کے گھروندے بنا کر کھیلا کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا بیان پتھر کے ایک چھوٹے ٹکڑے کے ارتقاء کی دل کش تصویر ہے۔ اسی طرح قدرت کی دیگر اشیاء سے بھی کائنات کے ابتدائی ارتقاء کی کیفیت اچھی طرح واضح ہو سکتی ہے صرف وسعتِ نظر درکار ہے اور بس۔ کائنات میں دو قسم کی مخلوق ہے۔ ایک قائم اور دوسری محرّک۔ قائم مخلوق کی چھوٹی سے چھوٹی جنس بیکٹیریا کے نام سے مشہور ہے اور محرّک مخلوق کا سب سے چھوٹا جاندار امیبا کے نام سے۔ کیا تم نے ان دونوں کو کبھی دیکھا ہے؟ تم جواب دو گے نہیں۔ بات یہ ہے کہ آنکھ سے یہ نظر ہی نہیں آسکتے۔ ان کے دیکھنے کے لیے بہت بڑی طاقت کی خوردبین کی ضرورت ہے اور اس پر بھی بڑی توجہ اور غور سے نظر جمانے پر ان کی ہستی کا کچھ ثبوت ملتا ہے۔ ایک بال کی نوک پر یہ ہزاروں کی تعداد میں آسکتے ہیں۔ ان کا جسم خول کا بنا ہوتا ہے۔ کھانے پینے، کہنے سننے وغیرہ کے لیے کسی اور جان دار کی طرح امیبا میں خارجی حواس نہیں ہوتے۔ اس کے باوجود وہ کھاتا پیتا اور بچے دیتا ہے۔ ایک امیبا پھٹ کر دو ہو جاتے ہیں دو کے چار، چار کے آٹھ اور آٹھ کے سولہ۔ اسی التزام سے ان کا شمار بڑھتا جاتا ہے۔ ماہرین نظریۂ ارتقاء نے یہ ثابت کیا ہے کہ امیبا اور بیکٹیریا ہی ہماری اس کائنات کا مبدأ ہیں۔

ارتقاء کا مطلب ہے بتدریج ترقی کرنا۔ دوسرے الفاظ میں اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ کسی مادہ کا ایک

حالت سے نکل کر مقابلتاً اس سے زیادہ ترقی شدہ حالت میں داخل ہونا۔ اس طرح ارتقاء کا مطلب زمانۂ بعید میں ایک نئی جنس کی تخلیق ہوتا ہے۔

دنیائے سائنس میں ڈارون کو اس نظریہ کا گرو گھنٹال تسلیم کیا جاتا ہے۔ تاہم ڈارون سے قبل بفن، لیمارک، اسپنسر وغیرہ علماء نے مسئلہ ارتقاء کی توضیح و صراحت بہت اچھی طرح کر دی تھی۔ خود ڈارون کے والد ماجد اس مسئلہ کے بہترین ماہر تھے۔ ڈارون نے آغاز آفرینش (ORIGIN OF SPECIES) نامی کتاب لکھ کر بڑی نام وری حاصل کی ہے۔ یہ کتاب عام فہم اور سلیس زبان میں ہے۔

ڈارون کو بچپن ہی سے علم الحیات نیز علم نباتات کی دُھن سوار ہوگئی تھی قسم قسم کے کیڑے مکوڑے جمع کرنے کا انھیں شوق تھا۔ اپنی عمر کے بائیسویں سال (۱۸۳۱ء) میں انھیں ایک زریں موقع ہاتھ آیا۔ جنوبی امریکہ کی طرف ایک جہاز جا رہا تھا۔ اس کے کپتان نے اعلان کیا کہ اگر کوئی شخص علمی تحقیقات کے لیے سفر کرنا چاہے تو اس کو وہ اپنے جہاز میں نہایت خوشی سے جگہ دیں گے۔ ڈارون نے اپنی خدمات پیش کیں۔ پانچ برس کے متواتر سفر کے بعد انھوں نے اپنی تحقیقات کے نتائج شائع کیے۔

ڈارون کے دماغ میں ارتقاء کا نظریہ کیونکر سمایا؟ یہ ایک نہایت دل چسپ داستان ہے۔ ایک دن وہ مینتھل نامی مصنف کی ایک کتاب مطالعہ کر رہے تھے جس میں انسان کی ترقی پر اظہار خیالات کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں مذکور تھا کہ انسان کی آبادی یا شمار میں اضافہ زمین کے توازن کے اعتبار سے ہوتا ہے اور قیام زندگی کے وسائل غلّہ وغیرہ پر بہت کم نظر ہوتی ہے۔ اس سے ڈارون کا دماغ بیدار ہوگیا۔ اس کے بعد انھوں نے اس اصول کو تمام جانداروں اور نباتات پر بھی چسپاں کیا۔ اس سے انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ حیوانات کے بڑھتے ہوئے شمار کے مقابلے میں جب غلہ وغیرہ کی فصل کم پیدا ہوگی تو ایک ایسا دن ضرور آئے گا کہ غلہ کی کشمکش زندگی کا باعث ہوگی۔ ظاہر ہے کہ کمزوروں کو کچل دیا جائے گا اور صرف وہی زندہ رہ سکیں گے جو اس وقت کے حالات کا مقابلہ کرنے کے قابل ہونگے اس طرح کسی زمانۂ بعید میں اس کش مکش کی نوبت آئے گی اور کٹتے چھٹتے ایک زمانہ میں ایک بالکل نئی جنس رونما ہو جائے گی۔

ملکی آب و ہوا کے لحاظ سے جان داروں کے رُوپ رنگ میں تبدیلی لابدی ہے اور یہ تبدیلی دوسری جنس کی قلت پر پورا پورا اثر کرتی ہے۔ گلاب کی آج ہم صدہا اقسام دیکھتے ہیں۔ کیا وہ ابتدا ہی سے اتنے اقسام کے تھے؟ گھوڑے، گائے، بیل، بکری، انسان غرض ہر جنس کی بہت سی اقسام ہیں۔ لیکن ان میں بہت سی اقسام وہ ہیں کہ جن کا وجود کچھ زمانہ قبل بالکل نہ تھا۔ کتوں کی صدہا اقسام پیدا ہوگئی ہیں۔ حتیٰ کہ ان کو برابر برابر کھڑا کر دیا جائے تو کسی کو یہ خیال بھی نہ ہو سکے گا کہ یہ سب ایک ہی کتے سے پیدا ہوئے ہوں گے۔

جن حیوانات کو رات میں باہر نکلنا پڑتا ہے ان کا رنگ سیاہ ہوتا ہے بھڑکیلا نہیں ہوتا۔ چوہے، اُلو، چمگادڑ

اس کی بین مثال ہیں۔ اسی طرح جن جان داروں کو ہرے بھرے اور سرسبز مقامات میں رہنا پڑتا ہے ان کا رنگ بالعموم سبز ہوتا ہے۔ خشک گھاس میں رہنے والے جان داروں کا رنگ ان کے آس پاس کی فضا کے مطابق ہوتا ہے

بیشتر یہ تبدیلیاں ہمارے مختلف اعضاء کے زیادہ یا کم استعمال کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ خود ہمارے درمیان کسی کے بازو زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔ کسی کی پیدل چلنے کی طاقت بڑھی چڑھی ہوتی ہے۔ کسی کا دماغ اچھا ہوتا ہے۔ وجہ ظاہر ہے۔ جس شخص نے اپنے جس عضو سے زیادہ کام لیا وہی مضبوط اور ترقی پذیر ہوتا گیا۔ لوہار کے بازو اور فلسفیوں کا دماغ اسی لیے زیادہ مضبوط اور توانا ہوتے ہیں۔

بعض ایسے عضو بھی ہیں جن کا بظاہر کوئی فائدہ نظر نہیں آتا، پھر ان کی ترقی و قیام کی کیا خاص وجہ ہوسکتی ہے؟ مور کے پنکھ کے خوش نما رنگ اور ہرن کے ٹیڑھے میڑھے خوبصورت سینگ اب تک کیوں ضائع نہیں ہو گئے؟ کیونکہ ان سے تو کچھ کام نہیں لیا جاتا ہے۔ اگر غائر نظر سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ان سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ ان کی خوشنمائی اور خوبصورتی مادہ کو لبھانے میں ممد ہوتی ہے۔

آج تک جتنے جان دار پائے جاتے ہیں، نظریۂ ارتقاء کے مطابق ابتدائے آفرینش میں وہ الگ الگ پیدا نہیں ہوئے تھے۔

ریڑھ کی ہڈی والے جان داروں کو لو۔ ان میں ہاتھی، گھوڑا، مچھلی، پرند، انسان، بندر وغیرہ صدہا اقسام ہیں اور پھر ہر قسم کی کئی اقسام ہیں۔ مثال کے طور پر ایک عام ٹٹو سے لے کر اعلیٰ درجہ کے عربی گھوڑے تک کتنا فرق ہے۔ ارتقائیوں کا قول ہے کہ یہ جنس ابتداءً ایک ہی جنس سے پیدا ہوئی ہیں۔ دیگر الفاظ میں اس کو یہ کہہ سکتے ہیں کہ ریڑھ والے تمام جان داروں کی پیدائش شروع میں ایک ہی نوع سے ہوئی ہے۔ ان کی ساخت بدن کی یکسانیت اور ان کی پرانی عادات و خصائل ان کی بتدریج ترقی کا ثبوت ہیں۔

مسئلہ ارتقاء (۲)

اب تک ہم نے اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے کہ ارتقاء کیا ہے۔ لیکن اب ہم آپ کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں جو کہنے میں کچھ بے ڈھنگی سی معلوم ہوتی ہے۔ آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ نظریۂ ارتقاء کے مطابق انسان بندر کی اولاد ہے۔ سچ مچ یہ کیسی بے معنی بات ہے۔ وہ انسان جو مخلوق میں سب سے افضل و اعلیٰ، مہذب، ہر قسم کے عیش و آرام پر قادر، اپنی دماغی قوت سے زمین و آسمان کے قلابے ملا دینے والا اور ایک بالکل بے عقل اور وحشی جانور بندر کی اولاد! لیکن سچ پوچھو تو بات پتے کی ہے۔

کائنات میں ہمیں ایک طرح کی ترقی یا اصلاح نظر آتی ہے۔ اس کے متعلق گزشتہ باب میں کافی بحث ہو چکی ہے پھر اس بات کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انسان جان دار ہے۔ لہٰذا جب گھوڑا، زیبرا، گدھا وغیرہ مختلف جان دار

ایک ہی نوع سے پیدا ہوئے ہیں تو کیا یہ ممکن نہیں کہ انسان بھی کسی اپنے ایسے جان دار سے پیدا ہوا ہو اور پھر بتدریج ترقی کرتے کرتے موجودہ درجہ کو پہنچا ہو۔ اس کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے لیے مندرجہ ذیل مثالیں کافی ہوں گی۔

انسان کے جسم کی بتدریج ترقی کے باب میں متعدد علمائے سائنس نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہمارا مورثِ اعلیٰ ضرور کوئی بندر کے ایسا جان دار ہونا چاہیے۔ اس سلسلے میں ہکسلے نے ۱۸۶۳ء میں "کائنات میں انسان کا درجہ" نامی کتاب شائع کرکے اس پر روشنی ڈالی تھی۔ اس کے سات آٹھ برس کے بعد ڈارون نے "انسان کا زوال" نامی کتاب شائع کی۔ قدیم ہندستان کے علما نے بھی بندر کے لیے لفظ وانر نہایت مناسب استعمال کیا تھا مطلب یہ کہ بندر اور انسان کی مشابہت کوئی جدید انکشاف نہیں ہے۔

لوگ عام طور پر جن بندروں کو دیکھتے ہیں انھیں کو ارتقا کا مورثِ اعلیٰ تصور کرتے ہیں لیکن بات در اصل کچھ اور ہی ہے۔

بندروں کو چار درجوں پر منقسم کیا جاتا ہے۔ گبن، آرنگ اُتانگ چمپانزی اور گوریلا ان کے نام ہیں۔ یہ چاروں ایک حد تک انسان سے ملتے جلتے ہیں۔ انسان کی طرح ان کے بھی ۳۲ دانت ہوتے ہیں۔ حالانکہ عام قسم کے بندروں کے ۳۶، ۴۰، ۴۴ دانت ہوتے ہیں۔ دُم ان چاروں میں کسی کی نہیں ہوتی۔ ان کی ناک، کان، ٹھڈی انسان کی ایسی ہوتی ہے۔ عام بندروں کی طرح ان کے گال میں تھیلی نہیں ہوتی۔ ان کے ہاتھ مقابلۃً کچھ بڑے ہوتے ہیں حتیٰ کہ چلتے وقت زمین سے ٹکراتے ہیں۔ ہاتھ اور پاؤں میں پانچ پانچ انگلیاں ہوتی ہیں۔ البتہ ان کے انگوٹھے اتنے موٹے نہیں ہوتے جتنے موٹے انسان کے ہوتے ہیں۔ اپنے پاؤں کے انگوٹھوں کو یہ حسبِ خواہش ہلا ڈلا سکتے ہیں۔

ان چاروں میں گبن سب سے چھوٹا اور نازک ہوتا ہے۔ یہ جزائر جاوا، بورنیو اور ملاکا، سیام، اراکان وغیرہ ممالک میں پایا جاتا ہے۔ اس کا قد زیادہ سے زیادہ ۳ فیٹ ہوتا ہے۔ تمام دن یہ درختوں ہی پر رہتا ہے شام کے وقت ان کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں زمین پر اترتی ہیں۔ انسان کی ذرا سی آہٹ پاتے ہی یہ بھاگ جاتے ہیں ان کی آواز بہت تیز ہوتی ہے اور بہت دور تک سُنائی دیتی ہے۔ ان کے چلانے کی آواز بہت کچھ "کوایک کوایک ہاہا" کی ایسی ہوتی ہے۔

مسطح زمین پر یہ انسان کی طرح دونوں پاؤں سے چلتے ہیں۔ چلنے میں جسم ایک طرف کو جھکا ہوتا ہے۔ ہاتھ لمبے ہونے کی وجہ سے زمین سے ٹکراتے ہیں۔ ان کی چال کچھ عجیب سی ہوتی ہے۔ بات یہ ہے کہ چلنے میں یہ اِدھر اُدھر جھوکا کھاتے ہیں اور ویسے ان کا چلنا بھی بھاگنے کے برابر ہوتا ہے۔ درختوں پر یہ ۲۰ فیٹ لمبی چھلانگ مار سکتے ہیں لیکن زمین پر زیادہ تیزی سے نہیں بھاگ سکتے۔ شکاری انھیں میدان میں نکال کر ہی ان کا پیچھا کرتے ہیں۔ طبیعت کے لحاظ سے گبن بہت غریب ہوتا ہے لیکن اگر اس کو ستایا جائے تو انسان کو چباڈالتا ہے۔

درختوں کی کونپلیں، پھل، پھول اور کیڑے اس کی غذا ہیں۔ پانی پیتے وقت ہاتھوں کو پانی میں ڈبوکر پانی کو زبان یا ہونٹوں سے چاٹتا ہے اس کو پالتو بنانے میں زیادہ دقت نہیں اٹھانی پڑتی۔ بچوں کی طرح یہ بھی ہر وقت کچھ نہ کچھ شرارت کرتے رہتے ہیں۔ یہ بہت سمجھ دار ہوتے ہیں۔ ذیل کے واقعہ سے اس کی تائید ہوگی۔

کسی انگریز نے ایک گبن پالا تھا۔ چیزوں کو ادھر اُدھر کر دینے کی اس کو بہت بُری عادت پڑ گئی تھی کاغذوں اور کتابوں کے تو وہ پرخچے اڑا دیتا تھا غسل خانے سے صابن لے اڑتا تھا۔ اس کے لیے دو ایک بار اس کو سزا بھی دی گئی تھی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ انگریز کمرے میں بیٹھا ہوا کچھ لکھ رہا تھا۔ گبن کھلا ہوا تھا اور وہیں موجود تھا۔ اپنے آقا کو اس نے لکھنے میں مصروف دیکھا تو صابن اڑا لے جانے کی کوشش کی۔ اس نے اپنے آقا کی طرف دیکھا کہ وہ دیکھ تو نہیں رہا ہے اور چپ چپاتے صابن لے کر باہر جانے لگا۔ اس کے آقا نے اسے دیکھ لیا اور زور سے کچھ کہا گبن نے سمجھا کہ اس کی چوری پکڑی گئی۔ صابن کو اس نے وہیں رکھ دیا جہاں سے اٹھایا تھا اور ایک قصور وار کی طرح چپ چاپ دور جا بیٹھا۔

آرنگ اُتانگ زیادہ سے زیادہ چار فیٹ اونچا ہوتا ہے جسم کچھ موٹا ہوتا ہے۔ یہ صرف سماترا اور بورنیو میں ہوتا ہے۔ زیادہ تر میدان کی جھاڑیوں میں رہتا ہے۔ کسی قدر سست ہوتا ہے۔ رات کو سوتے وقت درختوں کی پتیاں بچھا کر سوتا ہے کبھی کبھی گھاس ہی پر پڑا رہتا ہے اور انسان کی طرح ایک ہاتھ کا تکیہ بنا لیتا ہے۔ ان کا اوڑھنا بھی پتوں ہی کا ہوتا ہے۔ آفتاب غروب ہوتے ہی یہ سو جاتے ہیں اور طلوع آفتاب سے قبل کبھی نہیں اٹھتے۔

درختوں پر انسان کی طرح آہستہ آہستہ چڑھتے ہیں۔ گبن کی ایسی چھلانگیں مارنا انھیں نہیں آتا اور نہ زمین ہی پر سیدھے دوڑ سکتے ہیں۔ ان کا جسم مضبوط ہوتا ہے۔ شکاریوں سے اپنے بچاؤ کی زیادہ کوشش نہیں کرتا۔ درختوں کے پتے پھول اور پھل اس کی غذا ہیں۔ شکاری ان کو نیچے اتارنے کے لیے بالعموم مرچوں کی دھونی دیتے ہیں اس سے یہ گھبرا کر خود بخود نیچے اتر آتے ہیں۔

پروفیسر دیول کے سرکس کے ایک آدمی نے آرنگ اتانگ نامی چھوٹی سی کتاب میں شروع سے آخر تک ایک پالتو آرنگ اُتانگ کی کہانی لکھی ہے۔ اس کا نام اینی تھا۔ اینی کی قوت حافظہ اور نقل اتارنے کی مشق حیرت انگیز تھی۔ ہر کام کو بڑی توجہ سے دیکھنا اور پھر اسی سلسلے کے ساتھ خود بھی اس کو کرنا، یہ اس کا معمول تھا۔ ایک دن اس نے اپنے آقا کو ہاتھ منہ دھوتے دیکھا۔ اس کے بعد اس نے بھی ٹھیک اسی طرح شروع سے اخیر تک سب کام کیے۔ برش سے دانت صاف کیے، صابن لگایا، پانی ختم ہو جانے پر ملازم کو برتن دے کر اور پانی لانے کا اشارہ کیا۔ ان باتوں سے آرنگ اتانگ کی سمجھ داری کا بہترین ثبوت ملتا ہے۔

چمپانزی اور گوریلا صرف افریقہ میں پائے جاتے ہیں۔ ان کا قد پانچ فیٹ تک ہوتا ہے۔ چمپانزی بیٹھا ہوتا ہے تو بالکل انسان معلوم ہوتا ہے گبن کی طرح شریر ہوتا ہے۔ ان کے گروہ میں سے اگر کوئی بندوق کا شکار ہو جائے

تو یہ شکاری پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ پھر شکاری کے لیے اس کے سوا کوئی اور چارہ نہیں ہوتا کہ اپنی بندوق ان کے حوالہ کر کے وہاں سے ٹل جائے۔ بندوق ہاتھ میں آتے ہی یہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے ہیں اور شکاری کا پیچھا کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔

گوریلا سات آٹھ فیٹ تک اونچا ہوتا ہے۔ یہ بہت زیادہ طاقت ور ہوتا ہے۔ ان میں نر کے مقابلہ میں مادہ کا شمار زیادہ ہوتا ہے۔ اور بندروں کے مقابلہ میں یہ زیادہ ظالم ہوتا ہے۔ انسان سے مُڈبھیڑ ہوجائے تو یہ بھاگتا نہیں بلکہ اسی پر حملہ کر دیتا ہے۔ اکیلا دکیلا آدمی ان سے بچ کر نہیں نکل سکتا۔ بندوق کی نالی کو دانتوں سے چبا ڈالتا ہے۔ اس کو زندہ پکڑنا بہت مشکل ہے۔

مذکورہ بالا چاروں بندروں کا تذکرہ پڑھ کر کیا آپ کے دل میں یہ خیال نہیں اٹھتا کہ انسان بھی انھیں بندروں کی اصلاح شدہ صورت ہے۔ ہمیں کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا۔ اس نظریہ کو ثابت کرنے کے لیے ہمیں تین طریقوں سے کام لینا چاہیے۔ سب سے پہلے ہمیں انسان اور اُن بندروں کی جسمانی ساخت کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ دوسرے ان کے رحم میں جو مطابقت پائی جاتی ہے اس پر غور کرنا چاہیے۔ تیسرا اور زبردست ثبوت اُن پنجروں پر غور کرنے سے حاصل ہوگا جو بندر سے انسان بننے تک مختلف زمینوں کی صورت میں پائے جاتے ہیں۔

اس سے قبل بیان کیا جاچکا ہے کہ ریڑھ کی ہڈی والے جان داروں کی اندرونی جسمانی ساخت میں بہت کچھ مطابقت پائی جاتی ہے۔ عام بندروں اور انسان میں خارجی مطابقت بھی نمایاں ہے۔ ان میں بھی گوریلا چمپانزی وغیرہ انسان نما بندروں میں تو بظاہر کوئی فرق پایا ہی نہیں جاتا۔ دونوں کے پنجر چند معمولی مستثنیات کے علاوہ بالکل یکساں ہوتے ہیں۔ ریڑھ کی ہڈی کے منکوں کی تعداد، دانت، ہاتھ، پاؤں کی ہڈیاں، جوڑوں، کمر، کولھوں، کندھوں وغیرہ کی ہڈیوں کی تعداد دونوں میں یکساں ہے۔ جگر میں چار تھیلیاں ٹھیک انسانوں کی طرح ہوتی ہیں۔ رگ، پٹھے دماغ، دَورانِ خون کی نالیاں بھی ہر بات میں ملتی جلتی ہیں جس طرح انسان کے دماغ کے تین حصے ہیں ٹھیک ویسے ہی بندر کے بھی ہیں جس طرح انسان کے پیٹ میں ناف سے تین انگل نیچے داہنے ہاتھ کی طرف آنت کا ایک چھوٹا سا حصہ نکلا رہتا ہے ٹھیک ویسا ہی اِن بندروں میں بھی ہوتا ہے۔ ہکسلے نے ثابت کیا ہے کہ انسان نما بندر جتنی مطابقت انسان سے رکھتے ہیں اُتنی مطابقت عام بندروں سے نہیں رکھتے۔ لہٰذا اس بات کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ انسان اور انسان نما بندروں کے مورثِ اعلیٰ ایک ہی تھے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس دعوے کو صحیح تسلیم نہ کر لیا جائے۔

بہتوں کو اس دعوے کو تسلیم کرنے میں چند وجوہ مانع ہیں جن کو بلا وجہ نہیں کہا جاسکتا۔ وہ کہتے ہیں کہ انسان کو سیدھا چلنا کیسے آگیا۔ پھر انسان کا دماغ کس قدر کام کرتا ہے کہ اس کا بیان کرنا بھی ممکن نہیں۔ اس لیے بہت سے لوگ نظریہ ارتقا کو صحیح ماننے کے لیے تیار نہیں۔ لیکن اگر ہم غور سے کام لیں تو معلوم ہوجائے گا کہ انسان کے سیدھا چلنے کی عادت کچھ قدیم سے نہیں ہے، کیونکہ عارضۂ فتق اسی حالت میں لاحق ہوتا ہے جب غذا کی نالیوں اور

اور اس کے مختلف حصوں کے دباؤ کو کولھے کے پٹھے برداشت نہیں کر سکتے۔ اس سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگرچہ ہم سیدھے چلتے ہیں لیکن ابھی تک ہمارے پٹھے اس بوجھ کو برداشت کرنے کے قابل نہیں ہو سکے۔ تم نے علم الصحت اور علم الابدان کی کتابوں میں پڑھا ہوگا کہ انسان کے شکم کے پٹھے آنتوں کا بوجھ برداشت کرنے کے اتنے ہی قابل ہوتے ہیں جتنے چوپایوں میں ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے سیدھے چلنے کی عادت بہت پرانی نہیں ہے۔

رہا دماغ کا فرق! یہ دماغ کی ساخت میں نہیں ہوتا بلکہ وزن اور جسامت میں ہوتا ہے۔ دونوں کا دماغ ایک ہی کام کرتا ہے۔ جس طرح انسان کے دماغ میں مختلف طبقے اور مراکز ہیں وہی ان بندروں کے بھی ہوتے ہیں۔ وزن اور جسامت کا فرق کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ ایسی مثالیں مل چکی ہیں جن میں انسان کا دماغ بہت چھوٹا اور ہلکا تھا۔ تمام انسانوں کی قوتِ متخیلہ یکساں نہیں ہوتی۔ ایک جماعت کے طلبا مختلف قسم کے دماغ کے مالک ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی لڑکا سب میں اوّل ہوتا ہے اور کوئی آخری۔ یہ فرق کیوں؟ اس سے ظاہر ہے کہ دماغ کی کوئی نہ کوئی حالت ایسی ضروری ہوگی جب یہ بہت چھوٹا ہوگا اور اب چونکہ اس سے کام لیا جانے لگا ہے لہٰذا یہ بڑا اور مضبوط ہو گیا ہے۔ لہٰذا یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ بندر کی دماغ کی ترقی یافتہ صورت انسانی دماغ ہے نامناسب نہ ہوگا۔

دورانِ حمل کی کیفیات پر اگر غور کیا جائے تو دونوں میں بہت کچھ یکسانیت نظر آئے گی۔ ہر جاندار کی ابتدا حمل میں ایک چھوٹی سی تھیلی سے ہوتی ہے۔ اس تھیلی کی لمبائی $\frac{1}{12}$ انچ کے قریب ہوتی ہے۔ رفتہ رفتہ یہ تھیلی بڑی ہونے لگتی ہے اور بڑھتے بڑھتے ایک لوتھڑا سی ہو جاتی ہے۔ اس لوتھڑے کے وسط میں ایک خلاء پیدا ہونا شروع ہوتا ہے اور یہیں حمل کی نشو و نما ہوتی ہے۔ شروع میں حمل کی جسامت قریب قریب $\frac{1}{5}$ انچ ہوتی ہے۔ ایک ہی ہفتہ میں اس کی جسامت دُگنی ہو جاتی ہے۔ اور پھر ہڈیاں، گوشت، خون وغیرہ بننا شروع ہو کر چوتھے مہینے حمل ظاہر ہوتا ہے۔

انسان کی دُم کے متعلق دورانِ حمل کی حالت سے ثبوت ملنا نہایت حیرت انگیز ہے۔ انسان اور گبن وغیرہ بندروں میں اگر موجودہ زمانے میں دُم نہیں ہوتی تو نہ سہی، لیکن حمل کی حالت سے صاف ظاہر ہے کہ کسی زمانے میں ان کے دُم ضرور رہی ہوگی۔ انسان کا حمل جب ایک مہینے کا ہوتا ہے تو اس کے دونوں پاؤں کے جوڑ کے وسط میں دُم ہوتی ہے جو مڑی رہتی ہے۔ دم کی لمبائی اُس وقت کے پیروں سے تقریباً دگنی ہوتی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا ہے کہ کبھی نہ کبھی دونوں کے دم ضرور رہی ہوگی۔ ریڑھ کی ہڈی کا آخری منکا کسی قدر باہر کو نکلا ہوتا ہے اور عام طور پر اس کو دُمچی کہتے ہیں۔ سائنس دانوں کا خیال ہے کہ یہی منکا ہماری قدیم زمانے کی دُم کا بقیہ ہے۔ انسان کے لیے دم کا چونکہ اب کوئی مصرف باقی نہ تھا لہٰذا رفتہ رفتہ وہ بالکل معدوم ہو گئی۔

دُم کے مانند انسان کے کانوں کے باب میں بھی یہی کیفیت ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جانور اپنے کان ہلا ڈُلا سکتے ہیں

لیکن انسان کے کان نہیں ہلتے ۔ بات یہ ہے کہ کانوں سے مکھی وغیرہ اڑانے کا کام لیا جاتا تھا ۔ جب اس کام کو انسان کے ہاتھوں نے سرانجام دینا شروع کر دیا تو چونکہ کانوں سے پھر کچھ کام نہ لیا گیا لہٰذا یہ بے کار ہو گئے ۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہم اپنے کانوں کو ہلا ڈلا نہیں سکتے ۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ کانوں میں اب بھی وہ چیزیں موجود ہیں جن سے انھیں حرکت دی جاتی تھی ۔ آج بھی بہتیرے انسان ایسے ملتے ہیں جو نہایت عمدگی سے اپنے کانوں کو حرکت دے سکتے ہیں ۔

ریڑھ کی ہڈی والے جان داروں خصوصاً دودھ پلانے والوں کا حمل ایک ماہ تک بالکل نہیں شناخت کیا جا سکتا ۔ لیکن جیسے جیسے مدت بڑھتی جاتی ہے ویسے ویسے ان کے حمل ایک دوسرے سے متفرق ہوتے جاتے ہیں ۔ مثلاً دوسرے ماہ میں انسان کا حمل دُم دار بندروں اور کتوں کے حمل سے پہچانا جا سکتا ہے لیکن گبن وغیرہ انسان نما بندروں اور انسان کا حمل بالکل یکساں رہتا ہے ۔ بچہ پیدا ہونے پر یہ انسان نما بندر بھی نال کاٹ ڈالتے ہیں مگر اپنی ناسمجھی کے باعث اس کو باندھنا نہیں جانتے جس کی وجہ سے ماں کا بہت زیادہ خون خارج ہو جاتا ہے اور وہ نڈھال ہو جاتی ہے ۔

جرمنی کے مشہور فلسفی ہیکیل نے " انسان کی ترقی " کے نام سے دو بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں ۔ اس نے یہ ثابت کیا ہے کہ ترقی یافتہ بندر کا نام انسان ہے ۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ جس طرح ریڑھ کی ہڈی والے جان داروں کی دورانِ حمل میں یکساں حالت ہوتی ہے اُسی طرح تمام جان داروں کا مورثِ اعلیٰ بھی ایک ہی ہونا چاہیے ۔ جس طرح حمل ایک چھوٹے سے مدوّر لوتھڑے سے بتدریج بڑھنا یا ترقی کرتا ہے اُسی طرح تمام جان داروں کو ایک چھوٹے سے خلیہ دار جان دار امیبا سے پیدا ہونا چاہیے ۔ لیکن ابھی تک اس باب میں بہت کچھ اختلاف ہے ۔

امیبا سے انسان وغیرہ بہت سے بڑے بڑے جان دار کیوں کر بن گئے مندرجہ ذیل مثال سے یہ بات صاف ہو جائے گی ۔ مینڈک کے متعلق تم نے پڑھا ہو گا کہ پہلے پہل بہت چھوٹے چھوٹے انڈے جھلّی میں لپٹے ہوئے پانی پر تیرتے رہتے ہیں ۔ پھر جھلّی کے الگ الگ ٹکڑے ہو جاتے ہیں اور ہر ایک انڈا آزاد ۔ اس دوران میں ہر ایک انڈے میں ایک دُم نکل آتی ہے ۔ ایک بڑے سے سر میں ایک لمبی دُم کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا ۔ رفتہ رفتہ دُم کم ہوتی جاتی ہے اور پچھلے دو پَیر نکل آتے ہیں ۔ بعدازاں کچھ دنوں کے بعد اگلے پَیر نکلنے لگتے ہیں اور دُم قریب قریب بالکل جاتی رہتی ہے ۔ اس زمانے میں اس کے پھیپھڑوں میں مچھلی کی طرح پانی میں سے ہوا کھینچنے کی طاقت ہوتی ہے ۔ کچھ دنوں بعد وہ مینڈک بن جاتا ہے اور ناک کے ذریعہ سانس لینے لگتا ہے ۔ اگر ہم ایک مینڈک کو زیادہ دیر تک پانی میں ڈبوئے رکھیں تو وہ مر جائے گا ۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ اب اس کے پھیپھڑے دیگر پھیپھڑوں کے مطابق ہیں مینڈک کی اس ترقی سے زندگی کی ترقی پر خاص روشنی پڑتی ہے ۔ اسی طرح انسان وغیرہ ہر ایک جان دار لاکھوں برس سے

جن مختلف کیفیات و حالات سے گزر چکا ہے۔ زمانۂ حال کی تھوڑی سی عمر ہی میں ان سب حالات سے گزرتا ہے۔

تیسرا درجہ جس کے ذریعہ نظریۂ ارتقاء کے صحیح ہونے کا ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے، وہ ہے قدیم زمانہ کی تہذیب کی کہانی۔ یعنی قدیم اقوام کی تہذیبوں کے آثار ڈھونڈتے ڈھونڈتے جو پرانے پنجر دستیاب ہوں ان سے حالات کا افتراق معلوم کرنا اس ذریعہ سے بھی نظریۂ ارتقاء کو بہت تقویت ملی ہے۔

نظریۂ ارتقاء کے متعلق لوگوں میں بہت کچھ غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے۔ سب سے پہلے تو یہ کہ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ترقی کا بھوت ہر وقت ہمارے پیچھے لگا رہتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ انسان کے پیدا ہوتے ہی اس کی ترقی کا دور شروع ہو جانا چاہیے۔ وجہ ظاہر ہے کہ ہم روز بروز ہر چیز میں کچھ نہ کچھ تبدیلی ضرور دیکھتے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ ترقی کا دار و مدار ہے حالات کی تبدیلی پر۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ حالات تو جُوں کے تُوں رہیں اور ترقی ہوتی رہے۔ اگر انسان ہی کی مثال لی جائے تو چار پانچ ہزار برس قبل کے پنجروں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس دوران میں انسان کی ساختِ بدن میں کوئی قابلِ ذکر تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب ظاہر ہے۔ انسان نے اپنے آپ کو معاشرتی و سیاسی زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے لہٰذا قدرت کے تمام قوانین انسانوں کی اس قیدیوں ایسی حالت پر عائد نہیں ہوتے اور اسی لیے زندگی کی کشمکش کا اصل اصول انسان کی ذات پر چسپاں نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے نیز اسی قسم کی دیگر وجوہ کے باعث انسان کی ترقی کم از کم اس کی جسمانی ساخت کے نقطۂ نظر سے نہیں ہوئی۔

اس نظریہ کے باب میں دوسری غلط فہمی یہ ہے کہ لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ارتقاء سے مقابلۃً ہر شخص ترقی یافتہ حالت میں پہنچ جاتا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ ارتقاء میں تنزّل کا بھی اُتنا ہی امکان ہے جتنا ترقی کا۔ ارتقاء کا مفہوم ہے تبدیل شدہ حالت میں قیام کر سکنے کی اہلیت۔ پھر وہ حالت خواہ اس کو نیچے لے جائے خواہ اوپر۔ اگر حالات اس طرح تبدیل ہوں کہ اس جان دار کا اوپر کی طرف اٹھنا مفید ہوگا تو وہ ضرور اس کا ارتقاء ہوگا۔ لیکن اگر اس کے تنزّل میں فائدہ ہے تو وہ ضرور ترقیٔ معکوس کرے گا۔ بلندی اور پستی کا معیار ہمارے تخیّل نے مقرر کر رکھا ہے ورنہ ان کی اصلیت کچھ بھی نہیں۔" ◎ ← نظریۂ ارتقاء والوں کی عبارات کے حوالے ختم ہوئے ◎

یہ ہے نظریۂ ارتقاء والوں کی تقریر، جو انھوں نے انسان اشرف المخلوقات کو کیڑوں اور بندروں کی نسل سے جوڑنے اور ان کی اولاد بنا دینے کی تشریح کے لیے پیش کی ہے۔ یہ نظریہ اصول اسلام کے خلاف ہے۔ بعض اعضاء اور بعض ہڈیوں کی مشابہت سے یہ لازم نہیں آتا کہ انسان بندر کی اولاد میں سے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اور نبی علیہ السلام نے احادیث میں تخلیقِ نوعِ انسان کی تفصیل اور دیگر کوائف ذکر فرمائے ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ طریقۂ ارتقاء کے برخلاف انسان کو دفعۃً مٹی سے تخلیق کر کے اسے بہ حسین صورت اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

۲۷۔ **النَّمْلَة**۔ یہ واحدِ نمل ہے۔ جمع نمال ہے۔ مثلاً مابعوضۃً فما فوقھا کے تحت نملۃ مذکور ہے۔ یقال

طعام مَنمول اذا اصابہ النمل۔ نمل کی کنیت ابو مشغول ہے اور مادہ کی کنیت اُمّ نوبہ وام مازن ہے۔ نمل انسان کی طرح طلبِ رزق کے لیے بڑے حیلے اختیار کرتی ہے اور خوراک کا ذخیرہ رکھتی ہے اور جن دانوں کے بارے میں انہیں اُگنے کا خطرہ ہو تو وہ انہیں دو حصے کرلیتی ہیں۔ کیونکہ تنصیف کے بعد وہ اُگتے نہیں ہیں۔ اور جب تعفّن کا خطرہ ہوجائے تو وہ ان دانوں کو باہر نکال کر پھیلا دیتی ہیں۔ اور یہ کام وہ اکثر رات کو چاندنی کی روشنی میں کرتی ہیں۔

سفیان بن عُیینہ کا قول ہے کہ اپنی خوراک کا ذخیرہ صرف چار قسم کے حیوانات کرتے ہیں ۱۔ انسان ۲۔ عَقعَق ۳۔ چیونٹی اور ۴۔ چوہا۔ چیونٹی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے بدن سے کئی گنا زیادہ وزنی چیز اٹھاتی ہے۔ شہد کی مکھیوں کی طرح چیونٹیاں بھی زمین کے اندر منظم طریقے سے اپنے بل بناتی ہیں جن میں باقاعدہ کئی منزلیں اور دہلیز و مختلف طبقات ہونے کے علاوہ خوراک کے ذخیرہ کا الگ مقام ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں نملۂ سلیمانؑ کا ذکر موجود ہے۔ حکایت ہے کہ قتادہ تابعیؒ مشہور محدث جب کوفہ میں تشریف لائے اور بہت سے علماء ان کے پاس جمع ہوئے تو قتادہؒ نے فرمایا سلوا عمّا شئتم۔ ابوحنیفہؒ بھی اس وقت موجود تھے اور وہ بالکل نوعمر تھے۔ تو ابوحنیفہ نے فرمایا کہ قتادہ سے نملۂ سلیمان علیہ السلام کا سوال کرو کہ وہ مادہ تھی یا نر لوگوں نے سوال کیا تو قتادہ لاجواب ہوگئے۔ ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ وہ مادہ تھی۔ قرینہ یہ ہے کہ اس کا فعل مؤنث ہے۔ اگر وہ مادہ نہ ہوتی تو فعل مذکر ہوتا اور قالت کے بجائے قال ہوتا۔ فقال ابوحنیفۃ کانت انثیٰ۔ فقیل لہ کیف عرفت ذلک۔ فقال من قولہ تعالیٰ "قالت" ولو کانت ذکرًا لقال قال نملۃ۔ لانّ النملۃ مثل الحمامۃ والشاۃ فی وقوعها علی الذکر والانثیٰ۔ انتہیٰ کذا فی کتب التاریخ۔

دارقطنی میں ابوہریرۃؓ کی یہ حدیث ہے ان النبی علیہ السلام قال لا تقتلوا النملۃ فانّ سلیمان علیہ السلام خرج ذات یوم یستسقی فاذا هو بنملۃ مستلقیۃ علی قفاها رافعۃ قوائمها تقول اللهم انّا خلق من خلقك لا غنی لنا عن فضلك اللهم لا تؤاخذنا بذنوب عبادك الخاطئین واسقنا مطرًا تنبت لنا بہ شجرًا وتطعمنا بہ ثمرًا فقال سلیمان علیہ السلام لقولہ ارجعوا فقد کُفیتم وسُقیتم بغیرکم۔

۲۸۔ النّاقۃ۔ اونٹنی۔ لفظ ناقۃ دراصل نَوَقۃ بروزن فعلۃ تھا۔ پھر واو الف ہوکر ناقۃ ہوا۔ اس کی جمع نوق ہے یہ جمع کثرت ہے اور جمع قلت اَنْوُق ہے۔ اونق دراصل انوق تھا۔ ثقلِ ضمہ واو کی وجہ سے قلب مکانی کرنے کے بعد اَنُوق ہوا پھر ثقلِ واو کی وجہ سے اینق بنایا گیا نیاق بھی اس کی جمع ہے۔ ناقہ کی کنیت امّ بوو امّ حائل وامّ حوار وامّ السقب وامّ مسعود ہے۔ امثالِ عرب میں کئی امثال ناقہ سے متعلق ہیں۔ وہ کہتے ہیں لا ناقتی فیها ولا جملی۔ یضرب عند التبرّی من الظلم والاساءۃ وقالوا استنوق الجملُ ای صار ناقۃ یضرب المثل لرجل یکون فی حدیث اوامر ثم یخلط بغیرہ۔

ناقہ احادیث میں متکرر الذکر ہے۔ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال جاء رجل بناقۃ مخطومۃ

نقال هذہ فی سبیل اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لک بها یوم القیامۃ سبعمائۃ ناقۃ مخطومۃ اخرجہ مسلم۔
ناقۂ صالح علیہ السلام قرآن مجید میں مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ هٰذہ ناقۃ اللہ۔ اضافتِ ناقہ الی اللہ للتشریف و التکریم ہے۔ یہ ناقہ صالح علیہ السلام کا معجزہ تھی جو ان کی دعا کی برکت سے قوم کے مطالبہ پر بالفور ایک بڑی چٹان سے نکلی تھی اور حاملہ تھی۔ پھر ایک بڑے بدبخت شخص نے اسے قتل کر دیا۔ اس شقی قاتل کا نام قُدار بن سالف تھا۔ کتاب مہذب میں اس کا نام عیزار بن سالف لکھا ہے۔ قتل ناقہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود پر عذاب نازل فرمایا۔

روی الطبرانی عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اشقی الناس ثلاثۃ عاقر ناقۃِ ثمود وابنُ آدم الاوّلُ الذی قتل اخاہ ماسُفِکَ علیٰ وجہِ الارض دمٌ الّا لحِقَہ منہ اثمٌ لانہ اوّلُ من سنّ القتلَ وقاتِلُ علیّ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ وعن ابن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما نزل الحجر فی غزوۃ تبوک امرھم ان لا یشربوا من بئرِھا ولا یستَقوا منها فقالوا قد عجنّا منها واستقینا فامرھم علیہ السلام ان یطرحوا ذلک العجین ویھریقوا ذلک الماءَ وامرھم ان یستقوا من البئر التی کانت تردھا الناقۃ۔

۲۹۔ **النَّسر** گدھ۔ عقاب۔ فما ربحت تجارتھم کی تفسیر میں مذکور ہے۔ نسر کی جمع ہے اَنسُر و نُسور۔ اور کنیت ابو مالک و ابو المنھال و ابو یحییٰ و ابو الابرد ہے۔ مادہ کو ام قشعم کہتے ہیں۔ نسر پرندوں میں ممتاز اوصاف کا حامل پرندہ ہے اس کے چند احوال یہ ہیں:۔

اوّلاً، کہتے ہیں کہ یہ تمام پرندوں میں طویل العمر ہے اور ہزار سال تک اس کی عمر ہوتی ہے۔ عرب کا محاورہ اور مثل ہے وہ کہتے ہیں فلان اَعمر من نسر۔

ثانیاً، کہتے ہیں کہ اس کی نظر بڑی تیز ہے اور وہ چار سو فرسخ کی مسافت سے مردہ جانور کو دیکھ لیتا ہے اسی طرح اس کی قوتِ حاسہ بھی نہایت تیز ہے۔ لکن قالوا اذا اشمّ الطیبَ مات لوقتہ۔

ثالثاً، ھو اشدّ الطیر طیرانًا واقواھا جناحًا۔

رابعًا، وہ بڑا حریص پرندہ ہے اور اپنی طاقتِ برداشت سے بہت زیادہ کھاتا ہے اور کبھی مردہ جانور کا گوشت اتنا کھا جاتا ہے کہ پھر وہ اڑ نہیں سکتا اور ایک کمزور آدمی بھی اسے ہاتھ سے پکڑ سکتا ہے۔

خامسًا، وہ اپنے رفیق کی محبت میں غلو کی حد تک پہنچا ہوا ہوتا ہے حتیٰ کہ اپنے الیف و رفیق کی جدائی کے بعد غم و الم سے مر جاتا ہے۔

سادسًا، لیس فی سباع الطیر اکبر جثّۃً منہ ویقال للنسر ابو الطیر ایضًا قال الشاعر ؎

فلا وابی الطیرِ المربّۃِ فی الضحیٰ   علیٰ خالدٍ لقد وقعت علیٰ لحمٍ

سابعًا، نسر سیّد الطیر ہے۔ امام یافعیؒ اپنی کتاب نفحات الازہار و لمحات الانوار میں لکھتے ہیں عن علی بن

ابی طالب ؓ قال سمعت حبیبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ھبط علی جبرائیل فقال یا محمد ان لکل شئ سیدًا وسیّد البشر اٰدم وسید وُلد اٰدم انت وسیّد الروم صھیبؓ وسیّد فارس سلمانؓ وسیّد الحبش بلالؓ وسیّد الشجر السّدر وسیّد الطیر النسر وسیّد الشھور رمضان وسیّد الایام یوم الجمعۃ وسیّد الکلام العربیۃ وسیّد العربیۃ القرآن وسیّد القرآن سورۃ البقرۃ. ھذا واللہ اعلم بحال سند ھذا الحدیث۔

۳۰۔ **النعامۃ**۔ شترمرغ۔ صُمٌّ بُکمٌ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ نعامۃ کا اطلاق ذکر وانثی دونوں پر ہوتا ہے۔ اس کی جمع نعام اور کنیت ام البیض وام ثلاثین ہے۔ ظلیم صرف نر شترمرغ کو کہتے ہیں اور صرف مادہ کو قلوص کہتے ہیں۔ حکایاتِ عرب میں ہے ان النعامۃ ذھبت تطلب قرنین فقطعوا اُذنیھا فلذلک سمیت بالظلیم کانھم ظلموھا حیث قطعوا اذنیھا۔ نعام کو شترمرغ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اگرچہ پرندہ ہے لیکن اونٹ سے مشابہ ہے۔ امثالِ عرب میں ہے ان النعام استُطیرَ فاستبعرَ واستُحمِل فاستطار۔

کہتے ہیں کہ اس کی قوتِ سامعہ نہیں ہے لیکن اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اسے نہایت اعلیٰ درجہ کی قوتِ شامہ عطا فرمائی ہے۔ فھو یدرک بانفہ مایحتاج فیہ الی السمع فربّما شمّ رائحۃ الصائد من بُعد۔ اس لیے عرب کہتے ہیں اَشمّ من نعامۃ۔ ابن خالویہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں لیس فی الدنیا حیوان لایسمع ولایشرب الماء ابدًا الاّ النعامَ ولا مُخّ لہ۔ شترمرغ بزدلی میں مشہور ہے۔ شترمرغ کا گوشت کھانا حلال ہے۔ اس کا انڈا بہت بڑا ہوتا ہے۔

کعب احبارؓ فرماتے ہیں کہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے سے زمانۂ ادریسؑ تک گندم کا دانہ شترمرغ کے انڈے کے برابر ہوتا تھا۔ پھر جب لوگوں نے گناہ اور کفر کا راستہ اختیار کیا تو وہ دانے چھوٹے ہوکر مرغی کے انڈے کے برابر ہوئے پھر کبوتر کے انڈے کے برابر ہوئے پھر گولی کے برابر ہوئے۔ بہرحال لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے زمین کی برکات میں کمی آئی۔ کعب کے الفاظ یہ ہیں عن کعب الاحبار قال لما اَھبط اللہ اٰدم علیہ الصلاۃ والسلام جاءہ میکائیل بشئ من حبّ الحنطۃ وقال ھذا رزقک ورزقُ اولادک من بعدک قُم فاحرث الارض وابذُر الحبّ قال ولم یزل الحبُّ من عھد اٰدم علیہ السلام الی زمن ادریس علیہ السلام کبیضۃ النعامۃ فلما کفر الناسُ نقص الی بیضۃ الدجاجۃ ثم الی بیضۃ الحمامۃ ثم الی قدر البندقۃ وکان فی زمن العزیز علی قدر الحمصۃ۔

۳۱۔ **الھرّۃ**۔ بلّی۔ بلّی کو عربی میں سنّور بھی کہتے ہیں۔ بلّی نہایت عاجزی کرنے والا اور انسان کے ساتھ اُنس ومحبت کرنے والا حیوان ہے۔ اسی اُنس اور گھروں میں اختلاط کی وجہ سے اس کے جھوٹے کو اسلام میں صرف مکروہ کہا ہے۔ حالانکہ اس کے گوشت کی حرمت کے پیشِ نظر وہ حرام ہونا چاہیے۔ اور بعض ائمہ اس کے جھوٹے کو

طاہر کہتے ہیں۔ ابوحنیفہؒ اسے مکروہ کہتے ہیں۔ صحیح حدیث ہے انہا من الطوافین علیکم والطوافات۔ صحابہؓ میں مشہور صحابی ابوہریرہؓ کی یہ کنیت نبی علیہ السلام نے رکھی تھی کیونکہ انھوں نے چھوٹی بلی پال رکھی تھی جو عموماً ان کے پاس ہوتی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انت ابوھریرۃ۔

ایک مرسل حدیث ہے کہ بلی شیر سے پیدا ہوئی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اس کی صورت شیر سے ملتی جلتی ہے۔ اخرج ابن ابی حاتم باسنادہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لما حمل نوح علیہ السلام فی السفینۃ من کل زوجین اثنین قال لہ اصحابہ وکیف نطمئن او تطمئن مواشینا ومعنا الاسد فسلط اللہ علیہ الحمّی فکانت اول حمّی نزلت فی الارض فھو لایزال محموماً ثم شکوا الفارۃ فقالوا الفویسقۃ تفسد علینا طعامنا وشرابنا ومتاعنا فاوحی اللہ تعالی الی الاسد فعطس فخرجت الھرۃ منہ فتخبأت الفارۃ منھا۔ ہرہ کا ذکر متعدد احادیث میں ثابت ہے۔ حدیث جابر ہے ان النبی علیہ السلام نھی عن ثمن الھرّ اخرجہ ابن ماجۃ۔ حدیث صحیح ہے بروایت ابوہریرہؓ قال ان الشیطان عرض للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صلاتہ قال عبد الرزاق فی صورۃ ھِرٍ قال علیہ السلام فشدّ علیّ یقطع علیّ صلاتی۔ الحدیث۔ و عن سلمان الفارسیؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوصی بالھرّ وقال ان امرأۃ عُذّبت فی ھرۃٍ ربطتھا۔ الحدیث

وفی تاریخ ابن النجار فی ترجمۃ محمد بن عمر الحنبلی عن انسؓ قال کنت جالساً عند عائشۃؓ ام ابشّرھا بالبراءۃ فقالت واللہ لقد ھجرنی القریب والبعید حتی ھجرتنی الھرۃ وماعُرِضَ علیّ طعام ولا شرابٌ فکنت ارقد وانا جائعۃ فرأیتُ اللیلۃ فی منامی فتیً فقال مالکِ حزینۃ فقلت مما ذکر الناس فقال ادعی بھذہ الکلمات یفرّج عنک فقلت وما ھی فقال قُولِی دعاءَ الفرج "یا سابغ النِعَم ویا دافعَ النِقَم ویا فارجَ الغُمَم ویا کاشفَ الظُلَم ویا أعدلَ مَن حَکَم ویا حسیب مَن ظَلَم ویا ولیَّ من ظُلِم ویا اوّلَ بلا بِدایۃٍ ویا آخِر بلا نھایۃٍ ویا مَن لہ اسمٌ بلا کُنیۃٍ اجعل لی من امری فرجًا ومخرجًا قالت فانتبھتُ وانا ریّانۃ شبعانۃ وقد انزل اللہُ براءتی وجاء نی الفرج۔ یہ حدیث فائدہ دعا کی وجہ سے ہم نے ذکر کردی لیکن اس کی سند کا حال معلوم نہیں ہے۔ بظاہر یہ صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ احادیثِ صحیحہ کے خلاف ہے۔ صحیح احادیث میں ہے کہ تہمت کا پتہ چل جانے کے بعد حضرت عائشہؓ سو نہ سکیں۔ ہذا واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

۳۲۔ الضَّبّ۔ بفتح ضاد۔ گوہ۔ آیت یخادعون اللہ والذین اٰمنوا کی شرح میں مذکور ہے۔ یہ بری جانور ہے اور معروف ومشہور ہے۔ اس کی کنیت ابوحِسل ہے۔ ضِباب و اَضُبّ اس کی جمع ہیں۔ انثی کو ضَبّۃ کہتے ہیں۔ مشہور ہے کہ یہ پانی نہیں پیتی اور اسے کبھی پیاس نہیں لگتی۔ اس لیے عرب میں محاورہ ہے لا افعلہ حتی یَرِدَ الضبُّ۔ ابن خالویہ لکھتے ہیں الضب لایشرب الماء ویعیش سبع مائۃ سنۃ فصاعدًا ویقال انہ یبول فی کل اربعین یومًا قطرۃً۔ مچھلی اور گوہ کے اس تضاد کی وجہ سے یہ محاورہ مشہور ہے کہ جو شخص متضاد کام کرے تو کہتے ہیں

جمع بین الضبّ والنون اور کہتے ہیں لا افعلہ حتی یجتمع الضبُّ والحوت چنانچہ حاتم اصمؒ اس تضاد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

وکیف اَخافُ الفقرَ واللہ رازقی ورازقُ ھذا الخلقِ فی العُسرِ والیُسرِ

تکفّلَ بالارزاق للخلقِ کلّھم وللضبِّ فی البیداءِ وللحُوتِ فی البحرِ

حدیث شریف ہے عن انسؓ قال ان الضبّ لیموت فی جحرہ ھُزالًا من ظلم بنی آدم۔

ضب اور عقارب میں کہتے ہیں کہ دوستی ہے اس لیے گوہ کے بلوں کے دہانوں کے اندر عموماً بچھو رہتے ہیں تاکہ اگر کوئی شکاری ہاتھ اندر کرے تو وہ اسے ڈنک مارے گویا کہ بچھو محافظِ ضب ہے۔ گوہ پر نسیان کا غلبہ ہوتا ہے اس لیے وہ عموماً اپنے بل کو بھول جاتی ہے اس لیے عرب کا محاورہ ہے اَضلّ مِن ضبّ واَحیرُ من ضبّ۔ اور عقوق میں وہ مشہور ہے کہتے ہیں کہ وہ اپنے بچوں کو کھا جاتی ہے اس لیے محاورہ ہے اعقّ من ضب اور طولِ عمر کی وجہ سے یہ محاورہ مشہور ہے اَحییٰ من ضب کہتے ہیں کہ اس کا سر کاٹنے کے بعد بھی وہ ایک دن تک زندہ رہتی ہے۔

اس کی دُم میں بہت سے عقدے ہیں حکی انّ بعض الحاضرۃ کسا اعرابیًا ثوبًا فقال لہ الاعرابی لاکافئنّك علی فعلك بما اُعلّمك۔ کم فی ذنب الضب من عقدۃ؟ قال لا ادری قال فیہ احدیٰ وعشرون عقدۃً۔ جنگل کے بعض حصوں میں ضب کی کثرت ہوتی ہے اس زمین کو کہتے ہیں ارض ضببۃ" ومَضبّۃ" ای کثیرۃ الضباب۔ اسلام سے قبل جاہلیت میں عرب کے جنگلی لوگ گوہ کثرت سے شکار کر کے کھاتے تھے۔ گوہ دھوکہ دینے میں مشہور ہے۔ چنانچہ وہ اپنے مسکن اور گھر کے مختلف سوراخ بناتی ہے شکاری آدمی ایک طرف اس کا انتظار کرتا ہے اور وہ دوسری طرف سے نکل جاتی ہے۔ اس لیے عربی میں محاورہ ہے اَخدع من ضب. ایک شاعر کہتا ہے ؎

واخدع من ضبّ اذا جاء حارش اَعَدّ لہ عند الذبابۃِ عقربا

امام شافعیؒ وغیرہ کے نزدیک گوہ کھانا حلال ہے لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک حرام ہے۔

ضب کے بارے میں نبی علیہ السلام کے معجزے کی حکایت مشہور ہے۔ دارقطنی وبیہقی میں ہے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی علیہ السلام کے ساتھ ایک محفل میں بیٹھے تھے اتنے میں ایک اعرابی آیا قد صاد ضبًّا وجعلہ فی کُمّہ لیذھب بہ الی رحلہ فاتاہ فقال یا محمد ما اشتملت النساء علی ذی لھجۃ" اکذب منك فلولا ان تُسمّینی العرب عجولا لقتلتك وسررتُ الناسَ بقتلك اجمعین فقال عمر رضی اللہ عنہ یارسول اللہ دعنی اقتلہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا اَما علمتَ انّ الحلیم کاد ان یکون نبیًّا ثم اقبل الاعرابی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال واللات والعزّٰی لا اُمنتُ بك حتی یؤمن ھذا الضب واخرج الضب من کُمّہ وطرحہ بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال ان اٰمنَ بك اٰمنتُ بك۔

فقال صلى الله عليہ وسلم یا ضبُّ فکلّمہ الضبُّ بلسان فصیح عربی لبّیك وسعدیك یا رسول ربّ العٰلمین فقال صلی اللہ علیہ وسلم من تعبد قال الذی فی السماء عرشہ وفی الارض سلطانہ وفی البحر سبیلہ وفی الجنّة رحمتہ وفی النار عذابہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم فمن انا یا ضب؟ قال انتَ رسول ربّ العالمینُ خاتم النبیین قد افلح من صدّقك وقد خاب من کذّبك فقال الاعرابی اشہد ان لا الہ الّا اللہ وانك رسول اللہ حقاً واللہ لقد اتیتُك وما علی وجہ الارض احدٌ ابغض الیّ منك وواللہ لانتَ الساعةَ اَحبُّ الیّ من نفسیُ من وَلدی لقد اٰمن بك شعری وبشری وداخلی وخارجی وسرّی وعلانیتی۔

فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحمد للہ الذی ھداك الی ھذا الدین الذی یعلو ولا یُعلٰی علیہ ولا یقبلہ اللہ الا بصلوٰة ولا یقبل الصلوٰة الا بقراٰن۔ قال فعلمنی فعلّمہ قل ھو اللہ احد قال زدنی فما سمعتُ فی البسیط ولا فی الوجیز اَحسنَ من ھذا قال یا اَعرابی ان ھذا کلام اللہ لیس بشعرٍ انك ان قرأتَ قل ھو اللہ احد مرةً کان لك کاجر من قرأ ثلث القراٰن وان قرأتَھا مرتین کان لك کاجر ثلثی القراٰن واذا قرأتَھا ثلاث مرات کان لك کاجر من قرأ القراٰن کلّہ قال الاعرابی نعم الالٰہ الٰھنا یقبل الیسیر ویعطی الجزیل۔

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الك مال؟ قال ما فی بنی سلیم قاطبةً رجل ھو افقر منّی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاصحابہ اَعطوہ فاَعطوہ حتی اَبطروہ قال فقام عبد الرحمٰن بن عوف فقال یا رسول اللہ ان عندی ناقة عشراء دون البختیّة وفوق الاعری فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصفتَ ناقتَك فاصف مالك عند اللہ یوم القیامة؟ قال نعم قال لك ناقة من درّة جوفاء قوائمھا من زبرجد اخضر وعنقھا من زبرجد اصفر علیھا ھودج وعلی الھودج السندس والاستبرق وتمرّبك علی الصراط کالبرق الخاطف یغبطك بھا کل من رأك یوم القیامة فقال عبد الرحمٰن قد رضیتُ فخرج الاعرابی فلقیہ الفُ اعرابیّ من بنی سلیم علی الف دابّة معھم الف سیفٍ الف رمح فقال لھم این تریدون؟ قالوا نذھب الی ھذا الذی سفّہ اٰلھتنا فنقتلہ قال لا تفعلوا انا اشھد ان لا الہ الّا اللہ وانّ محمداً رسول اللہ وحدّثھم الحدیث۔

فقالوا باجمعھم نشھد ان لا الہ الّا اللہ وان محمداً رسول اللہ ثم دخلوا فقیل لرسول اللہ فتلقاھم بلارداء ونزلوا عن رکبھم یقبلون حیث ولّوا عنہ وھم یقولون لا الہ الّا اللہ محمد رسول اللہ ثم قالوا یا رسول اللہ مُرنا بامرك قالوا کونوا تحت رایة خالد بن الولید فلم یؤمن العرب ولا من غیرھم الف غیرھم۔ قال البیھقی اخرجہ شیخنا ابو عبد اللہ الحافظ فی المعجزات قال ابن کثیر فی البدایة ج ۶ ص ۱۵۰ ورواہ الحافظ ابو نعیم فی الدلائل و قال البیھقی وما ذکرناہ اَجود الاسانید فیہ وھو ایضاً ضعیف۔

۲۳- **الفصیل**۔ شرح بسملہ میں بیان اسم اللہ میں مذکور ہے۔ فصیل کا معنی ہے اونٹنی کا چھوٹا بچہ جب کہ وہ دودھ سے چھڑایا گیا ہو۔ تو یہ فعیل بمعنی مفعول ہے مثل جریح بمعنی مجروح۔ اس کی جمع فُصلان وفِصال ہے۔ عربی میں مثل ہے

اِستنتّتِ الفِصالُ حتی القرعیٰ۔ یہ اس شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے جو بڑوں اور بزرگوں کے سامنے زیادہ کلام کرے۔ قرعیٰ جمع قریع ہے وھوالذی بہ قَرَعٌ وھو بثرابیض یطلع فی الفصال۔

۳۴۔ **الحوت**۔ مچھلی۔ آیت ولقد علمتم الذین اعتدَوا منکم فی السبت کے بیان میں مذکور ہے۔ اس کی جمع حیتان ہے قال اللہ تعالیٰ اذ تأتیھم حیتانھم یوم سبتھم الآیۃ سعید بن جبیر سے روایت ہے انہ قال لما اھبط اللہ آدم الی الارض لم یکن فیھا غیرالنسر فی البرّ والحوتِ فی البحرِ و کان النسر یأوی الی الحوت فیبیت عندہٗ فلما رأی النسر آدم علیہ السلام اتی الحوت وقال یاحوت لقد اُھبط الیوم الی الارض من یمشی علیٰ رجلیہ ویبطش بیدیہ فقال الحوت لئن کنت صادقًا فمالی منجا منہ فی البحر ومالک مخلص منہ فی البر۔

حوت کے لیے یہ شرف کافی ہے کہ یہ وعاء و مسکن تھی یونس بن متی علیہ السلام کے لیے۔ اس میں اختلاف ہے کہ یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں کتنی مدت رہے۔ بقول مقاتل بن حیان تین دن رہے اور بقول عطار رحمہ اللہ سات دن اور بقول ضحاکؒ بیس دن اور بقول سدی وغیرہ چالیس دن۔ وقال الشعبیؒ التقمہ ضحیً ولفظہ عشیّۃً۔

۳۵۔ **الحیّۃ**۔ سانپ۔ آیت فازلّھما الشیطٰن عنھا کی شرح میں مذکور ہے۔ سانپ انسان کا دشمن ہے۔ سانپ کی مختلف قسمیں اور مختلف الوان ہیں۔ بعض سانپ زہریلے نہیں ہوتے۔ سانپ کی بہت سی کنیتیں ہیں یعنی ابوالربیع و ابوعثمان و ابوالعاصی و ابومذعور و ابو وثاب و ابویقظان و اُمّ طبق و ام عافیہ و اُمّ الفتح وغیرہ۔ بعض نے لکھا ہے ان الحیّۃ تعیش الف سنۃ وھی فی کل سنۃ تسلخ جلدھا وتبیض ثلثین بیضۃً علٰی عدد اضلاعھا۔

اعراب عرب کا خیال تھا کہ سانپ شتر مرغ کی طرح بہرا ہوتا ہے وہ آوازیں نہیں سُن سکتا۔ سانپ کا زہر قاتل ہے مگر یہ عجیب بات ہے کہ اس کے ڈسنے کا علاج تریاق سے ہوتا ہے اور تریاق کا بڑا جزء سانپ کا زہر ہے۔ نیز سانپ کے زہر سے اطبا بعض بڑی مفید دوائیاں بناتے ہیں جن سے لاعلاج مریض شفایاب ہوتے ہیں۔

بعض کتابوں میں ہے کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی ایک باندی نے اُن سے کہا من ایّ جنس انت قال انا آدمیٌّ مثلک قالت کیف تکون آدمیا وقد اطعمتُک السمّ اربعین یومًا فما اَضرّک فقال لھا اما علمتِ ان الذاکرین اللہ تعالیٰ لا یضرّھم شیٔ وانی کنت اذکر اللہ باسمہ الاعظم قالت وما ھو؟ قال باسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیٔ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم ثم قال ما الذی حملک علی ذلک قالت بغضکَ قال انتِ حرۃ لوجہ اللہ وانتِ فی حلّ مما صنعتِ۔ جنات عموماً سانپ کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ احادیث میں سانپ کا ذکر بہت آیا ہے۔ روی البخاری ومسلم عن ابی ھریرۃ رضہ مرفوعًا ان الایمان لیأرز الی المدینۃ کما تأرز الحیۃ الی جحرھا۔ وفی صحیح مسلم عن ابن عمرؓ مرفوعًا بدا الاسلام

غریباوسیعود غریبا کمابدا وھویأرز بین المسجدین کما تأرز الحیۃ الی جحرھا۔ ھذا واللہ اعلم وعلمہ اتم ÷ ÷

فصل

فصل ہذا میں اُن بلاد و قبائل و اقوام وغیرہ کا تذکرہ ہے جو تفسیر بیضاوی کے حصہ اوّل میں
یعنی تا نہایتِ سورۂ بقرہ مذکور ہیں

الانصار رضی اللہ عنہم۔ آیت ولیس البر بان تأتوا البیوت من ظھورھا الخ کے بیان میں انصار کا ذکر موجود ہے۔ انصار رضی اللہ عنہم کا ذکر قرآن مجید میں کئی جگہ پر آیا ہے قال اللہ تعالیٰ لقد تاب اللہ علی النبیّ والمھٰجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ الآیۃ انہیں لقبِ انصار سے اللہ تعالیٰ نے ملقب فرمایا ہے صحیح بخاری میں ہے عن غیلان بن جریر قال قلتُ لانس بن مالك رضی اللہ عنہ ارأیتَ اسم الانصار اکنتم تسمّون بہ أم سمّاکم اللہ تعا قال بل سمانا اللہ تعالیٰ۔ لفظ انصار جمع ہے۔ ایک کو انصاری کہتے ہیں مثل اعراب واعرابی۔ اعراب جمع ہے اور اعرابی مفرد ہے۔

انصار رضی اللہ عنہم کے دو گروہ ہیں اَوس وخزرج۔ یہ دو بڑے قبیلے ہیں۔ انصار کے جد اعلیٰ یعنی اوس و خزرج دونوں بھائی ہیں۔ دونوں بیٹے ہیں حارثہ کے اور حارثہ کا نسب یہ ہے۔ حارثۃ بن ثعلبۃ بن عمرو بن عامر بن حارثۃ بن امرئ القیس بن ثعلبۃ بن مازن بن عبد اللہ بن الازد بن الغوث بن نبت بن مالك ابن زید بن کھلان بن سبأ۔ اوس وخزرج کی والدہ کا نام قیلہ ہے۔ نبی علیہ السلام کے زمانے میں خزرج کے سردار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے۔ اور اَوس کے سردار سعد بن معاذ رضی اللہ تھے۔ خزرج بن حارثہ کے پانچ بیٹے تھے جشم وعوف وحارث وعمرو وکعب۔ عوف بن الخزرج سے ہیں بنو الحبلی رہط رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی ابن سلول۔ اور عمرو بن الخزرج کی اولاد ہیں بنو النجار۔ اور سعد بن عبادہؓ کے قبیلہ کا جد اعلیٰ کعب بن الخزرج ہے اور اَوس ابن حارثہ کا ایک بیٹا تھا یعنی مالک بن اَوس۔ پھر مالک سے آگے قبیلۂ اوس میں متعدد قبائل پیدا ہوئے۔

انصار کا قبولِ اسلام کا قصہ بڑا عجیب ہے۔ روایات میں ہے کہ جب قریش نے اسلام کی مخالفت کی اور آزادانہ تبلیغ اسلام میں مانع ہوئے تو نبی علیہ السلام موسم حج میں آئے ہوئے ایک ایک قبیلہ کے پاس کبھی تنہا اور کبھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں جاتے تھے۔ آپ اُن قبائل سے یہ کہتے تھے کہ مجھے اپنے علاقہ میں جگہ دو یعنی پناہ دو تاکہ میں آزادی سے تبلیغ اسلام کر سکوں لیکن اکثر قبائل تو صاف انکار کر دیتے اور بعض قبائل کچھ اعذار ذکر کرتے تھے۔

اتفاق سے ایک سال جمرۂ عقبہ کے قریب یعنی وہ گھاٹی جو مکہ مکرمہ سے منیٰ جاتے ہوئے جمرۂ عقبہ کے قریب بائیں جانب ہے قبیلۂ خزرج کی ایک جماعت ملی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی اپنی دعوت پیش کردی چونکہ انھوں نے یہود سے ایک نبی کے آنے اور اس کے مفصل احوال سُنے ہوئے تھے اس لیے وہ آپؐ کی دعوت سے بہت متاثر ہوئے فقال بعضهم لبعض بادِرُوا الاتباعة لا تسبقُنا اليهود اليه انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔

فقال لهم رسول الله صلی الله علیہ وسلم تمنعون ظهري حتى أُبلّغ رسالة ربي قالوا يا رسول الله انا تركنا قومنا يعنون الأوس والخزرج بينهم من العداوة والشر فدعنا حتى نرجع الى عشائرنا لعل الله ان يصلح بيننا وندعوهم الى ما دعوتنا فعسى ان يجمعهم عليك فان اجتمعت كلمتهم عليك واتبعوك فلا احدٌ أعزُّ منك وموعدك الموسم العام المقبل۔ یہ چھے آدمی تھے یا آٹھ یعنی ابو اُمامہ واسعد بن زرارہ وعوف بن الحرث بن رفاعة ويعرف بابن عفراء ورافع بن مالک بن عجلان وقطبة بن عامر بن حديدة وعقبة بن عامر وجابر بن عبداللہ بن رئاب وعبادۃ بن الصائب وابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہم بعض مؤرخین نے عبادہ وابوالہیثم کا ذکر نہیں کیا۔ یہ عقبۂ اُولیٰ ہے۔

اس گروہ نے واپس مدینہ منورہ پہنچ کر اپنی قوم کو حالات سے مطلع کر دیا۔ انصار کے ہر گھر میں نبی علیہ السلام کا ذکر ہونے لگا۔ چنانچہ آئندہ سال موسمِ حج میں بارہ آدمی انصار کے اسی غرض سے آئے اور اُسی جگہ پر اُن کے اور نبی علیہ السلام کے مابین گفتگو ہوئی۔ ان سب نے اسلام قبول کرلیا اور سابقہ بات کو مزید پختہ کیا۔ ان میں دو کے سوا سب قبیلۂ خزرج کے تھے یعنی ابوالہیثم بن تیہان وعویم بن ساعدۃ۔ یہ عقبۂ ثانیہ ہے۔

نبی علیہ السلام نے ان انصار کی درخواست پر تعلیمِ اسلام و قرآن کے معلم کے طور پر عبداللہ بن ام مکتوم اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔ اور بعض کے نزدیک مصعب رضی اللہ عنہ کو پہلے بھیجا بعدہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ مصعب رضی اللہ عنہ کی برکت سے بہت سے انصار حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ ان میں سعد بن معاذؓ واسید بن حضیرؓ بھی داخل ہیں۔

پھر آئندہ سال موسمِ حج میں مصعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ انصار کا بڑا گروہ نبی علیہ السلام سے ملنے آیا۔ اور عقبہ کے قریب نبی علیہ السلام سے ۷۳ مردوں اور دو عورتوں پر مشتمل گروہ ملا۔ یہ ملاقات رات کو ہوئی۔ سب نے بیعت کی اور طے پایا کہ نبی علیہ السلام اپنے رفقاء سمیت مدینہ منورہ تشریف لائیں گے۔ اس رات بیعت کے الفاظ یہ تھے قال لهم رسول الله صلی الله علیہ وسلم أبايعكم على ان تمنعوني ما تمنعون منه نساءكم وابناءكم وانفسكم ولكم الجنةُ۔

نبی علیہ السلام نے ان میں سے بارہ نقیب یعنی امراء منتخب فرمائے۔ انتخاب کرنے والے جبریل علیہ السلام تھے

ان نقبار میں نو خزرج کے اور تین اوس کے تھے۔ ثم قال علیہ السلام للنقباء انتم کفلاء علیٰ غیرکم ککفالۃ الحواریین لعیسیٰ علیہ السلام وانا کفیل علیٰ قومی یعنی المهاجرین۔

ثم قالوا یا رسول الله مالنا ان نحن وفینا قال رضوان الله والجنة قالوا رضینا ابسط یدك فبایعوه واول من بایعه البراء بن معرور وقیل اسعد بن زرارة وقیل ابو الهیثم بن التیهان وبایعه المرأتان من غیر مصافحة۔ یہ بیعت عقبہ ثالثہ ہے۔

اس کے بعد مکہ سے مسلسل صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہجرت شروع کی۔ انصار رضی اللہ عنہم نے بڑی قربانیاں پیش کیں۔ اور اپنی زمینوں اور گھروں اور اموال میں مہاجرین کو حصہ دار بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں انصار کے لقب سے نوازا۔ اور انصار کی برکت اور تعاون سے اسلام کو مرکز ملا اور پھر مدینہ منورہ سے اسلام ساری دنیا میں پھیلا۔

الاوس۔ آیت وان یاتوکم اساریٰ تفادوھم کی تفسیر میں مذکور ہے۔ انصار مدینہ شریفہ کے دو بڑے گروہ تھے اوس وخزرج۔ اوس وخزرج دو بھائی تھے جو سیل عرم یا اس سے کچھ قبل مآرب یعنی یمن سے نکل کر یہاں پر آباد ہو گئے تھے۔ اوس وخزرج عمرو بن عامر بن حارثہ بن ثعلبہ کی اولاد ہیں۔ ان دونوں کی اولاد کو قبیلہ اوس وقبیلہ خزرج کہتے ہیں۔

کتب تاریخ میں ہے کہ جب مآرب یمن میں سیل عرم کا حادثہ درپیش ہوا یا اس کا خطرہ ہونے لگا تو عمرو بن عامر اپنے خاندان سمیت وہاں سے نکلا۔ اس کی اولاد و اہل خاندان منتفرق ہو گئے۔ چنانچہ اوس وخزرج دونوں بھائی تو یثرب میں آکر ٹھہر گئے۔ غسان ملک شام چلا گیا ازد عمان میں آباد ہوا اور خزاعہ تہامہ میں رہائش پذیر ہوا۔ اور پھر مدت کے بعد ہر ایک کا خاندان بڑے قبیلے کی صورت اختیار کر گیا۔

اوس وخزرج کو ابنا قیلہ بھی کہتے ہیں۔ قیلہ ان دونوں کی ماں کا نام تھا۔ اوس کا نسب یہ ہے اوس بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر بن حارثہ۔ خزرج کا نسب نامہ بھی یہی ہے۔ کذا فی المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ج ۴ ص ۱۳۵۔ وکذا فی سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۱۴ علیٰ ہامش الروض۔ بعض مورخین نے یہاں پر عمرو بن عامر کے انتقال کا یہ قصہ لکھا ہے ان عمراً رأی جرذاً یحفر فی سد مارب الذی کان یحبس علیهم الماء فیصرفونه حیث شاءوا فعلم انه لابقاء للسد فاعتزم علی النقلة عن الیمن فکاد قومه فامر اصغر ولده اذا اغلظ علیه ولطمه ان یقوم الیه فیلطمه ففعل ابنه ما امره به فقال عمرو لا اقیم ببلد لطم وجهی فیها اصغر ولدی وعرض امواله فقال اشراف الیمن اغتنموا غضبة عمرو فاشتروا منه امواله وانتقل فی ولده وولد ولده وقالت الازد لانتخلف عن عمرو بن عامر فباعوا اموالهم وخرجوا معه فساروا حتی نزلوا بلاد عك مجتازین فتفرقوا فی البلدان۔ انتهیٰ ما فی سیرة ابن هشام۔ ج ۱ ص ۱۲۔

اُحُد۔ تفسیر بیضاوی میں مذکور ہے۔ احد بضمِ اول وثانی مدینہ منورہ کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے۔ یہ پہاڑ مدینہ منورہ کی شمالی جانب واقع ہے۔ اس پہاڑ کے قریب نبی علیہ السلام اور کفارِ مکہ کے مابین مشہور جنگ واقع ہوئی تھی جس میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سمیت ۷۰ صحابہ شہید ہوئے اور نبی علیہ السلام کا چہرہ مبارک زخمی ہوا۔ رباعی یعنی دانت بھی ٹوٹ گئے نیز دونوں ہونٹ مبارک زخمی ہوئے۔ یہ جنگ ۳ھ میں ہوئی تھی۔ شوال کا مہینہ تھا۔

احد کی وجہ تسمیہ کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ اسم مرتجل ہے قالہ یاقوت فی المعجم ج ۱ ص ۱۰۹۔ وقیل سمی بذلك لتوحده وانفراده عن غیره من الجبال التی هناك۔ کذا فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۲ ص ۲۱۶ اس پہاڑ میں بقول بعض مورخین ہارون علیہ السلام کی قبر ہے۔ کیونکہ دونوں بھائی موسیٰ وہارون علیہما السلام حج یا عمرہ کی نیت سے سفر کر رہے تھے۔ جبل احد کے قریب ہارون علیہ السلام کا انتقال ہوا اور اسی میں مدفون ہوئے وعن ابن دحیۃ ان هذا باطل وان نص التوراة انه دفن بجبل من جبال بعض مدن الشام وقیل لا مخالفة فان المدینة شامیة وقیل دفن بالتیه هو واخوه موسیٰ علیه السلام اھ۔

وفی الحدیث ان النبی علیه السلام قال احد جبل یُحِبُّنا ونُحِبُّهٗ وهو علی باب من ابواب الجنة و عَیرٌ جبل یُبغِضُنا ونُبغِضُه وهو علی باب من ابواب النار وعن ابی هریرة رضی الله عنه انه قال خیر الجبال احد والاشعر وَ وَرِقَان کذا فی المعجم وقال الحلبی فی سیرته ج ۲ ص ۲۱۶ قال صلی الله علیه وسلم ان احدًا هذا جبل یحبنا ونحبه اذا مررتم به فکلوا من شجره ولو من عضاهه وقال صلی الله علیه وسلم احد رکن من ارکان الجنة واُخِذ من هذا انه افضل الجبال وقیل افضلها عرفة وقیل ابو قبیس وقیل الذی کلم الله علیه موسیٰ علیه السلام وقیل قاف اھ۔

اَیلہ۔ بفتح ہمزہ۔ آیت ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت کے بیان میں مذکور ہے۔ ایلہ بحر قلزم کے ساحل پر بطرف شام ایک مشہور شہر ہے۔ یہ حجاز کا منتہیٰ اور شام کا مبدأ ہے۔ آباد وسرسبز علاقہ میں واقع ہے۔ یہ یہود کا وہ مشہور شہر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے انھیں یوم سبت میں مچھلی کا شکار کرنے اور اس کے لیے مختلف حیلے اختیار کرنے کی پاداش میں ممسوخ کرکے بندر وخنازیر بنا دیا تھا۔ ہفتہ کے دن ان پر مچھلیوں کا شکار کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا تھا۔ انھوں نے مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں مسخ کر دیا۔

کہتے ہیں کہ ایلہ کے یہود کے پاس اب بھی ہمارے نبی علیہ السلام کا ایک خط ہے جس پر ان کے ساتھ معاہدہ مکتوب ہے۔ اور نبی علیہ السلام کی چادر بھی ہے جو آپؐ نے یہود کے رئیس یوحنۃ بن رؤبہ کو ہدیۃً دی تھی جب کہ سفر تبوک میں یوحنہ بن رؤبہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں معاہدہ کے لیے حاضر ہوا تھا۔

اہل تاریخ لکھتے ہیں قدم یوحنۃ بن رؤبۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ایلة وهو فی تبوك فصالحه

علی الجزیۃ وقرّر علی کل حالم بارضہ فی السنۃ دینارًا فبلغ ذلک ثلاثمائۃ دینارٍ واشترط علیھم قِری من مرّبھم من المسلمین وکتب لھم کتابًا ان یُحفظوا و یُمنعوا۔ ایلہ اقلیم ثالث میں ہے۔

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس قریہ میں سیو ممسوخ ہوئے تھے اس کا نام طبریہ ہے نہ کہ ایلہ۔ قرآن مجید میں ہے واسئلھم عن القریۃ التی کانت حاضرۃ البحر الآیۃ۔

روی الحاکم فی المستدرک باسنادہ عن عکرمۃ قال دخلتُ علی ابن عباس رضی اللہ عنھما وھو یقرأ فی المصحف قبل ان یذھب بصرہ و یبکی فقلتُ لہ ما یُبکیک جعلنی اللہ فداک فقال ھذہ الآیۃ۔ و اسئلھم عن القریۃ التی کانت حاضرۃ البحر الآیۃ۔ ثم قال أتعرف ایلۃ قلت وما ایلۃ؟ قال قریۃ کان بھا أناسٌ من الیھود حرّم اللہ تعالیٰ علیھم صیدَ الحیتانِ یوم السبت فکانت الحیتان تاتیھم فی یوم سبتھم شرّعًا بیضًا سمانًا کامثال المخاض فاذا کان غیرُ یوم السبتِ لا یجدُونھا ولا یدرکونھا الا بمشقۃ ومؤنۃٍ ثم ان رجلًا منھم اخذ حوتًا یوم السبتِ فربطہ الی وتدٍ فی الساحل وترکہ فی الماء حتی اذا کان الغد اخذہ فاکلہ ففعل ذلک اھلُ بیت منھم فاخذوا وشَوَوا فوجد جیرانھم ریح الشواء ففعلوا کفعلھم وکثُر ذلک فیھم۔

فافترقوا فرقًا فرقۃٌ اکلتْ وفرقۃ نھت وفرقۃ قالت لم تعظون قوما اللہ مھلکھم فقالت الفرقۃ التی نھت انا نحذّرکم غضبَ اللہِ وعقابہ ان یُصیبکم بخسف او قذف او ببعض ما عندہ من العذاب و اللہ ما نساکنکم فی مکان انتم فیہ وخرجوا من السور ثم غدوا علیہ من الغد فضربوا باب السور فلم یجبھم احدٌ فتسوّر انسانٌ منھم السورَ فقال قردۃ واللہ لھا اذنابٌ تتعاوی ثم نزل ففتح البابَ ودخل الناسُ علیھم فعرفتِ القردۃُ أنسابَھا من الانس ولم تعرف الانسُ أنسابھا من القرد قال فیأتی القردُ الی نسیبہ وقریبہ فیحتکُ بہ ویَلصقُ الیہ فیقول الانسیّ انتَ فلان فیشیر برأسہ أن نعم ویبکی۔

قال ابن عباس رضی اللہ عنھما فاسمع اللہ یقول فانجینا الذین ینھونَ عن السوءِ واخذنا الذین ظلموا بعذاب بئیس بما کانوا یفسقون۔ فلا ادری ما فعلت الفرقۃ الثالثۃ فکم قد رأینا من منکر ولم ننہ عنہ قال عکرمۃ فقلتُ ما تری جعلنی اللہ فداک انھم قد انکروا وکرھوا حین قالوا لم تعظون قومًا اللہ مھلکھم او معذبھم عذابا شدیدا فاعجبہ قولی ذلک وامر لی بِبُردَین غلیظین فکسانیھما۔ شہر ایلہ کا ذکر احادیث میں متکرر ہے۔ فروی ابوذر مرفوعًا حدیث الحوض الکوثر وھو طویل وفیہ۔ عرضہ مثل طولہ ما بین عمان الی ایلۃ ماؤہ اشد بیاضًا من اللبن واحلی من العسل۔ اخرجہ الترمذی فی جامعہ ج ۲ ص۷۳ ابواب صفۃ القیامۃ۔

بیت المَقدِس ۔ وادخلوا الباب سجدًا وغیرہ کی آیات کے بیان میں متکرر الذکر ہے ۔ مَقدِس بفتح میم وکسرِ دالِ مخفف کا معنی ہے پاک وطاہر ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی پاک ومبارک جگہ ہے ۔ اسی وجہ سے اس کا یہ نام رکھا گیا ۔ یہ ہمارا قبلۂ اوّل تھا ۔ یہ ایک مبارک مسجد ہے جس میں نماز پڑھنے کا بہت ثواب ہوتا ہے ۔ اس مسجد کے نام سے سارے شہر پر جس میں یہ واقع ہے بیت المقدس کا اطلاق ہوتا ہے ۔ یہ شہر ایلیاء کے نام سے بھی معروف ہے بیت المقدس کے بے شمار فضائل میں سے چند فضائل یہ ہیں ۔

(ا) اس کے سترہ نام ہیں اور کثرتِ اسماء شرفِ مسمّی پر دال ہے ۔ (۱) المسجد الاقصیٰ ۔ اقصیٰ کا معنی ہے ابعد یعنی بعید تر ۔ سُمّی بہ لبُعدہٖ عن الاقذار والخبائث او لعلوِّ مرتبته عند اللہ فالبعد کنایۃ عن بعد المرتبۃ وارتفاعها (۲) مسجد إیلیاء علیٰ وزن کِبریاء وجاز فیه القصر معناہ بیت اللہ ۔ (۳) بیت المقْدِس یعنی گناہوں سے پاک ہونے کی جگہ ۔ مقدس مثل مَرجِع مصدر ہے یا ظرفِ مکان ہے ۔ (۴) البیت المُقدَّس ۔ ای المطهّر (۵) بیت القُدُس ، بسکون دال وبضم دال (۶) سَلَمَ ۔ لکثرۃ سلام الملائکۃ فیه ۔ (۷) اورشلیم ، معناہ بالعبرانیۃ بیت السلام (۸) أوشلیم (۹) بیت إیل (۱۰) کورۃ إلیا ۔ (۱۱) صِهیُون (۱۲) مصروث (۱۳) بابوش (۱۴) کورشیلا (۱۵) أزیل (۱۶) شلیم (۱۷) صلمون ۔ ذکر هذہ الاسماء ابن خالویه وغیرہ ۔

(ب) بیت المقدس جس طرح مسلمانوں کے نزدیک محترم ومبارک ہے اسی طرح یہود ونصاریٰ بھی اسے محترم ومبارک سمجھتے ہیں ۔ کہتے ہیں کہ یہ یہود ونصاریٰ کا قبلہ تھا اور ہجرت کے بعد سترہ ماہ تک مسلمانوں کا قبلہ بھی یہی بیت المقدس تھا ۔ نصف رجب ۲ھ میں تحویل قبلہ ہوئی ۔ وقیل فی نصف شعبان وقیل فی جمادی الآخرۃ ۔ تحویل قبلہ بوقت ظہر ہوئی جب کہ نبی علیہ السلام بنو حارثہ میں تھے ۔ بنو حارثہ میں اول نماز بطرف کعبۃ اللہ جو پڑھی گئی وہ ظہر تھی ۔ پھر اول نماز جو کعبۃ اللہ کی طرف مسجد نبوی میں پڑھی گئی وہ عصر کی نماز تھی ففی الصحیحین عن البراء ان اول صلاۃ صلاها رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کلها للکعبه صلاۃ العصر ۔

ج ۔ مسجد بیت المقدس کو یہ عظیم شرف حاصل ہے کہ یہ اسراء کا منتہیٰ ہے اور معراج کا مبدأ ہے ۔ اس مبارک مسجد سے ہمارے نبی علیہ السلام نے آسمانوں کی طرف سفر معراج شروع کیا تھا ۔ اسی مسجد میں آپ نے تمام انبیاء اللہ کو دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھائی معراج سے پہلے کما قال الجمهور یا معراج کے بعد یعنی آسمانوں سے واپسی پر نماز پڑھائی ۔ کما قال بعض العلماء ۔ ذکر القرطبی فی تفسیرہ عن ابن عباس انهم کانوا سبع صفوف ثلاث صفوف من الانبیاء المرسلین واربعۃ من سائر الانبیاء وکان خلف ظهرہٖ ابراهیم الخلیل وعن یمینه اسماعیل وعن یسارہٖ اسحاق علیهم الصلاۃ والسلام ۔

د ۔ قال بعض العلماء لم یختلف احد انه صلی اللہ علیه وسلم عرج به من عند القبۃ التی یقال لها قبۃ

المعراج من عند يمين الصخرة وقد جاء ان صخرة بيت المقدس من صخور الجنة وفى لفظ سيدة الصخور صخرة بيت المقدس وجاء ان صخرة بيت المقدس على نخلة والنخلة على نهر من انهار الجنة قال الذهبى اسناده مظلم.

قال ابن العربى فى شرح الموطا صخرة بيت المقدس من عجائب الله تعالى فانها صخرة قائمة شعثاء فى وسط المسجد الاقصى قد انقطعت من كل جهة لا يمسكها الا الذى يمسك السماء ان تقع على الارض الا باذنه فى اعلاها من جهة الجنوب قدم النبى عليه السلام حين ركب البراق وقد مالت من تلك الجهة لهيبته صلى الله عليه وسلم وفى جهة الاخرى اصابع الملائكة التى امسكتها لما مالت كذا فى السيرة الحلبية ج ۱ ص ۳۷۲ ۔

وسئل الجلال الدين السيوطى رحمه الله عن غوص قدمه صلى الله عليه وسلم فى الحجر هل له اصل فى كتب الحديث فاجاب بانه لم يقف فى ذلك على اصل ولا رأى من خرّجه فى شئ من كتب الحديث وفى كتاب العرائس قال ابىّ بن كعب رضى الله عنه ما من ماء عذب الا وينبع من تحت الصخرة بيت المقدس ثم يتفرق فى الارض ۔ واخرج الترمذى باسناده عن بريدة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لما كان ليلة أُسرى بى قال فاتى جبريل الصخرة التى ببيت المقدس فوضع اصبعه فيها فخرقها فشدّ بها البراق.

۸ ۔ سفر معراج کے دو حصے ہیں. اوّل مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک ۔ دوّم بیت المقدس سے آسمانوں کی طرف اول حصہ کا نام اسراء ہے قرآن میں اس کا ذکر صریحًا موجود ہے ۔ دوسرے حصہ کا نام معراج ہے ۔ دونوں حصوں پر بھی اسراء ومعراج کا اطلاق ہوتا ہے ۔

● بیت المقدس کی طرف اسراء میں کئی حکمتیں ہیں. فقیل فى حكمة ذلك ان باب السماء الذى يقال له مصعد الملائكة يقابل بيت المقدس فيحصل العروج مستويا من غير تعويج قال الحافظ ابن حجر فيه نظر لورود ان فى كل سماء بيتا معمورا وان الذى فى السماء الدنيا حيال الكعبة فكان المناسب ان يصعد من مكة ليصل الى البيت المعمور من غير تعويج اھ ويمكن ان يقال هذا لا يستلزم ان يكون الباب من تلك الجهة حتى يرد ما اورد فيمكن ان يكون الباب مقابل بيت المقدس ۔

ثم ان فى هذا ردًّا لما ذكر علماء الهيئة الحديثة ان الارض تدور على محورها وتتم الدورة فى كل ۲۴ ساعةً اذ بحركة الارض لا تستمر مقابلة ذلك الباب بيت المقدس الا ان يقال ليس المراد دوام المقابلة واستمرارها حتى يرد ما ذكر بل المراد نفس المقابلة ولو فى بعض الاوقات فالارض تدور وتحاذى فى كل ۲۴ ساعة هذا الباب بيت المقدس ۔

۹ ۔ بیت المقدس کی فضیلت میں کئی احادیث وارد ہیں ۔ قرآن شریف میں اسے مبارک کہا گیا ہے قال الله تعالى سبحان الذى اسرى بعبده ليلاً من المسجد الحرام الى المسجد الاقصى الذى باركنا حوله ماحول کی برکت کے دو مطلب ہیں قال الزركشى فى اعلام الساجد ص ۲۸۶ فيه تاويلان احدهما ان جعل حوله من

الانبیاء المصطفین الاخیار۔ الثانی بکثرۃ الثمار، مجاری الانہار، قال اللہ تعالیٰ ونجیناہ ولوطا الی الارض التی بارکنا فیہا للعالمین۔

وروی ابو المعالی فی کتاب فضائل القدس بسندہ عن انس رضی اللہ عنہ قال ان جنۃ الفردوس تحن شوقاً الی بیت المقدس وصخرۃ بیت المقدس من جنۃ الفردوس وہی صرۃ الارض وروی انہ من دفن فی بیت المقدس وقی فتنۃ القبر وسؤال الملکین ومن دفن فی بیت المقدس فی زیتون الملۃ یعنی بایلیاء فکانما دفن فی السماء الدنیا وزیتون الملۃ مقبرۃ کبیرۃ من مقابر بیت المقدس۔ راجع الانس الجلیل ج ۲ ص ۲۱۳۔

وقال کعب الاحبار من دفن فی بیت المقدس فقد جاز الصراط وروی ابونعیم فی تاریخ اصبہان بسندہ والبزار فی مسندہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات فی بیت المقدس فکانما مات فی السماء۔ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۱۹۔ وروی ابن ماجہ باسنادہ عن میمونۃ مولاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت قلت یا رسول اللہ افتنا فی بیت المقدس قال ارض المحشر والمنشر ائتوہ فصلوا فیہ فان صلاۃ فیہ کالف صلاۃ فی غیرہ ورواہ ابوداؤد ایضاً۔ وعن ام سلمۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اہل بحجۃ او عمرۃ من المسجد الاقصی غفر لہ ما تقدم من ذنبہ واخرجہ البیہقی ایضاً فی سننہ ج ۵ ص ۳۰ وفی روایۃ وجبت لہ الجنۃ وقال صلی اللہ علیہ وسلم کما رواہ احمد وذکر الدجال فانہ یلبث فیکم اربعین صباحاً یرد فیہ کل منہل الا اربع مساجد مسجد الحرام ومسجد المدینۃ والطور ومسجد الاقصی۔ وروی عن کعب کما فی الانس الجلیل ج ۱ ص ۲۰۸ صوم یوم فی بیت المقدس براءۃ من النار۔

وروی الخطیب کما فی الاعلام ص ۲۹۳ من حدیث جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً اول من یدخل الجنۃ الانبیاء ثم مؤذنو البیت المقدس ثم مؤذنو مسجدی ثم سائر المؤذنین قال الخطیب غریب تفرد بہ محمد بن عیسیٰ فی الانس الجلیل ج ۱ ص ۲۰۸ فی بعض الروایات ثم الشہداء بعد الانبیاء۔ وعن ابی امامۃ ان النبی علیہ السلام قال لا تزال طائفۃ من امتی ظاہرین علی الحق لا یضرہم من خالفہم قیل ما ہم وفی روایۃ فاین ہم یا رسول اللہ؟ قال ببیت المقدس واصل ہذا الحدیث فی صحیح البخاری وروی انہم بالشام۔ راجع عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۶۴

ز۔ روی النسائی وابن ماجہ عن عبد اللہ بن عمرو عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سلیمان بن داؤد لما بنی بیت المقدس سأل اللہ ثلاثا فاعطاہ اثنتین وارجو ان یکون قد اعطاہ الثالثۃ سألہ ملکا لا ینبغی لاحد بعدہ فاعطاہ ایاہ وسألہ حکما یواطئ حکمہ تعالیٰ فاعطاہ ایاہ وسألہ من اتی ہذا البیت یرید بیت المقدس لا یرید الا الصلاۃ فیہ ان یخرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا ارجو ان یکون قد اعطاہ الثالثۃ۔ راجع ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۰۲ والاتحافات السنیۃ فی الاحادیث القدسیۃ ص ۸ ومجمع الزوائد ج ۴ ص ۸۔

ح ۔ مسجد اقصیٰ میں نماز و دیگر اعمالِ صالحہ کا بہت ثواب ملتا ہے قال صلی اللہ علیہ وسلم لا تشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد مسجدی ھذا والمسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ رواہ الشیخان۔ وعن ابی الدرداء مرفوعاً فضل الصلاۃ فی المسجد الحرام علی غیرہ بمائۃ الف صلاۃ وفی مسجدی الف صلاۃ وفی مسجد بیت المقدس خمسمائۃ صلاۃ اخرجہ البزار۔ وعن ابن عباس مرفوعاً صلاۃ فی مسجدی ھذا بعشرۃ آلاف صلاۃ وصلاۃ فی المسجد الحرام بعشرۃ امثالھا مائۃ الف صلاۃ وصلاۃ الرجل فی بیت المقدس بالف صلاۃ۔ رواہ الطبرانی۔ وعن انس مرفوعاً صلاۃ الرجل فی بیتہ بصلاۃ وصلاتہ فی مسجد القبائل بخمس وعشرین صلاۃ وصلاتہ فی المسجد الذی یجمع فیہ بخمسمائۃ صلاۃ وصلاۃ فی المسجد الاقصیٰ ومسجد المدینۃ بخمسین الف صلاۃ وصلاۃ فی المسجد الحرام بمائۃ الف صلاۃ۔ اخرجہ ابن ماجۃ۔

ط ۔ مشہور ہے کہ بیت المقدس کی تعمیر کی ابتداء داؤد علیہ السلام نے کی اور اس کی تکمیل سلیمان علیہ السلام نے کی۔ راجع تاریخ الامم والملوک۔ ج ۱ ص ۲۵۲ وفی الصحیحین عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اول مسجد وضع علی الارض فقال المسجد الحرام قلت ثم ای ؟ قال المسجد الاقصیٰ قلت وکم بینھما ؟ قال اربعون عاماً ثم الارض کلھا لک مسجد فحیثما ادرکتک الصلاۃ فصل۔ قال اللہ تعالیٰ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا۔

حدیث ہذا میں یہ اشکال ہے کہ بیت المقدس کے بانی سلیمان بن داؤد علیہما السلام ہیں اور کعبۃ اللہ کے بانی ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اور دونوں کے درمیان مدت ہزار سال سے بھی زیادہ ہے۔ اس اشکال کے کئی جوابات ہیں۔

جوابِ اول یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام بیت المقدس کے مؤسس نہیں ہیں بلکہ انہوں نے صرف تجدیدِ عمارت کی تھی اور مؤسس دراصل یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔ یعقوب علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کی تعمیرِ ابراہیمی کے چالیس سال بعد بحکم اللہ تعالیٰ بیت المقدس کی بنیاد رکھتے ہوئے اس کی تعمیر کی تھی پھر جب وہ عمارت گر گئی تو سلیمان علیہ السلام نے اسے دوبارہ تعمیر کیا۔ قالہ الزرکشی وغیرہ۔

جوابِ دوم۔ بعض علماء لکھتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ شریف کے اول معمار و مؤسس نہیں ہیں بلکہ بیت اللہ شریف کو آدم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ پھر چالیس سال بعد بعض اولادِ آدم علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر کی۔ حکاہ ابن الجوزی وغیرہ۔

جوابِ سوم، ابن ہشام متوفی ۲۲۳ھ نے کتاب التیجان میں لکھا ہے کہ دونوں کے اول بانی و مؤسس آدم علیہ السلام ہیں اور دونوں کی تعمیر میں چالیس سال کا زمانہ فاصل تھا۔ قال ان آدم علیہ السلام لما بنی البیت امرہ جبریل علیہ السلام بالمسیر الی بیت المقدس ان یبنیہ فبناہ ونسک فیہ اھ۔

ی۔ قال فی الانس الجلیل روی عن علی رضی اللہ عنہ انہ قال وسط الدنیا بیت المقدس وارفع الارض کلھا الی السماء بیت المقدس وعن ابن عباس رضی اللہ عنھما ومعاذ بن جبلؓ ان بیت المقدس اقرب الی السماء باثنی عشر میلا وفی انسان العیون ج ۱ ص ۱۵ ان بیت المقدس اقرب الی السماء بثمانیۃ عشر میلا قال بعض الحفاظ وفیہ نظر اھ۔

بغداد۔ شہر بغداد مرکزِ اسلام رہا ہے۔ ابن کثیر بدایہ میں لکھتے ہیں کہ بغداد میں چار لغات ہیں۔ بغداد بالدال بغداذ بالذال۔ بغدان بالنون۔ مغدان بالمیم فی الاول والنون فی الآخر۔ لیکن معجم البلدان ج ۱ ص ۴۵۶ پر سات لغات درج ہیں۔ یہ کلمہ عجمی ہے جو مرکب ہے بَغ و دَاد سے۔ بغ ھو البستان وداد اسم رجل او داد بمعنی عطیۃ وبغ اسم صنم ای عطیۃ الصنم اسی وجہ سے یہ نام ابن المبارکؒ و اصمعی مکروہ سمجھتے تھے اور اسے مدینۃ السلام کہتے تھے۔ اس کے بانی منصور نے اس کا نام مدینۃ السلام ہی رکھا تھا۔ کیونکہ اس کے قریب دجلہ کا نام وادی السلام ہے کذا فی البدایۃ والنہایۃ وقال یاقوت فی معجم البلدان بغ اسم للصنم فذکر انہ اُھدی الی کسریٰ خصی من المشرق فاقطعہ ایاہ وکان الخصی من عباد الاصنام ببلدہٖ فقال بَغ داد ای الصنم اعطانی وقیل ان کسریٰ قد وھب لھذا الخصی بُستاناً ھھنا وبغ ھو البستان وداد اعطی فقال بغداد فسمیت بہ۔

خطیب بغدادی نے یہ حدیث ذکر کی ہے عن جریر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تُبنیٰ مدینۃ بین دجلۃ ودجیل وقطربل والصراۃ تجبیٰ الیھا خزائن الارض وملوکھا جبابرۃ فلھی اسرع ذھاباً فی الارض من الوتد الحدید فی الارض الرخوۃ۔ قال وھو حدیث ضعیف۔

متعدد ائمہ اسلام نے اس کی مدح کی ہے عن یونس قال قال لی الشافعیؒ ھل رأیتَ بغداد؟ قلتُ لا، قال ما رأیتَ الدنیا وقال بعضھم الدنیا بادیۃ وبغداد حاضرتھا۔ وقال ابن علیۃ ما رأیتُ اعقل فی طلب الحدیث من اھل بغداد ولا احسنَ دعۃ منھم قال ابن مجاھد رأیتُ ابا عمرو بن العلاء فی النوم فقلتُ ما فعل اللہ بک فقال لی دعنی من ھذا مَن اقام ببغداد علی السنۃ والجماعۃ نُقِل من جنۃ الی الجنۃ وقیل من محاسن الاسلام یومُ الجمعۃ ببغداد وصلاۃ التراویح بمکۃ ویومُ العید بطرسوس وقال بعضھم رأیتُ ای فی المنام کانّ ملکین آتیا بغدادَ فقال احدھما لصاحبہ اقلبھا فقد حق القول علیھا فقال الآخر کیف اقلب ببلد یُختَم فیھا القران کل لیلۃ خمسۃ آلاف ختمۃ۔

شہر بغداد کی تعمیر کی ابتدا، خلیفہ منصور نے ۱۴۵ھ میں کی تھی۔ اور ۱۴۶ھ میں تکمیل ہوئی۔ پھر منصور اس میں منتقل ہوا۔ اس سے پہلے کوفہ کے قریب ہاشمیہ میں مقیم تھا۔ وقال یاقوت شرع فی عمارتھا ۱۴۵ھ و ونزلھا ۱۴۹ھ۔

بغداد کا سنگِ بنیاد رکھنے کے لیے منجمین کے مشورے سے ایک مبارک ساعت کا انتخاب کیا گیا ان میں

ایک منجّم کا نام نوبخت تھا۔ منجموں نے بتایا کہ اس وقت مشتری قوس میں ہے جو اس شہر کی سعادت وطول زمانہ وکثرتِ عمارات وکثرتِ دولت وثروت پر دلالت کرتا ہے۔ قال بعضھم قلتُ له واُبشِّرُك یا امیرالمؤمنین انه لایموت فیھا احد من الخلفاء ابدًا فرأیتُه یبتسم۔

مگر اہل نجوم کی یہ بات بعد میں غلط ثابت ہوئی۔ کئی خلفاء اس میں مرے اور امین الرشید وغیرہ کئی اس میں قتل ہوئے۔ ابن زُریق کوفی مدح بغداد میں کہتا ہے ؎

سافرتُ اَبغی لبغدادٍ وساکنِھا — مِثلاً فقد اخترتُ شیئًا دونه الیاسُ

ھیھات بغداد والدنیا بجمعھا — عندی وسُکّانُ بغدادٍ ھم الناسُ

بعض نے بغداد کی مذمت میں یہ اشعار کہے ہیں ؎

بغداد ارضٌ لاَھلِ المال طیّبةٌ — وللمفالیسِ دارُ الضنكِ والضیقِ

اصبحتُ فیھا مضاعًا بین اظھرھم — کأننی مصحفٌ فی بیت زندیقِ

بدر ۔ یسئلونك عن الشھرالحرام کی شرح میں مذکور ہے۔ بدر بفتح بار وسکونِ دال کا اصلی معنی کمال وامتلاء ہے یقال غلام بدرٌ اذا کان ممتلئًا شابًا لحمًا وسُمّی بدر القمر بدرًا لتمامه وعظمه۔ بدر مدینہ منورہ ومکہ مکرمہ کے مابین ایک کنویں یا چشمے کا نام ہے جو ساحلِ بحر سے ایک دن کی مسافت پر واقع ہے۔ بعدہٗ اس مقام کا نام بھی بدر مشہور ہوا۔

اسی مقام بدر پر مشرکینِ مکہ اور صحابہؓ کے درمیان اسلام کی اوّلین جنگ ہوئی تھی۔ اس جنگ میں اسلام کو فتح حاصل ہوئی۔ ستر کفار قتل اور ستر گرفتار ہوئے۔ مسلمانوں کی امداد کے لیے فرشتے نازل ہوئے تھے۔ یہ دو پہاڑوں کے مابین جگہ ہے بلکہ ہر طرف پہاڑ ہیں۔ اب یہاں پر ایک شہر آباد ہے۔ بدر میں جو مسجد اب موجود ہے وہ نبی علیہ السلام کے عریش کی جگہ پر تعمیر ہوئی ہے۔ کذا اخبرنی بعض سُکّان بدر۔

بدر کا نام منسوب ہے بدر بن یخلد بن النضر بن کنانہ کی طرف وقیل ھو اسم رجل من بنی ضمرة سکن ھذا الموضع فنسب الیه فقیل بدری ثم غلب اسمه علیه ای بغیر النسبة فقیل بدر۔ راجع تاج العروس ج ۳ ص ۳۲۔

اور بقول مؤرخ زبیر بن بکار یہ مقام منسوب ہے بدر بن قریش بن حارث بن یخلد کی طرف۔ لانّه کان احتفر ھذہ البئر۔ یہ وہی قریش ہے جس کے نام سے حسب قول بعض علماء قریشِ مکہ قریش کہلاتے ہیں۔ کذا فی معجم البلدان وقیل بدر بئر حفرھا رجل من غفار ثم من بنی النار اسمه بدر وروی یونس عن ابن ابی زکریا عن الشعبی قال بدر اسم رجل کانت له بدر کذا فی الروض الانف ج ۲ ص ۶۱

لفظ بدر پہ الف لام داخل کرنا صحیح نہیں۔ اسلام سے قبل جاہلیت میں یہاں پر ایک بازار یعنی میلہ لگتا تھا یکم ذوالقعدہ سے آٹھ ذوالقعدہ تک جس میں بہت سے لوگ شریک ہوتے تھے۔ کذا قیل۔ قال فی المفصّل

فی تاریخ العرب ج ۷ ص ۳۷۶ و اما بدر فکان موضعا فیہ ماء وکان موسما من مواسم العرب تجتمع لہم بہا سوق کل عام یجتمعون فیہ للتجارۃ وللتنزہ فکانوا ینحرون ویطعمون ویشربون ویسمعون الغناء انتہی. راجع تاریخ الطبری ج ۲ ص ۲۷۹ والبلدان ج ۲ ص ۵۵۔

جنگ بدر رمضان شریف سنہ ۲ھ میں واقع ہوئی تھی۔ مسلمانوں کی تعداد تقریباً ۳۱۳ تھی۔ ان میں ۸۰ سے کچھ کم مہاجرین تھے اور انصار ۲۴۰ کے لگ بھگ تھے ذکر الامام الدوانی وغیرہ انہ سمع من مشائخ الحدیث ان الدعاء عند ذکر اسماء اصحاب بدر مستجاب وقد جرب ذلک۔

صحابہؓ کے پاس صرف پانچ گھوڑے تھے مقداد و زبیر و مرثد رضی اللہ عنہم کے تین اور دو گھوڑے نبی علیہ السلام کے تھے وقیل لم یکن فی الجیش الا فرسان فرس المقداد وفرس الزبیر وعن علی رضی اللہ عنہ ما کان فینا فارس یوم بدر غیر المقداد ویمکن ان یقال فی الجمع انہ لم یقاتل یوم بدر فارساً الا المقداد وغیرہ ممن کان لہ فرس قاتل راجلاً۔ مسلمانوں کے پاس ۷۰ اونٹ تھے جن پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے۔ جب نبی علیہ السلام کے حکم سے فوج مسلمین کی گنتی ہوئی اور معلوم ہوا کہ وہ ۳۱۳ ہیں تو آپؐ بہت خوش ہوئے اور فرمایا عدۃ اصحاب طالوت الذین جازوا معہ النہر۔

مشرکین ۹۵۰ یا ۱۰۰۰ تھے اور پوری طرح مسلح تھے۔ ان کے ساتھ ۱۰۰ گھوڑے تھے گانے والی عورتیں بھی ساتھ تھیں۔ ابلیس بھی بصورت سراقۃ بن مالک مدلجی ان کے ساتھ تھا۔ سراقۃ بن مالک قبیلہ بنو کنانہ کا رئیس تھا۔ بنو کنانہ اور قریش میں دشمنی تھی۔ قریش کو خطرہ تھا کہ کہیں ہماری عدم موجودگی میں بنو کنانہ مکہ مکرمہ پر حملہ نہ کر دیں۔ اسی وجہ سے ان کی تسلی کی خاطر شیطان سراقۃ بن مالک کی شکل میں ان کے ساتھ آیا اور کہا کہ بنو کنانہ کی فکر نہ کرو بلکہ بنو کنانہ بھی تمہاری مدد کے لیے آرہے ہیں وقال ابلیس لہم لا غالب لکم الیوم من الناس وانی جار لکم۔

مدینہ منورہ سے نکل کر نبی علیہ السلام نے یہ دعا مانگی اللھم انہم حفاۃ فاحملھم وعراۃ فاکسھم جیاع فاشبعھم عالۃ فاغنھم من فضلک یہ دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور شرکاء بدر کو غنیمت میں کافی مال ہاتھ آیا۔ اس جنگ میں عشق و محبت جرأت صحابہؓ اور قدرت باری تعالیٰ کے عجیب و غریب ایمان افروز مناظر سامنے آئے نبی علیہ السلام نے بوقت جنگ صحابہ کی صفیں بنائیں تو ایک شخص سواد بن غزیۃ حلیف بنی النجار صف سے قدرے باہر نکلے ہوئے تھے نبی علیہ السلام نے لوہے کے بغیر تیر کی لکڑی سے سوادؓ کے ننگے پیٹ پر آہستہ سے ٹھوکا دیا اور فرمایا استو یا سواد فقال یا رسول اللہ اوجعتنی وقد بعثک اللہ بالحق والعدل فاقدنی ای مکنی من القود ای القصاص من نفسک فکشف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بطنہ وقال استقد ای خذ القود فاعتنق سواد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقبل بطنہ فقال ما حملک علی ھذا یا سواد فقال یا رسول اللہ حضر ما تری فاردت ان یکون آخر العھد بک ان یمس جلدی جلدک فدعا لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخیر۔ وسواد ھذا جعلہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد فتح خیبر عاملاً علی خیبر۔ کذا فی کتب التاریخ۔

اقول ووقع له صلی الله علیہ وسلم مع بعض الانصار وهو سواد بن عمرو مثل الذی وقع له مع سواد بن غزیة ففی ابی داؤد ان رجلاً من الانصار کان فیه مزاح فبینما هو یحدث القوم یضحکهم اذ طعنه رسول الله صلی الله علیہ وسلم فی خاصرته بعود کان فی یده صلی الله علیہ وسلم وفی لفظ بعرجون وفی اخر بعصا فقال اصبرنی یا رسول الله ای اَقِدْنی ومکّنّی من نفسك لأقتصّ منك فقال اصبر ای اقتص قال ان علیك قمیص ولیس علی قمیص فرفع رسول الله صلی الله علیہ وسلم قمیصه فاحتضنه وجعل یقبّل کشحه۔

ومن خصائصه صلی الله علیہ وسلم انه ما التصق ببدنه مسلم وتمسّه النار کذا فی الخصائص الصغری وفیها فی محل اخر ولا تأکل النار شیئاً مس جسده وکذلك الانبیاء علیهم الصلاة والسلام۔

اس جنگ میں مسلمانوں میں سے اول شہید عمر رضی اللہ عنہ کا غلام مہجع تھا پھر حارثہ بن سراقہ شہید ہوئے۔ مسلمانوں کی امداد کے لیے ہزار فرشتے آئے تھے ۵۰۰ جبریل علیہ السلام کے ساتھ اور ۵۰۰ میکائیل علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ بعض روایات میں تین ہزار اور بعض میں پانچ ہزار فرشتے نازل ہوئے تھے۔ بعض کتب تاریخ میں ہے کان مع المسلمین من مؤمن الجن سبعون لکن لم یثبت انهم قاتلوا بل کانوا مدداً فقط۔

جنگ بدر میں ۷۰ کفار قتل اور ۷۰ گرفتار کیے گئے۔ ان میں سے ۲۴ اور بقول بعض ۲۳ رؤسا مکہ کی لاشیں وہاں پر قلیب گڑھے میں ڈالی گئیں۔ یعنی ابوجہل، عتبۃ بن ربیعہ، شیبۃ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، حرث بن عامر وغیرہ۔

مسلمانوں میں ۱۴ شہید ہوئے چھے مہاجر اور آٹھ انصار جن میں چھے خزرج کے اور دو اوس کے تھے۔

چھے مہاجرین یہ ہیں:-

(۱) عبیدۃ بن الحارث بن عبد المطلب۔ یہ سخت زخمی ہوگئے تھے۔ بدر سے واپس آتے ہوئے مقام صفراء میں وفات پاگئے۔ (۲) مہجع مولی عمر بن الخطاب۔ وهو اوّل قتیل رُی انه اوّل من یدعی یوم القیامة من شهداء هذه الامّة۔ کذا فی السیرۃ النبویة لاحمد بنی ج ۱ ص۴۱۷۔

قال فی السیرة الحلبیّة ج ۲ ص۱۶۱ ونقل بعض المشائخ انه اول من یدعی من شهداء هذه الامّة وانّه علیه السلام قال یومئذ مهجع سیّد الشهداء ای من هذه الامة فلا ینافی ما جاء ان سیّد الشهداء یوم القیامة یحیی بن زکریا علیهما السلام وقائدهم الی الجنّة وذابح الموت یوم القیامة یضجعه ویذبحه بشفرة فی یده والناس ینظرون الیه لکن جاء سیّد الشهداء هابیل الا ان تجعل الاوّلیّة اضافیة فیراد اوّل اولاد آدم لصلبه انتهی۔ وفی الحدیث المرفوع سید الشهداء حمزة رضی الله عنه۔

(۳) عمیر بن ابی وقاص۔ (۴) عاقل بن بکیر لیثی (۵) صفوان بن بیضاء فہری (۶) ذوالشمالین۔ ان کا نام عمیر ہے۔ وقیل الحرث وقیل عمرو بن عبد عمرو الخزاعی۔ انھیں ذوالیدین بھی کہا جاتا تھا۔

انصار کے آٹھ شہداء کے نام یہ ہیں۔ (۱) عوف بن عفراء (۲) معوذ بن عفراء یہ دونوں بھائی ہیں (۳) حارثہ ابن سراقہ (۴) یزید بن الحرث بن قیس (۵) رافع بن المعلی (۶) عمیر بن الحمام بن الجموح۔ یہ چھے خزرجی ہیں (۷) سعد بن خیثمہ (۸) مبشر بن عبد المنذر۔ یہ دو اوسی ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ یہ سب شہداء عبیدہ کے سوا بدر میں مدفون ہیں۔ عبیدہ رضی اللہ عنہ صفراء میں یا مقام روحاء میں مدفون ہیں کیونکہ وہ زخمی حالت میں یہاں سے اٹھائے گئے تھے۔

فتح بدر کے بعد نبی علیہ السلام نے اہل مدینہ کو خوش خبری پہنچانے اور اطلاع دینے کے لیے عبداللہ بن رواحہ و زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کو بھیج دیا۔ چنانچہ اہل مدینہ اس اطلاع سے بہت خوش ہوئے اور نبی علیہ السلام کے استقبال کے لیے مقام روحاء تک گئے۔ شہر کے بچوں اور چھوٹی بچیوں نے استقبال کرتے ہوئے کہا ؎

طلع البدر علینا   من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا   ما دعا للہ داع

ایہا المبعوث فینا   جئت بالامر المطاع

جنگِ بدر میں فتحِ عظیم کے بعد یہودِ مدینہ اور دیگر دشمنانِ اسلام خائف ہوئے اور بہت سے مسلمان ہوگئے۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی بھی بہ ظاہر اسلام میں داخل ہوگیا۔ وقالت الیہود تیقنّا انہ النبی الذی نجد نعتہ فی التوراۃ وامن منہم جماعۃ۔

بدر سے آتے ہوئے مقامِ صفراء سے گزر کر نبی علیہ السلام نے مالِ غنیمت میں سے خُمس نکال کر باقی مال فوج میں تقسیم فرمادیا۔ مالِ غنیمت ۱۵۰ اونٹوں ۱۰ گھوڑوں اور اسلحہ اور کپڑوں، قیمتی چمڑوں اور نقد دراہم و دنانیر وغیرہ مختلف اشیاء پر مشتمل تھا۔ آپؐ نے اعلان فرمایا من قتل قتیلاً فلہ سلبہ ومن اسر اسیراً فھولہ۔

جو صحابہ بحکم نبی علیہ السلام جنگ بدر میں غیر حاضر تھے ان کا حصہ بھی مالِ غنیمت میں سے مقرر فرمایا۔ ان کے نام یہ ہیں۔ اول، عثمان رضی اللہ عنہ جو نبی علیہ السلام کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی بیماری کی وجہ سے رہ گئے تھے۔ فتحِ بدر کی خوش خبری مدینہ منورہ میں اس وقت پہنچی جب کہ حضرت رقیہؓ دفنائی جارہی تھیں۔ بوقتِ وفات ان کی عمر بیس سال تھی۔ اس واسطے عثمان رضی اللہ عنہ بھی بدریّین میں شمار ہوتے ہیں۔ دوم ابولبابہ رضی اللہ عنہ جنھیں مدینہ منورہ میں آپ نے نائب مقرر فرمایا تھا۔ سوم عاصم بن عدی جو اہل قبا پر نائب مقرر ہوئے تھے۔ چہارم و پنجم، طلحۃ بن عبیداللہ و سعید بن زید جنھیں نبی علیہ السلام نے دشمن یعنی قافلۂ ابوسفیان وغیرہ کی جاسوسی اور پتہ کرنے کے لیے جنگ سے پہلے بھیجا تھا اور پھر وہ اس وقت واپس آئے جب کہ جنگ ختم ہو چکی تھی۔ ششم حرث بن حاطب رضی اللہ عنہ جن کو بنو عمرو بن عوف پر نائب مقرر فرمایا تھا۔

راستہ میں قیدیوں میں سے نضر بن الحرث کے قتل کا آپؐ نے حکم دیا۔ اس کے قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں

اور اسی طرح عقبۃ بن ابی معیط بن ذکوان کو بھی قتل کروایا۔ یہ مستہزئین میں سے تھا۔ نبی علیہ السلام کے چہرۂ انور پر عقبہ نے مکہ مکرمہ میں تھوکا تھا ولما بزق فی وجھہ رجع بزاقہ الیہ واحترق وجھہ وصار اثر ذلک باقیاً فی وجھہ الی موتہ وھو الذی وضع سلا الجزور علی ظھر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو ساجد وکان شدید السفہ الفجور ویروی ان النبی علیہ السلام قال لہ بمکۃ لا القاک خارج مکۃ الا علوت رأسک بالسیف۔ عقبہ کے قاتل کے بارے میں متعدد اقوال ہیں۔ عند البعض اس کے قاتل عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں وہو الصحیح اور عند البعض علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قاتل ہیں۔ قیل انہ بعد قتلہ صلب علی شجرۃ۔ کذا فی سیرۃ احمد زینی دحلان۔ ج ۱ ص ۴۰۶۔

قال ابن حبیب المؤرخ فی کتابہ المحبر ص ۴۷۷ قتل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عقبۃ بن ابی معیط بعرق الظبیۃ منصرفہ من بدر فامر بصلبہ فھو اول مصلوب فی الاسلام واسرت ھذیل یوم الرجیع خبیب بن عدی الانصاری وابن الدثنۃ الانصاری رضی اللہ عنھما بعد ما اعطوھما اماناً ووثقوا لھما الا یغدروا بھما فلما صارا فی ایدیھم غدروا بھما وباعوھما من قریش فصلبوھما بالتنعیم رحمھما اللہ ورضی عنھما۔

وفی انسان العیون ج ۲ ص ۱۸۱ قال ابن حبیب ھو ای عقبۃ اول مصلوب فی الاسلام ورده ابن الجوزی بان اول من صلب فی الاسلام خبیب بن عدی وقد یقال لا مخالفۃ لان المراد بالثانی اول مصلوب من المسلمین وبالاول اول مصلوب من الکفار وذکر ان اول من استعمل الصلب فرعون ولعل المراد بہ فرعون موسی بن عمران علیہ السلام لا فرعون ابراھیم علیہ السلام وھو اول الفراعنۃ ولا فرعون یوسف علیہ السلام وھو ثانی الفراعنۃ وفی قول ان فرعون یوسف ھذا ھو فرعون موسی علیہ السلام بمعنی انہ بقی الی زمن موسی علیہ السلام اھ۔

روی الطبرانی وابن ابی مندۃ عن ابن عمر رضی اللہ عنھما قال بینما انا سائر بجنبات بدر اذ خرج رجل من حفرۃ فی عنقہ سلسلۃ فنادانی یا عبد اللہ اسقنی فلا ادری اعرف اسمی او دعانی بدعایۃ العرب وخرج رجل من تلک الحفرۃ فی یدہ سوط فنادانی یا عبد اللہ لا تسقہ فانہ کافر ثم ضربہ بالسوط فعاد الی حفرتہ فاتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسرعاً فاخبرتہ بذلک فقال لی قد رأیتہ قلت نعم قال ذاک عدو اللہ ابو جھل وذاک عذابہ الی یوم القیامۃ۔

مقامِ بدر میں لوگ آج تک بعض پُر اسرار طبل ونقارے کی آواز سنتے رہتے ہیں۔ علماء کہتے ہیں کہ یہ جنگِ بدر کی فتح کی خوشی کے نقارے ہیں۔ زرقانی شرح مواہب ج ۱ ص ۴۳۸ پر لکھتے ہیں قال الامام المرجانی وضربت طبل خانۃ النصر ببدر فھی تضرب الی یوم القیامۃ۔

علامہ محمد بن محمد بن مرزوق تلمسانی متوفی ۷۸۱ھ شرح بردہ میں لکھتے ہیں ومن آیات بدر الباقیۃ

ماکنتُ اسمعه من غیر واحد من الحجاج انهم اذا اجتازوا ببدر یسمعون هیئة الطبل کهیئة طبل ملوك الوقت ویعتقدون ان ذلك لنصر اهل الایمان قال وربما انکرتُ ذلك وربما تأوّلته بان الموضع صلب فتستجیب فیه حوافر الدواب وکان یقال لی انه دهس (ای سهل برمل ولا تراب ولا طین) غیر صلب وغالب ما یسیر هناك الابل واخفافها لا تصوت فی الارض الصلبة فکیف بالرمال۔

قال ثم لما منّ الله علیّ بالوصول الی ذلك الموضع المشرق نزلت عن الراحلة امشی وبیدی عود طویل من شجر السعدان المسمی بام غیلان وقد نسیتُ ذلك الخبر الذی کنتُ اسمع فما راعنی وانا سائر فی الهاجرة الا واحدٌ من عبید الاعراب الجمالین یقول اتسمعون الطبل فأخذتنی لما سمعتُ کلامه قشعریرة بیّنة وتذکرتُ ماکنتُ اُخبرتُ به وکان فی الجوّ بعض ریح فسمعت صوت الطبل وانا دهش متحیّر مما اصابنی من الفرح او الهیبة اوما الله اعلم به فشککتُ وقلتُ لعلّ الریح سکنت فی هذا العود الذی فی یدی اوجدت مثل هذا الصوت وانا حریص علی طلب التحقیق لهذه الاٰیة العظیمة فالقیت العود من یدی وجلستُ علی الارض او ثبتُّ قائمًا اوفعلتُ جمیع ذلك فسمعتُ صوت الطبل سماعًا محققا وصوتًا لا اشك انه صوت طبل وذلك من ناحیة الیمین ونحن سائرون الی مکة المشرفة ثم نزلنا ببدر فظللت اسمع ذلك الصوت یومی اجمع المرة بعد المرة قال ولقد اُخبرتُ ان ذلك الصوت لا یسمعه جمیع الناس انتهی کلام ابن مرزوق۔

قال صاحب الخمیس ولما نزلتُ بدرًا سنة ست وثلاثین وتسعمائة وصلیتُ الفجر یوم الاربعاء اوائل شعبان واقمنا یومًا ابتکرتُ نحو ذلك الصوت یجیٔ من کثیب ضخم طویل مرتفع کالجبل شمالی بدر فطلعتُ اعلاه وتتابع الناس لسماعه وکانوا زهاء مائة من رجال ونساء فما سمعتُ شیئًا فنزلتُ اسفله فسمعتُ من سفح الکثیب صوتًا کهیئة الطبل الکبیر سماعًا محققًا بلا شك مرارًا متعددة وسمعه الناس کلهم کما سمعتُ وکان الصوت یجیٔ تارةً من تحتنا ثم ینقطع وتارةً من خلفنا ثم ینقطع وتارةً من قدامنا وتارةً من شمالنا فسمعنا سماعًا محققا وکان الوقت صحوًا لا ریح فیه انتہی۔

بابل۔ قرآن مجید میں مذکور ہے وما انزل علی الملکین ببابل ۔ بابل بکسر باء بروزن فاعل ہے ۔ یہ ایک قدیم شہر کا نام ہے جو کوفہ وحلہ کے آس پاس تھا ۔ بقول بعض یہ ایک علاقہ کا نام تھا ۔ جس میں کوفہ بھی داخل ہے ۔ عند الاخفش یہ غیر منصرف ہے علمیت وتانیث کی وجہ سے ۔

قرآن میں بابل مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت وماروت ۔ شہر بابل کو نوح علیہ السلام نے طوفان کے بعد تعمیر کیا تھا ۔ لہٰذا طوفان کے بعد یہ پہلا شہر ہے جو آباد ہوا ۔ نوح علیہ السلام مع دیگر رفقاء کے اس میں مقیم ہوگئے ۔ اس کے بعد مدت تک یہ دارالمملکت رہا ۔ اس میں کلدانی لوگ آباد تھے ۔ ان کا آخری

بادشاہ تھا۔ دارا کے قتل کے بعد ان کی قوت ختم ہوگئی۔ عند البعض اس شہر کا بانی ضحاک بادشاہ تھا جسے افریدون بادشاہ نے گرفتار کرکے مقام دُنباوند میں قید کر دیا۔ اس کی گرفتاری کے دن کو مجوس نے عید کا دن بنالیا۔ جسے عید مہرجان کہتے ہیں۔

مشہور ہے کہ ضحاک کے تین منہ اور چھ آنکھیں تھیں اور ہزار سال تک وہ حاکم اور بادشاہ رہا۔ ابو المنذر کہتے ہیں کہ شہر بابل کی اول تعمیر بیوراسب جبار بادشاہ نے کی واشتق اسمھا من اسم المشتری لان بابل بلسانھم اسم للمشتری استتم بناؤھا جمع الیھا کل من قدر علیہ من العلماء وبنیٰ لھم اثنی عشر قصراً علیٰ عدد البروج وسمّاھا باسمائھم فلم تزل عامرۃً حتی خرّبھا الاسکندر۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بابل میں جب بہت سے قبائل جمع ہوئے اور بہ حکم خداوندی ان کی زبانیں مختلف ہوئیں قال حتی افترقوا علی اثنین وسبعین لسانا وانقطع الصوتُ وتبلبلتِ الالسُنُ فسمّیت بابل۔ کذا فی المعجم۔ بابل زمانہ قدیم میں سحر و نجوم کا مرکز تھا۔ اب تباہ شدہ حالت میں اس کے کھنڈرات باقی ہیں۔

وقال یاقوت ذکر اھل التوراۃ ان مقام آدم علیہ السلام کان ببابل فلما قُتِل قابیلُ ھابیلَ مَقَتَ آدم قابیل فھرب قابیل باھلہ الی الجبال عن ارض بابل فسمیت بابل یعنی بہ الفرقۃ ثم بعد مدۃ حینما کثرت اولاد قابیل نزلت اولاد قابیل بمصر۔

فائدہ ۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ بابل یعنی عراق کے حکمران دنیا کے اوّلین بادشاہ تھے جنھوں نے زمین آباد کی اور اس میں شہر تعمیر کیے۔ فُرس اولیٰ نے حکومت ملوکِ بابل سے لی جس طرح رومیوں نے یونانیوں سے حکومت چھین لی تھی۔ مؤرخ مسعودی لکھتے ہیں کہ نمرود جبار بابل کا پہلا حاکم ہے نمرود کے زمانے میں ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے اور اسی نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تھا۔ نمرود نے عراق میں متعدد نہروں کی کھدائی کا حکم دیا۔ ان میں ایک نہر کوثی ہے جو طریق کوفہ میں ہے اور قصر ابن ہبیرہ و بغداد کے درمیان سے گزرتی ہے۔ لیکن بعض اہل تاریخ مسعودی کی اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ نمرود بابل کا سب سے پہلا بادشاہ تھا۔

مسعودی کی تحقیق کے مطابق ملوک بابل کے بادشاہوں کے اسماء اور مدتِ حکومت مندرجہ ذیل جدول سے معلوم کی جاسکتی ہے۔

عدد	اسماء الملوک مع ذکر بعض الاحوال	مدۃ الملک
۱	نمرود الجابر المشہور۔	۶۰ سنۃً

٢	ثم ملك بعده بولوس وكان متجبّرًا وصاحب حروب ۔	٧٠ سنة
٣	ثم فيومنوس وكان باغيًا على الناس۔	١٠٠ ″
٤	ثم سوسوس ۔	٩٠ ″
٥	ثم كورش ۔	٥٠ ″
٦	ثم اذفر وقيل اسمه انمر۔	٢٠ ″
٧	ثم سملا وقيل اسمه شبرم ۔	٤٠ ″
٨	ثم بوسميس وقيل فرسميس۔	٧٠ ″
٩	ثم انيوس ۔	٣٠ ″
١٠	ثم افلاوس وقيل ابلاوس ۔	١٥ ″
١١	ثم الحلوس۔	٤٠ ″
١٢	ثم ارمنوس وقيل اومونوس ۔	٣٠ ″
١٣	ثم كلوس وقيل بعتكلوس ۔	٣٠ ″
١٤	ثم سيبفرس وقيل سفرس۔	٤٠ ″
١٥	ثم مارنوس۔	٣٠ ″
١٦	ثم وسطاليم۔	٤٠ ″
١٧	ثم امنوطوس وقيل اميرطوس۔	٦٠ ″
١٨	ثم تباوليوس۔	٥٠ ″
١٩	ثم العداس ۔	٣٠ ″
٢٠	ثم اطيروس۔	٦٠ ″
٢١	ثم ساوساس۔	٢٠ ″
٢٢	ثم فاربنوس۔ ملك ٥٠ سنة وقيل ٤٥ سنة ۔	٥٠ ″
٢٣	ثم سوسا آدرينوس فغزاه ملك من ملوك فارس من عقب ارا ملك فارس.	٤٠ ″
٢٤	ثم مسرس ۔	٥٠ ″
٢٥	ثم طاطايوس ۔	٣٠ ″
٢٦	ثم طاطاوس۔	٤٠ ″
٢٧	ثم افروس ۔	٤٠ ″

عدد	اسماء الملوك وذكر بعض احوالهم	مدة الملك
٢٨	ثم لاوسيس۔	٥٠
٢٩	ثم افريقرايس ملك ٣٠ سنة او ٥٠ او ٣٢ سنة۔	٣٠
٣٠	ثم منطوروس۔	٢٠
٣١	ثم تولاتسما۔	٦٠
٣٢	ثم هنقلس ملك ٣٥ سنة او ٥٠ سنة وكانت له حروب مع بعض ملوك الصابئة۔	٣٥
٣٣	ثم مرجد وقيل اسمه سيموجد۔	٣٠
٣٤	ثم مردوج۔	٤٠
٣٥	ثم سنجاريب وهو الذى اتى بيت المقدس۔	٣٠
٣٦	ثم نشومنوشا وقيل اسمه سوسا۔	٣٠
٣٧	ثم بختنصر الجبار المشهور مخرب بيت المقدس و قاتل بنى اسرائيل۔	٤٥
٣٨	ثم فرمودوج وقيل قرمودج۔	١
٣٩	ثم بنطسفر وقيل نيطعر۔	٦٠
٤٠	ثم منسوس۔	٨
٤١	ثم مسوسا۔	١
٤٢	ثم داونوس۔	٣١
٤٣	ثم كسرجوس۔	٢٠
٤٤	ثم مرطياسة ملك ٩ اشهر وقتل۔	٩ من الاشهر
٤٥	ثم فنحست۔	٤١ سنة
٤٦	ثم احترست۔	٣
٤٧	ثم شعرياس۔	١
٤٨	ثم داريوس۔	٢٠
٤٩	ثم الحست۔	٢٩
٥٠	ثم دارواليسع	١٥

هذا مارسمت اسماء هؤلاء الملوك فى كتب التواريخ وللمورخين فى هذا الباب اختلاف كثير قال المسعودی

قالوا وهم الذين شيدوا البنيان ومدنوا المدن وحفروا الانهار وغرسوا الاشجار واستخرجوا المعادن من الحديد والرصاص والنحاس وغير ذلك وطبعوا السيوف واتخذوا عدة الحرب وغير ذلك من الحيل ونصبوا قوانين الحرب بالقلب والميمنة والميسرة والاجنحة وجعلوا ذلك مثالا لاعضاء جسد الانسان وقد ذهبت طائفة من الناس الى ان هؤلاء كانوا من النبط وغيرهم من الامم۔

علم نجوم میں اہل بابل نے قدیم زمانے میں بڑی ترقی کی تھی سیارات وثوابت کے بارے میں ان کی متعدد تحقیقات آج تک صحیح تسلیم کی جاتی ہیں۔ آج کل دوربینوں کے ذریعے کواکب کی تفصیل معلوم کی جاتی ہے لیکن زمانہ قدیم میں بعض اہل بابل نے ایسا سرمہ ایجاد کیا تھا جس کے استعمال سے وہ خالی آنکھ سے دور دراز ستاروں کی حرکات واحوال دیکھ سکتا تھا۔ حکی الامام فخر الدین فی اول السر المکتوم قال قال ثابت ابن قرۃ ذکر بعض الحکماء کحلا یقوی البصر الی حیث یری مابعد عنہ کانہ بین یدیہ قال فعل بعض اھل بابل فحکی انہ رأی جمیع السیارۃ والثابتۃ فی مواضعھا وکان ینفذ نور بصرہ فی الاجسام الکثیفۃ فکان یری ما وراءھا فامتحناہ انا وقسطا بن لوقا ودخلنا بیتا وکتبنا کتابا فکان یقرأہ علینا ویعرفنا اول سطر من الکتاب واخرہ کانہ معنا وکنا ناخذ القرطاس نکتب بیننا وبینہ جدار وثیق فاخذ ھو قرطاسا ونسخ ماکنا نکتبہ کانہ ینظر فیما نکتب سالہ قسطا عن اخ لہ بعلبک فنظر ثم اخبر انہ علیل وانہ ولد لہ مولود وطالعہ ثلاثۃ اجزاء من الثور ففحصنا عنہ فکان کما قال انتھی۔

بصرہ ۔ شرح تسمیہ کی ابتدا میں مذکور ہے۔ شہر بصرہ عراق کا معروف شہر ہے۔ زمانہ قدیم میں بصرہ وکوفہ علمی مرکز تھے۔ بصرتان کوفہ و بصرہ کو کہا جاتا ہے۔ بصرہ وکوفہ دونوں شہروں کی تعمیر خلافت عمرؓ میں ہوئی۔ عتبہ بن غزوان نے بحکم عمر رضی اللہ عنہ افواج اسلام کے لیے ایک مناسب جگہ تلاش کی تو یہ جگہ جس میں اب بصرہ ہے منتخب کی۔

قال الاصمعی عبد الرحمن بن ابی بکرۃ اول مولود ولد بالبصرۃ فنحر ابوہ جزورا اشبع اھل البصرۃ وکان تمصیر البصرۃ فی سنۃ ۱۴ھ قبل الکوفۃ بستۃ اشھر وکان ابوبکرۃ اول من غرس النخل بالبصرۃ۔

بصرہ کے معنی لغوی و وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔

قول اول۔ ابن انباری کہتے ہیں البصرۃ فی کلام العرب الارض الغلیظۃ وقال قطرب ھی الارض الغلیظۃ التی فیھا حجارۃ تقلع وتقطع حوافر الدواب۔ تعمیر شہر سے قبل چونکہ بصرہ کی زمین سخت اور پتھریلی تھی اسی وجہ سے یہ نام رکھا گیا۔

قول ثانی۔ قیل البصرۃ حجارۃ رخوۃ فیھا بیاض۔

قولِ ثالث ۔ قال ابن الاعرابی البصرۃ حجارۃ صلابٌ وسُمّیت بصرۃ لغلظها وشدّتها کما تقول ثوب ذو بصر اذا کان شدیداً جیداً قال ورأیتُ فی تلك الحجارۃ فی اعلی المربد بیضاً صلاباً ۔

قولِ رابع ۔ ذکر الشرقی بن القطامی ان المسلمین حین وافوا مکان البصرۃ للنزول بها نظروا الیها من بعید وابصروا الحصی علیها فقالوا انّ هذه ارض بصرۃ یعنون حَصِبَۃ فسمیت بذلك ۔

قولِ خامس ۔ قیل البصرۃ الطین العلك ۔

قولِ سادس ۔ قیل هی الارض الطیبة الحمراء ۔

قولِ سابع ۔ قال احمد بن محمد الهمدانی حکایۃ عن محمد بن شرحبیل بن حسنۃ انما سُمّیت البصرۃ لانّ فیها حجارۃ سوداء صلبۃ ۔

قولِ ثامن ۔ قال حمزۃ بن الحسن الاصبهانی سمعتُ مُوبَذ بن اسوهشت یقول البصرۃ تعریب بَس راہ لانها کانت ذات طرق کثیرۃ انشعبت منها الی اماکن مختلفۃ ۔

بصرہ و کوفہ دینِ اسلام وعلم وجیوشِ اسلام ومجاہدین کے مرکز تھے لہٰذا دونوں کی افضلیت میں اہلِ کوفہ وبصرہ میں مقابلے ومفاخرے ہوتے رہتے تھے ۔ طرفین کا تھوڑا سا کلام یہاں پر نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے بعض اہل کوفہ نے کہا ان البصرۃ اَسرعُ الارضِ خراباً واَخبثُها تراباً وابعدُها من السماءِ واَسرعُها غرقاً ۔ اس کے جواب میں اہلِ بصرہ نے کہا کیف یکون باسرع غرقاً ؟ ومغیضُ مائِها فی البحر ثم یخرج ذلك الی البحر الاعظم ثم اذا جاوزَ الابلّۃ بعدۃ فراسخ یصبُّ فی دجلۃ سامرا ودجلۃ عبادان ولم یدخل البصرۃ ماء قط فکیف تکون اسرع خراباً ؟

احنف بن قیس بصری نے اہل کوفہ کو کہا نحن اَغذیٰ منکم بریۃً واکثر منکم بحریۃً وابعد منکم قسریۃً واکثر منکم ذریۃً ۔

اہل بصرہ میں سے بعض لوگوں نے فقہاء اہل کوفہ کے بارے میں کہا ابحثُ الناسِ لصغیرٍ واترکُہ لکبیرٍ یتکلّف احدهم القول فی الدّور والدین والعین وهو لم یحکم طلاق السنّۃ ۔ اھ ۔ راجع لحساب الدّور مبسوط السرخسی ج ۲۹ ص ۱۳۵ طبع ۹ وجواب اهل الکوفۃ انّ هذا کذب فنحن بیّنا احکام کبیرٍ وصغیرٍ واذا بحثنا لصغیرٍ فبحثنا لکبیرٍ بطریق الاولی والتحقیق شعارُنا وتفصیلُ انواع الاحکام دثارُنا وابوحنیفۃ امامُنا وابن مسعودٍ وعلیٌّ وغیرهما من الاف الصحابۃ رضی الله عنهم قدوتُنا وفی سنّۃ رسول الله علیہ وسلم اُسوتُنا فنحن نفضّل الشیخین ونحب الختنین ونری المسح علی الخفّین ۔

وعاب الکوفیون بعض فقهاء البصریین فقال کان الحسن اَزرق وقتادۃ اعمیٰ وابن ابی عروبۃ اعرج وهشام اعمیٰ وواصل احدب وعبد الوارث اَبرص ویحیی بن سعید احول ۔

فقال بعض البصريين يعيب فقهاء الكوفيين كان علقمة اعرج وابراهيم اعلى وسليمان اعمش ورشيد اعرج وابومعاوية اعمى ومسروق مفلوجًا وشريح سناطًا اى لا لحية له۔ كذا فى كتاب معدن الجواهر بتاريخ البصرة والجزائر لنعمان بن محمد بن العراق من علماء القرن العاشر ومن هذا الكتاب نقلت اكثر هذه المقالات فى المناضلة والمفاخرة بين اهالى المصرين۔

وفيه فقال بعض البصريين يهجى اهل الكوفة ؎

اذا سقى الله قومًا صوب غادية ۔۔۔ فلا سقى الله اهل الكوفة المطرا
السارقون اذا ما جنّ ليلهم ۔۔۔ والدارسون اذا ما اصبحوا السورا
وارسل الريح تذرى فى وجوههم ۔۔۔ حتى اذا الموتر واعينًا ولا اثرًا
القى العداوة والبغضاء بينهم ۔۔۔ حتى يكون لمن عاداهم حورا

وقال اليعقوبى منتصرًا لاهل الكوفة۔ اهل الكوفة على قلة اموالهم اهل تجمل وتستر وكفاف وعفاف وليس فى البلدان اشد عفافًا منهم ولا اشد تجملًا وهى طيبة الهواء عذبة الماء ماؤها الفرات الاعظم وهى دار العرب ومادة الاسلام ومعدن العلم بها ائمة القراء والفصحاء الذين ترجع عامة الناس الى قراءتهم وفقهاؤها الذين عليهم المعتمد هم اهل العلم بالشعر فصيح اللغة لان اهلها عرب كلهم لا تخالطهم الانباط ولا الفرس ولا الخزر ولا السند ولا الهند ولا يتناكحون فى هذه الاجناس فيفسدوا لغاتهم وان اصل الرواية ومعرفة اللغة كان فيهم ومن روايتهم صار الى اهل البصرة وغيرها لان اهل الحيرة كان اول من دوّن الشعر وكتبه وكان ذلك فى ايام آل المنذر وكانت شعراء الجاهلية تفد عليهم وكان آل المنذر يامرون كتابهم من اهل الحيرة ان يكتبوا اشعارهم فاخذ الناس عنهم اھ۔ كذا فى معدن الجواهر۔

وحكى ابن جنى باسناده عن حماد الراوية قال امر النعمان فنسخت له اشعار فى الطنوج وهى الكراريس فكتبت له ثم دفنها فى قصره الابيض فلما كان المختار بن ابى عبيد قيل له ان تحت القصر كنزًا فاحتفره فاخرج تلك الاشعار فمن ثم اهل الكوفة اعلم بالاشعار من اهل البصرة۔

قال الجاحظ من عيوب البصرة اختلاف هوائها فى يوم واحد لانهم يلبسون القميص مرة والمبطنات مرة لاختلاف جواهر الساعات ولذلك سميت الرعناء۔

وقال الجاحظ بالبصرة ثلاث اعجوبات ليست فى غيرها منها ان عدد المد والجزر فى جميع الدهر شئ واحد فيقبل عند حاجتهم اليه ويرتد عند استغنائهم عنه ثم لا يبطئ عنها الا بقدر هضمها واستمرائها وجامها واستراحتها لا يقتلها غطسًا ولا غرقًا يجئ على حساب معلوم وعادة قائمة يزيدها القمر فى امتلائه كما يزيدها فى نقصانه فلا يخفى على اهل الغلات متى يتخلفون۔

والاعجوبة الثانية ادّعاء اهل انطاكية واهل حمص وجميع بلاد الفراعنة الطلسمات وهذه البلاد بدون ما لاهل البصرة وذلك ان لو التمست فی جمیع بیادرها و ربطها المعوذة وغيرها على نخلها فی جمیع معاصر دبسها ان تصيب ذبابة واحدة لما وجد تها الا فى الفرط ولو ان معصرة دون الغبط او تمرة منبوذة دون المسناط لما استبقيتها من كثرة الذبان ۔

والاعجوبة الثالثة ان الغربان القواطع فی الخریف یجیٔ منها مایسوّد جمیع نخل البصرة واشجارها ثم لم يوجد فی جمیع الدهر غراب واحد ساقط الا على نخلة مصرومة ولم يبق منها عذق واحد ومناقير الغربان معاول وتمر الاعذاق فی ذلك الوقت غير متماسكة فلو خلاها الله تعالى ولم يمسكها بلطفه لاكتفى كل عذق منها بنقرة واحدة حتى لم يبق عليها الا اليسير ثم الغربان فی ذلك تنظر ان تصرم وبعد الصرم وقطع كل عذق ترى النخلة تسوداء من كثرة الغربان ۔ فسبحان من قدّ لهم ذلك وارام هذه الاعجوبة ۔ اھ بتصرف وحذف ۔

بصرہ کے اوّل گورنر اس کے معمار تھے یعنی عتبۃ بن غزوان ۔ ان کے بعد مجاشع بن مسعود یا مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہم ۔ اور بقول بعض علماء عتبہ کے بعد بصرہ کے والی ابوسبرۃ بن رہم تھے ان کے بعد عبدالرحمٰن بن سہل ان کے بعد مغیرۃ بن شعبہ پھر وہ معزول ہوئے اور ابوموسیٰ اشعری گورنر مقرر ہوئے ۔ رضی اللہ عنہم ۔

قال المورخ المسعودی فی مروج الذهب ج ۲ ص ۲۵۹ بعد ما ذكر ان الخليفة الهادی دعا ابن دأب ذو وقت من الليل وجرى بينهما كلام طويل ۔ قال ابن دأب ثم قال الهادی دع عنك ذكر المغرب و اخباره وهلم بنا الى ذكر فضائل البصرة والكوفة وما زادت به كل واحدة منهما على الاخرى قال قلت ذكر عن عبد الملك بن عمير انه قال قدم علينا الاحنف بن قيس الكوفة مع مصعب بن الزبير فما رأيت شيئًا قبيحًا الا ورأيت فى وجه الاحنف منه شبهًا كان صعل الرأس مائل الشدق ولكنه كان اذا تكلم جلى عن نفسه فجعل يفاخرنا ذات يوم بالبصرة ونفاخره بالكوفة ۔

فقلنا الكوفة اغذى وامرأ وافسح واطيب فقال له رجل والله ما اشبه الكوفة الا بشابة صبيحة الوجه كريمة الحسب ولا مال لها فاذا ذكرت ذكرت حاجتها فكف عنها طالبها وما أشبه البصرة الا بعجوز ذات عوارض موسرة فاذا ذكرت ذكرت يسارها وذكرت عوارضها فكف عنها طالبها ۔

فقال الاحنف اما البصرة فان اسفلها قصب واوسطها خشب واعلاها رطب نحن اكثر ساجًا وعاجًا وديباجًا ونحن اكثر قندًا ونقدًا والله ما اتى البصرة الا طائعًا ولا اخرج منها الا كارهًا فقام اليه شاب فقال يا ابا بحر بم بلغت فى الناس ما بلغت فوالله ما انت باجملهم ولا باشرفهم قال يا ابن اخى بتركى ما لا يعنينى كما عناك من امرى ما لا ينبغى ان يعنيك اھ ۔

فائدہ گورنر بصرہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو عمر رضی اللہ عنہ نے وہ عظیم تاریخی خط بھیجا جس میں آداب قضاء و سیاستِ عدل کے نصائح درج ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اسی طرح ہر خلیفۂ راشد کا خط گورنروں اور وُلاۃ کے نام احکامِ شرعیہ پر مشتمل ہوتا تھا۔ لیکن ان میں سے بیشتر ضائع ہوگئے

مذکورہ صدر خط متعدد کتب میں مذکور ہے نیز کئی محققین نے اس کی سند و صحت کے بارے میں بڑی مفید تحقیقات پیش کی ہیں۔ مؤطأین اور کتاب الخراج لابی یوسف ص ۱۴۰ و مصنف عبدالرزاق میں ہے عن معمر عن قتادۃ ان عمر کتب الخ۔ کتاب البیان والتبیین للجاحظ ج ص ۱۲۹ و عیون الاخبار ج ص ۶۶ میں ہے قال ابن قتیبۃ بلغنی عن کثیر بن ہشام عن جعفر بن برقان قال کتب عمر الخ کتاب الانساب للبلاذری مخطوطہ ج ۲ ص ۳۲۳ و کتاب الکامل للمبرد، ص ۹ میں اس خط کا ذکر موجود ہے۔ اسی طرح ابن عبد ربہ متوفی ۳۲۸ھ نے عقد فرید ج ۱ ص ۳۳ میں اس خط کا ذکر کیا ہے۔ دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ نے سنن ج ص ۵۱۲ میں، امام ابوبکر باقلانی متوفی ۴۰۳ھ نے بغیر اسناد اعجاز القرآن ص ۲۱۴ میں۔ علامہ ماوردی متوفی ۴۵۰ھ نے بغیر اسناد کتاب احکام سلطانیہ ص ۱۱۹ میں۔ بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۱۱۹ میں اور ص ۱۵۰ پر۔ شمس الائمہ سرخسی متوفی ۴۸۳ھ نے مبسوط ج ۱۶ ص ۶۰ و ۶۵ پر۔ علامہ کاسانی متوفی ۵۸۷ھ نے بغیر اسناد بدائع الصنائع ج ۷ ص ۹ پر۔ ابن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ نے تاریخ عمر ص ۹۵ پر۔ علامہ نویری متوفی ۷۳۲ھ نے بغیر اسناد نہایۃ الارب فی فنون الادب ج ۶ ص ۲۵۷ پر۔ ابن القیم متوفی ۷۵۱ھ نے اعلام الموقعین ج ۱ ص ۷۱ پر ابن خلدون متوفی ۸۰۸ھ نے مقدمہ ج ۱ ص ۱۸۴ پر قلقشندی متوفی ۸۲۱ھ نے صبح اعشیٰ ج ۱۰ ص ۱۹۳ پر علی متقی متوفی ۹۷۵ھ نے کنز العمال ج ۳ رقم حدیث ۲۶۳۲ میں۔ ابن فرحون متوفی ۷۹۹ھ نے تبصرۃ الاحکام فی اصول الاقضیۃ و مناہج الاحکام ج ۱ ص ۱۲ پر رسالۂ عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام وہ خط یہ ہے:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من عبد اللہ عمر امیر المؤمنین الی عبد اللہ بن قیس سلام علیك. اما بعد فان القضاءَ فریضۃٌ محکمۃٌ وسنّۃ متّبعۃ فافہم اذا اُدلِی الیك فانہ لا ینفع تکلم بحق لا نفاذ لہ۔ آسِ بین الناس فی مجلسك ووجھك وعدلك حتی لا یطمع شریف فی حیفك ولا یخاف ضعیفٌ جورك البیّنۃُ علی المدّعی والیمین علی من انکر. والصلح جائزٌ بین المسلمین الا صلحاً حرّم حلالاً او احلّ حراماً لا یمنعُك قضاءٌ قضیتہ بالامس راجعتَ فیہ الیوم نفسك وھُدِیتَ لرشدك ان تُراجع الحق فان الحقّ قدیم ومراجعۃ الحق خیر من التمادی فی الباطل۔ الفہم الفہم فیما یختلج فی صدرك مما لم یبلغك فی الکتاب والسنۃ واعرف الامثالَ والاشباہَ وقِس الامور عند ذلك ثم اعمد الی احبّھا الی اللہ تعالی واشبھھا بالحق فیما تری. اجعل للمدعی امداً ینتھی الیہ فان احضر بیّنۃً اخذ بحقّہ والا وجّھت القضاءَ

علیہ فانّ ذلک اَجلی للعمی وابلغ فی العذر۔

المسلمون عدول بعضہم علی بعض الّا محدوداً او مجرب علیہ شہادۃ زور اوظنین فی ولاء او قرابۃ۔ فانّ اللہ تولّی منکم السرائر ودرأعنکم بالبینات۔ ثم ایاک والزجر (الضجر) والقلق والتأذی بالناس والتنکر للخصوم فی مواطن الحق التی یُوجب اللہ بہا الاجر ویُحسِن بہا الذخر فانہ من یخلص نیّتہ فیما بینہ وبینَ اللہ ولو علی نفسہ یکف اللہ مابینہ وبین الناس ومن یتزیّن للناس بما یعلم اللہ منہ خلافہ یَشِنُہ اللہ فما ظنُّک بثواب غیراللہ فی عاجل رزقہ وخزائن رحمتہ والسلام۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس متبرک وشہیر عالم خط کی روایات میں قدرے اختلاف ہے۔ اختلاف کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب الوثائق السیاسیہ تالیف محمد حمید اللہ۔

بَعلَبَکّ بفتح فسکون ففتح ثم فتح وتشدید الکاف۔ بحث الرّ کے اواخر میں بعلبک مذکور رہے۔

بعلبک قدیم شہر ہے۔ دمشق سے ۱۲ فرسخ دور ہے۔ اس کا طول بلد ۶۸ درجہ ۲۰ دقیقہ ہے اقلیم رابع میں ہے بعض علماء کی رائے میں اس کا طول ۶۲ درجہ ۲۰ دقیقہ اور عرض ۳۷ درجہ ۳۰ دقیقہ ہے۔ قال یاقوت ھو اسم مرکب من بَعل اسم صنم وبکّ من بکّ عنقہ ای دقّہا فاما ان یکون نسب الصنم الی بک وھو اسم رجل او جعلوہ یبکّ الاعناق ھذا ان کان عربیّا والا فلا اشتقاق اھ۔ یہ لفظ غیر منصرف ہے علمیت وترکیب کی وجہ سے کما قال یاقوت وغیرہ یا علمیت وعجمہ کی وجہ سے کما قال غیر واحد من العلماء۔ بعلبک میں بناء آخر اسمین بالفتح مثل خمسۃ عشر بھی جائز ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ لام معرب ہو حسب عوامل اور مضاف ہو بک کی طرف فتقول ھذا بَعلُبَکٍّ ورایتُ بعلَبَکّ ومررت ببعلِبَکٍّ برفع اللام ونصب وجرہ۔

قیل ان بعلبک کانت مہر بلقیس وبہا قصر سلیمان علیہ السلام وھو مبنی علی اساطین الرخام وبہا قبر الیاس النبی علیہ السلام وبقلعتہا مقام ابراھیم الخلیل علیہ السلام۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب ۱۴ھ میں دمشق کو فتح کیا اور حمص جانے لگے تو بعلبک پر گزرے تو اس کے باشندوں سے صلح ہوئی اور بغیر جنگ کے انہوں نے مسلمانوں کی حکومت تسلیم کرلی۔

بحر روم۔ آیت ومالنا الّا نقاتل فی سبیل اللہ وقد اخرجنا من دیارنا الخ کے بیان میں مذکور رہے۔ بحر روم کو بحر شام ومصر بھی کہتے ہیں کما فی مروج الذھب ج ۱ ص ۹۳۔ بحر روم کے ساحل پر یا اس کے قریب یہ بلاد وممالک واقع ہیں روم۔ شام۔ مصر۔ طرابلس۔ صیدا۔ انطاکیہ۔ لاذقیہ۔ صلو۔ اسکندریہ وغیرہ۔ بحر روم کا مبدأ ایک خلیج ہے جو بحر اوقیانوس سے متعلق ہے۔ بحر روم سے ایک خلیج نکلتی ہے جو شہر رومیہ سے متصل ہے کہتے ہیں کہ اس سمندر کا طول ۵۰۰۰ میل ہے اور چوڑائی کہیں ۷۰۰ میل کہیں ۸۰۰ میل اور کہیں ۶۰۰۔ اور کہیں اس سے بھی کم ہے۔ کم ازکم چوڑائی بلاد مغرب میں سے شہر طنجہ وسبتہ کے اور ساحل اندلس کے مابین ہے جو تقریبًا

دس میل ہے۔

اسی مقام سے اندلس و مغرب والے ایک دوسرے کے ملک میں آتے جاتے ہیں۔ ساحلِ سبتہ کے بالمقابل بجانبِ اندلس جبلِ طارق واقع ہے۔ یہ پہاڑ موسیٰ بن نصیر رحمہ اللہ کے غلام طارق کے نام سے موسوم ہے۔ کیونکہ یہاں سے طارق رحمہ اللہ نے بحر روم کو عبور کرکے ارضِ اندلس کو فتح کیا تھا۔ جزیرۂ قبرص اسی بحر روم میں ساحلِ شام و ساحلِ روم کے مابین واقع ہے۔ بحر روم میں بہت سے جزائر واقع ہیں قال الامام الرازی فی تفسیرہ الکبیر ج ۲ ص۶۹ وفی ھذا البحر بحر الروم مائۃ واثنتان وستون جزیرۃ عامرۃ منھا خمسون جزیرۃ عظام اھ۔

اسی بحر روم و شام کے ذریعہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے غزوۂ بحر شروع کیا تھا چنانچہ ۲۸ھ میں حضرت عثمانؓ کی خلافت میں حضرت معاویہؓ نے غزوۂ بحر شروع کرتے ہوئے بحر روم کے اہم جزیرہ قبرص کو فتح کرلیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ خلافتِ عمر و خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہما میں ملکِ شام کے گورنر تھے۔ بقولِ بعض علماء جزیرۂ قبرص جنگ سے اور بقولِ بعض صلح سے فتح ہوا تھا۔ ممکن ہے کہ کچھ حصہ صلح سے اور کچھ حصہ جنگ سے مفتوح ہوا ہو۔ بعض مؤرخین کی رائے میں غزوۂ قبرص ۳۳ھ میں ہوا تھا۔

قال ابن جریر فی تاریخ الامم ج ۵ ص۴ مما ذکر انہ کان فیھا ای فی سنۃ ۲۸ من الھجرۃ فتح قبرس علی ید معاویۃؓ غزاھا بامر عثمانؓ ایاہ وذلک فی قول الواقدی فاما ابو معشر فانہ قال کانت قبرس سنۃ ۳۳ غزاھا فیما ذکر جماعۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیھم ابوذر وعبادۃ بن الصامت ومعہ زوجتہ ام حرام والمقداد وابو الدرداء وشداد بن اوس رضی اللہ عنھم ثم قال ان صلح قبرس وقع عن جزیۃ سبعۃ آلاف دینار یؤدونھا الی المسلمین فی کل سنۃ ویؤدون الی الروم مثلھا لیس للمسلمین ان یحولوا بینھم وبین ذلک وعلیھم ان یؤذنوا المسلمین بمسیر عدوھم من الروم الیھم قال الواقدی غزا معاویۃ فی سنۃ ۲۸ قبرس وغزاھا اھل مصر وعلیھم عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح حتی لقوا معاویۃ فکان علی الناس۔

وعن جبیر بن نفیر قال لما سبیناھم ای اسرنا رجال قبرس ونساءھم نظرت الی ابی الدرداء یبکی فقلت ما یبکیک فی یوم اعز اللہ فیہ الاسلام واھلہ واذل فیہ الکفر واھلہ قال فضرب بیدہ علی منکبی وقال ثکلتک امک یا جبیر ما اھون الخلق علی اللہ اذا ترکوا امرہ بینا ھی امۃ ظاھرۃ قاھرۃ للناس لھم الملک اذ ترکوا امر اللہ فصاروا الی ما تری فسلط اللہ علیھم السباء واذا سلط السباء علی قوم فلیس للہ فیھم حاجۃ۔ قال الواقدی ان معاویۃ صالح اھل قبرس فی ولایۃ عثمان وھو اول من غزا الروم وفی العھد الذی بینہ وبینھم الا یتزوجوا فی عدونا من الروم الا باذننا۔ وفی ھذہ السنۃ غزا حبیب بن مسلمۃ سوریۃ من ارض الروم۔ جزیرۂ قبرص کے بارے میں چند سال قبل (اس وقت ۱۴۰۲ھ سے) حکومت ترکی اور یونان کے مابین بڑا نزاع پیدا ہوگیا تھا۔ یہ جزیرہ ترکی کے قریب ہے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ گورنر شام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے غزوہ بحر روم کی اجازت مانگی مگر آپ نے اجازت نہ دی۔ کیونکہ سمندری جنگ میں خطرات بہت ہوتے ہیں نیز اس کے لیے بحری تیاری ضروری ہوتی ہے اور وہ حسب خواہ نہ تھی۔ پھر حضرت عثمانؓ کی خلافت میں بایں شرط اجازت ملی جو طبری نے ذکر کی ہے قال له عثمانؓ لا تنتخب الناس وخیّرھم فمن اختار الغزو طائعًا فاحمله واعنه۔ معاویہؓ نے سمندری فوج کا امیر عبداللہ بن قیس حارثی کو مقرر کیا۔ ابن قیس نے ۵۰ غزوات کیے اور یہ دعا مانگتے رہے کہ سمندر میں کسی مسلمان فوجی کو نقصان نہ پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ ذکر الطبری ان معاویۃ کتب الی عمرؓ کتابا فی غزو البحر یرغبه فیه ویقول یا امیر المؤمنین ان بالشام قریۃ یسمع اھلھا نباح کلاب الروم وصیاح دیوکھم وھم تلقاء ساحل من سواحل حمص فکتب عمرؓ الی عمرو بن العاصؓ یستشیرہ ان صِف لی البحر فکتب الیه عمرو یا امیر المؤمنین انی رأیت خلقًا عظیما یرکبه خلقٌ صغیر لیس الا السماء والماء وانما ھم کدود علی عود ان مال غرق وان نجا برق فلما قرأہ عمرؓ کتب الی معاویۃ لا والله لا احمل فیه مسلمًا ابدًا و کتب ایضًا الیه انا سمعنا ان بحر الشام یُشرف علی اطول شیٔ علی الارض یستأذن فی کل یوم ولیلۃ فی ان یفیض علی الارض فیغرقھا فکیف احمل الجنود فی ھذا الکافر المستصعب وتالله لمسلمٌ احب الیّ مما حوت الروم فایاك ان تعرض لی وقد تقدمتُ الیك وقد علمتَ مالقی العلاء الحضرمی منّی۔

البحر۔ تفسیر آیت تجری من تحتھا الانھر میں اور قرآن شریف میں بھی مذکور ہے۔ بحر لغت عربی میں سمندر کو کہتے ہیں۔ دریا پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا الا مجازاً۔ سمندر کو محیط بھی کہتے ہیں۔ چھوٹے سمندر بہت ہیں۔ البتہ بڑے سمندر علماء طبقاتِ ارض کی تصریح کے مطابق پانچ ہیں۔

۱۔ محیط باسفیکی۔ اسے بحر الکاہل و بحر محیط بھی کہتے ہیں۔ اس کی وسعت ....۶۴ مربع میل ہے یہ سب سے بڑا سمندر ہے۔ بقول علماء ہیئتِ جدیدہ اسی مقام و محلِ وقوع سے چاند جُدا ہوا تھا۔

۲۔ محیط اطلنطی۔ بحر اوقیانوس و بحر ظلمات بھی اس کے نام ہیں۔ اس کی وسعت ......۳۱۵ مربع میل ہے۔ جزائر خالدات اسی بحر میں واقع ہیں۔ ارسطو وغیرہ علماء ہیئت کے نزدیک یہی جزائر مبدأ طول بلاد ہیں۔ لیکن قدیم علماء ہند کی رائے میں مقام گنگدژ مبدأ طول بلاد ہے۔

۳۔ بحر ہند۔ اس کے ساحل پر ہندستان وغیرہ بہت سے ممالک واقع ہیں۔ اس سے کئی خلیجیں نکلتی ہیں۔ مثلاً خلیج حبش جو ارضِ بربر تک پہنچتی ہے۔ خلیج بحر ایلہ جسے بحر قلزم بھی کہتے ہیں۔ اس خلیج کے مشرق میں یمن و عدن اور مغرب میں ارضِ حبشہ واقع ہے۔ خلیج بحر فارس۔ جسے خلیج فارس بھی کہتے ہیں۔ یہی خلیج بحر بصرہ و فارس ہے۔ اس کے مشرق میں مکران اور مغرب میں عمان واقع ہیں۔ بحر ہند کی وسعت .. ۲۹ ۲۸۹ مربع میل اور بعض ماہرین کے نزدیک ....۲۸ مربع میل ہے۔

۴۔ بحر منجمد شمالی۔ اس کی وسعت ۵۵۰۰۰۰۰ مربع میل ہے۔ یہ منجمد ہے اور قطب شمالی کے ارد گرد واقع ہے۔

۵۔ بحر منجمد جنوبی۔ اس کی وسعت ۵۷۰۰۰۰۰ مربع میل ہے۔ یہ قطب جنوبی پر محیط ہے اور منجمد ہے۔

فائدہ۔ بعض ماہرین طبقات الارض کی رائے ہے کہ سمندر میں سب سے گہری جگہ فلپائن کے قریب ہے۔ اس جگہ پر گہرائی ۳۴ ہزار ۴ سو ۳۰ فٹ ہے۔ یعنی تقریباً ساڑھے چھ میل سے کچھ زیادہ۔ راجع التفسیر الکبیر ج ۲ ص۶۹ وکتابی المسمی فلکیات جدیدۃ ص۶۷ ومروج الذھب ج ۱ ص۱۲۴ وفی دائرۃ المعارف ج ۲ ص۲۶ ان قاع البحر یختلف فی البعد باختلاف الجھات فقد صادفوا جھات منہ لم یسبر غورھا المسبار مطلقاً ویظن انھا تبلغ من اثنی عشر الف متر الی خمسۃ عشر الف متر اھ۔ میٹر ایک گز یعنی تین فٹ سے کچھ زیادہ ہوتا ہے۔

بنوہاشم۔ تلک امۃ قد خلت لھا ما کسبت الآیۃ کے بیان میں یہ لفظ مذکور ہے۔ ہمارے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے خصوصی خاندان وقبیلہ کا نام بنوہاشم ہے۔ بنوہاشم قریش میں ایک بطن (خاندان) ہے لہٰذا نبی علیہ الصلاۃ والسلام قریشی بھی ہیں اور ہاشمی بھی۔ لغت عربی میں چھوٹے قبیلے بالفاظ دیگر خاص خاندان کو بطن کہتے ہیں۔ قریش بڑا قبیلہ ہے اس میں متعدد بطون ہیں۔

مؤرخ مسعودی مروج الذہب ج ۱ ص ۲۹۶ پر لکھتے ہیں کہ قریش میں ۲۵ بطون تھے۔ ان میں سے چند بطون کے نام یہ ہیں۔ (۱) بنوہاشم (۲) بنواسد بن عبدالعزی (۳) بنوعبدالدار۔ یہ کعبۃ اللہ کے حجبۃ تھے (۴) بنو زہرۃ بن کلاب (۵) بنوتیم بن مرۃ (۶) بنومخزوم (۷) بنویقظہ وغیرہ وغیرہ۔ ہاشم ہمارے نبی علیہ السلام کے دادا عبدالمطلب کے والد ہیں۔ نبی علیہ السلام کا سلسلۂ نسب یہ ہے محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ابن عبدمناف بن قصی۔ ہاشم اپنے والد عبدمناف کی وفات کے بعد ان کے جانشین ہوکر اپنی قوم کے سردار اور بڑے محترم ہوئے۔ وفات عبدمناف کے بعد سقایہ ورفادہ ان کے سپرد ہوا۔ سقایہ ورفادہ کا مطلب ہے حجاج بیت اللہ کو کھلانا پلانا۔ ہاشم تنگ دست حاجیوں کو کھلاتے تھے۔ ایک سال قحط ہوا تو ہاشم نے ملک شام کا سفر کیا وہاں سے آٹا وغیرہ خرید کر لائے اور مکہ مکرمہ میں اونٹوں کو ذبح کر کے سب لوگوں کو ثرید کھلانے لگے۔ اسی وجہ سے ان کا لقب ہاشم رکھا گیا۔

دراصل ان کا نام عمرو تھا۔ ہاشم کا معنی ہے توڑنے والا۔ ثرید روٹی کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے سے بنتا ہے اسی وجہ سے انھیں ہاشم کہا گیا یقال ھشم الشیئ کسرہ وھشم الثرید لقومہ ای کسر الخبز وفتّہ وبلّہ بالمرق وجعلہ ثریدًا۔

قیل سمی بہ لانہ اوّل من ھشم الثرید بعد جدّہ ابراھیمؑ فان ابراھیمؑ اول من ثرّد الثرید اطعمہ

المساكين وفيه ان اول من ثرّد واطعمه بمكة قصيّ جدّ هاشم قال فی کتاب الامتاع وقصیّ اول من ثرّد الثريد واطعمه بمكة وفيه ايضًا ان هاشما اول من اطعم الثريد بمكة وقيل ان اول من فعل ذلك عمرو ابن لحيّ وقد يقال لامنافاة فالاولية اضافية فاولية قصيّ لكونه من قريش واولية عمرو بن لحي لكونه من خزاعة واوّلية هاشم باعتبار شدة مجاعة حصلت لقريش۔

ہاشم کے تین بھائی تھے نوفل وعبدشمس ومطلب۔ چاروں بھائی قوم قریش میں اشراف شمار ہوتے تھے۔ اسی وجہ سے انھیں مُجیرون کہا کرتے تھے ای لکرمھم وفخرھم وسیادتھم علی سائر العرب۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ چاروں بھائیوں کی قبریں مختلف ملکوں میں ہیں۔ ہاشم کی مقام غزہ (مصر) میں۔ عبدشمس کی مکہ میں۔ نوفل کی عراق میں اور مطلب کی یمن میں مقام برعار میں قال بعضھم ولا یعرف بنواب تباینوا فی محال موتھم مثلھم کذافی انسان العیون۔ ج ا ص۵ تاریخ طبری ج ۲ ص میں ہے کہ چاروں بھائیوں کو مُجیرون (بالباء دون الیاء) کہا جاتا تھا۔

ہاشم کو عمرو العُلا کہا کرتے تھے لعلو مرتبتہ۔ اہل تاریخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بنوعبدمناف قریش میں بلکہ سارے عرب میں بلکہ آس پاس کے ممالک عراق ویمن وشام کے سلاطین کے درباروں میں نہایت شریف ومفخّم اور بڑے بلند مراتب واعزازات کے مالک سمجھے جاتے تھے خصوصًا ہاشم بن عبدمناف کہ جن کی شرافت وعزت وسخاوت ضرب المثل تھی اور شعراء اشعار میں ان کی شرافت وسخاوت وعزت وخوش اخلاقی بطور مدح وضرب المثل ذکر کرتے تھے۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

وَاَطعم فی المَحْل عَمْرو العُلا فَلِلْمُسْنِتِیْنَ بہ خِصْبُ عَام

نیز ہاشم کے بارے میں شاعر کہتا ہے ؎

عَمْرو العلاء والنّدیٰ من لا یُسابقہ مرُّ السَّحَابِ ولا ریحٌ تُجاریہ

جِفانُہ کالجوابی للوُفودِ اِذا لبّوا بمکۃ ناداھم منادیہ

اذا مُحِلُوا اخصبُوا منھا وقد مُلِئَتْ قُوتًا لِلحاضرہ منھم وبادیہ

ایک اور شاعر کہتا ہے ؎

قل للذی طَلَبَ السماحۃ والندی ھلا مررتَ بآل عبدِ مناف

الرائشونَ ولیس یُوجَدُ رائشٌ والقائلون ھَلُمَّ للاَضیاف

حدیث مرفوع ہے السخیُّ قریب من اللہ وقریب من الجنۃ وبعید من الشیطان بعید من النار

ہاشم ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ہیں آپؐ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہاشم میں وہ کمالات واخلاق جمع فرما دیے تھے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں۔ اسی وجہ سے ہاشم تمام قریش میں بے نظیر شخص سمجھے جاتے تھے اور

ان کی شرافت وعظمت مسلّم تھی۔ چنانچہ ہاشم کا لقب عرب نے ابوالبطحاء وسید البطحاء رکھا تھا۔ یعنی کل مکہ وتہامہ کا سردار وسید۔

سبحان اللہ نبی علیہ السلام کے آباء واجداد کتنے شریف ومکارم اخلاق سے متصف تھے۔ یہ سب امور نبی علیہ السلام کی برکات اور آپؐ کی نبوت ورسالت کی تمہید تھے۔ کیونکہ ان کی پشت سے اللہ جل جلالہٗ سید الکونینؐ کو پیدا فرمانے والا تھا۔ کل مورخین کا ہاشم کی شرافت وعلو مرتبہ پر اتفاق درحقیقت نبی علیہ السلام کی مندرجہ ذیل احادیث کی شرح وتفسیر ہے۔ اخرج مسلم والترمذی عن واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اصطفی من ولد ابراھیم اسماعیل واصطفی من ولد اسماعیل بنی کنانۃ واصطفی من بنی کنانۃ قریشًا واصطفی من قریش بنی ھاشم واصطفانی من بنی ھاشم۔ واخرج ابن سعد فی طبقاتہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر العرب مضرؒ خیر مضر بنو عبد مناف وخیر بنی عبد مناف بنو ھاشم وخیر بنی ھاشم بنو عبد المطلب واللہ ما افترق فرقتان منذ خلق اللہ آدم الّا کنتُ فی خیرھما۔

واخرج الطبرانی فی الاوسط عن عائشۃ رضؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لی جبریل قَلَبتُ الارض مشارقھا ومغاربھا فلم اَجد رجلًا افضل من محمد ولم اجد بیتًا افضل من بنی ھاشم واخرج البزار فی مسندہٖ والطبری فی کتابہ ذخائر العقبی عن ابن عباس قال دخل ناسٌ من قریش علی صفیۃ بنت عبد المطلب رضؓ فجعلوا یتفاخرون ویذکرون الجاھلیۃ فقالت صفیۃ منا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا انبت النخلۃ والشجرۃ فی الارض اللِّبَاء (اللباء حَبٌّ ابیض کالحمص یؤکل لعل المراد شور زمین) فذکرت ذلک للنبی علیہ السلام فغضب وامر بلالًا فنادی فی الناس فقام علی المنبر فقال ایھا الناس مَن انا؟ قالوا انت رسول اللہ۔ قال انسبونی قالوا محمد بن عبد اللہ ابن عبد المطلب قال فما بال اقوام یُنزِلون اَصْلِی فواللہ انی لافضلھم اصلًا وخیرھم موضعًا۔

نبی علیہ السلام کی ان احادیث کی شرح وتصدیق کے لیے اور ناظرین کے اطمینان قلب وازدیادِ ایمان کے طور پر ہم ہاشم کے مزید چند فضائل واخلاق کریمہ ذکر کرتے ہیں۔

قال بعضھم لم تزل مائدۃ ھاشم منصوبۃ لا ترفع فی السرّاء والضرّاء وقال ابن الصلاح رؤینا عن الامام سھل الصعلوکی رضی اللہ عنہ انہ قال فی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل عائشۃ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام اراد فضل ثرید عمرو العلا ای ھاشم الذی عظم نفعہ وقدرہ وعمّ خیرہ وبرہ وبقی لہ ولعقبہ ذکرہ انتھی۔ وفی انسان العیون کان ھاشم یحمل ابن السبیل ویؤمن للخائف۔ اس سلسلہ میں ہاشم کی تقریر وخطبہ قابل ذکر ہے جو وہ ہمیشہ ایام حج سے کچھ قبل بیت اللہ شریف کے سامنے قریش کے

مجمع میں فرماتے تھے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کان اذا اھلّ ھلال ذی الحجة قام صبیحتہ واسند ظھرہ الی الکعبة من تلقاء بابھا ویخطب ویقول فی خطبتہ یا معشر قریش انکم سادة العرب و احسنھا وجوھا و اعظمھا احلامًا و اوسط العرب ای اشرفھا انسابا واقرب العرب بالعرب ارحاما یا معشر قریش انکم جیران بیت اللہ تعالیٰ اکرمکم اللہ بولایتہ وخصکم بجوارہ دون بنی اسمٰعیل وانہ یأتیکم زوّار اللہ یعظمون بیتہ فی اضیافہ واحق من اکرم اضیاف اللہ انتم فاکرموا ضیفہ وزوّارہ فانھم یاتون شعثًا غبرًا من کل بلد علی ضوامر کالقداح فاکرموا ضیف وزوّار بیتہ فورب ھذہ البنیة لوکان لی مال یحتمل ذلک لکفیتکموہ و انا مخرج من طیب مالی وحلالہ مالم یقطع فیہ رحم ولم یؤخذ بظلم ولم یدخل فیہ حرام فمن شاء منکم ان یفعل مثل ذلک فعل وأسالکم بحرمة ھذا البیت ان لایخرج رجل منکم من مالہ لکرامة زوّار بیت اللہ وتقویتھم الا طیبًا لم یؤخذ ظلمًا ولم یقطع فیہ رحم ولم یؤخذ غصبًا۔

ہاشم کی یہ تقریر بڑی اہم باتوں پر مشتمل ہے۔ اوّل یہ کہ جوارِ بیت اللہ بڑی سعادت و نعمت ہے لہذا جیرانِ بیت اللہ یعنی اہلِ مکہ پر اس کا شکر واجب ہے۔ دوّم اسی وجہ سے اہل مکہ پر خصوصًا مکارم اخلاق کی پابندی کرنا لازم ہے۔

سوم حجاج بیت اللہ واجب الاحترام ہیں۔ چہارم۔ وہ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں لہذا ان کی خدمت کرنا اور انھیں خوش رکھنا اہل مکہ کا فرض ہے۔ پنجم۔ ہاشم خود بھی مکارم اخلاق سے متصف تھے اور دوسروں کو بھی تبلیغ کرتے تھے اور یہی ہمارے اسلام کا حکم ہے۔ ششم۔ مہمان کو کھلانا اور اس کا اکرام کرنا ضروری امور میں سے ہے۔

ہفتم۔ ہاشم حلال و حرام مال برابر نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ بعض اہل جاہلیت کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ حلال و حرام میں فرق نہیں کرتے تھے۔ ہاشم ظلم و قطع رحم سے حاصل کردہ مال کو حرام سمجھتے تھے خود بھی اس قسم کے مال حرام سے بچتے اور دوسروں کو بھی نصیحت کرتے تھے۔

ہشتم۔ اسی طرح وہ یہ اہتمام بھی کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے مہمانوں کو حلال کھلایا جائے اور حرام کھانے سے انھیں بچانا ضروری ہے۔ اور یہ سب وہ اخلاق ہیں جن کی تاکید ہمارے نبی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔

قرآن مجید میں قریش کے جن رحلتین فی الشتاء والصیف کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بطور انعام و احسان کیا ہے ان کے اوّل جاری کرنے والے ہاشم ہی ہیں قال اللہ تعالیٰ لایلف قریش ایلفھم رحلة الشتاء والصیف۔ ابن حبیب مؤرخ لکھتے ہیں وکان ھاشم اول من رحل الرحلتین اھ وقال الطبری فی تاریخہ ج ۲ ص۱۸۰ ان ھاشما اول من سنّ الرحلتین لقریش رحلة الشتاء ورحلة الصیف اھ۔

ہاشم اس زمانے کے سلاطین کے ہاں بھی بڑے معزز و محترم تھے اور وہ ہاشم کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔

ہاشم کے دیگر تین بھائی بھی بڑے شریف و محترم تھے۔ سب تاجر تھے اور چاروں بھائیوں نے اپنی قوم قریش کے لیے مختلف بادشاہوں سے ان کے ملک میں آنے جانے کی سہولت وحفاظت کی خصوصی اجازت حاصل کی تھی۔ ان بھائیوں کی وجہ سے قریش کی قدر و منزلت بلند ہوگئی تھی۔ کتاب محبر میں ہے اصحاب الایلاف من قریش الذین رفع اللہ بہم قریشًا ونعش فقرائھا والایلاف العھود ھاشم وعبد شمس والمطلب ونوفل بنو عبد مناف فکان متجر ھاشم الی الشام فھلك بغزۃ وکان متجر عبد شمس الی الحبشۃ فمات بمکۃ وکان متجر المطلب الی الیمن فمات بموضع یقال لہ ردمان وکان متجر نوفل الی العراق فمات بموضع یقال لہ سلمان وکان کل من ھؤلاء رئیس من یخرج معہ ممن یتجر فی وجھہ وکان اخذ لھم الایلاف من الملوك ومن اشراف القبائل فھؤلاء سادۃ قریش وناعشوھم۔

قال ابن جریر فی تاریخ الامم والملوك ج ۲ ص۱۸ کان ھاشم وعبد شمس وھو اکبر ولد عبد مناف والمطلب وکان اصغرھم اُمّھم عاتکۃ بنت مرۃ ونوفل وامّہ واقدۃ بنی عبد مناف فسادوا بعد ابیھم جمیعًا وکان یقال لہم المجبّرون فکانوا اول من اخذ لقریش العصم فانتشروا من الحرم، اخذ لہم ھاشم حبلًا من ملوك الشام والروم وغسان واخذ لہم عبد شمس حبلًا من النجاشی الاکبر واخذ لہم نوفل حبلًا من الاکاسرۃ فاختلفوا بذلك السبب الی ارض الحبشۃ والعراق وارض فارس اخذ لہم المطلب حبلًا من ملوك حمیر فاختلفوا بذلك السبب الی الیمن فجبّر اللہ بھم قریشًا فسمّوا المجبّرین انتھی۔ وسمّوا المجیرین بالیاء اذ کانوا یؤلفون للجوار یتبعون بعضھم بعضًا یجیرون قریشًا بمیرھم۔

دیکھیے المفصل فی تاریخ العرب ج ۷ ص ۳۰۲ و تاج العروس، ج ۶ ص ۴۴۔ وذیل الامالی ص ۱۹۹

عبد شمس حسب قول بعض مورخین ہاشم سے بلکہ سب بھائیوں سے بڑا تھا۔ لیکن بعض کتب تاریخ میں ہے کہ دونوں توأمین ہیں۔ بوقت ولادت ایک کے قدم کی انگلی دوسرے کے ماتھے سے قدرتی طور پر پیوست تھی۔ انگلی کو جب الگ کرنے لگے تو خون نکل آیا۔ اس سے لوگوں نے بدفالی کے طور پر کہا کہ دونوں کے مابین جھگڑے ہوں گے اور خون بہے گا۔ قال فی تاریخ الامم وقیل ان عبد شمس وھاشما توأمان ان احدھما وُلِد قبل صاحبہ واصبع لہ ملتصقۃ بجبھۃ صاحبہ فنحیت عنھا فسال من ذلك دم فتطیر من ذلك فقیل تکون بینھما دماء اھ۔ وفی السیرۃ الحلبیۃ ج ا ص۳ وکانت رجلُ ھاشمٍ ای اصبعھا ملصقۃ بجبھۃ عبد شمس ولم یمکن نزعھا الا بسیلان دم فکانوا یقولون سیکون بینھما دم فکان بین ولدیھما ای بین بنی العباس وبین بنی امیۃ سنۃ ثلاث وثلاثین ومائۃ من الھجرۃ ووقعت العداوۃ

بین ھاشم و بین ابن اخیہ امیۃ بن عبد شمس۔

اصحابِ تاریخ لکھتے ہیں کہ ہاشم کی عزت بہت زیادہ ہونے لگی۔ قریش انہیں افضلِ قریش سمجھتے تھے۔ تو ہاشم کے رشتہ داروں کو حسد ہونے لگا۔ چنانچہ جو کام ہاشم کرتے وہ بھی بطور مقابلہ وہی کام کرتے تھے۔ مگر ہاشم کے مرتبہ تک نہ پہنچ سکے۔ ایک سال مکہ میں سخت قحط پڑ گیا تو ہاشم نے شام سے گندم آٹا وغیرہ منگایا اور اونٹوں کو ذبح کر کے سب قریش کو کھلاتے رہے اس سے ان کی بہت شہرت ہوئی اور شعراء نے ہاشم کی مدح میں اشعار کہے تو ان کے بھتیجے امیۃ بن عبد شمس نے حسد کیا۔

قال ابن جریر فحسدہ امیۃ بن عبد شمس بن عبد مناف وکان ذا مالٍ فتکلف ان یصنع صنیع ھاشم فعجز عنہ فشمت بہ ناس من قریش فغضب ونال من ھاشم ودعاہ الی المنافرۃ فکرہ ھاشم ذلک لسنہ وقدرہ ولم تدعہ قریش واحفظوہ قال فانی انافرک علی خمسین ناقۃ سود الحدق تنحرھا ببطن مکۃ والجلاء عن مکۃ عشر سنین فرضی بذلک امیۃ وجعلا بینھما الکاھن الخزاعی فنفر ھاشما علیہ فاخذ ھاشم الابل و اطعمھا من حضرہ وخرج امیۃ الی الشام فاقام بھا عشر سنین فکانت ھذہ اول عداوۃ وقعت بین ھاشم و امیۃ۔ اھ۔

وقال فی انسان العیون ان ھاشما لما ساد قومہ بعد ابیہ حسدہ امیۃ ابن اخیہ فتکلف ان یصنع کما یصنع ھاشم فعجز فعیرتہ قریش وقالوا لہ اتتشبہ بھاشم ثم دعا ھاشما للمنافرۃ فابی ھاشم ذلک لسنہ وعلو قدرہ فلم تدعہ قریش فنافرہ ھاشم بما ذکر وجعلا بینھما الکاھن الخزاعی وکان بعسفان فخرج کل منھما فی نفر فنزلوا علی الکاھن فقال الکاھن قبل ان یخبروہ خبرھم۔ والقمر الباھر والکوکب الزاھر والغمام الماطر وما بالجو من طائر وما اھتدی بعلم مسافر من منجد وغائر لقد سبق ھاشم امیۃ الی المفاخر فنصر ھاشم علی امیۃ ثم ذکر بقیۃ القصۃ۔

اس قصہ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مفاخر و کمالات و مکارم اخلاق و شرافت میں ہاشم بے نظیر تھے۔ حتیٰ کہ کاہنوں کے نزدیک بھی وہ سب پر فائق تھے جبھی تو نبی علیہ السلام فرماتے ہیں ماافترق فرقتان منذ خلق اللہ تعالیٰ آدم الا کنت فی خیرھما۔

جس شخص کی پشت میں جوہرِ سیّدِ عالم ہو اس کا مقابلہ کوئی اور شخص نہیں کر سکتا۔ یہ منافرت و تخاصم و مسابقت مذکورہ صدر قصہ کے بعد ان کی اولاد میں بھی جاری رہی۔ چنانچہ عبد المطلب بن ہاشم اور حرب بن امیۃ بن عبد شمس میں بھی اسی طرح مقابلہ ہوا مفاخر و مکارم میں جس میں عبد المطلب جیت گئے۔

طبری لکھتے ہیں تنافر عبد المطلب بن ھاشم وحرب بن امیۃ بن عبد شمس الی النجاشی الحبشی فابی ان ینفر بینھما فجعلا بینھما نفیل بن عبد العزی بن رباح بن عبد اللہ بن قرط فقال لحرب یا ابا عمرو

اَتُنافرجلاً هو اطول منك قامۃً و اعظم منك ھامۃً واوسم منك وَسامۃً واقلّ منك لامۃً و اکثرمنك ولدًا واجزل منك صفدًا و اطول منك مذودًا فنفرہ علیہ فقال حرب انّ من انتکاث الزمان أن جعلناك حکمًا اھ۔

ان چاروں بھائیوں میں پہلے ہاشم کا انتقال مقام غزہ میں ہوا جو ملک شام میں ہے۔ پھر عبدشمس مکہ میں مرا اس کی قبر اجیاد میں ہے۔ پھر نوفل اور آخر میں مطلب مرا۔ ابن قتیبہ معارف ص ۳۲ پر لکھتے ہیں کہ ہاشم کے کئی بیٹے تھے۔ عبدالمطلب بن ہاشم و اسد بن ہاشم وغیرہ۔ پھر اسد بن ہاشم کا ایک بیٹا تھا حنین بن اسد اور ایک بیٹی فاطمہ بنت اسد۔ فاطمہ زوجۂ ابوطالب تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ۔ لہذا حنین علی رضی اللہ کا ماموں ہے۔ حنین لاولد مرا۔ اس لیے دنیا میں جو بھی ہاشمی ہیں وہ سب اولاد عبدالمطلب بن ہاشم ہیں۔ ہاشم کے اور بیٹے بھی تھے لیکن کسی کی نسل آگے نہیں چلی۔ سب لاولد مرے۔

ہاشم کے مذکورہ صدر احوال سے ناظرین کو معلوم ہوگیا کہ ہمارے نبی علیہ السلام کے آباء واجداد کتنے شریف اور مکارم اخلاق سے موصوف تھے۔ کتب تاریخ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہاشم کو یہ مکارم و مفاخر اپنے آباء واجداد سے ورثہ میں ملے تھے۔ چنانچہ ہاشم کے والد عبدمناف بن قصی اور دادا قصی بھی ان پاکیزہ اخلاق و ممتاز کمالات سے متصف تھے۔ روایت ہے کہ قصی بن کلاب بن مرہ بھی ایام حج کی ابتداء میں قریش کو جمع کرکے انھیں نصیحت کرتے تھے کہ تم جیران بیت اللہ ہو اور حجاج کرام اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں جن کی مہمان نوازی واکرام تم سب کا فرض ہے لہذا انھیں خوب کھلاؤ اور پلاؤ۔ کاش کہ آج بھی اہل حرم و اہل مکہ حجاج و زوّار بیت اللہ کی ایسی تعظیم کرتے ؎

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

قال محمد بن اسحاق ان قصی بن کلاب بن مرّۃ قال لقریش، یا معشرقریش انکم جیرانُ اللہ واھلُ الحرم وان الحاجّ ضِیفانُ اللہ وزوّار بیتہ وھم احقّ الضیفِ بالکرامۃ فاجعلوالھم طعامًا و شرابًا ایام ھذا الحج حتی یصدروا عنکم ففعلوا فکانوا یخرجون لذلك کل عام من اموالھم خرجًا تخرج قریش فی کل موسم من اموالھم فیدفعونہ الی قصی فیصنعہ طعامًا للحاج ایام الموسم بمکۃ ومنی فجری ذلك من امرہ فی الجاھلیۃ علی قومہ وھی الرفادۃ حتی قام الاسلام الی یومك ھذا وھو الطعام الذی یصنع السلطان بمکۃ ومنی للناس حتی ینقضی الحج انتھی۔

بنوسلمہ۔ آیت قدنری تقلّبَ وجھك فی السماء فلنولّینّك قبلۃً ترضٰھا فول وجھك شطر المسجد الحرام کے بیان میں یہ لفظ مذکور ہے۔ بنوسلمہ قبیلہ خزرج کے اندر ایک قبیلہ و خاندان ہے۔ سعد بن علی بن اسد رضی اللہ عنہ بنوسلمہ میں سے ہیں۔ سعد بن علی انصار کے اُن چھے آدمیوں میں سے ایک ہیں جنھوں نے

سب سے پہلے نبی علیہ السلام سے مکہ مکرمہ میں ملاقات کی اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ پھر ان چھے آدمیوں کی کوشش سے دوسرے سال عقبۂ اُولیٰ کے بارہ انصار مدینہ منورہ سے مکہ آکر مسلمان ہوئے۔ عقبۂ اولیٰ کے بارہ انصار میں بھی سعد بن علی موجود تھے۔

بعض روایات میں ہے کہ تحویل قبلہ کا حکم اس وقت نازل ہوا جب کہ نبی علیہ السلام بنو سلمہ میں تھے۔ بنو سلمہ میں آپ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ ابھی دو رکعتیں پڑھی گئی تھیں کہ نماز کے درمیان اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا۔ نبی علیہ السلام نماز کے اندر ہی گھوم کر عورتوں کی صفوں کی جگہ پر آگئے۔ اور مرد اور عورتوں نے بھی اسی طرح اپنا رُخ تبدیل کرلیا۔ تفسیر بیضاوی میں بھی یہی روایت ذکر کی گئی ہے۔

قال فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۲ ص۱۲۸ وخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زائرًا امّ بشر بن البرّاء بن معرور فی بنی سلمۃ فصنعت لہ طعامًا وکانت صلاۃُ الظھر فصلی رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باصحابہ فی مسجد ھناک فلما صلی رکعتین نزل جبریل فاشار اَن صلِّ الی الکعبۃ واستقبلِ المیزاب فاستدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الکعبۃ ای فاستدار النساء مکان الرجال والرجال مکان النساء ای فقد تحوّل مَن مقدّم المسجد الی مؤخّرہ لانّ من استقبل الکعبۃ فی المدینۃ یلزم ان یستدبر بیت المقدس قیل وکان ذلک وھم راکعون وکان ھذا قبل تحریم العمل الکثیرۃ فی الصلاۃ اوانّ ھذا العمل لم یکن علی التوالی انتھیٰ۔ وفی تفسیر البیضاوی کان ذلک قبل قتال بدر بشھرین وفیہ فسمی المسجد مسجد القبلتین۔

ویعلم من کتب الحدیث ان بیوت بنی سلمۃ فی المدینۃ کانت بعیدۃً من المسجد النبوی۔ فاخرج الترمذی فی تفسیر سورۃ یٰسٓ من جامعہ ج ۲ ص۱۴۷ عن ابی سعید الخدری قال کانت بنو سلمۃ فی ناحیۃ المدینۃ فارادوا النقلۃ الی قرب المسجد فنزلت ھذہ الآیۃ انا نحن نحیی الموتیٰ ونکتب ماقدّموا وآثارھم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان آثارکم تکتب فلا تنتقلوا۔ ھذا واللہ اعلم بالصواب۔

ثقیف ۔ آیت واذا تولّٰی سعیٰ فی الارض لیفسد فیھا ویھلک الحرث الآیۃ وآیت وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین کی تفسیر میں مذکور ہے۔ ثقیف عرب میں مشہور قوم ہے۔ شہر طائف ان کا مرکز تھا۔ حجاج ظالم ثقفی تھا۔ کذّاب مختار بن ابی عبیدہ بھی ثقفی تھا۔ ثقیف اس قوم کا جد اعلیٰ ہے۔

ثقیف کون تھا۔ اس میں مورخین کا اختلاف ہے۔ بعض اہلِ اخبار کہتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں ثقیف ایک آوارہ مسکین شخص تھا وہ ایک شخص ابن خالہ کے ساتھ طلب رزق میں نکلا۔ اس کا ساتھی ابن خالہ جس کا نام نخع تھا یمن چلا گیا اور ثقیف وادی القریٰ میں ایک بوڑھی لاولد یہودی عورت کے پاس مقیم ہوا۔ اس نے ثقیف کو بیٹا بنالیا۔ مرتے وقت اس عورت نے اپنے مال کی جو دنانیر وغیرہ پر مشتمل تھا ثقیف کے لیے وصیت کردی۔ ثقیف یہاں سے نکل کر طائف کے امیر عامر بن ظرب عدوانی کی پناہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ عامر نے بڑا مال دیا اور اپنی بیٹی کا اس سے نکاح کردیا۔ مدت کے بعد ثقیف کی اولاد کثیرہ نے اپنی ننھیال بنو عامر کا مقابلہ شروع کردیا۔ طرفین میں لڑائیاں ہوئیں اور بالآخر بنو ثقیف غالب ہوئے انھوں نے بنو عامر کو طائف سے نکال دیا اور خود طائف کے مالک ہوگئے۔ طائف کے باغات و اموال کو دیکھ کر عرب کے دیگر کئی قبائل حسد کی بناء پر ثقیف سے لڑنے لگے مگر ثقیف جمے رہے تاآنکہ اسلام آیا۔ شہر طائف کا بیان ہماری اسی کتاب میں دوسری جگہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

ابرہہ مکہ پر حملہ کے ارادے سے جاتے ہوئے طائف پر گزرا تو طائف کے امیر مسعود بن معتب ثقیف کا وفد لے کر اس سے ملا اور اطاعت قبول کرتے ہوئے رہنمائی کے لیے ایک شخص ابو رغال کو ساتھ بھیج دیا۔ مقام مغمّس میں ابو رغال ہلاک ہوا۔ وہیں اس کی قبر موجود ہے۔ کذا فی المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام۔ ج ۴ ص ۱۴۸ و ۱۴۶۔

بقول بعض اہل اخبار ثقیف کا نام قسیّ تھا۔ اور بنو ثقیف بنو ہوازن میں سے ایک قبیلہ ہے سلسلۂ نسب یہ ہے قسی بن منبّہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمۃ بن خصفۃ بن قیس عیلان۔ دیکھو تاج العروس ج ۶ ص ۵۱ وغیرہ۔

اور حسب قول بعض اہل تاریخ ثقیف ابو رغال کا بیٹا ہے۔ اور ابو رغال قوم ثمود میں سے تھا۔ حماد الراویۃ کہتے ہیں کہ ابو رغال طائف کا ایک ظالم بادشاہ تھا۔ فمرّ ابو رغال فی سنۃ مجدبۃ بامرأۃ ترضع صبیًّا یتیمًا بلبن عنزٍ لها فاخذها منها فبقی الصبیّ بلا مرضعۃ فمات فرماہ اللہ بقارعۃ فاھلکہ فرجمت العربُ قبرہ وصار رجم قبرہ سنۃً للناس۔ راجع الاغانی ج ۴ ص ۷۴ والمفصل ج ۴ ص ۱۴۹۔ بہرحال بعض علماء اخبار کے نزدیک ثقیف ابو رغال کا بیٹا ہے اور ابو رغال میں علماء کے متعدد اقوال ہیں ایک قول حماد راویہ کا ہے جو گزر گیا۔

اور عند البعض یہ شعیب نبی علیہ السلام کا اور عند البعض صالح نبی علیہ السلام کا غلام تھا۔ یا قدیم زمانہ میں عشّار تھا یعنی حکومت کی طرف سے مال وصول کرنے والا تھا۔ اور عند البعض یہ ابرہہ حبشی کا دلیل تھا جریر کہتا ہے ؎

اذا مات الفرزدق فارجموه كما ترمون قبر ابی رغال

قال ابن سیدۃ کان عبدًا لشعیب علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام وکان عشارًا جائرًا فقبرہ بین مکۃ و الطائف یرجم الیوم۔

وقال ابن المکرم ورأیتُ فی ہامش الصحاح ما صورتہ ابو رغال اسمہ زید بن مخلف عبد کان لصالح النبی علیہ السلام بعثہ مصدقًا انہ اتی قومًا لیس لہم لبن الا شاۃ واحدۃ ولہم صبیّ قد ماتت امُّہ فہم یعاجونہ بلبن تلک الشاۃ یعنی یغذونہ فابی ان یأخذ غیرہا فقالوا دعہا نحایی هذا الصبیّ فابی فیقال انہ نزلت بہ قارعۃٌ من السماء ویقال بل قتلہ ربُّ الشاۃ فلما فقدہ صالح علیہ السلام قام فی الموسم ینشد الناس فأخبر بصنیعہ فلعنہ فقبرہ بین مکۃ والطائف یرجمہ الناس. راجع تاج العروس ج ۷ ص ۳۴۸۔

احادیث وسنن میں ابو رغال کا ذکر موجود ہے۔ فعن انس رضی اللہ عنہ قال سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین خرجنا معہ الی الطائف فمررنا بقبرٍ فقال هذا قبرُ ابی رغال وهو ابو ثقیف وکان من ثمود وکان بهذا الحرم یدفع عنہ فلما خرج منہ اصابتہ النقمۃُ التی اصابت قومہ بهذا المکان فدفن فیہ الحدیث وبسطہ شراح المواہب۔

معارف ابن قتیبہ ص ۴۱ میں ہے کہ ثقیف بیٹا ہے منبہ بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ کا۔ اور اسی ثقیف کا نام قسی بھی ہے۔ اور یہی ثقیف قاتل ابی رغال ہے۔ وکان ابو رغال مصدقا فمر بہ ثقیف فقتلہ فقیل قسا علیہ فسمی قسیًا اھ مغیرۃ بن شعبہ مشہور صحابی ثقفی ہیں۔ امیۃ بن ابی الصلت شاعر و زاہد جاہلیت بھی ثقفی ہے۔ اسے خود کو نبوت ملنے کی توقع تھی۔ اس کا حال اسی کتاب میں دوسری جگہ پر ملاحظہ کرلیں۔

حدیبیہ فان أُحصرتم فما استیسر من الهدی کے بیان میں حدیبیہ مذکور ہے۔ حدیبیہ بضم اول و فتح ثانی وکسر بار ہے۔ اور یار میں تخفیف وتشدید دونوں صحیح ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ تشدید کو لازم قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں جعرانہ میں تخفیف ہی صحیح ہے۔ حدیبیہ مسجد حرم سے نو میل دور ہے۔ قال النحاس سالت کل من القی بعلمہ عن الحدیبیۃ فلم یختلفوا فی انہا بالتخفیف وقیل اهل العربیۃ یخففون والمحدثون یشددون۔

وجوہ تسمیہ یہ ہیں۔ (۱) سُمیت ببئرٍ هناک عند مسجد الشجرۃ التی بایع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحتہا۔ (۲) قال الخطابی سمیت بشجرۃ حدباء کانت فی ذلک الموضع وفی الحدیث انها بئر۔ حدیبیہ کا کچھ حصہ حرم میں اور کچھ حل میں ہے وهو ابعد الحل من البیت وعند مالک رضی اللہ عنہ انها جمیعها من الحرم

اسی مقام پر نبی علیہ السلام اور مشرکینِ مکہ کے مابین معاہدہ صلح ہوا تھا۔ اور اسی مقام پر نبی علیہ السلام اور مسلمانوں نے احرام عمرہ سے احلال کیا تھا جب کہ مشرکین نے انھیں عمرہ کرنے سے روک دیا تھا۔ صلح کے وقت ہجرت کے پانچ سال اور دس ماہ گزر چکے تھے۔ کذا فی المعجم لیاقوت ج ۲ ص ۲۳۰۔ یہ صلح ذوالقعدہ میں ہوئی اور اسلام کی فتح و اشاعت کا عظیم سبب بن گئی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ نبی علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ اپنے صحابہ سمیت بیت اللہ و حرم میں امن سے حلق و تقصیر کرتے ہوئے داخل ہوئے۔ تو سوموار کے دن یکم ذی قعدہ ۶ھ ہجری میں بہ نیت عمرہ ہدی ساتھ لیے ہوئے روانہ ہوئے۔ صحابہ رفقاء کی تعداد ۱۴۰۰ اور ۱۵۰۰ کے درمیان تھی۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ساتھ تھیں۔ ثنیہ حدیبیہ کے قریب پہنچ کر نبی علیہ السلام کی اونٹنی قصواء بامرِ خداوندی بیٹھ گئی۔ پھر کئی دن کے بعد اسی مقام پر صلح ہوئی جس کی تفصیل احادیث میں موجود ہے۔ اس سفر پر روانہ ہوتے وقت آپؐ نے مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ نمیلہ بن عبداللہؓ یا ابن ام مکتومؓ کو مقرر فرمایا۔

الحجاز بکسر حاء وقولوا للناس حسناً کی شرح میں مذکور ہے۔ حجاز جزیرۂ عرب میں ایک خطہ و علاقہ کا نام ہے۔ ابن الانباری حجاز کے اشتقاق میں دو قول ذکر کرتے ہیں الاول انہ ماخوذ من حجز الرجلُ بعیرہٗ اذا شدّہ شدًّا یُقیّدہٗ بہ ویقال للحبل حجاز او سُمّی حجازاً لانہ یحتجز بالجبال۔ مگر ابن الانباری کے یہ دونوں قول مبہم ہیں۔

دیگر ائمہ کہتے ہیں کہ یہ ماخوذ ہے حجز بمعنی منع سے یقال حجزہ ای منعہ والحجاز جبلٌ ممتدٌ حائل بین الغور غورِ تہامۃ ونجدٍ فکأنہ منع کل واحد منہما ان یختلط بالآخر فھو حاجز بینھما۔ خلیل بن احمدؒ فرماتے ہیں سُمّی حجازاً لانہ فصل بین الغور والشام وبین البادیۃ۔

اصمعی کہتے ہیں خطۂ حجاز کی تحدید کے بیان میں کہ مدینہ منورہ۔ خیبر۔ فدک۔ ذوالمرہ۔ دار اشجع۔ دارِ مزینہ۔ دار جہینہ وغیرہ علاقے حجاز میں داخل ہیں صنعاء سے لے کر شام تک علاقۂ حجاز کہلاتا ہے سُمّی بذلک لانہ حجز بین تہامۃ ونجد۔ پس مکہ تہامی ہے اور مدینہ حجازی ہے اور طائف بھی حجازی ہے قالہ الاصمعی۔ اور عند البعض مدینہ طیبہ کی نصف زمین حجازی اور نصف تہامی ہے۔ ابراہیم حربی کہتے ہیں تبوک و فلسطین حجازی ہیں۔ تہامہ پست خطے کو کہا جاتا ہے اسے غور بھی کہتے ہیں اور نجد ظاہر و بلند خطے کو کہا جاتا ہے۔ کذا فی المعجم لیاقوت وغیرہ۔

مکہ مکرمہ اور اس کے آس پاس کا خطہ سمندر کے قریب ہونے کی وجہ سے پست ہے۔ اسی وجہ سے وہ تہامہ میں داخل ہے۔ طائف سے مکہ کو جاتے ہوئے گزریں تو آگے علاقۂ تہامہ ہے۔ مکہ سے عسفان تک تہامہ ہے عسفان مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ کے مابین ہے۔

وقیل سمیت تہامۃ لشدۃ حرّہا ورکود ریحہا وھو من التھم وھو شدۃ الحرّ ورکود الریح یقال تہم الحرُّ اذا اشتدّ وقیل سمّی بذلک لتغیّر ھوائہا یقال تھم الدُّھنُ اذا تغیّر ریحہ وقال الاصمعی التھمۃ الارضُ المتصوِّبۃ الی البحر۔

امام شافعیؒ کا قول ہے الحجاز مکۃ والمدینۃ والیمامۃ ومخالیفھا ای قُراھا۔ کذا فی اعلام الساجد للزرکشی ص۲۴۲۔

الحَرَم (وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم کی تفسیر میں مذکور ہے۔ حَرَم بفتح حا ورار ارضِ مکہ کا نام ہے۔ حرم دو ہیں حرمِ مکہ و حرمِ مدینہ۔ حرم کی طرف نسبت کے تین طریقے ہیں۔ اوّل حِرْمیّ بکسر حا، وسکون را علی غیر القیاس۔ دوم، حُرْمی بضم حا، وسکون را، علی غیر القیاس۔ سوم حَرَمیّ بفتح حا، ورا، موافق قیاس۔

حَرَم وحَرام کا ایک معنی ہے مثل زمن و زمان۔ سُمّی الحرمُ حرامًا لانہ حرام انتھاکُہ وحرام صیدُہٗ ورفثُہ۔ حرم مکہ کی حدود معروف ہیں۔ ان پر علامات و منارات زمانہ قدیم سے قائم ہیں۔ جو دراصل ابراہیم علیہ السلام نے مقرر فرمائے تھے۔ جاہلیت والے بھی ان منارات وحدود کو جانتے تھے۔ ظہور اسلام کے بعد بھی انہی حدود کو برقرار رکھا گیا۔ نبی علیہ السلام نے زید بن مربع انصاری کو خط دے کر اس میں یہ لکھا اَن قرّوا فی یشاعلی مشاعرکم فانکم علی اِرث من اِرث ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ نے اس خطہ کو حرم محترم و مقام امن بنایا ہے قال اللہ تعالیٰ اولم یروا انا جعلنا حرمًا اٰمنًا ویتخطف الناس من حولھم۔

یاقوت معجم البلدان ج ۲ ص ۲۴۳ پر لکھتے ہیں البیت الحرام والمسجد الحرام والبلد الحرام کلہ یراد بہ مکۃ۔ علامہ بشاری لکھتے ہیں حدود حرم پر سفید علامات محیط ہیں۔ بطرف مغرب تنعیم تین میل ہے اور طریق عراق میں ۹ میل اور طریق یمن میں ۷ میل اور طریق طائف میں ۲۰ میل اور ایک طرف ۱۰ میل یہ حدود حرم ہیں۔

علامہ ازرقی نے تاریخ مکہ ج ۲ ص ۱۰۱ پر اس پر بحث کی ہے فذکر باسنادہ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال اول من نصَب اَنصابَ الحرم ابراہیم علیہ السلام یُریہ ذلک جبریل علیہ السلام فلما کان یوم فتح مکۃ بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمیم بن اسد الخزاعی فجدّد ما رثّ منھا۔ بعض احادیث میں ہے کہ زمین وآسمان کی تخلیق کے وقت اللہ تعالیٰ نے یہ حرم مقرر فرمایا یعنی اسے محترم اور امن کی جگہ بنایا۔ فقد قال النبی علیہ السلام فی الخطبۃ للغد من یوم الفتح ایھا الناس ان اللہ سبحانہ قد حرّم مکۃ یوم خلَق السموت والارضَ ویوم خلق الشمس والقمر ووَضَع ھذین الجبلین

فھی حرام الی یوم القیامۃ الحدیث۔

بعض احادیث میں ہے کہ حرم شریف کا محاذی حصہ سات آسمانوں اور سات زمینوں کا حصہ بھی حرم ومحترم ہے اور اس کا حکم آسمانوں اور بقیہ زمینوں میں وہی ہے جو حکم ہماری اِس زمین پر حرم شریف کا ہے۔ فاخرج الازرقی عن مجاھد قال ان ھذا الحرم حرم ماحذاءہ من السموت السبع والارضین السبع وان ھذا البیت رابع اربعۃ عشر بیتاً فی کل سماءٍ بیت وفی کل ارضٍ بیتٌ۔

حرم کی ان حدود کی تقرری کی وجہ فرشتوں کا قیام ہے۔ آدم علیہ السلام کی حفاظت کے لیے مکہ مکرمہ میں ان کے ارد گرد فرشتوں کی صفیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑی ہوئیں۔

فعن عبد الرحمٰن بن حسن بن القاسم عن ابیہ قال سمعت بعض اھلِ العلم یقول ان لما خاف اٰدم علیہ السلام علی نفسہ من الشیطان فاستعاذ باللہ سبحانہ فارسل اللہ عزوجل ملائکۃً حفّوا بمکۃ من کل جانبٍ ووقفوا حوالیھا قال فحرّم اللہ تعالیٰ الحرم من حیث کانت الملائکۃ علیھم السلام وقفتْ۔

بعض روایات میں ایک اور وجہ مذکور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تعمیر بیت اللہ کے وقت جبریل علیہ السلام جب مقام ابراہیم کا پتھر لائے تو چاروں طرف اس کی روشنی پھیل گئی۔ پس جہاں تک اس کی روشنی پہنچی اس کے منتہیٰ کو حدودِ حرم مقرر فرمادیا گیا۔ پھر جبریل علیہ السلام نے بعد میں ابراہیم علیہ السلام کو ساتھ لے جاکر وہ حدود بتلادیں اور ابراہیم علیہ السلام نے چاروں طرف ان پر علامات مقرر فرمائیں۔ بہرحال حرم مکہ شریف انوارِ الٰہی کا مرکز ہے جہاں پر ہر وقت انوار برستے رہتے ہیں۔

الحماسۃ۔ تفسیر الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین میں مذکور ہے۔ دیوان حماسہ اشعار جاہلیت وعرب عرباء کا مشہور مجموعہ ہے۔ اس کا مؤلف مشہور شاعر ابوتمام حبیب بن اوس طائی متوفی ۲۳۱ھ ہے دیوان حماسہ دس ابواب پر مرتب ہے۔ حماسہ۔ مراثی۔ ادب۔ نسیب۔ ہجاء۔ اضافات۔ صفات۔ سیر۔ ملح۔ مذمۃ النساء۔

باب اول یعنی حماسہ کے نام سے یہ کتاب مشہور ومعروف ہے۔ حماسہ کا معنی ہے شجاعت دیوان حماسہ کے باب اول میں شجاعت وجنگ وجدال سے متعلق اشعار جمع ہیں۔ اس کتاب کی مقبولیت وشہرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ابوتمام کے بعد حماسہ علماء وائمہ عربیت کے مابین ایک اصطلاحی لفظ بن گیا ہے۔ چنانچہ ان کی اصطلاح میں اب ہر اس کتاب کو حماسہ کہا جاتا ہے جس میں قدیم یا غیر قدیم شعراء عرب کے اشعار جمع ہوں مثل حماسۃ البحتری وحماسۃ ابی الحجاج یوسف الاندلسی وغیر ذلک۔ اس کی نظیر علامہ مجد الدین فیروزآبادی کی کتاب قاموس اللغات ہے۔ زیادہ شہرت وقبولیت کی وجہ سے آج کل

لغت عربیہ میں ہر کتاب لغت پر قاموس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ مثل قاموس الحبیب۔ قاموس المدارس۔
وفی مجلۃ المشرق الحماسۃ فی اللغۃ الشدۃ والبأس وفی اصطلاح ارباب الادب مجامیع شعریۃ ضمنوھا کثیرًا من منظومات الاقدمین لاسیما التی غلبت علیھا المعانی الدالۃ علی التحمس والبسالۃ فی الحروب وکان اول من طرق ھذا الباب حبیب بن اوس الشاعر الشہیر بابی تمام الطائی وضع حماستہ فی عشرۃ ابواب افتتحھا بالشعر الحماسی فکان لمجموعہ من الرواج ماضاعف شہرتہ حتی قیل ان اباتمام فی اختیارہ الشعر اشعر منہ فی نظمہ لہ انتہی۔
دیوان حماسہ کی تالیف کا سبب ایک اتفاقی واقعہ ہے۔ وہ یہ کہ ابوتمام امیر عبداللہ بن طاہر کی خدمت میں قصیدہ مدحیہ پیش کرنے کے لیے خراسان گیا۔ ابن طاہر کی ملاقات اور اس کی مدح کرنے اور انعام وصول کرنے کے بعد واپس عراق لوٹا تو راستے میں ہمدان شہر پہنچ کر ابوالوفا بن سلمہ کا مہمان ہوا۔ ابن سلمہ نے بڑا اکرام کیا۔ قیام ہمدان کے دوران سخت برف باری سے باہر نکلنا مشکل ہوگیا۔ راستے برف سے بند ہوگئے۔ ابوتمام غمگین ہوا مگر ابوالوفا خوش ہوا کیونکہ ابوتمام سے علمی خدمت لینے کا موقع مل گیا چنانچہ ابوالوفا نے اپنا کتب خانہ اسے مطالعہ کے لیے اور تالیف کے لیے پیش کر دیا۔ ابوتمام مطالعہ کتب میں مشغول ہوگیا اور شعر و شاعری سے متعلق پانچ کتابیں تصنیف کیں۔ کتاب الحماسۃ کتاب الوحشیات وغیرہ۔ دیوان حماسہ کا قلمی نسخہ مدت تک آل سلمہ کے پاس محفوظ رہا انھوں نے اسے قیمتی سرمایہ سمجھتے ہوئے مدت تک چھپائے رکھا۔ جب آل سلمہ کے احوال دگرگوں ہوئے اور ابوالعواذل دینور سے ہمدان آئے تو اسے دیوان حماسہ کا نسخہ مل گیا وہ اسے اصبہان ساتھ لے آیا۔ اصبہان کے ادباء وعلماء نے یہ کتاب بہت پسند کی اور اس موضوع سے متعلق دیگر کتب سے توجہ ہٹا کر صرف حماسہ کی طرف متوجہ ہوگئے۔ اس طرح دیوان حماسہ کو مشرق و مغرب میں شہرت حاصل ہوئی۔ بہت سے علماء نے اس کے حواشی اور شروح لکھیں۔
ابن جنی متوفی ۳۹۲ھ جیسے امام عربیت بھی حماسہ کے شراح میں سے ہیں۔ حماسہ کی چند شروح یہ ہیں
(۱) شرح عثمان بن جنی (۲) شرح علی بن سید اللغوی متوفی ۴۵۸ھ یہ چھے جلدوں میں ہے (۳) شرح حسن بن بشر آمدی متوفی ۳۷۱ھ وقیل ۳۳۵ھ (۴) شرح ابوبکر محمد بن یحییٰ صولی متوفی ۳۴۶ھ (۵) شرح ابوالفضل عبداللہ بن احمد میکالی متوفی ۴۷۵ھ (۶) شرح عبداللہ بن ابراہیم شیرازی متوفی ۴۷۶ھ وقیل ۵۸۴ھ (۷) شرح ابراہیم بن محمد بن ملکون اشبیلی متوفی ۵۸۴ھ (۸) شرح حسن بن علی استرابادی نحوی متوفی ۷۱۷ھ (۹) شرح ابونصر قاسم بن محمد واسطی بیہقی متوفی ۴۴۴ھ (۱۰) شرح شیخ اعلم ابوالحجاج یوسف بن سلیمان شنتمری متوفی ۴۷۶ھ پانچ جلدوں میں (۱۱) شرح ابوالبقاء عبداللہ بن حسین عکبری متوفی ۶۱۶ھ یہ مختصر شرح ہے (۱۲) شرح ابوزکریا یحییٰ بن علی مشہور بہ خطیب تبریزی متوفی ۵۰۲ھ۔ انھوں نے حماسہ کی تین شرحیں لکھی ہیں

اصغر۔ متوسط۔ اطول (۱۳) شرح ابوعلی احمد بن محمد مرزوقی متوفی ۴۲۱ھ یہ شرح مشہور و معروف ہے۔
(۱۴) عنوان النفاسۃ فی شرح الحماسۃ لمحمد بن قاسم بن زاکور الفقیہ المالکی المتوفی ۱۱۲۰ھ کما فی کتاب ھدیۃ العارفین ج ۲ ص ۱۵۵۔

دیوان حماسہ کی شہرت اور اس کے طریقہ تالیف کی مقبولیت جب بہت بڑھ گئی تو کئی علماء وائمۂ فن عربیت نے اسی طرز کی کتابیں تالیف کرکے ان کا نام حماسہ رکھا۔ چنانچہ حاجی خلیفہ کاتب چلپی متوفی ۱۰۶۷ھ نے کشف الظنون میں تقریباً چھ حماسوں کا ذکر کیا ہے جو ابوتمام کے دیوان حماسہ کے مقابلے میں تصنیف کیے گئے تھے۔ ان میں سے کئی اس بندۂ عاجز کی نظر سے گزرے ہیں اور کئی تلف ہوگئے جن کا صرف نام باقی ہے اور کئی ایسے بھی ہوں گے جن کا نام بھی کتابوں میں نہیں آسکا۔

فمنہا[1] الحماسۃ لابی عبادۃ ولید بن عبد اللہ البحتری المتوفی ۲۸۴ھ ومنہا[2] الحماسۃ لابی الحسن علی بن الحسن المعروف بشمیم الحلی المتوفی ۶۰۱ھ رتبہا علی اربعۃ عشر بابا۔ ومنہا[3] الحماسۃ لابی الحجاج یوسف بن محمد البیاسی الاندلسی المتوفی ۶۵۳ھ وھی فی مجلدین صنفہا بتونس فی شوال ۶۳۶ھ جمع فیہا ما استحسنہ من اشعار العرب جاھلیہا ومخضرمیہا واسلامیہا ومولدیہا وغیر ذلک ومنہا[4] الحماسۃ لابن الشجری النحوی المشہور اللغوی المتوفی ۵۴۲ھ وھو کتاب غریب مطبوع ونسخۃ منہا موجودۃ فی مکتبۃ خانقاہ السراجیۃ من مضافات بلدۃ کندیاں مدیریۃ میانوالی طالعتہا واستفدت منہا ، ومنہا[5] الحماسۃ لابی الحسن علی بن ابی الفرج البصری المتوفی ۶۵۶ھ وحماسۃ تعرف بالحماسۃ البصریۃ ومنہا[6] الحماسۃ العسکریۃ۔

مجلہ مشرق جو بیروت سے شائع ہوتا تھا اس کے ص ۵۲۷ پر کشف الظنون کی طرف دس سے زائد حماسوں کے ذکر کرنے کا حوالہ محض غلط ہے۔ کیونکہ اس میں چھ سات حماسوں کا ذکر ہے۔ دیکھئے کشف الظنون ج ۱ ص ۶۴۶ ۳ عمود عدد ۶۹۲۔ ان حماسوں میں سے اکثر غیر مطبوع ہیں۔ بعض ضائع ہو چکے ہیں اور بعض کے قلمی نسخے مختلف ملکوں کے قدیم کتب خانوں میں موجود ہیں۔ قال فی مجلۃ المشرق فی ذکر حماسۃ ابی تمام۔ وذلک ما حدا بغیرہ من الادباء الی ان یقتصوا آثارہ ویجاورہ فی العمل فتعددت الحماسات حتی ان الحاج الخلیفۃ فی کتابہ کشف الظنون عدّد منہا بضع عشر۔ صاحب مجلہ کا یہ قول کہ کشف الظنون میں بضع عشر حماسوں کا ذکر ہے درست نہیں ہے۔ بہرحال کئی علماء نے حماسہ کے نام سے ابوتمام کے مقابلے میں کتابیں لکھیں۔ جن میں سے اکثر ضائع ہو چکی ہیں۔

وقد اخنی الدھر علی بعضہا فاخذ تھا ید الضیاع کحماسۃ الاعلم الشنتمری المتوفی فی اشبیلہ ۴۷۶ھ ۱۰۸۳ء وحماسۃ علی بن الحسن المعروف بشمیم الحلی والحماسۃ العسکریۃ وقد نجا بعضہا الآخر

معروّة وجودها فی خزائن الکتب کحماسة الخالدیین هما اخوان ابوعثمان سعید ابوبکر محمد ابناهاشم اللذان اشتهرا فی خدمة سیف الدولة الحمدانی صاحب حلب فی القرن الرابع الهجری حماستهما مشهورة بالاشباه والنظائر منها نسخة فی المکتبة الخدیویة فی قائمتها ج ۴ ص ۲۰۲ وکالحماسة البصریة فی هذه المکتبة ج ۴ ص ۲۲۹ لصدر الدین علی بن ابی الفرج البصری الذی قتل بامر ملك المغول هولاکو فی ۶۵۹ھ سنة ۱۲۶۱ء بعد ان خدم مدة امیر حلب الملك الناصر صلاح الدین ابا المظفر یوسف حماسته تضاهی حماسة ابی تمام وکحماسة ابی الحجاج یوسف بن محمد البیاسی الذی ولد فی بیاس مدینة الاندلس ثم رحل الی تونس حیث توفی ۶۵۳ھ سنة ۱۲۵۵ء ولم یبق من حماسته سوی بعض الفصول فی احد مخطوطات خزانة غوطا من اعمال المانیا۔

نعم بقیت من تیار الزمان والحوادث حماسة ابی عبادة الولید بن عبید الشهیر بالبحتری فالبحتری لما رای ما نال رصیفه و قرنه ابوتمام من السمعة الطیبة بتالیف الحماسة فقصد مجاراته فوضع لوزیر الخلیفة المتوکل الفتح بن خاقان حماسة عارض فیها حماسة ابی تمام وقد ذکر ابن خلکان حماسة البحتری فی تالیف هذا الشاعر فی ترجمته وکاد یتلف هذا التالیف فی جملة ما طمس من الآثار لولا همة احد المستشرقین الهولندیین لو قون الذی عثر فی القرن السابع عشر علی نسخة منه فی الاستانة فابتاعها وارسلها الی خزانة دولته فی لندن هذه النسخة موجودة فی خزانة کتب لندن محلی وجهها الاول بالذهب والنقوش هی فی ۲۰۰ صفحة وفی کل صفحة ۱۵ سطرًا۔ وقد امتازت حماسة البحتری بعدة امور منها وفرة ابوابها فان البحتری جعلها ۱۷۴ بابًا ضمنها معظم المعانی الادبیة التی دارت فی السنة شعراء العرب ومنها ان عدد الشعراء الذین رویت اشعارهم فیها یبلغ نحو الستمائة واکثرهم من شعراء الجاهلیة و المخضرمین ولم یذکر من شعراء العهد العباسی سوی نفر قلیلین مثل صالح بن عبد القدوس وکفی بذلك دلیلًا علی سعة محفوظات البحتری للشعر القدیم ومنها التحاشی لکل معنی بذی تنبو عنه الاسماع فلا تجد فیها شیئا من المجون۔ طبعت حماسة البحتری فی ۱۹۰۹ء بمصارف بعض المستشرقین المسیحیین فی بیروت۔

الخزرج ۔ آیت وان یاتوکم اساری تفادوھم کی تفسیر میں مذکور ہے۔ انصار کے دو گروہوں میں سے ایک کا نام خزرج تھا۔ یہ قبیلہ مآرب یمن سے آکر مدینہ منورہ میں آباد ہوا تھا۔ ان کے نسب و دیگر احوال کی تفصیل بیانِ اوس میں ملاحظہ کریں۔ خزرج اوس کا بھائی تھا۔

ظہورِ اسلام کے وقت قبیلۂ اوس کے سردار کا نام سعد بن عبادہ تھا۔ ابوایوب انصاریؓ خزرجی ہیں اسی طرح ثابت بن قیسؓ خطیب النبی علیہ السلام بھی خزرجی ہیں۔ رافع بن عجلانؓ خزرجی تمام انصار میں اول اسلام لانے والے ہیں۔ کذا فی المفصل ج ۴ ص ۱۳۸۔

قبیلۂ خزرج کے لیے یہ شرف کافی ہے کہ ان کی برکت سے اسلام مدینہ منورہ میں آیا۔ کیونکہ مکہ مکرمہ میں سب سے پہلے افرادِ خزرج نے نبی علیہ السلام سے ملاقات کرکے اسلام قبول کیا اور مدینہ منورہ میں مہاجرین کو پناہ دینے کا عہد کیا۔ پھر ان کی محنت سے قبیلۂ اوس میں بھی اسلام داخل ہوا۔ بیانِ انصار میں اس بحث کی تفصیل ملاحظہ کریں۔

اوس وخزرج کے مابین جس طرح اسلام سے پہلے سلسلۂ تفاخر جاری تھا اسی طرح ظہور اسلام کے بعد بھی امور دین میں اور اسباب مقربہ الی اللہ ورسولہ میں مسابقت کا سلسلہ قائم تھا۔ امور ایمانیہ وتحصیل اسباب رضاء اللہ ورضاء رسولہ میں مسابقت قوت ایمان وکمال ایمان کی علامت ہے۔

اخرج ابن جریر باسنادہ عن قتادۃ عن انس رضی اللہ عنہ قال افتخر الحیان الاوس والخزرج فقال الاوس منا اربعۃ من اھتز لہ العرش سعد بن معاذ ومن عدلت شھادتہ شھادۃ رجلین خزیمۃ بن ابی ثابت ومن غسلتہ الملائکۃ حنظلۃ بن ابی عامر ومن حمتہ الدبر عاصم بن ابی ثابت ای ابن ابی الافلح فقال الخزرج منا اربعۃ جمعوا القران لم یجمعہ غیرھم کذا فی الاتقان ج ۱ ص۷۲۔ ثم ان حدیث جامعی القران اخرج البخاری وغیرہ عن قتادۃ قال سالت انس بن مالک رضی من جمع القران علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اربعۃ کلھم من الانصار ابی بن کعب ومعاذ بن جبل وزید بن ثابت وابوزید قلت من ابوزید قال احد عمومتی وروی ایضا من طریق ثابت عن انس رضی اللہ عنہ قال مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یجمع القران غیر اربعۃ ابوالدرداء ومعاذ بن جبل وزید بن ثابت وابو زید۔ ثم ان اباز ید ھذا اسمہ قیس بن السکن کما روی ابن ابی داؤد عن انس ان اباز ید الذی جمع القران اسمہ قیس بن السکن قال وکان رجلا منا من بنی عدی بن النجار احد عمومتی ومات ولم یدع عقبا ونحن ورثناہ قال ابن ابی داؤد مات قریبا من وفاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذھب علمہ ولم یؤخذ عنہ وکان عقبیا بدریا۔

اوس وخزرج کے مابین مسابقت کی تصریح صحیح احادیث میں مروی ہے۔ اسلام کے عظیم دشمن ابورافع یہودی کا قتل اسی اسلامی مقابلہ وانتباط کا نتیجہ تھا۔ صحیح احادیث میں ہے کہ کعب بن الاشرف یہودی مسلمانوں کا بڑا مخالف تھا۔ شرانگیزی کرتا رہتا تھا۔ وہ مدینہ منورہ کا باشندہ تھا۔ یہود بنی نضیر میں شمار ہوتا تھا کیونکہ اس کی ماں یہود بنی نضیر میں سے تھی۔ دراصل وہ قبیلۂ طیٔ کا فرد تھا۔ جنگ بدر کے بعد ام الفضل زوجۂ عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ مسلمان عورتوں کے نام اشعار میں ذکر کرتا تھا۔ نبی علیہ السلام کے حکم سے اوس میں سے محمد بن مسلمہ وابونائلہ وعباد بن بشر وحارث بن اوس بن معاذ وابوعبس بن جبر رضی اللہ عنہم نے جاکر ایک رات کعب بن الاشرف کو قتل کر دیا۔ یہ ربیع الاول ۳ھ کا قصہ ہے۔ کذا فی تاریخ الطبری ج ۳ ص ۴۔

قتل کعب کے بعد انصار خزرج نے چاہا کہ ہم بھی اوس کے مقابلہ میں کسی بڑے دشمن اسلام کو قتل کریں تاکہ ہمیں بھی دربار نبوت میں اس قسم کا شرف حاصل ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے ابورافع یہودی کے قتل کا ارادہ کیا۔ ابورافع بڑا شیطان تھا۔ نبی علیہ السلام اور مسلمانوں کو اذیت پہنچاتا تھا۔ مدینہ منورہ سے بہت دور ارض حجاز میں یعنی خیبر میں اپنے ایک مضبوط قلعہ میں رہتا تھا۔ نبی علیہ السلام کی اجازت وحکم سے

ابورافع بن ابی الحقیق کے قتل کے لیے انصارِ خزرج کی ایک جماعت جمادی الآخرہ ۳ھ میں عبداللہ بن عتیک یا عبداللہ بن عقبہ کی امارت میں روانہ ہوئی اور کئی دن کے سفر کے بعد وہاں پہنچ کر ایک عجیب حیلہ سے اُسے قتل کر دیا۔

اخرج الامام الطبری فی تاریخہ ج ۳ ص۲ باسنادہ عن عبد اللہ بن کعب بن مالک قال کان مما صَنَعَ اللہ بہ لرسولہ اَنّ ھذَین الحیّین من الانصار الاوس والخزرج کان یتصاولان مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تصاوُلَ الفحلَینِ لا تصنع الاوسُ شیئاً فیہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غناءٌ الا قالت الخزرجُ واللہ لا یَذھبون بھذہٖ فضلاً علینا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الاسلام فلا ینتھون حتی یُوقِعُوا مثلھا قال واذا فعلت الخزرج شیئاً قالت الاوس مثل ذلک فلما اصابت الاوسُ کعبَ بن الاشرف فی عداوتہٖ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت الخزرج لا یَذھبون بھا فضلاً علینا ابداً قال فتذاکروا مَن رجلٌ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العداوۃ کابن الاشرف فذکروا ابن ابی الحقیق وھو بخیبر فاستأذنوا رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قتلہ فاَذِن لھم۔

فخَرَج الیہ من الخزرج ثمانیۃُ نَفَرٍ عبداللہ بن عتیک ومسعود بن سنان وعبداللہ بن انیس وابوقتادۃ الحارث بن ربعیّ وخزاعیّ بن الاسود ثم ذکر قصۃ قتلہ بطولھا وعن البراء قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ابی رافع الیھودی وکان بارضِ الحجاز اھ۔

داوَردان۔ بفتح واو وسکونِ را۔ الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم الآیۃ کی شرح میں متکرر الذکر ہے۔ داوردان ایک قریہ ہے شہر واسط سے ایک فرسخ مشرق کی طرف۔ یہ آیت الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت قریہ داوردان سے متعلق ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ قریۂ داوردان میں طاعون واقع ہوا فھرب عامۃُ اَھلھا فنزلوا ناحیۃً منھا فھلک بعض من اَقام فیھا وسَلِم الاٰخرون فلما ارتفع الطاعون ورجعوا سالمین قال من بقی فیھا اَصحابُنا الھاربون کانوا احزم منا ولئن وقع الطاعون ثانیاً لنخرجنّ فوقع فخرجوا وھم بضعۃٌ وثلاثون الفاً حتی نزلوا ذلک المکان وھو وادٍ اَفیح فناداھم مَلَکٌ من اسفل الوادی واٰخرمن اَعلاہ ان موتُوا فماتوا فاحیاھم اللہ تعالی بحزقیل فی ثیابھم التی ماتوا فیھا وبُنِی فی موضع حیاتھم دیر یُعرفُ بِدَیرِ ھِزقِل وانما ھو حزقیل۔ کذا فی معجم البلدان۔

روم۔ آیت واذ نجینا کم من آل فرعون کے بیان میں مذکور ہے۔ روم مشہور قوم ہے یہ جمع ہے رومیّ کی مثل عرب وعربیّ وزنج وزنجیّ۔ روم کے نسب اور وجہ تسمیہ میں علماء کے متعدد اقوال ہیں

(۱) سُمُّوا بذلک لانّھم من وُلد رُوم بن سماحیق بن ھربیان بن علفان بن العیص بن اسحاق بن

ابراھیم علیہ السلام۔ (۲) وقیل انہم من ولد رُمیل بن الاصفر بن الیفز بن العیص بن اسحاق (۳) وقیل هم بنو رومی بن بُزنطی بن یونان بن یافث بن نوح علیہ السلام۔ (۴) بعض کے نزدیک روم عیص بن اسحٰق کا بیٹا تھا۔ قالہ الجوھری وقیل تزوّج عیصو بن اسحاق بَسَمَۃَ بنتَ اسماعیل علیہ السلام وکان رجلاً اشقرفولدت لہ الروم۔

(۵) یہ نام ماخوذ ہے رامُوا فعل ماضی بمعنی قصَدُوا سے فقد حکی ابن الکلبی انما سُمّیت الروم لانھم کانوا سبعۃ رامُوا فتح دمشق ففتحوھا وقتلوا اھلھا۔ وسُمّوا بنی الاصفر لِشُقرتِھم لانّ الشُقرۃَ اذا أفرطت صارت صُفرۃً صافیۃً وقیل اِنّ عِیصو کان اصفر لمرضٍ کان ملازمًا لہ۔

(۶) رُومیہ ایک بڑا شہر ہے اہل روم کا۔ اس کے باشندے کورومی کہتے ہیں۔ اور رومی کی جمع روم ہے۔ قال البعض انما سمیت الروم رومًا لِاضافتھم الی مدینۃ رُومیۃ فسمّی من کان بھا رومیا۔ کذا فی معجم البلدان لیاقوت۔

الشام۔ بسملہ کی شرح کی ابتدا میں مذکور ہے۔ شام مشہور قدیم ملک ہے۔ اس میں چار لغات ہیں۔ (۱) شَأم بفتح شین وسکون ہمزہ (۲) شَاَم بفتح ہمزہ (۳) شام بالالف بعد الشین (۴) شَآم بالمد عربی میں لفظ شام مذکر ومؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔ یقال اشأم الرجل اذا اتی الشام وتشأم انتسب الی الشام۔ وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔ (۱) شام جمع شامۃ ہے سمیت بذلک لکثرۃ قراھا وتدانی بعضھا من بعض فشُبّھت بالشامات۔ (۲) یہ شمال مقابل یمین سے مشتق ہے سمیت بذلک لان قومًا من کنعان بن حام خرجوا عند التفریق فتشاءموا الیھا ای اخذوا ذات الشمال فسمّیت بالشام۔

(۳) سمیت بسام بن نوح علیہ السلام لانّہ اوّل من نزلھا فجعلت السین شینًا۔ (۴) زمانہ قدیم میں یہاں پر ایک قریہ کا نام شامین تھا۔ بنی اسرائیل کے تقریبًا نواسباط داود علیہ السلام وسلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد منتفرق ہوکر اس میں آباد ہوئے۔ پھر تغیر وتصرف کے بعد شامین شام ہوگیا۔ اس سے قبل اس کا نام سُوری تھا۔ (۵) وقیل سمیت بذلک لانھا علی شمال کعبۃ اللہ۔ والیمن سمیت بذلک لانھا علی یمین الکعبۃ۔

قدیم شام کے چند مشہور شہر یہ ہیں۔ بیت المقدس۔ انطاکیہ۔ طرسوس۔ عرش۔ بلقا۔ دمشق۔ حمص۔ حماۃ۔ حلب۔ منبج۔ معرّہ۔ عسقلان وغیرہ۔ فلسطین بھی اسی کا حصہ ہے۔ آج کل شام ایک چھوٹے سے خطہ کا نام ہے۔ نیز زیادہ تر مشہور نام آج کل سُوریا ہے۔

شام کے فضائل میں متعدد احادیث وارد ہیں۔ عیسٰی علیہ السلام شام میں یعنی دمشق کی جامع مسجد کے منارۃ پر آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ (۲) اور دمشق کے باب لُدّ کے پاس آپ دجال کو قتل کریں گے۔ کما جاء

فی الاثر۔ (۳۱) عن عبداللہ بن عمرو بن العاص انہ قال قُسِّم الخیرُ عشرۃ اعشار فجُعِل تسعۃُ اعشارٍ فی الشام وعُشرٌ فی سائر الارض وقُسِّم الشرُّ عشرۃ اعشارٍ فجُعِل عُشرٌ بالشام وتسعۃ اعشار فی سائر الارض۔

(۳۲) وعن النبی علیہ السلام الشام صَفوۃُ اللہ من بلادِہ والیہ یُجتبیٰ صفوتُہ من عبادہ یا اھل الیمن علیکم بالشام فان صَفوۃ اللہ من الارض الشام الا من ابیٰ فان اللہ تعالیٰ قد تکفّل لی بالشام۔

الشہر الحرام۔ قرآن شریف وتفسیر بیضاوی میں مذکور ہے۔ قال اللہ تعالیٰ یسئلونک عن الشھر الحرام شہر حرام مفرد ہے۔ اس کی جمع اَشہُرِحرم ہے۔ اشہر حرم کا معنی ہے محترم ومعظم مہینے۔ یہ چار مہینے ہیں تین متصل ہیں یعنی ذوالقعدہ وذوالحجہ والمحرم اور ایک جدا ہے یعنی رجب۔ عرب ان چار مہینوں کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ جنگ وجدال وغیرہ امور قبیحہ سے بچتے تھے یہاں تک کہ وہ ان مہینوں میں اپنے دشمن اور باپ، بھائی بیٹے کے قاتل کو تنہا پاکر بھی کچھ نہیں کہتے تھے۔ ان مہینوں کی حرمت ان کے عقیدے اور عمل میں اتنی مسلّم و ثابت تھی جس طرح ایک مسلمان کے قلب میں بیت اللہ شریف وکتاب اللہ وغیرہ شعائراللہ کی حرمت و عظمت مسلّم وثابت ہے۔ بلکہ جاہلیت کے کفار اس سلسلے میں کئی مسلمانوں سے بھی بہت آگے تھے چنانچہ آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ بعض مسلمان مساجد میں چوریاں اور قتل کرتے ہیں۔ حرمین میں رہتے ہوئے بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ مگر زمانۂ جاہلیت میں ایسے لوگ بہت کم ملتے ہیں جنھوں نے ان مہینوں کے احترام کا عقیدہ رکھتے ہوئے ان میں قتل وجدال کیا ہو۔

اشہر حرم کی حرمت وتعظیم اہلِ جاہلیت پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان اور بڑی نعمت تھی۔ وہ تو جنگ جُو قبائل تھے۔ قتل کا بدلہ ضرور لیتے تھے۔ اکثر قبائل ڈاکو تھے۔ ادنیٰ سی چیز کے لیے قتل کر دینا ان کا معمول تھا۔ جنگ وجدال اور ایک دوسرے قبائل پر انفرادی واجتماعی صورت میں حملے کرنا ان کا شیوہ تھا۔ ایسی حالت میں ایک شریف انسان کو کسی سے ملنے یا تجارت وغیرہ اغراض کے لیے ضروری سفر کرنا بھی خطرے کے پیش نظر ناممکن تھا۔ اگر ہمیشہ اور سارے سال یہی حال رہا کرتا تو بھوک وافلاس سے تباہ ہو جاتے۔ زندگی کا سارا نظام معطل رہتا اور نہ کبھی حج وعمرہ ادا کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ رزاق ہیں اور اسباب کے تحت رزق ہم پہنچاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے اشہر حرم کے چار ماہ کی شدید حرمت وعظمت ان کے قلوب میں ڈال دی اس طرح ان چار ماہ میں سارا عرب آزادی سے بے خوف و خطر متحرک ہو جاتا اور ہر شخص ان مہینوں میں قائم ہونے والی منڈیوں بازاروں میں تجارت وغیرہ اغراض کے لیے شریک ہو سکتا تھا۔ اسی طرح ان اشہر حرم کے امن واطمینان والے زمانے میں جزیرۂ عرب کے باشندے دوسرے قبائل کو دیت ادا کرنے یا ان سے وصولی کے لیے یا دیگر مشکلات کے حل کے لیے یا کسی قبیلہ سے مصالحت یا

ان کی مدد لینے کیلیے اور حج کعبۃ اللہ ادا کرنے کے لیے اطمینان سے سفر کر سکتے تھے۔ اگر یہ اشہر حرم نہ ہوتے تو سارا جزیرۂ عرب ایک عظیم جیل خانے کا نمونہ ہوتا۔

ان چار مہینوں کی غایت حرمت کا عقیدہ ملتِ ابراہیمیہ سے عرب نے پایا تھا۔ یہ آسمانی و ربانی عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی نے ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم دیا تھا اور نصوص قرآن و سنت میں ان کی تعظیم و حرمت مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرا فی کتاب اللہ یوم خلق السموات والارض منھا اربعۃ حرم ذلک الدین القیم۔ توبہ۔ وذلک ان تحریم القتال فی الاشھر الحرم کان حکما معمولا بہ من عھد ابراھیم و اسمعیل وکان من حرمات اللہ ومما جعلہ مصلحۃ لاھل مکۃ قال اللہ تعالیٰ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس والشھر الحرام وذلک لما دعا ابراھیم علیہ السلام لذریتہ بمکۃ اذ کانوا بواد غیر ذی زرع ان یجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم فکان فیما فرض علی الناس من حج البیت قواما لمصلحتھم ومعاشھم اھ۔ کذا قال العلامۃ السھیلی فی الروض۔ تفصیل کے لیے دیکھیے تفسیر طبری ج ۱۰ ص ۸۸۔ تفسیر نیسابوری ج ۱۰ ص ۳۷ علی ہامش الطبری۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۵۴۔ روح المعانی ج ۱۰ ص ۸۹۔ کتاب الازمنۃ والامکنۃ للمرزوقی ج ص ۲۲۱۔ بلوغ الارب ج ۳ ص ۸۲۔ المفصل فی تاریخ العرب ج ۸ ص ۲۷۴۔ الروض الانف ج ۲ ص ۶۰۔

قال الالوسی واختلف فی ترتیبھا فقیل اولھا المحرم و اخرھا ذوالحجۃ فھی من شھور عام وظاھر ما اخرج سعید بن منصور وابن مردویہ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما یقتضیہ وقیل اولھا رجب فھی من عامین واستدل بما اخرجہ ابن جریر وغیرہ عن ابن عمر قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع بمنی فی اواسط ایام التشریق فقال یا ایھا الناس ان الزمان قد استدار فھو الیوم کھیئتہ یوم خلق اللہ السموات والارض وان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرا منھا اربعۃ حرم اولھن رجب مضر بین جمادی وشعبان وذوالقعدۃ وذوالحجۃ والمحرم وقیل اولھا ذوالقعدۃ وصحح النووی لتوالیھا واخرج الشیخان الا ان الزمان قد استدار کھیئتہ یوم خلق اللہ السموات والارض السنۃ اثنا عشر شھرا منھا اربعۃ حرم ثلاثۃ متوالیات ورجب مضر الحدیث۔

سوال:۔ اشہر حرم کے تین ماہ متوالی و متصل ہیں اور ایک یعنی رجب مضر منفرد و منفصل ہے۔ اس کی حکمت و وجہ کیا ہے؟

جواب:۔ چونکہ ان کی تقرری کا سبب وحی اور تعلیم انبیاء علیہم السلام ہے اس لیے اولاً تو یہ مفوض الی اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا توقف کر کے تفویض الی اللہ اسلم طریقہ ہے واللہ عالم باسرار الامور۔ ثانیاً، اشہر حرم کی تقرری کا بڑا سبب حسب قول علماء حج وعمرہ کی ادائیگی ہے۔ حج کے لیے دور دراز اطراف عرب سے لوگ آتے تھے

اس واسطے اشہر حرم میں سے تین ماہ متصل مقرر کرنا قرین عقل ہے تاکہ دور دراز علاقوں والے آسانی سے حج کے لیے آسکیں اور پھر حج کے بعد واپس اپنے گھروں میں بھی پہنچ سکیں۔ اور عمرہ کے لیے رجب کو اشہر حرم میں داخل کیا گیا۔ جاہلیت والے اشہر حج میں عمرہ ناجائز سمجھتے تھے۔ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں وانما كانت الاشهر المحرمة اربعة ثلاثة سرد وواحد فرد لاجل اداء مناسك الحج والعمرة فحرم قبل اشهر الحج شهرًا وهو ذو القعدة لانهم يقعدون فيه عن القتال وحرم شهر ذي الحجة لانهم يوقعون فيه الحج ويشتغلون فيه باداء المناسك وحرم بعده شهرًا آخر وهو المحرم ليرجعوا فيه الى اقصى بلادهم آمنين وحرم رجب في وسط الحول لاجل زيارة البيت والاعتمار به لمن يقدم اليه من اقصى جزيرة العرب فيزوره ثم يعود الى وطنه فيه آمنًا انتهى تفسير ابن كثير ج ۲ ص۳۵۵۔

صاحب مفصل اس وجہ پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر تحریم رجب کی وجہ عمرہ ہو تو پھر تو یہاں پر بھی حج کی طرح مدت طویلہ ہونی چاہیے۔ قال في المفصل ج ۸ ص۴۲۷ تعليل اهل الاخبار لحرمة رجب لا يتناسب مع تعليلهم لحرمة الاشهر الثلاثة المحرمة اذ ذلك يستوجب اعطاء المعتمرين ايضًا مدة مناسبة قبله وبعده للاعتمار فيه حتى يضمنوا ذهابهم الى مكة وعودتهم منها بامان فالسفر سفر واحد لا يتغير من حيث الطول او القصر في موسم الحج او في موسم العمرة اذ لا يعقل ابدًا بلوغ مكة والعودة الى المواطن في العربية او الخليج او العراق والبلاد القاصية في خلال شهر واحد هذا حاصل كلامه۔

اس اعتراض کا جواب اوّلاً یہ ہے کہ حج کے لیے تین ماہ کی تعیین میں کچھ دیگر عوامل بھی کارفرما تھے مثل امور اقتصادیہ و منافع مادّیہ و اسواق عکاظ و ذو المجاز وغیرہ میں تجارت کرنا اور اپنے مفاخر و فضائل سے قبائل عرب کو آگاہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔

ثانیاً یہ کہ عمرہ کے لیے عموماً اطراف عرب اور بلاد بعیدہ سے لوگ نہیں آتے تھے بلکہ قریب کے علاقوں کے ہی باشندے آتے تھے۔ اس لیے عمرہ کے لیے ایک ماہ کافی ہے۔ البتہ حج کے لیے جزیرۂ عرب و یمن و عراق وغیرہ بعید تر علاقوں سے بھی لوگ آیا کرتے تھے اس لیے حج کے لیے مدت وسیعہ یعنی تین ماہ اور عمرہ کے لیے ایک ماہ کی تقرری مناسب و قرین عقل ہے۔

وفي السيرة الحلبية ج ۳ ص۱۵۶ جعل الله الاشهر الحرم اربعة ثلاثة سردًا وواحد فردًا وهو رجب اما الثلاثة فليأمن الحجاج فيها واردين لمكة وصادرين عنها شهرًا قبل شهر الحج وشهرًا آخر بعده قدر ما يصل الراكب من اقصى بلاد العرب ثم يرجع واما رجب فكان للعمار يأمنون فيه مقبلين ومدبرين راجعين نصف الشهر للاقبال ونصف الآخر للاياب لان العمرة لا تكون من اقاصي بلاد العرب كالحج واقصى

منازل بلاد المعتمرين خمسة عشر يومًا اھ وھذا مأخوذ من السهيلي فانہ قال في الروض الانف ج ۲ ص ۶ بعد ذكر العبارة المذكورة۔ اذ لا تكون العمرة من اقاصي بلاد العرب كما يكون الحج الا ترى انا لا نعتمر من بلاد المغرب فاذا اردنا عمرة فانما نكون مع الحج واقصى منازل المعتمرين بين مسيرة خمسة عشر يومًا فكانت الاقوات تأتيهم في المواسم وفي سائر العام تنقطع عنهم ذؤبان العرب وقطاع السبل فكان في رجب امان للسالكين اليها مصلحة لاهلها ونظرًا من الله لهم دبّره وابقاه من ملة ابراهيم اھ۔

سوال۔ مذکورہ صدر حدیث مبارک میں ہے رجب مضر اور ایک حدیث میں ہے رجب الذی بین جمادی وشعبان پس مضر کی طرف اضافت اور بین جمادی وشعبان سے وصف کی وجہ کیا ہے ؟

جواب اوّل۔ رجب کا معنی ہے عزت وعظمت۔ والترجيب هو التعظيم۔ وانما نسب رجب الى مضر لان مضر وهي قبيلة كانوا اشد تعظيمًا له من غيرهم وكأنهم اختصوا به قال العلماء وانما اضيف رجب الى هذه القبيلة لانهم كانوا يحافظون على تحريمه اشد من سائر العرب وذكر انهم كانوا يرجبون فيه فيقدمون الرجبية وتعرف عندهم بالعتيرة وهي ذبيحة تنحر في هذا الشهر وكانوا يقولون هذه ايام ترجيب وتعتير راجع عمدة القاری ج ۱۸ ص ۲۳ تاج العروس ج ۱ ص ۲۶۶ والمفصل ج ۸ ص ۴۶۳۔ روح المعانی ج ۱۰ ص ۸۹ و ص ۹۰ رجب کا ذکر کئی آیات میں مستقل طور پر موجود ہے قال الله تعالى يا ايها الذين آمنوا لا تحلوا شعائر الله ولا الشهر الحرام۔ قال الألوسي واختلف في المراد منه فقيل رجب وقيل ذو القعدة وروى ذلك عن عكرمة وقيل الاشهر الاربعة الحرم اھ۔ روح المعانی ج ۶ ص ۵۳ راجع تفسیر الطبری ج ۶ ص ۳۶۔ وقال الله تعالى يسئلونك عن الشهر الحرام قتال فيه۔ بقرہ آیت ۲۱۷۔ المراد عند المفسرين شهر رجب وان الآية نزلت في امر قتل ابن الحضرمي من قريش في آخر يوم من جمادى الآخرة او في اول يوم من شهر رجب على الشك۔

جواب ثانی۔ مضر کی طرف حدیث مذکور میں اضافتِ رجب احتراز ہے رجب ربیعہ سے۔ کیونکہ قبیلہ ربیعہ رمضان شریف کو اشہر حرم میں داخل کرتے تھے وہ حرمتِ رجب کے قائل نہ تھے۔ واضيف رجب الى مضر لان ربيعة كانوا يحرمون رمضان ويسمونه رجب ولهذا بيّن في الحديث بما بيّن اھ كذا في الروح ج ۱۰ ص ۹۱۔ اس جوابِ ثانی سے نبی علیہ السلام کے قول بین جمادی وشعبان کا فائدہ بھی معلوم ہوگیا۔ قال في المفصل ويذكر علماء الاخبار ان تاكيد الرسول صلى الله عليه وسلم على رجب مضر الذي بين جمادى وشعبان في خطبة حجة الوداع هو ان ربيعة كانت تحرم في رمضان وتسميه رجبًا فعرف من ثم برجب ربيعة فوصفه بكونه بين جمادى وشعبان تاكيد على انه غير رجب ربيعة المذكور الذي هو بين شعبان وشوال وهو رمضان اليوم فرجب اذًا عند الجاهليين رجبان رجب مضر ورجب ربيعة وبين الطائفتين اختلاف في مسائل اخرى كذلك اھ۔ قال السهيلي في الروض الانف ج ۲ ص ۳۵۱ وقوله عليه السلام في خطبة الوداع ورجب مضر

الذی بین جمادی وشعبان۔ انما قال ذلک لان ربیعة کانت تحرم فی رمضان وتسمیه رجبا من رجبت الرجل ورجبته اذا اعظمته ورجبت النخلة اذا دعمتها فبین علیه السلام ان رجب مضر لا رجب ربیعة وانه الذی بین جمادی شعبان اھ دیکھیے بلوغ الارب ج۳ ص۲، تفسیر الطبری ج۲ ص ۸۸ تفسیر ابن کثیر ج۲ ص ۲۵۵۔

فائدہ۔ اشہر حرم میں حرمت قتال وجنگ کا حکم اولاً اسلام میں بھی باقی رہا اور مسلمانوں کیلئے ان مہینوں میں قتال حرام قرار دیا گیا تھا الا یہ کہ کوئی اور قوم ان سے جنگ شروع کر دے تو مسلمان ان سے جنگ کر سکتے تھے. جیسا کہ سریۂ عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے قصہ سے ثابت ہوتا ہے۔ احادیث وکتب تاریخ میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے عبد اللہ بن جحش کو چند صحابہ کے ساتھ جن کی تعداد آٹھ تھی بطرف نخلہ قریش کے احوال معلوم کرنے کے لیے بھیجا یہ ۲ھ غزوہ بدر سے دو ڈھائی ماہ قبل کا واقعہ ہے۔ مقام نخلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے قریش کا چھوٹا سا قافلہ پایا۔ صحابہ نے بڑے تردد کے بعد حملہ کر کے عمرو بن الحضرمی کو قتل اور عثمان بن عبد اللہ وحکم بن کیسان کو گرفتار کر لیا۔ اور قافلہ کے مال اور اونٹوں کو قبضہ میں لے لیا۔ یہ واقعہ یکم رجب کا تھا۔ دراصل یہ حضرات شک میں پڑ گئے تھے کہ یہ جمادی ثانیہ کا آخری دن ہے یا رجب کا پہلا روز ہے۔ ابن سیدہ کا قول ہے کہ یہ رجب کی آخر تاریخ تھی نہ کہ جمادی الآخرہ کی آخری تاریخ۔ جب یہ حضرات مدینہ منورہ واپس پہنچے تو نبی علیہ السلام نے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا واللہ ما امرتکم بقتال فی الشہر الحرام نیز مال غنیمت قبول کرنے سے انکار فرماتے ہوئے اس معاملہ کو وحی آنے تک موقوف کر دیا دابے ان یستلم العیر والاسیرین اسی عمرو بن الحضرمی کا قتل جنگ بدر کا سبب بنا کما ہو مسطور فی الکتب۔ ابن جحش اور ان کے رفقاء بڑے مغموم ہوئے وسُقط فی ایدیھم ای ندموا وظنوا ان قد ھلکوا وعنفھم اخوانھم من المسلمین قالت قریش قد سفک محمد صلی اللہ علیہ وسلم الدم الحرام واستحل الشہر الحرام وصارت قریش تعیر بذلک من بمکة من المسلمین یقولون لھم یا معشر الصباة قد استحللتم الشہر الحرام وقاتلتم فیہ۔ انسان العیون ج۲ ص۱۵۶۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یسئلونک عن الشہر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر وصد عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام واخراج اھلہ منہ اکبر عند اللہ والفتنة اکبر من القتل تو اس آیت کے نزول کے بعد نبی علیہ السلام نے غنیمت قبول کرتے ہوئے اس میں سے خمس نکال کر باقی مال اصحاب سریہ میں تقسیم فرما دیا. روح المعانی ج۲ ص ۱۰۸۔ اس کے بعد اصحاب سریہ خوش ہو گئے بعض روایات میں ہے کہ جنگ بدر سے واپسی پر سریۂ ہذا کا مال تقسیم فرمایا۔ یہ حکم اسلام میں اولاً تھا بعدہ اشہر حرم میں حرمت قتال کا حکم منسوخ ہوا۔ وبہ قال سفیان الثوری رحمہ اللہ۔ علماء کا اس حکم کے نسخ میں اختلاف ہے بعض علماء نسخ حکم ہذا کے منکر ہیں۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ حکم تحریم قتال فی الاشہر الحرم تا قیامت باقی ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ ان کی حرمت و تعظیم تو تا قیامت باقی ہے منسوخ نہیں ہے البتہ حکم تحریم قتال منسوخ ہے۔ قال الآلوسی فی روح المعانی فالانصاف ان القول بالنسخ لیس بضروری نعم ھو ممکن وبہ قال ترجمان القرآن ابن عباس رضی اللہ عنہما کما رواہ عنہ الضحاک۔ واخرج ابن ابی حاتم عن سفیان الثوری انہ سئل عن ھذہ الآیة فقال ھذا شیء منسوخ ولا باس بالقتال فی الشہر الحرام خالفہ عطاء فی ذلک فقد روی عنہ انہ سئل عن القتال فی الشہر الحرام فحلف باللہ تعالیٰ ما یحل للناس ان یغزوا فی الحرم ولا فی الشہر الحرام الا ان یقاتلوا فیہ

جعل ذلك حكماً مستمرًا الی یوم القیامۃ والامۃ الیوم علی خلافہ فی سائر الامصار اہ۔ خلفاء راشدین اور ان کے بعد مسلمانوں نے غزوات میں اشہر حرم کا خیال کبھی نہیں کیا۔ یہ گویا کہ اجماع ہے اس بات پر کہ ان مہینوں میں حرمت قتال کا حکم منسوخ ہے۔ قال السہیلی فی الروض ج۲ ص۱۱ فی بیان تحریم القتال فی الاشہر الحرم وابقاہ اللہ تعالیٰ من ملۃ ابراھیم علیہ السلام لم یغیر حتی جاء الاسلام فکان القتال فیہ محرما کذلک صدرًا من الاسلام ثم اباحتہ آیۃ السیف و بقیت حرمۃ الاشھر الحرم لم تنسخ قال اللہ تعالیٰ منہا اربعۃ حرم فلا تظلموا فیہن انفسکم. فتعظیم حرمتہا باق وان ابیح القتال فیہا وقد روی عن عطاء ان تحریم القتال فیہا حکم ثابت لم ینسخ اہ۔ ھذا واللہ اعلم۔

الصَّفا۔ بفتح صاد مقصورًا۔ قرآن شریف میں صفا مذکور ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ صفا شعائر اللہ میں سے ہے اور واجب الاحترام ہے۔ یہ ایک پہاڑی کا نام ہے آجکل یہ مسجد حرم کی عمارت میں داخل ہے۔ پہاڑی باقی نہیں ہے۔ صرف تھوڑا سا نشان اس کا باقی ہے پہلے یہ پہاڑی جبل ابو قبیس کا حصہ تھی۔

صفا جمع ہے صفاۃ کی قال یاقوت الصفا والصفوان والصفوا، کلہ العریض من الحجارۃ الملس الصفا والمروۃ ھما جبلان بین بطحاء مکۃ والمسجد اما الصفا فمکان مرتفع من جبل ابی قبیس بینہ وبین المسجد الحرام عرض الوادی الذی ھو طریق وسوق ومن وقف علی الصفا کان بحذاء الحجر الاسود والمشعر الحرام بین الصفا والمروۃ۔

اسلام سے قبل صفا پر ایک بت رکھا ہوا تھا جس کا نام تھا نہیک مجاود الریح۔ صفا و مروہ کے مابین فاصلہ تقریبًا ۷۶۶ گز ہے اور حجر اسود سے صفا تک فاصلہ ۲۶۲ گز ہے۔

صفا و مروہ پر زمانہ جرہم سے دو بُت نصب تھے ایک کا نام اِساف تھا دوسرے کا نام نائلہ تھا۔ یہ دونوں دراصل انسان تھے جو بیت اللہ شریف میں بدفعلی کے مرتکب ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں پتھر بنا دیا۔ ان کا قصہ یہ ہے کہ بیت اللہ کی تولیت نابت بن اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد مدت تک قبیلہ جرہم کے قبضہ میں تھی۔ جرہم کے ایک شخص اساف اور ایک عورت نائلہ نے بیت اللہ شریف کے اندر زنا کا ارتکاب کیا اس جرم میں اللہ تعالیٰ نے دونوں کو پتھر بنا دیا۔ جرہم نے دونوں کو صفا و مروہ پر اس نیت سے رکھ دیا کہ لوگوں کو عبرت ہو اور آیندہ کوئی اس قسم کے گناہ کی جرأت نہ کرے تا آنکہ عمرو بن لحی کا زمانہ آیا۔ وہ اہل مکہ کا رئیس تھا اس نے لوگوں کو اُن دونوں پتھروں کی عبادت پر لگا دیا اور کہا کہ تمہارے آباء واجداد ان دونوں کی پرستش کرتے تھے۔ پھر کئی صدیوں کے بعد قصی بن کلاب نے دونوں پتھروں کو وہاں سے اٹھا کر بیت اللہ کے سامنے زمزم کے قریب رکھ دیا تاکہ لوگ ان کے لیے یہاں پر جانوروں کی قربانی کریں۔ فتح مکہ کے موقعہ پر نبی علیہ السلام نے انھیں ٹکڑے ٹکڑے کرا دیا۔

وقال بعض اھل العلم انہ لم یفجر بھا فی البیت وانما قبّل نائلۃ فمسخھما اللہ تعالیٰ حجرین۔

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ جرہم سے قبل بیت اللہ شریف کے متولی قوم عمالقہ تھی۔ جب ان کی سرکشی اور شرارتیں حد سے بڑھ گئیں تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ذلیل کرکے مکہ سے نکال دیا اور جرہم بیت اللہ شریف کے متولی ہوئے۔ پھر جب جرہم نے بھی کچھ مدت کے بعد اس قسم کا فسق شروع کر دیا جس کا نمونہ قصۂ اساف ونائلہ ہے تو انھیں بھی ذلت سے مکہ مکرمہ سے نکال دیا اور پھر قبیلۂ خزاعہ کعبۃ اللہ کا متولی ہوا۔ عمرو بن لحیّ قبیلہ خزاعہ کا سردار ورئیس تھا اور اس عمرو بن لحیّ نے ہی پہلے پہل مکہ مکرمہ میں بت پرستی شروع کرائی اور بت نصب کیے۔

الطور۔ آیت واذ وٰعدنا موسیٰ اربعین لیلۃ کی شرح میں بلکہ خود قرآن مجید میں بھی مذکور ہے۔ طور ایک مبارک پہاڑ کا نام ہے۔ قرآن مجید میں کئی جگہ اس کا نام آیا ہے۔ یہود اس پہاڑ کی بڑی تعظیم کرتے ہیں۔ ان کا یہ زعم ہے کہ اسی پہاڑ میں ابراہیم علیہ السلام کو ذبحِ اسمٰعیل علیہ السلام کا حکم ہوا تھا اور ان میں سے بعض کا یہ اعتقاد ہے کہ ذبیح اسحاق علیہ السلام ہیں نہ کہ اسماعیل علیہ السلام۔ کوہ طور مصر کے قریب مقام مدین کے پاس ہے۔

کہتے ہیں کہ اس پہاڑ میں اولیاء اللہ رہتے ہیں اور وہ کسی وقت بھی اولیاء اللہ سے خالی نہیں رہتا اور اسی پر بنی اسرائیل کو مصر سے نکالنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا خطاب ثانی ہوا تھا قیل سمی طورًا باسم بطور بن اسماعیل علیہ السلام اسقطت باؤہ للاستثقال۔ وقیل سمی باسم طور بن اسمٰعیل ابن ابراهیم علیهما السلام وکان یملکه فنسب الیه وقد ذکر العلماء ان الطور هذا الجبل المشرف علی نابلس ولذا یحجه السامرۃ من الیهود۔ وقیل الطور فی کلام العرب الجبل ولا یسمی طورًا حتی یکون ذا شجر ولا یقال للاجرد طور وقیل کل جبل یقال له بلسان النبط طور فاذا کان علیه نبط و شجر قیل طور سیناء۔ اس پہاڑ کو طور سیناء بھی کہتے ہیں۔ سیناء میں فتحِ سین وکسرِ سین دونوں جائز ہیں۔ یہ ممدود ہے۔ سیناء ایک خاص قسم کے پتھر کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ غیر منصرف ہے۔ سینا مقصور بھی پڑھا جاتا ہے۔ عند البعض یہ مصر میں ہے۔ وقال الجوهری طور سیناء جبل بالشام وهو طور اضیف الی سیناء وهو شجر وکذلك طور سینین۔ وقال الاخفش السینین شجر والفتح فی سین سیناء اجود۔ کذا فی معجم البلدان لیاقوت۔

طائف۔ یسئلونك عن الشهر الحرام کے بیان میں مذکور ہے۔ شہر طائف مکہ مکرمہ کے قریب مشہور شہر ہے۔ اقلیم ثانی میں ہے۔ اس کا عرض بلد ۲۱ درجہ ہے۔ شہر طائف کا پرانا نام وَجّ تھا سمیت بوج بن عبد الحیّ من العمالیق وهو اخو اجأ الذی سمی به جبل طیّ وهو من الامم الخالیه۔

وجہ تسمیہ بہ طائف عند بعض العلماء یہ ہے کہ قبیلہ صدِف کا ایک شخص مسمی بہ دَمُّون بن عبد الملک اپنا ابنِ عم قتل کرکے مسعود بن معتب ثقفی کے پاس پناہ لینے کے لیے آیا۔ قاتل کے پاس بہت زیادہ مال تھا۔

کیونکہ وہ تاجر تھا۔ فقال القاتل اُحالِفکم لتزوّجونی واُزوّجکم وابنی لکم طوفاً علیکم مثل الحائط لا یصل الیکم احدٌ من العرب قالوا فابن فبنیٰ بذلک المال طوفاً علیہم فسمّیت الطائف اھ۔ طائف ٹھنڈا اور سرسبز و آباد علاقہ ہے۔ اس میں باغات بکثرت ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک اور وجہ تسمیہ ذکر کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ سُمّیت الطائف لان ابراھیم علیہ السلام لما اَسکن ذریتہ مکۃ وسأل اللہ تعالیٰ ان یرزق ولدہ واھلہا من الثمرات امر اللہ قطعۃً من الارض اَن تَسِیر بشجرھا حتی تستقرّ بمکان الطائف فاقبلت وطافت بالبیت ثم اقرّھا اللہ بمکان الطائف فسمیت الطائف لطوافہا بالبیت۔ ابن عباسؓ طائف میں مدفون ہیں۔

شوال ۸ھ میں غزوہ حُنین سے واپسی پر مسلمانوں نے طائف کا محاصرہ کیا تو اہل طائف قلعہ بند ہوگئے۔ نبی علیہ السلام نے انھیں چھوڑ دیا اور جعرانہ تشریف لے گئے تاکہ حنین کی غنیمت و گرفتار لوگوں کو تقسیم کر دیں۔ اہل طائف نے ڈر کر صلح کے لیے وفد بھیجا فصالحھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ان یُسلموا وعلی اَن لا یزنُوا ولا یربوا وکانوا اھل زناءٍ وربًا۔

الطاعون ۔ آیت فانزلنا علی الذین ظلموا رجزاً من السماء اور آیت الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم الخ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ احوال طاعون میں اس فقیر روحانی بازی کا مستقل رسالہ ہے موسوم بہ الطاعون فی زمن الطاعون۔ اس رسالہ کا خلاصہ یہاں پر درج کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ وہ رسالہ یہ ہے:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ طاعون ایک سخت مہلک وبا کا نام ہے بہت سی قومیں طاعون کی وجہ سے تباہ ہوچکی ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ بیماری چند گھنٹوں میں مریض کو ختم کر دیتی ہے۔

دائرۃ المعارف ج ۵ ص ۳۷ پر ہے الطاعون مرضٌ من اَنواع الحمّی الخبیثۃ سریع العدوی وصفہ الممیّزلہ ظھورُ دُمّلٍ کبیر للمصاب قد عُلم انہ یتولّد من الجراثیم المضرّۃ المتسببۃ من البقاع الحیوانیۃ المتعفنۃ ویُعرف الطاعون بوجود الجراثیم فی الدم علی شکل الضمۃ ینتشر الطاعون بسرعۃٍ بدخول جراثیمہ الی الاجسام وتکاثرھا فیہا۔ ومما یجب الانتباہ لہ اِنّ الفیرانَ بجولانہا فی الاماکن القذرۃ تتلوّثُ بہ فیشتد فتکُ الطاعونِ بھا عند ظھورہ فی بلدٍ وقد یتعدّی الطاعونُ من الفیران الی الناس من وُلوغہا فی مأکلھم اومشربھم فیجب اتقاؤھا بحمایۃ المواد الغذائیۃ من عبث الفیران فیہا۔ انتھی۔

ثم قال فی بیان ابتداء الطاعون وکیفیۃ بدئہ۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ جراثیم طاعونیہ بدن میں تین یا سات دن تک پوشیدہ رہتے ہیں اس کے بعد بدن کی صحت بدلنی شروع ہوجاتی ہے اور اعضاء میں رعشہ و درد سر شروع ہوجاتا ہے پھر چہرے کا رنگ پیلا ہوکر آنکھیں پھر جاتی ہیں کلام میں لکنت اور چلنے میں اضطراب

اور میلان الی النوم شروع ہوجاتا ہے۔ پیاس زیادہ لگتی ہے اور زبان سفید ہوکر اس میں تشقق یا چھالوں جیسے نشان پیدا ہوجاتے ہیں پھر دماغ چکراتا، قے واسہال شروع ہوجاتا ہے اور تنفس میں تیزی اور سینے اور پھیپھڑوں میں جلن اور بول کی قلت شروع ہوجاتی ہے اور مریض کے تھوک کے ساتھ خون آنے لگتا ہے اور کبھی بدن پر پھوڑے اور دیگر سرخ جلتے ہوئے نشان ظاہر ہوجاتے ہیں۔ بغلوں میں سخت تپش اور جلن ہوتی ہے گردن ایک طرف مڑ جاتی ہے اور ساتویں دن میں مریض مرجاتا ہے اور کبھی یہ مرض بارہ دن تک بھی رہتا ہے اور بارھویں دن موت کا سبب بنتا ہے اور اگر طاعون سخت ہو تو بہت جلد انسان کو موت کی آغوش میں پہنچا دیتا ہے۔

ومما جرب فی علاج هذا المرض ان یکثر الانسان فی اثناء انتشاره من اکل الزیت والادهان به اذ قد ثبت بالتجربة ان العمال الذین یشتغلون باخراج الزیت لا یموت منهم احدٌ فی هذا الوباء۔ ومن الوسائل الواقعة منه تنظیف البیوت والمراحیض بالقاء المواد المطهرة فیها واغلاء الماء قبل شربه لقتل ما فیه من الجراثیم ورش الحوائط بالجیر وتطهیر الشوارع۔ بہرحال طاعون کی اصل علامت ایک خاص پھوڑا ہے جو گردن میں یا بدن کے کسی حصے میں ظاہر ہوتا ہے۔

بعض احادیث میں ہے کہ طاعون ودجال مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح مکہ مکرمہ بھی ان دونوں کے دخول سے محفوظ رہے گا۔ بعض اہل تاریخ کا یہ قول کہ ۷۴۹ھ کا طاعون مکہ مکرمہ میں داخل ہوگیا تھا درست نہیں ہے۔ علی التسلیم ممکن ہے کہ معمولی اثر پہنچا ہو۔ بنا بریں طاعون سے مکہ مکرمہ کی حفاظت کا مطلب یہ ہوگا کہ طاعون کی شدت سے مکہ محفوظ ہوگا۔ لہٰذا اگر طاعون کا معمولی اثر مکہ میں پہنچ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اخرج احمد عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم المدینة ومکة محفوفتان بالملائکة علی کل نقب منهما ملك لا یدخلها الطاعون ولا الدجال وفی الصحیحین والموطأ من حدیث ابی هریرة مرفوعًا علی انقاب المدینة ملائکة لا یدخلها الطاعون ولا الدجال۔ قال بعض العلماء هذه معجزة له صلی الله علیه وسلم لان الاطباء من اولهم الی اخرهم عجزوا عن ان یدفعوا الطاعون عن بلد من البلاد بل عن قریة من القری وقد امتنع الطاعون من المدینة بدعائه وخبره صلی الله علیه وسلم هذه المدة المتطاولة۔ کذا فی الخصائص الکبری ج ۱ ص ۲۸۲۔

طاعون کے ظاہری اسباب پر اطباء نے بڑی بحثیں کی ہیں اور باطنی سبب گناہوں اور زنا ومنکرات کی کثرت وانتشار ہے۔ ایک اور حدیث میں اس کا سبب وخز شیاطین وجن قرار دیا ہے اخرج ابن ماجه والبیهقی عن ابن عمر مرفوعًا لم تظهر الفاحشة فی قوم قط حتی یعلنوا بها الا فشا فیهم طاعونٌ وفی روایة الا ابتلاهم الله بالاوجاع التی لم تکن فی اسلافهم واخرج الطبرانی عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

مافشا الزنا فی قوم قط الا کثر فیہم الموت۔ واخرج احمد والحاکم عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فناء امتی بالطعن والطاعون قیل یارسول اللہ ھذا الطعن قد عرفناہ فما الطاعون قال وَخزُ اَعدائکم من الجنّ و فی کلٍ شہادۃٌ۔ طعن کا معنی ہے نیزہ مارنا یہ کنایہ ہے حرب سے۔ اور وخز کا معنی ہے تیز چیز سے کسی کو مارنا یقال وَخَزَہٗ وَخزًا طَعَنَہ طعنۃً غیر نافذۃ بابرۃٍ اَوْ رمحٍ او نحو ذلک طاعون بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے بطور عذاب بھیجا تھا لیکن امتِ محمدیہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسے رحمت یعنی حصولِ شہادت کا ذریعہ بنایا۔

طاعون سے مرنے والا مسلمان شہید ہے اور یہ ہمارے نبی علیہ الصلات والسلام کی برکات خصوصیات میں سے ہے اخرج الشیخان عن اسامۃ بن زید رضی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الطاعون رجس (ای عذاب) اُرسل علی طائفۃ من بنی اسرائیل وعلی من کان قبلکم و اخرج البخاری عن عائشۃ سألتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الطاعون فاخبرنی انہ عذاب یبعثہ اللہ علی من یشاء وان اللہ جعلہ رحمۃً للمؤمنین لیس من احد یقع الطاعون فیمکث فی بلدہ صابرًا محتسبًا یعلم انہ لا یصیبہ الا ما کتب اللہ لہ الا کان لہ مثل اجر شہید۔ وفی حدیث اخر الشہداء خمسۃ المطعون (ای المیت بالطاعون) والمبطون والغریق وصاحب الھدم والشہید فی سبیل اللہ۔ وفی بعض الروایات زیادۃ وھی المرأۃ تموت بجمع ای النفاس ومَن قُتِل دون مالہ اودینہ اوعرضہ اودمہ۔

حدیث شریف میں ہے کہ جس شہر میں طاعون واقع ہو جائے اور تم اس میں مقیم ہو تو اس شہر سے طاعون کے خوف سے نہ نکلو اور اگر تم اس شہر سے باہر ہو تو اس میں مت جاؤ۔ چونکہ طاعون امتِ محمدیہ کے لیے رحمت اور حصول شہادت کا ذریعہ ہے اس لیے بعض احادیث میں ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی امت کے لیے طاعون کی دعا مانگی ہے۔

ففی الحدیث عن ابی بکر الصدیق رضی قال کنتُ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اللھم طعنًا وطاعونًا۔ اخرجہ ابو یعلی واخرج احمد عن معاذ بن جبل قال ان الطاعونَ شہادۃٌ ورحمۃٌ ودعوۃُ نبیکم قال ابو قلابۃ فعرفتُ الشہادۃ وعرفت الرحمۃ ولم ادر ما دعوۃ نبیکم حتی انبئتُ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینما ھو ذات لیلۃ یصلی اذ قال فی دعائہ فحمّی اِذن وطاعونًا ثلاثَ مرات فلما اَصبح قال لہ انسانٌ مِن اَھلِہ یا رسول اللہ قد سمعتک اللیلۃ تدعو بدعاء قال وسمعتہ قال نعم قال انی سألتُ ربی اَن لا یُھلِکَ اُمتی بسنۃٍ فاَعطانیھا وسألتُ اللہ ان لا یسلّط علیہم عدوًّا غیرھم فاعطانیھا وسألتہ ان لا یلبسہم شِیعا ولا یذیق بعضھم بأس بعض فابی علیّ فقلتُ فحمّی اِذن او طاعونًا ثلاث مرات واخرج احمد والطبرانی عن ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اجعَل فناء امتی قَتلًا فی سبیلک بالطعن والطاعون۔ کذا فی الحاوی ج ۱ ص ۳۸۵۔

بعض احادیث میں ہے کہ قیامت سے قبل چھ بڑی علامتیں واقع ہوں گی ایک موتِ نبی علیہ السلام ہے۔ دوم فتح بیت المقدس اور سوم طاعون ہے۔ واخرج البیھقی فی دلائل النبوۃ عن عوف بن مالک ؓ قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ تبوک وھو فی خباء من ادم فقال یا عوف احفظ خلالاً ستاً بین یدی الساعۃ احداھن موتی ثم فتح بیت المقدس ثم موتان یظھر فیکم یستشھد اللہ بہ ذراریکم وانفسکم ویزکی بہ اعمالکم ثم استفاضۃ المال بینکم الحدیث۔ الموتان علی وزن بطلان الموت الکثیر۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعونِ عمواس کے وقوع کی طرف نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے حدیثِ متقدم میں اشارہ فرمایا ہے۔ یہ ایک بہت بڑی مہلک وباتھی طاعون کی جو خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں واقع ہوئی تھی۔ عمواس بیت المقدس اور رملہ کے مابین ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ اولاً یہ طاعون اس شہر میں ظاہر ہوا اور پھر سارے ملک شام میں پھیل گیا۔ اس طاعون میں بہت سے جلیل القدر صحابہ کی وفات ہوئی اور اس وبا میں صرف مسلمان غازیوں میں سے تیس ہزار اشخاص لقمۂ اجل بنے۔ یہ وبا ۱۷ھ یا ۱۸ھ میں پھیلی تھی۔ اخرج الحاکم عن عوف بن مالک انہ قال فی طاعون عمواس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اعدد ستاً بین یدی الساعۃ قال قد وقع منھن ثلاث یعنی موتہ وفتح بیت المقدس والطاعون قال وبقی ثلاث۔

حافظ سیوطیؒ خصائص ج ۲ ص ۷۷ پر لکھتے ہیں باب اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم بالطاعون الذی وقع بالشام ثم احال علی حدیث عوف بن مالک ثم قال اخرج احمد عن معاذ بن جبلؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ستھاجرون الی الشام فتفتح لکم ویکون فیکم داء کالدمل او الحزۃ یاخذ بمراق الرجل یستشھد اللہ بہ انفسکم وذراریکم ویزکی بہ اعمالکم۔ واخرج الطبرانی عن معاذ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنزلون منزلاً یقال لہ الجابیۃ یصیبکم فیہ داء مثل غدۃ الجمل یستشھد اللہ بہ انفسکم وذراریکم ویزکی بہ اعمالکم۔ الحزۃ الجزۃ والعنق وقطعۃ من اللحم قطعت طولاً والغدۃ طاعون الابل یقال غد البعیر غداً اصابہ داء الغدۃ وھو طاعون الابل والغدۃ قطعۃ لحم صلبۃ تحدث عن داء بین الجلد واللحم۔

ابن ابی حجلہ اپنی تالیف فی الطاعون میں لکھتے ہیں کہ اسلام میں پہلا طاعون حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ملک فارس کے شہر مدائن میں پھیلا۔ یہ طاعونِ شیرویہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں کوئی مسلمان نہیں مرا۔ شیرویہ بادشاہِ ایران اس میں مر گیا تھا۔ ابن عساکر تاریخ دمشق میں لکھتے ہیں۔ لم یکن طاعون اشد من ثلاثۃ طواعین طاعون ازدجرد وطاعون عمواس وطاعون الجارف انتھی۔ طاعونِ جارف بصرہ میں واقع ہوا تھا۔ اسے جارف اس لیے کہتے ہیں کہ جرف کا معنی ہے زمین کھودنا تو اس طاعون نے انسانوں کو

اس طرح تباہ کر دیا تھا جس طرح پانی کا ریلا زمین میں گڑھے بنا کر ویران کر دیتا ہے فسمّی بذلک لانہ جرف الناس کما یجرف السیل الارض فیاخذ معظم الارض۔

طاعونِ جارف کی تاریخ وقوع میں اختلاف ہے۔ عند البعض یہ ۶۴ھ میں اور عند البعض شوال ۶۹ھ میں واقع ہوا تھا قال ابن کثیر ھذا ھو المشھور الذی ذکرہ شیخنا الذھبی اور عند البعض ۷۶ھ اور عند البعض ۷۰ھ میں اور عند البعض ۸۰ھ میں واقع ہوا تھا۔ واقدیؒ لکھتے ہیں کہ طاعون جارف میں انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ۸۳ اشخاص مر گئے تھے اور ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ۴۰ اشخاص مرے تھے۔

آگے ہم طواعینِ کبار کے زمانۂ وقوع اور ان کے بعض احوال کے بارے میں مؤرخین و محدثین کی کتابوں سے چند حوالے ذکر کرتے ہیں۔ ان حوالوں میں ایک دانا شخص کے لیے عبرت کا بڑا سامان ہے۔ ان سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ انسان کی یہ زندگی کس قدر فانی اور غیر باقی ہے اور موت ہر وقت انسان کے پیچھے لگی ہوئی ہے ؎

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں　　سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

مبارک ہیں وہ لوگ جنھوں نے تقویٰ والی زندگی اختیار کی۔

قال المدائنی کانت الطواعین العظام المشھورۃ فی الاسلام خمسۃ طاعون شیرویہ فی المدائن فی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم طاعون عمواس ثم طاعون الجارف ثم طاعون الفتیات ثم طاعون الاشراف انتھی۔ وذکر سیف بن عمر عن شیوخہ قالوا لما کان طاعون عمواس وقع مرتین لم یر مثلھما وطال مکثہ وذلک انہ وقع بالشام فی المحرم وصفر ثم ارتفع ثم عاد دفنی فیہ خلق کثیر من الناس حتی طمع العدوّ وتخوفت قلوب المسلمین لذلک قال سیف واصاب اھل البصرۃ ایضاً تلک السنۃ طاعون فمات بشرٌ کثیرٌ وجمٌّ غفیر۔

وفی مرأۃ الزمان لما کان سنۃ ثمان عشرۃ اصاب جماعۃ من المسلمین بالشام الشراب فجلدھم ابوعبیدۃ بامر عمر وقال عمر عند ذلک لیحدثنّ فی ھذا العام حادث فوقع الطاعون. قال ھشام انما حدث الطاعون بالشام لاجل ھؤلاء الذین شربوا الخمر وممن مات فی طاعون عمواس من مشاھیر الصحابۃ ابوعبیدۃ بن الجراح ومعاذ بن جبل وشرحبیل بن حسنۃ والفضل بن العباس وھو ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابومالک الاشعری ویزید بن ابی سفیان اخو معاویۃ والحارث بن ھشام اخو ابی جھل وابوجندل الذی جاء یوم الحدیبیۃ یرسف فی قیودہ وسھیل بن عمرو الذی قام بمکۃ یوم مات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فثبّت الناسَ وھو والد ابی الجندل۔ رضی اللہ عنھم اجمعین۔ واخرج الحاکم عن عوف بن مالک انہ قال فی طاعون

عمواس ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اعدد ستا بین یدی الساعة قال فقد وقع منهن ثلاث یعنی موته علیه السلام وفتح بیت المقدس والطاعون قال وبقی ثلاث فقال معاذ ان لها امدا ثم وقع الطاعون بالکوفة سنة تسع واربعین فخرج المغیرة بن شعبة منها فارا فلما ارتفع الطاعون رجع الیها فأصابه الطاعون فمات فی سنة خمسین ذکره ابن کثیر فی تاریخه ثم وقع فی سنة ثلاث وخمسین ومات فیها زیاد ذکره فی مرأة الزمان۔

وقال ابن کثیر فی سنة ثلاث وخمسین فی رمضان توفی زیاد بن ابی سفیان ویقال له زیاد بن ابیه وزیاد بن سمیة وهی أمه مطعونا وکان سبب ذلك انه کتب الی معاویة یقول له انی قد ضبطت لك العراق بشمالی ویمینی فارغة وهو یعرض له ان یستنیبه علی بلاد الحجاز ایضا فلما بلغ اهل الحجاز جاؤا الی عبد الله بن عمرؓ فشکوا الیه ذلك وخافوا ان یلی علیهم زیاد فیعسفهم کما عسف اهل العراق فقام ابن عمرؓ فاستقبل القبلة فدعا علی زیاد والناس یؤمنون فطعن زیاد بالعراق فی یده فضاق ذرعا بذلك واستشار شریحا القاضی فی قطع یده فقال له شریح انی لا اری لك ذلك فانه ان لم یکن فی الاجل فسحة لقیت الله اجزم قد قطعت یدك خوفا من لقائه وان کان لك أجل بقیت فی الناس أجذم فیعیر ولدك بذلك فصرفه عن ذلك ویقال أن زیادا جعل یقول أنام أنا والطاعون فی فراش واحد وأخرج ابن أبی الدنیا عن عبد الرحمن بن السائب الانصاریؓ قال جمع زیاد اهل الکوفة فملأمنهم المسجد الرحبة والقصر لیعرضهم علی البراءة من علی بن ابی طالبؓ قال عبد الرحمن فانی لمع نفر من اصحابی من الانصار والناس فی أمر عظیم فهومت تهویمة فرأیت شیئا اقبل طویل العنق مثل عنق البعیر أهدب أهدل فقلت ما انت فقال أنا النقاد ذو الرقبة بعثت الی صاحب هذا القصر فاستیقظت فزعا فقلت لأصحابی هل رأیتم ما رأیت قالوا لا فأخبرتهم وخرج علینا خارج من القصر فقال ان الامیر یقول لکم انصرفوا عنی فانی عنکم مشغول واذا الطاعون قد اصابه۔

ثم وقع بالبصرة طاعون الجارف وسمی بذلك لانه جرف الناس کما یجرف السیل الارض فیأخذ معظمها واختلف فی سنته فقیل وقع فی سنة اربع وستین وجزم به ابن الجوزی فی المنتظم وقیل کان فی شوال سنة تسع وستین قال ابن کثیر وهذا هو المشهور الذی ذکره شیخنا الذهبی وغیره وقیل سنة سبعین وقیل سنة ست وسبعین وقیل سنة ثمانین قال ابن کثیر حکاه ابن جریر عن الواقدی ومات فیه لأنس بن مالك ثلاثة وثمانون ولدا ولأبی بکرة اربعون ولدا۔ قال ابن کثیر کان ثلاثة ایام مات فی اول یوم منه من اهل البصرة سبعون الفا وفی الیوم الثانی منه احد وسبعون الفا وفی الیوم الثالث منه ثلاثة وسبعون الفا واصبح الناس فی الیوم الرابع موتی الا القلیل من آحاد الناس حتی ذکر ان ام الامیر بها ماتت فلم یجد من یحملها۔ وقال صاحب المرأة مات فیه اهل الشام الا الیسیر۔

وقال الحافظ ابو نعيم الاصفهانی حدثنا عبيد الله حدثنا احمد بن عصام حدثنی معدی عن رجل يكنى أبا الفضل وكان قد ادرك زمن الطاعون قال كنا نطوف فی القبائل وندفن الموتى فلما كثروا لم نقدر على الدفن فكنا ندخل الدار قد مات اهلها فنسد بابها قال فدخلنا دارا نفتشها فلم نجد فيها احدا حيًّا فسددناها فلما مضت الطواعين كنا نطوف فننزع تلك السد عن الابواب ففتحنا سدة الباب التی كنا قد فتشناها فاذا نحن بغلام فی وسط الدار طری دهين كانما اخذ ساعتئذ من حجر امه قال فنحن وقوف على الغلام نتعجب منه قد دخلت كلبة من شق الحائط فجعلت تلوذ بالغلام والغلام يحبو اليها حتى مص من لبنها قال معدی و انا رأيت ذلك الغلام فی مسجد البصرة وقد قبض على لحيته وقال ابن ابی الدنيا فی كتاب الاعتبار حدثنی يحيى بن عبد الله الخثعمی عن محمد بن سلام الجمحی قال زعم يحيى انه لما وقع الطاعون الجارف بالبصرة وذهب الناس فيه وعجزوا عن موتاهم وكانت السباع تدخل البيوت فتصيب من الموتى وذلك سنة سبعين ايام مصعب وكان يموت فی اليوم سبعون الفًا فبقيت جارية من بنی عجل ومات اهلها جميعًا فسمعت عواء الذئب فقالت ؎

الا ايها الذئب المنادی بسحرة هلم أنبئك الذی قد بدا ليا
بدا لی انی قد يتمت وانني بقية قوم اورثونی المباكيا
ولا ضير انی سوف اتبع من مضى ويتبعنی من بعد من كان تاليًا

وقال ابن ابی الدنيا حدثنی الفضل بن جعفر حدثنا احمد بن محمد البجلی حدثنی محمد بن ابراهيم التيمی قال نزل بنا حیٌّ من العرب فاصابهم الطاعون فماتوا وبقيت جويرية مريضة فلما أفاقت جعلت تسأل العرب عن ابيها وامها واختها فيقال مات مات مات فرفعت يديها وقالت ؎

لولا الاسى ما عشتُ فی الناس ساعةً ولكن متى ناديت جاوبنی مثلی

قال الحافظ ابن حجر وكان بمصر سنة ست وستين طاعون، ثم فی سنة وفاة عبد العزيز بن مروان سنة خمس و ثمانين وقيل سنة اثنين وقيل سنة اربع وقيل سنة ست وكان بالشام طاعون سنة تسع وسبعين ذكره ابن جرير وغيره ثم وقع بالبصرة طاعون الفتيات سنة سبع وثمانين وسمی بذلك لكثرة من مات فيها من النساء الشواب والعذارى قال ابن ابی الدنيا فی الاعتبار حدثنی محمد بن علی بن عثام الكلابی قال سمعت حامد ابن عمر بن حفص البكراوی قال حدثنی ابو عمر البكراوی عن امه قالت خرجنا هاربين من طاعون الفتيات فنزلنا قريبا من سنام قالت وجاء رجل من العرب معه بنون له عشرة فنزل قريبا منا فلم يمض الا ايام حتى مات بنوه اجمعون وكان يجلس بين قبورهم فيقول ؎

بنفسی فتية هلكوا اجميعًا برابية مجاورة سناما

اقول اذا ذكرتُ العهد منهم بنفسى تلك اَصداء وهاما
فلم ار مثلهم هلكوا جميعا ولم ار مثل هذا العام عاما

قالت وكان يبكى من سمعه ثم طاعون الاشراف وقع والحجاج بواسط حتى قيل فيه لايكون الطاعون والحجاج فى بلد واحد سمى بذلك لكثرة من مات فيه من اشراف الناس۔

ثم وقع بالشام طاعون مات فيه ولى العهد ايوب ابن الخليفة سليمان بن عبد الملك اخرج ابن ابى الدنيا فى الاعتبار من طريق عبد الله بن المبارك عن الى كنانة قال اخبرنى يزيد بن المهلب قال حملت حملين مسكا من خراسان الى سليمان بن عبد الملك فانتهيت الى باب ابنه ايوب وهو ولى العهد فدخلت عليه فاذا دار مجصصة حيطانها وسقوفها خضر واذا وصفُ وصائف عليهم حلل خضرٌ حلى من الزمرذ فوضعت الحملين بين يدى ايوب وهو قاعد على سريره فانتهب المسك من بين يديه ثم عدت بعد احد عشر يومًا فاذا ايوب وجميع من معه فى داره قد ماتوا اصابهم الطاعون واخرج ابن ابى الدنيا عن حاتم بن عطارد قال حدثنى ابو البطال قال بعثت الى سليمان بن عبد الملك ومعه ستة احمال مسك فمررت بدار ايوب ابن سليمان فادخلت عليه فمررت بدار فيها من الثياب والنجد بياض ثم دخلت منها الى دار اخرى صفراء ومافيها كذلك ثم ادخلت منها الى دار حمراء ومافيها كذلك ثم ادخلت منها الى دار خضراء ومافيها كذلك فاذا انا بايّوب على سرير ولحقنى من كان فى تلك الدور فانتهبوا مامعى من المسك ثم مررت بدار ايوب بعد سبعة عشر يوما فاذا الدار بلاقع فقلت ما هذا قالوا طاعون اصابهم۔

وقال الحافظ ابن حجر وقع بالشام طاعون عدى بن ارطاة سنة مائة قلت وذلك فى خلافة عمر ابن عبد العزيز واخرج ابن سعد عن ارطاة بن المنذر قال كان عند عمر بن عبد العزيز نفر يسألونه اَن يتحفظ فى طعامه ويسألونه ان يكون له حرس اذا صلى لئلا يثور ثائر فيقتله ويسألونه ان يتنحّى عن الطاعون ويخبرونه ان الخلفاء قبله كانوا يفعلون ذلك قال لهم عمر فاين هم فلما اكثروا عليه قال اللهم ان كنت تعلم انى اخاف يوما دون يوم القيامة فلا تؤمن خوفى واخرج محمد بن خلف المعرُف بوكيع فى كتاب الغرر من الاخبار عن ابى الزناد قال قال عبد الله بن حسن كنت عند عمر بن عبد العزيز فوقع بالشام طاعون فقال ارحل فانك لن تغنم اهلك مثل نفسك تقضى حوائجى واتبعنى اياها۔

قال الحافظ ابن حجر ثم وقع ايضا بالشام فى سنة سبعمائة ثم فى سنة خمس عشرة وكذا فى تاريخ ابن كثيرٌ فى المرأة وقع فى سنة ست عشرة طاعون شديد بالشام والعراق وكان اعظم ذلك فى واسط ذكره ابن كثير ايضًا ثم وقع بالبصرة طاعون غراب وهو رجل مات فيه سنة سبع وعشرين ومائة ثم وقع بالبصرة طاعون مسلم بن قتيبة فى رجب وشعبانٌ رمضان سنة احدى وثلاثينُ مائة ثم خفّ فى شوال وبلغ فى كل يوم الف جنازة. قال ابن سعدٌ توفى فيه

اسحٰق بن سوید العدوی وفرقد بن یعقوب السبخی وایوب السختیانی قال ابن سعد اخبرنا علی بن عبداللہ حدثنا سفیان قال سمعت داؤد بن ابی ھند یقول اصابنی الطاعون فاغمی علی فکان اثنین اتیانی فغمز احدھما عکوۃ لسانی وغمز الاخر اخمص قدمی فقال ای شیٔ تجد قال تسبیحا وتکبیرا وشیئا من خطوۃ الی المسجد وشیئا من قرأۃ القرآن قال ولم اکن اخذت القرآن یومئذ قال فکنت اذھب فی الحاجۃ فاقول لو ذکرت اللہ حتی اتی حاجتی قال فعوفیت فاقبلت علی القرآن فتعلمتہ۔

ھذا کلہ فی الدولۃ الاموےۃ بل نقل بعض المؤرخین ان الطواعین فی زمن بنی امیۃ کانت لا تنقطع بالشام حتی کان خلفاء بنی امیۃ اذا جاء زمن الطاعون یخرجون الی الصحراء ومن ثم اتخذ ھشام بن عبدالملک الرصافۃ منزلا ثم خف ذلک فی الدولۃ العباسیۃ فیقال ان بعض امرائھم خطب بالشام فقال احمد اللہ الذی رفع عنکم الطاعون منذ ولینا علیکم فقام بعض من لہ جراءۃ فقال اللہ اعدل من ان یجمعکم علینا والطاعون فقتلہ واخرج ذلک ابن عساکر فی تاریخہ وسمی الذی قام جمعونہ الحارث واخرج ابن عساکر عن الاصمعی قال لقی المنصور اعرابیا بالشام فقال احمد اللہ یا اعرابی الذی رفع عنکم الطاعون بولایتنا اھل البیت قال ان اللہ لم یجمع علینا حشفا وسوء کیل وولایتکم والطاعون ثم کان فی سنۃ اربع وثلاثین بالری ثم فی سنۃ ست واربعین ببغداد ثم فی سنۃ احدی وعشرین ومائتین بالبصرۃ قلت کذا ذکرہ الحافظ ابن حجر والمؤرخون قبلہ۔

فکان بین ھذین الطاعونین خمس وسبعون سنۃ وفی ھذہ المدۃ کان مولد الامام الشافعی رضی اللہ عنہ ووفاتہ فلم یقع فی حیاتہ طاعون وبذلک یعرف ان قولہ السابق لم ار للوباء انفع من البنفسج لم یرد بہ الطاعون لان الوباء غیر الطاعون ویحتمل انہ اراد الطاعون والمراد الذی نصل صاحبہ وقام احتاج الی علاجہ فیدھن بہ کما یستعمل الناس الآن فی علاجہ الدھان بزبد اللبن البقری ودھن اللوز وظن طائفۃ من الناس ان مراد الامام ان الادھان بدھن البنفسج یمنع الطاعون من اصلہ ولیس کما ظنوا واللہ اعلم ثم فی سنۃ تسع واربعین ومائتین بالعراق ثم فی سنۃ ثمان ومائتین باذربیجان وبرذعۃ فمات لمحمد بن ابی الساج ثمانون ولدا ذکرہ صاحب المرآۃ ثم فی سنۃ تسع وتسعین ومائتین بارض فارس ثم فی سنۃ احدی وثلث مائۃ ببغداد ثم فی سنۃ اربع وعشرین وثلاثمائۃ باصبھان ثم فی سنۃ اربعین وثلاثمائۃ بالعراق۔

وکثر فیہ موت الفجاۃ حتی ان القاضی لبث ثیابہ لیخرج الی الحکم فمات وھو یلبس احد خفیہ قلت رأیت فی کتاب نشوار المحاضرۃ للتنوخی ان موت الفجاۃ وقع للناس فی کل حال منھم من مات وھو یصلی ومنھم من مات وھو یاکل ومنھم من مات وھو یمشی ومنھم من مات بالجامع ومنھم من مات فی الحمام وفی جمیع الاحوال الاحالۃ واحدۃ وھی الخطبۃ فلم ینقل قط ان خطیبا مات فجاۃ علی منبرہ ثم وقع فی سنۃ اربعمائۃ بالبصرۃ ثم وقع فی سنۃ ثلاث وعشرین واربعمائۃ طاعون عظیم ببلاد الھند والعجم وبلاد الجبل وامتد الی بغداد وفنی الناس ولم یشاھد

مثلہ ومات بالموصل فی ھذہ السنۃ اربعۃ آلاف صبی بالجدری ثم وقع بشیراز سنۃ خمس و عشرین واربعمائۃ ووصل الی البصرۃ وبغداد ثم فی سنۃ تسع وثلاثین واربعمائۃ بالموصل والجزیرۃ وبغداد بحیث صلی الجمعۃ بالبصرۃ اربعمائۃ نفس وکانوا اکثر من اربعمائۃ الف ثم وقع سنۃ ثمان واربعین بمصر والشام وبغداد ثم وقع بالعجم سنۃ تسع واربعین ثم وقع بمصر سنۃ خمس وخمسین واربعمائۃ ودام فیھا عشرۃ اشھر

ثم بدمشق سنۃ تسع وستین وکان اھلھا نحو خمسمائۃ الف فلم یبق منھم سوی ثلاثۃ آلاف خمسمائۃ ثم وقع فی سنۃ ثمان وسبعین واربعمائۃ بالعراق ثم فی سنۃ اثنتین وخمسین وخمسمائۃ بالحجاز والیمن ثم فی سنۃ خمس و سبعین خمسمائۃ ببغداد ثم فی سنۃ تسع واربعین سبعمائۃ ولم یعھد نظیرۃ فی الدنیا فانہ طبق الارض شرقا وغربا ودخل البلاد کلھا حتی دخل مکۃ المشرفۃ ووقع فی الحیوانات ایضا۔ ھذا واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

ھذا آخر رسالۃ الطاعون فی الطاعون

والحمد للہ رب العلمین

عدنان ۔ خطبۂ تفسیر بیضاوی کی ابتداء میں مذکور ہے۔ عدنان نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے جدِّ اعلیٰ ہیں۔ نبی علیہ السلام کے سلسلۂ نسب میں عدنان اکیسویں جدّ واَب ہیں۔ نبی علیہ السلام کا سلسلۂ نسب آپؐ کے احوال میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ کُل قبائلِ عرب کا نسب یا تو عدنان تک پہنچتا ہے یا قحطان تک۔ لہٰذا عرب دو قسم پر ہیں عدنانی و قحطانی۔ عرب میں جتنے قبائل ہیں وہ یا تو عدنانی ہوں گے یا قحطانی۔ وفی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص ۱۲ قال بعضھم ولا یخرج عربی فی الانساب عن عدنان وقحطان وولد عدنان یقال لھم قیس وولد قحطان یقال لھم یمن اھ۔ باتفاقِ اہلِ علم عدنان سلالۂ اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام سے ہے۔ ہمارے نبی علیہ السلام کا سلسلۂ آباء عدنان تک صحیح طور پر اہلِ تاریخ کو معلوم ہے اور عدنان سے اوپر اسماعیل علیہ السلام تک سلسلۂ نسب صحیح ویقینی طور پر کسی معلوم نہیں ہے۔ اور اسمٰعیل علیہ السلام سے اوپر آدم علیہ السلام تک سلسلۂ نسب بھی مجہول ہے۔ ترجمۂ شارخ میں تفصیل گزر چکی ہے۔

حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۹۳ پر لکھتے ہیں۔ لا خلاف ان عدنان من سلالۃ اسماعیل بن ابراھیم علیھما السلام واختلفوا فی عِدّۃ الآباء بینہ وبین اسماعیل علی اقوال کثیرۃ فاکثر ما قیل اربعون ابا وھو الموجود عند اھل الکتاب اخذوہ من کتاب ارمیا بن حلقیا وقیل بینھما ثلاثون قیل عشرون وقیل خمسۃ عشر وقیل عشرۃ وقیل تسعۃ وقیل ان اقل ما قیل فی ذلک اربعۃ لما روت ام سلمۃ رضی اللہ عنھا مرفوعا انتھی۔ ام سلمہؓ کی روایت بیانِ ترجمۂ شارخ میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ بعض مؤرخین نے

نبی علیہ السلام کا شجرۂ آبار آدم علیہ السلام تک ذکر کیا ہے۔ کما بیّنا فی ترجمۃ شائخ۔ لیکن عام اہل تحقیق کے نزدیک صرف عدنان تک یہ شجرہ صحیح ہے۔

نزار بن معد بن عدنان تک سلسلۂ آبار کے بارے میں ابوجعفر بن جریر طبری نے انس وابوبکر بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہما وغیرہ کی ایک مرفوع حدیث ذکر کی ہے وہ حدیث یہ ہے روی الطبری باسنادہ الی انس وابی بکر بن عبد الرحمن بن الحارث بن هشام قال بلغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان رجالا من کندۃ یزعمون انهم منہ وانہ منهم فقال انما یقول ذلك العباس وابو سفیان بن حرب فیأمنا بذلك وانا لن ننتفی من آبائنا نحن بنو النضر بن کنانۃ۔

قال وخطب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فهر بن مالك بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار۔ وما افترق الناس فرقتین الاجعلنی اللہ فی خیرهما فأخرجت من بین ابویّ فلم یصبنی شیٔ من عهد الجاهلیۃ وخرجت من نکاح ولم اخرج من سفاح من لدن آدم حتی انتهیت الی ابی وامی فانا خیرکم نفسا وخیرکم ابا۔ قال ابن کثیر فی البدایۃ ج ۱ ص۲۵۵ وهذا حدیث غریب جدا من حدیث مالك تفرد بہ القدامی وهو ضعیف ثم ذکر لہ شواهد من وجوہ اخر۔

قال ابوبکر بن سلیمان وکان اعلم قریش باشعارهم وانسابهم یقول ما وجدنا احدا یعرف ما وراء معد بن عدنان فی شعر شاعر ولا علم عالم اھ۔ وعن عائشۃ رضی اللہ عنها انها قالت ما وجدنا احدا یعرف ما وراء عدنان ولا قحطان الا تخرصا۔ ارادت عائشۃ رضی اللہ عنها المبالغۃ للتنفیر عن الخوض فی ذلك وعن عمرو بن العاص رض ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتسب حتی بلغ النضر بن کنانۃ ثم قال لمن قال غیر ذلك ای مما زاد علی ذلك فقد کذب نقول اطلاق الکذب علی من زاد علی کنانۃ الی عدنان یخالف ما سبق من ان المجمع علیہ الی عدنان الا ان یقال لا مخالفۃ لانہ یجوز ان یکون اللہ اوحی الیہ بالزیادۃ وعمرو بن العاص لم یسمع ما زاد علی النضر بن کنانۃ الی عدنان مع ذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم لہ الذی سمعہ غیرہ وفی الجامع الصغیر للسیوطی عن البیهقی انہ صلی اللہ علیہ وسلم انتسب فقال انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب الی ان قال ابن مضر بن نزار۔

معد بن عدنان بخت نصر کے زمانے میں تھے۔ وقیل لہ معد لانہ کان صاحب حروب وغارات علی بنی اسرائیل ولم یحارب احدا الا رجع بالنصر والظفر۔ کذا ذکرہ الحلبی۔ انسان العیون ج ۱ ص ۱۷ میں ہے ولما سلط اللہ بخت نصر علی العرب امر اللہ تعالی ارمیاء النبی علیہ السلام ان یحمل معد

معد بن عدنان علی البراق کیلا تصیبہ النقمۃ وقال فانی سأخرج من صلبہ نبیا کریمًا اختم بہ الرسل ففعل ارمیاء ذلک واحتملہ معہ الی ارض الشام فنشا مع بنی اسرائیل ثم عاد بعد ان ھدأت الفتن بموت بخت نصر۔

وایضا فیہ وکان عدنان فی زمن عیسٰی علیہ السلام وقیل فی زمن موسٰی علیہ السلام قال الحافظ ابن حجر وھو اولیٰ ومما یضعف القول الاوّل ما فی الطبرانی عن ابی امامۃ الباھلی رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لما بلغ وُلد معد بن عدنان اربعین رجلاً وقعوا فی عسکر موسی علیہ السلام فانتھبوہ فدعا علیھم موسٰی علیہ السلام فاوحی اللہ الیہ لا تدع علیھم فان منھم النبی الامیّ البشیر النذیر الحدیث اذ یبعد بقاء معد الی زمن عیسٰی علیہ السلام و معلوم انہ لا خلاف فی ان عدنان من وُلد اسماعیل علیہ السلام اھ۔

عرفات۔ قرآن شریف میں مذکور ہے فاذا افضتم من عرفات الآیۃ۔ لفظ عرفات مفرد ہے صورتِ جمع میں۔ عرفات معروف ومشہور جگہ ہے۔ جہاں پر ۹ ذوالحجہ کو حجاج کا جانا ازروئے شرع فرض ہے اس جگہ کا نام عرفہ بھی ہے۔ یوم عرفہ کا معنی ہے یوم القیام بعرفۃ۔

لفظ عرفات منصرف ہے۔ مگر تانیث وعلمیت کی وجہ سے اسے غیر منصرف ہونا چاہیے تھا۔ اخفش کہتے ہیں انما صُرِفَ لانَّ التاء صارت بمنزلۃ الیاء والواو فی مسلمینَ وصار التنوین بمنزلۃ النون فلما سُمّی بہ ترک علی حالہ وکذلک القول فی اذرعات۔ فراء کے نزدیک عرفات کا واحد نہیں ہے۔ اور لوگوں کا یہ قول یوم عرفۃ مولّد ہے اصلی عربی نہیں ہے۔ لیکن اکثر علماء عربیت کے نزدیک یوم عرفۃ بھی صحیح عربی لفظ ہے۔ وجہ تسمیہ میں بعض علماء کہتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام نے ابراھیم علیہ السلام کو مناسکِ حج بتلاتے ہوئے وقوفِ عرفہ کے وقت فرمایا عرفتَ؟ قال نعم فسُمّیت عرفۃ۔

اور عند البعض وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جنت سے نزول وخروج کے بعد آدم وحوّا علیہما السلام میں ایک مدت تک جدائی رہی۔ پھر اسی مقام پر دونوں کی پہلی ملاقات ہوکر تعارف حاصل ہوا تو عرفہ نام رکھا گیا۔ و قیل ان الناس یعترفون بذنوبھم فی ذلک الموقف وقیل بل سمی بالصبر علی ما یکابدون فی الوصول الیھا لان العرف الصبر واقول اوسمی بذلک لما یحصل للناس فی ھذا الموقف من معرفۃ اللہ اومعرفۃ انفسھم بالخشوع والدعاء وفی الحدیث من عرف نفسہ فقد عرف ربّہ۔

العمالقہ۔ آیت واذ نجینکم من اٰل فرعون وآیت ومالنا الّا نُقاتِل فی سبیل اللہ وقد اُخرجنا من دیارنا کی شرح میں مذکور ہے۔ عمالقہ کو عمالیق بھی کہا جاتا ہے۔ عمالقہ عرب بائدہ کو کہتے ہیں یعنی عرب بائدہ میں سے ایک قسم کا نام ہے۔ عرب بائدہ قدیم عرب کو کہا جاتا ہے جو اب موجود نہیں ہیں بلکہ وہ ختم ہو چکے ہیں

عرب بائدہ میں شامل ہیں عاد۔ ثمود۔ عمالقہ۔ طسم۔ امیم۔ جدیس و جرہم وغیرہ۔ کما قیل۔ یہ ابناءِ سام بن نوح ہیں۔ بنو حام سے مقابلہ کے بعد شکست کھاکر بنوسام بابل سے جزیرۂ عرب میں منتقل ہوئے۔

بہت سے مؤرخین کے نزدیک عرب بائدہ کی تقسیم دو قسموں کی طرف ہے۔ اوّل عمالیق اور یہ نسل لاوذ بن سام میں سے ہیں۔ دوّم وہ قبائل جو نسل ارم بن سام بن نوح میں سے ہیں عاد۔ ثمود۔ نمرود وغیرہ ارمی یعنی نسل ارم بن سام میں سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ عرب بائدہ سامی تھے اور اکثر آرامی تھے یعنی نسل ارم بن سام سے سوائے عمالقہ کے کہ وہ نسل لاوذ بن سام میں سے ہیں۔ وہ بابل کے حکمران تھے۔ پھر جزیرۂ عرب میں آئے۔

فراعنۂ مصر عرب بائدہ یعنی عمالقہ تھے۔ عمالقہ وغیرہ نے مصر۔ شام۔ عراق۔ بابل۔ حجاز۔ مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ پر مدت تک حکومت کی ہے۔ عمالقہ کی دو بڑی حکومتیں تھیں ایک عراق میں اور ایک مصر میں۔

مصر میں اوّلاً نسل حام بن نوح آباد تھی۔ پھر سامی یعنی عمالقہ نے سنہ ۲۳۰۰ قبل المیلاد حملہ کرکے مصر کو فتح کیا اور ان میں اپنی حکومت قائم کی اور قبطیوں کی حکومت ختم کی۔ سب سے پہلے عمالقہ میں سے ولید بن دومغ نے حکومت قائم کی ویقال ثوران بن اراشہ بن فادان بن عمرو بن عملاق۔ اور انہی میں سے تھا فرعونِ ابراہیم علیہ السلام جس نے سارہؓ زوجہ ابراہیمؑ کو بری نگاہ سے دیکھا تھا اور پھر انھیں ہاجرہ ام اسماعیل علیہ السلام بخش دی تھیں۔ کما فصّل فی التفاسیر۔ واسمُ فرعونِ ابراھیم علیہ السلام سنان بن الاشل و منھم فرعون یوسف علیہ السلام واسمہ ریّان بن الولید و فرعون موسیٰ علیہ السلام وھو الولید بن مصعب و ذکر البعض ان الریّان بن الولید یسمّیہ القبط نقراوش وان وزیرہ کان اطفیر وھو العزیز صاحب قصۃ یوسف علیہ السلام۔ راجع ابن خلدون۔ ج ۲ ص۲۷۔

بہرحال کتب تاریخ میں اس سلسلہ میں بڑا اختلاط و اختلاف ہے۔ قیل ان یوسف علیہ السلام جاء مصر فی زمن ملک من العمالقۃ اسمہ نوب سنۃ ۱۸۰۰ ق م۔ کذا فی تاریخ العرب قبل الاسلام لجرجی زیدان۔ ج ۱ ص۵۲ و ص۵۹ لفظ مصر کے بیان میں عمالقہ کی حکومت کے کچھ احوال بیان ہو چکے ہیں۔ فراجعہ۔ مؤرخین کے اقوال و تحقیقات اس بارے میں متضاد و مختلف ہیں۔ میرے اس بیان میں جو تھوڑا اختلاف نظر آتا ہے اس کا سبب اہل تاریخ کا اختلاف ہے۔ ہم ان کے چند حوالے یہاں ذکر کرتے ہیں

حجاز و تہامہ یعنی مکہ و مدینہ و طائف وغیرہ پر عمالقہ کی حکومت تھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی تباہی کے بعد بنی اسرائیل کی فوج بھیجی۔ بنی اسرائیل نے فتح حاصل کی اور عمالقہ کے بادشاہ ارقم بن ابی الارقم کو قتل کیا۔ پھر خود بنی اسرائیل میں سے کئی افراد جو فوجی تھے یثرب یعنی مدینہ شریفہ میں آباد ہو گئے اور بڑے بڑے

قلعے بنائے۔

مدینہ منورہ میں یہود کی یہ پہلی آمد اور ابتدائی رہائش کا قصہ ہے۔ یہ قصہ سیل عَرِم سے پہلے کا ہے۔ سیل عرم جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے اس کے بعد یا اس کے قریب اوس وخزرج مدینہ منورہ میں آکر آباد ہوئے۔

دائرۃ المعارف میں ہے کہ عرب دو قسم پر ہیں۔ اول عرب بائدہ یعنی وہ قدیم قبائل جو تقریباً ختم ہوگئے۔ دوم عرب باقیہ۔ عرب بائدہ یہ قبائل ہیں عمالقہ۔ ثمود۔ طسم۔ جدیس۔ امیم۔ جرہم۔ حضرموت وغیرہ۔ پھر عرب بائدہ دو قسم پر ہیں۔ اول عمالیق اولاد لاوذ بن سام بن نوح علیہ السلام۔ دوم بقیہ سارے قبائل۔ اور یہ نسل ارم بن سام بن نوح علیہ السلام میں سے ہیں۔ عمالقہ شمالی حجاز جزیرۂ سینار کے قریب رہتے تھے۔ پھر انہوں نے مصر پر قبضہ کر کے حکومت قائم کی۔ عمالقہ کی حکومت مصر پر ۲۲۱۳ ق تا ۱۷۰۳ ق قائم رہی۔ کذا فی دائرۃ المعارف لفرید وجدی۔ ج ۶ ص ۲۳۲۔

بلعم بن باعورار بن سنور قوم عمالقہ سے تھا یا ان میں دیسے مقیم تھا۔ بلعم کی طرف قرآن مجید میں اشارہ موجود ہے۔ یوشع بن نون یا موسیٰ علیہما السلام کی فوج جو بنی اسرائیل پر مشتمل تھی پر بلعم نے بددعا کی کوشش کی تھی۔ بلعم مستجاب الدعار تھا۔ حسب قول بعض اہل تاریخ وہ اسمِ اعظم جانتا تھا۔ یوشع بن نون علیہ السلام بعد وفات موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی فوج لے کر ملک شام کے بادشاہ سمیدع سے جنگ کے لیے آگے بڑھے۔ سمیدع عمالقہ میں سے تھا۔ جنگ کے دوران سمیدع قتل ہوا۔

عمالقہ نے بلعم بن باعورار سے بنی اسرائیل پر بددعا کرنے کی درخواست کی۔ بلعم چونکہ صالحین و زاہدین میں سے تھا اسی وجہ سے اس نے اولاً تردد کیا اور کہا کہ موسیٰ علیہ السلام یا یوشع علیہ السلام کے خلاف کفار کی نصرت و کامیابی کے لیے دعا نہیں کرنی چاہیے لیکن بعدہ عمالقہ کی کامیابی کے لیے دعا شروع کر دی۔ دعا الٹی زبان سے نکلتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے درجہ ولایت چھین کر مردود کر دیا۔

مؤرخ مسعودیؒ مروج الذہب ج ۱ ص۳۰ پر لکھتے ہیں وسار ملك الشام وهو السميدع بن هوبر الی يوشع بن نون فكانت بينهما حروب الی ان قتله يوشع عليه السلام واحتوى على جميع ملكه ولحق به غيره من الجبابرة والعماليق وكانت مدة يوشع بن نون فی بنی اسرائيل بعد وفاة موسٰی عليه السلام تسعًا وعشرين سنة وكان بقرية من قرى البلقاء من بلاد الشام رجل يقال له بلعم بن باعوراء بن سنور بن وسيم وكان مستجاب الدعوة فحمله قومه على الدعاء على يوشع بن نون عليه السلام فلم يتأت له ذلك وعجز عنه فأشار على بعض ملوك العماليق ان يبرزوا الحسان من النساء نحو عسكر يوشع ففعلوا افتشرعوا ای بنواسرائيل الی النساء فوقع فيهم الطاعون فهلك منهم سبعون الفا وقيل ان

یوشع علیہ السلام قُبِض وھو ابن مائۃ وعشرین سنۃ انتھی۔ قال فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۱ ص۱۸ قیل ان من العمالیق فرعون موسی علیہ السلام ومنھم الریان بن الولید فرعون یوسف علیہ السلام اھ۔
ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ عملیق بن لاوذ پوتا ہے سام بن نوح علیہ السلام کا۔ اسی عملیق کی نسل عمالقہ ہیں۔ سام بن نوحؑ کے پانچ بیٹے تھے۔ (۱) ارفخشد (۲) لاوِذ (۳) اِرم (۴) اَشوذ (۵) غلیم۔ کذا فی التوراۃ۔ پھر لاوِذ کے چار بیٹے تھے۔ (۱) طسم (۲) عملیق (۳) جرجان (۴) فارس۔ قال ابن اسحٰق ومن العمالقۃ امۃ جاسم فمنھم بنو لف وبنو ھزان وبنو مطر وظفار ومنھم الکنعانیون وبرابرۃ الشام وفراعنۃ مصر وکانت طسم والعمالیق وامیم وجاسم یتکلمون بالعربیۃ وفارس یجاورونھم الی المشرق ویتکلمون بالفارسیۃ۔ وفی لقطۃ العجلان ص۳ لنواب صدیق حسن خان وعن غیر ابن اسحٰق ان عبد بن ضخم وامیم من ولد لاوذ اھ۔

اس بات کا ذکر پہلے اجمالاً ہو چکا ہے کہ عمالقہ عرب بائدہ میں سے ہیں۔ عرب دو قسم پر ہیں بائدہ و باقیہ عرب باقیہ ابھی تک موجود ہیں اور عرب بائدہ زمانۂ حال میں موجود نہیں ہیں بائدہ کے قبائل فنا ہو چکے ہیں۔
العمالقۃ ھم اھل شمال الحجاز دما یلی جزیرۃ سیناء فتحوا مصر مدۃ الفراعنۃ واسّسوا فیھا اُسرۃً ملکیۃً اما دولۃ العمالقۃ فی مصر فتبتدی من سنۃ ۲۲۱۳۔ الی۔ ۱۷۰۳ قبل المیلاد جاؤھا من طریق برزخ السویس اوالبحر الاحمر فاقاموا بھا وکثر عددھم فیھا ثم سنحت لھم الفرصۃ وثبوا علی ملوکھا وملکوا البلاد دونھم وکان اوّل ملوکھم سلاطیس وحکم بعدہٗ بنوہ الی سنۃ ۱۷۰۳ قبل المیلاد۔ فتمکن المصریون من انتزاع الملک من ایدیھم وطردھم فتفرقوا فی جزیرۃ العرب قبائل واتخذوا وانشأوا دُوَلاً فی الیمن والحجاز وسائر جزیرۃ العرب۔ کذا فی دائرۃ المعارف لفرید وجدی ج ۶ ص۲۳۲ وایضاً فیھا ص۲۳۵۔ اقدم الامم التی غزت بلاد العرب المصریون فی عھد احمس منقذ مصر من حکم العمالقۃ فانہ بعد ان اَخرجھم من مصر طاردھم الی اواسط جزیرۃ سیناء نحو سنۃ ۱۷۰۰ قبل المیلاد اھ۔
قدماء عرب کو عمالقہ کہنے کی وجہ تسمیہ بیان سابقہ سے معلوم ہوگئی۔ وہ یہ کہ اس میں عملیق بن لاوذ بن سام ابن نوح علیہ السلام کا نام ملحوظ ہے۔ عرب عملیق کی جمع عمالقہ یا عمالیق بنا کر قدماء عرب کے لیے یہ لفظ استعمال کرتے ہیں۔

اور بعض مستشرقین مذکورہ صدر بات سے انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں واصل لفظ العمالقۃ مجھول والغالب فی نظرنا انھم تحتوہ من اسم قبیلۃ عربیۃ کانت مواطنھا بجھات العقبۃ او شمالیھا حیث کان العمالیق علی قول التوراۃ ویسمیھا البابلیون مالیق اومالوق۔ فاضاف الیھا الیھود لفظ عم۔ ای الشعب اوالامۃ فقالوا "عم مالیق" او "عم مالوق" فقال العرب عمالیق او عمالقۃ۔ ثم اطلقوہ علی

طائفة کبیرۃ من العرب القدماء۔ کذا فی کتاب العرب قبل الاسلام تالیف جرجی زیدان جز ۱ ص ۳۵۔

سابقہ بیان طویل میں یہ اشارہ موجود ہے کہ عمالقہ یعنی عرب قدماء نے عراق پر بھی اور مصر پر بھی اور یمن و حجاز و تہامہ و نجد وغیرہ پر بھی حکومت کی ہے۔ اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ عمالقہ کی دو بڑی حکومتیں گزری ہیں۔ اول حکومتِ عراق۔ دوم حکومتِ مصر۔

عراق پر عرب یعنی عمالقہ نے تقریبًا ۲۴۵ سال حکومت کی۔ ان کے بادشاہوں کی تعداد ۹ ہے اور عند البعض ۱۱ بادشاہوں نے ۳۳۴ سال حکومت کی۔ مؤرخین کے نزدیک عمالقہ کے اس دور حکومت کا نام حکومت دولت بابلیۃ اولیٰ یا دولت حمورابی ہے۔ یہ نسبت ہے ان کے بڑے بادشاہ حمورابی نامی کی طرف۔ حمورابی کی حکومت سے پہلے عراق پر کلدانیوں کے ۴۹ بادشاہوں نے ۴۵۸ سال تک حکومت کی۔ یہ دولت کلدانیہ کہلاتی ہے۔ حکومتِ حمورابی کے زوال کے بعد دولت اشوریین تھی۔ اشوریین کے ۴۵ بادشاہوں نے ۵۲۶ سال تک عراق و بابل وغیرہ پر حکومت کی۔

عرب قدماء یعنی عمالقہ میں سب سے پہلے عراق کا جو حاکم و بادشاہ بنا اس کا نام ساموابی ہے۔ اس نے حکومت عراق پر سنہ ۲۴۶۰ ق م میں قبضہ کیا۔ بعدہٗ اس کا بیٹا سامولیلا بادشاہ ہوا۔ بعدہٗ زابوم بادشاہ ہوا بعدہٗ امیل سین بعدہٗ سینموبلیت بعدہٗ حمورابی وغیرہ وغیرہ۔ بعض مستشرقین کے نزدیک ان کی حکومت کی ابتداء سنہ ۲۴۱۶ ق م میں ہوئی۔ مندرجہ ذیل نقشہ سے تفصیل معلوم کی جا سکتی ہے۔

اسم بادشاہ	مدتِ حکومت		از تاریخ ق م	تا تاریخ ق م
ساموابی	۳۱	سال	۲۴۱۶	۲۳۸۵
سامولیلو	۱۵	؍؍	۲۳۸۵	۲۳۷۰
زابوم	۳۵	؍؍	۲۳۷۰	۲۳۳۵
امیل سین	۱۸	؍؍	۲۳۳۵	۲۳۱۷
سینموبلیت	۳۰	؍؍	۲۳۱۷	۲۲۸۷
حمورابی	۵۵	؍؍	۲۲۸۷	۲۲۳۲
شمسوایلونا	۳۵	؍؍	۲۲۳۲	۲۱۹۷
ابیشوع	۲۵	؍؍	۲۱۹۷	۲۱۷۲
عمی دیتانا	۲۵	؍؍	۲۱۷۲	۲۱۴۷
عمی صادوفا	۳۴	؍؍	۲۱۴۷	۲۱۱۳
شمسودیتانا	۳۱	؍؍	۲۱۱۳	۲۰۸۲
	کل ۳۳۴			

العُزّٰی ۔ فلا تجعلوا للہ اندادًا کی شرح میں مذکور ہے ۔ عُزّٰی ایک بُت یا بُت خانہ کا نام ہے ۔ یہ قبیلہ غطفان کا بُت تھا ۔ بقول بعض عزیٰ کیکر کے ایک درخت کا نام تھا جس کی پرستش غطفان کرتے تھے سب سے پہلے اس کی عبادت ظالم بن اسعد بن ربیعہ بن مالک بن مرۃ بن عوف نے شروع کی تھی اور اس کے پاس ایک کمرہ تعمیر کیا جس کا نام بُس رکھا تھا ۔ گویا کہ یہ کعبہ تھا عزیٰ کا ۔ اس بیتِ عزیٰ کی بڑی تعظیم کی جاتی تھی ۔ اس کی خدمت کے لیے متعدد لوگ بطور خادم مقرر کیے گئے تھے ۔ عزّیٰ تانیثِ اعزّ ہے مثل کبریٰ مؤنث اکبر ہے ۔ پس عزیٰ بمعنی عزیزۃ ہے ۔

ابن حبیب مؤرخ مُحبّرَ ، ص ۳۱۵ پر لکھتے ہیں وكانت هذه الاصنام كلها في بلاد العرب تعبد مع الله عز وجل ولا اله الا هو وكانت العزى شجرة بنخلة عندها وثن تعبدها غطفان سدنتها من بني صرمة بن مرة وكانت قريش تعظمها وكانت غني وباهلة تعبدها معهم فبعث رسول الله صلى الله عليه وسلم خالد بن الوليد فقطع الشجرة وهدم البيت وكسر الوثن اھ وكان بعث خالد سنة ۸ كما في المحبر ص۱۲۴ ۔

وكانت تلبية من نسك للعزى لبيك اللهم لبيك لبيك وسعديك ما احبنا اليك ۔ كذا في المحبر ص۳۱۱ ۔ وكانت العزى بواد من نخلة الشامية يقال له حراض وذلك فوق ذات عرق الى البستان بتسعة اميال فبنى ظالم بن اسعد عليها بُسًّا اى بيتًا وكانوا يسمعون فيه الصوت و كانت اعظم الاصنام عند قريش وكانوا يزورونها ويهدون لها ويتقربون عندها بالذبائح . كذا في معجم البلدان ج ۶ ص۱۱۶ ۔

قریش نے عزیٰ کی تعظیم کے لیے ایک خطہ مثلِ حرم مقرر کیا تھا ۔ اس میں بت کے نام پر ذبائح پیش کرتے تھے ۔ مذبح و منحر کا نام غبغب تھا ۔

اس میں اہل تاریخ کا اختلاف ہے کہ عزیٰ بُت کا نام تھا یا درخت کا یا تین درختوں کا یا بیت کا نام تھا ۔ قيل والذى اراه انه كان للعزى بيت هو بُسّ فيه صنم العزّى وكان حوله حرم كحرم مكة به سمرة او ثلاث سمرات كان الناس يقدسونها . كذا قال الدكتور جواد على فى كتاب المفصل فى تاريخ العرب قبل الاسلام ج ۶ ص۲۳۵ ۔

قریش عزیٰ کی کتنی تعظیم کرتے تھے اس کا کچھ اندازہ مندرجہ ذیل قصہ سے ہو سکتا ہے ۔ یاقوت نے لکھا ہے کہ قریش میں ابو اُحیحہ سعید بن العاصی بن امیہ مرض وفات میں زار و قطار رو رہا تھا ۔ ابولہب عیادت کے لیے آیا اور اس سے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ اس غم سے رو رہا ہوں مجھے خطرہ ہے کہ کہیں میری موت کے بعد لوگ عزیٰ جیسے محترم بُت کی پرستش ترک نہ کر دیں ۔ ابولہب نے اس کو تسلی دی اور کہا

ماعُبِدت فی حیاتِك لاجلك ولاتُترك عبادتُها بعدك لموتك فقال ابواحیحة الآن علمتُ ان لی خلیفةً الا

وعن ابن عباس رضی الله عنهما قال کانت العزی شیطانة تأتی ثلاث سمرات ببطن نخلة فلما افتتح النبی علیه السلام مکة بعث خالد بن الولید فقال له ائتِ بطن نخلة فانك تجد ثلاث سمرات فاعضد الاولی فاتاها فعضدها فلما عاد الیه قال هل رأیتَ شیئًا؟ قال لا قال فاعضُد الثانیة فاتاها فعضدها فلما عاد الیه قال هل رأیتَ شیئا؟ قال لا قال فاعضدِ الثالثة فأتاها فاذاهو بحَبَاسِیة نافشة شعرها واضعة یدیها علی عاتِقها تصرف بانیابها وخلفها دبیة بن حرمی السلمی سادنُها فقال خالد ؎

یاعِزّ کُفرانك لاسُبحانك ... اِنّی رأیتُ الله قد اَهانك

ثم ضربها ففلق رأسها فاذاهی حممة ثم عضد الشجر وقتل دبیة السادن - کذا فی المعجم -

---

تم الجزء الاول من اثمار التکمیل

ویلیه الجزء الثانی اوله - العرب

فہرست مضامین اثمار التکمیل (جزو اول)

○